شیعہ مذہب

المعروف

جلد سوم

فقہ جعفریہ

مصنف مناظر اسلام شیخ الحدیث

مولانا محمد علی صاحب

مکتبہ نوریہ حسینیہ

بلال گنج، لاہور

عن علی بن الحسین قال الصبر من الایمان بمنزلة الراس فی الجسد ولا ایمان لمن لا صبر له

فرمان امام زین العابدین رضی اللہ عنہ

ترجمہ

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے فرمایا صبر کا مقام ایمان میں ایسا ہے جیسا کہ سر آدمی کے جسم میں وہ بے ایمان کا فر ہے جس کے لیے صبر نہیں ہے

جامع الاخبار مصنفہ شیخ صدوق صفحہ نمبر ۱۳۲ ، الفصل الحادی والسبعون فی الصبر

فقہ جعفریہ

جلد سوم

❁ باب اول:	❁ ماتم کے بیان میں
❁ باب دوم:	❁ ماتم و صحابہ کے جواب میں

تالیف

مناظر اسلام شیخ الحدیث مولانا محمد علی صاحب مدظلہ العالی

مکتبہ نوریہ حسینیہ جامعہ رسولیہ شیرازیہ امیر روڈ بلال گنج لاہور فون ۲۲۶۲۲۹

نام کتاب: ـــــــ فقہ جعفریہ جلد سوم

مصنف: ـــــــ محقق الاسلام شیخ الحدیث علامہ محمد علی صاحب

ناظم اعلیٰ جامعہ رسولیہ شیرازیہ بلال گنج لاہور

کتابت: راجہ محمد صدیق حضرت کیلیانوالہ شریف ضلع گوجرانوالہ

قیمت: ـــــــ ۲۰ روپے

مطبع: ـــــــ حامد جمیل پرنٹرز لاہور

سن طباعت: اپریل ۱۹۹۰ء

اظہارِ تشکر و تحدیثِ نعمت

عرصہ پینتیس ۳۵ سال سے فقیر کی آرزو تھی۔ کہ مذہب شیعہ کی تردید پر ایک جامع کتاب لکھی جائے۔ جو ان کے تمام نظریات باطلہ کے محققانہ رد پر مشتمل ہو۔ لیکن ایک تو درس و تدریس اور مدرسہ کی ذمہ داریوں کی مصروفیت اور دوسرا مجھے اپنے صاحب قلم نہ ہونے کا بھی خیال تھا۔ ان حالات میں اللہ تعالیٰ نے میری رہنمائی فرمائی کریں عارف کامل مولانا فضل الرحمٰن صاحب مدنی اور قبلہ عالم سیدی، مرشدی، سید محمد باقر علی شاہ صاحب کی مخصوص دعاؤں کے سہارے اپنی آرزو کی تکمیل کے لیے ۱۲ ربیع اول سنہ ۱۴۰۴ھ کو بیڑا اٹھایا۔ اور یکم رمضان المبارک سنہ ۱۴۱۰ھ تک ۱۶ ضخیم جلدیں اس موضوع پر مکمل کر کے فراغت پائی۔ والحمد للہ رب العالمین

(۵ جلدیں تحفہ جعفریہ - ۴ جلدیں عقائد جعفریہ - ۴ جلدیں فقہ جعفریہ - ۱ جلد میزان الکتب - ۱ جلد دشمنان معاویہ کا علمی محاسبہ ۱ جلد نور العین فی ایمان ابوین کریمین) قارئین سے التماس ہے کہ مذکورہ کتب سے استفادہ کریں تو اس علمی تحقیق کو دعا بخشش فرمائیں۔

اَلْاِھْدَاء

میں اپنی یہ ناچیز تالیف زبدۃ العارفین حجۃ الکاملین، میزبان مہمانانِ رحمۃ للعالمین حضرت قبلہ مولانا فضل الرحمٰن صاحب ساکن مدینہ منورہ۔ خلف الرشید شیخ العرب و العجم حضرت قبلہ مولانا ضیاء الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ مدفون جنت البقیع مدینہ طیبہ) خلیفہ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا احمد رضا خانصاحب فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت عالیہ میں ہدیۂ عقیدت پیش کرتا ہوں جن کی دعا سے فقیر نے اس کتاب کی تحریر کا آغاز لیا۔

ع ۔ گر قبول افتد زہے عز و شرف

محمد علی عفا اللہ عنہ

الانتساب

میں اپنی اس ناچیز تالیف کو قدوۃ السالکین حجۃ الواصلین
پیری و مرشدی حضرت قبلہ خواجہ سید نور الحسن شاہ صاحب رحمۃ
اللہ علیہ سرکار کیلیانوالہ شریف اور نگہدارِ ناموسِ اصحابِ رسول
محبِ اولادِ بتول پیرِ طریقت راہبرِ شریعت حضرت قبلہ
پیر سید محمد باقر علی شاہ صاحب زیب سجادہ کیلیانوالہ شریف
کی ذاتِ گرامی سے منسوب کرتا ہوں جن کے روحانی تصرف
سے ہر مشکل مقام پر میری مدد فرمائی۔
ان کے طفیل اللہ میری یہ سعی مقبول و مفید اور میرے لیے
ذریعۂ نجات بنائے۔ آمین :

احقر العباد
محمد علی عفا اللہ عنہ

فہرست مضامین

فقہ جعفریہ

جلد سوم

بابِ اوّل

ماتم کے بیان میں ۔

باب اول

ماتم کے بیان میں

موجودہ دور میں اہل سنت وجماعت اور شیعہ حضرات کے درمیان جو سب سے اہم نزاعی مسئلہ ہے۔ وہ ماتم ہے۔ یہ عوام کو گمراہ کرنے کے لیے شیعوں کے پاس ایک میٹھا زہر ہے۔ اور اکثریت کو جوان کے عقائد سے ناآشنا ہیں۔ یہ کہا جاتا ہے کہ نواسۂ رسول مقبول، سیدہ خاتون جنت کے جگر گوشہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے بہت سے ساتھیوں کو جس بے دردی سے میدانِ کربلا میں شہید کیا گیا۔ یہ ایک عظیم اندوہناک واقعہ تھا۔ ایسا واقعہ زمین وآسمان نے نہ اس سے پہلے دیکھا اور نہ تاقیامت ممکن۔

ان پر جو ظلم روا رکھے گئے۔ اور مظلومانہ طور پر انہیں شہید کیا گیا۔ ان کی شہادت پر غم کا اظہار کرنے کے لیے منہ پیٹنا، سینہ کوبی کرنا اور خنجر زنی ایسی چیزیں ہیں۔ جن سے محبتِ حسین اور عقیدتِ شہید کربلا کا اظہار ہوتا ہے۔ اسی عقیدت ومحبت کے پیش نظر تعزیہ نکالنا، ذوالجناح کی شبیہہ برآمد کرنا اور ان کے غم میں سیاہ کپڑے زیب تن کرنا بھی عشقِ حسین کی عملی تصویر ہے۔ اور ان اعمال وافعال کو کرنے والا پکا جنتی ہے۔ اگرچہ وہ زندگی بھر نماز، روزہ، حج وزکوٰۃ ودیگر اعمال صالحہ نہ بھی کرے۔ تب بھی اس کی بخشش یقینی ہے۔ اور ان اعمال پر عمل کرتے کرتے اگر کوئی مر جائے۔ تو وہ شہید ہوتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

ان حالات میں میں چاہتا ہوں۔ کہ اس موضوع کو شرعی نقطۂ نگاہ سے واضح کر دوں تاکہ روزِ روشن کی طرح بات واضح ہو جائے۔ اور معلوم ہو جائے۔ کہ یہ افعال نہ تو کسی اللہ

کے پیغمبر سے وقوع پذیر ہوئے۔ نہ انہوں نے ایسے اعمال وافعال کرنے کا حکم دیا اور نہ ہی کسی صحابی سے ایسی کوئی روایت منقول ہوئی۔ حتیٰ کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد آپ کی اولاد میں سے کسی امام اہل بیت نے یہ کام نہ کیے۔ بلکہ تاریخ ثابت کرتی ہے۔ کہ یہ تمام افعال جو شیعوں کی امتیازی علامت بن کر رہ گئے۔ ان کے بانی مبانی اور اولین عامل وہ لوگ تھے۔ جو دشمنانِ حسین اور بدخواہانِ اہل بیت تھے۔ یہ مسئلہ ماتم چونکہ عوام کی نظروں میں سب سے زیادہ متنازعہ فیہ مسئلہ کی شکل اختیار کر چکا ہے۔ اس لیے میں اس کی بھرپور بحث کروں گا۔ اور پانچ فصلوں میں اسے تفصیل سے بیان کروں گا۔ تاکہ کوئی اشکال وخفا نہ رہے۔

فصل اوّل

ماتم کیا ہے؟ اور اس کی شرعی حدود کیا ہیں؟

لفظ ماتم "اَتَمٌ" سے بنا ہے۔ جس کے علماء لغت نے چند ایک معانی بیان کیے ہیں۔

لسان العرب:

اَلْمَاتَمُ لِمَعْنَى الْمُنَاحَةِ وَالْحُزْنِ وَالنَّوْحِ وَالْبُكَاءِ

(لسان العرب جلد ۱۲ ص ۴ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

سوگ کرنا، غم کھانا، رونا اور پیٹنا ماتم ہے۔

لیکن شریعت نے کسی آدمی کی فوتیدگی پر اس کا سوگ منانا، اس پر غمگین ہونا اور آنکھوں سے غیر اختیاری طور پر مرنے والے کے فراق میں آنسو بہ نکلنا۔ ان افعال کو جائز کہا۔ اور نظر استحسان سے دیکھا ہے۔ بلکہ ان پر ہی عمل کرنے سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اجرِ عظیم عطا فرماتا ہے اور یہ اعمال نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ائمہ اہل بیت سے مسند طریقے سے کتب صحاح میں موجود ہیں اور ان کے خلاف جزع فزع کرنا خلاف شرع ممنوع ہے اور یہ اس لیے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بیٹے ابراہیم رضی اللہ عنہ کے وصال پر آنسو بہائے اور صبر فرمایا اور اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ یہ جو میں نے کیا ہے یہی سنت ہے اور اس کے خلاف یعنی جزع فزع کرنا اللہ تعالیٰ کے غضب کا سبب ہے تو حاصل کلام یہ ہوا کہ ماتم کے کئی معنی کلام عرب میں مستعمل ہیں مگر شرعی ماتم آنکھوں سے آنسو بہا کر رونا اور صبر کرنا ہے۔ واویلا اور جزع فزع رونا پیٹنا نہیں ہے۔ اب اس کے دلائل ملاحظہ فرمائیں۔

دلیل ۱

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول و فعل

امالی طوسی:

عن عائشة قالت لما مات ابراهيم بكى
النبى عليه السلام حتى جرت دموعه على
لحيته - فقيل له يا رسول الله تنهى عن البكاء
وانت تبكى فقال ليس هذا ابكاء انما هذه
رحمة وَمَنْ لَا يَرْحَمُ لَا يُرْحَمْ

(امالی طوسی جلد اول ص ۲۹۸ / الجزء الثالث
عشر مطبوعہ قم طبع جدید)

ترجمہ:

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ فرمایا آپ نے کہ جب حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم روئے حتیٰ کہ آپ کی داڑھی مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ آپ سے عرض کی گئی یا رسول اللہ! آپ تو رونے سے منع فرماتے ہیں

اور خود رو رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ آہ و بکا نہیں بلکہ رحمت ہے اور جو کسی پر رحم نہ کرے اُس پر رحم نہیں کیا جاتا۔

دلیل ۲

منتہی الامال:

از حضرت صادق (ع) روایت شدہ کہ چوں حضرت ابراہیم از دنیا رحلت کرد آب از دیدہ ہائے مبارک حضرت رسول (ص) فرو ریخت و فرمود کہ دیدہ میگرید و دل اندوھناک میشود و نمیگوئیم چیزے کہ باعثِ غضب پروردگار گردد پس خطاب با ابراہیم کرد کہ ما بر تو اندوہناک ایم۔

(۱۔ منتہی الامال مصنفہ شیخ عباس قمی جلد اول صہ ۱۲۷ در بیان احوالِ اقربا حضرت رسول (ص)

(۲۔ من لا یحضرہ الفقیہ جلد اوّل ص ۱۱۳۔ باب فی التعزیۃ والجزع عند المصیبۃ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ نے دنیا سے رحلت فرمائی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ اور آپ نے فرمایا کہ آنکھیں پرنم ہیں اور دل غم ناک ہے اور میں نہیں کہتا کوئی چیز جو پروردگارِ عالم کے غضب کا باعث ہو جائے۔ پس حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر فرمایا ہم تیری وفات پر غمگین ہیں۔

مذکورہ دونوں حدیثوں سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل واضح ہوا کہ آپ نے اپنے لختِ جگر سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات پر اس قدر آنسو بہائے کہ آپ کی ریشِ انور تر ہوگئی لیکن آپ نے اپنے صاحبزادے سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ بیٹا! تیری جدائی پر میرا دل غمگین ہے لیکن میں کوئی ایسا فعل (منہ ماتھا پیٹنا اور سینہ کوبی کرنا وغیرہ) نہیں کروں گا۔ جو خدائے تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث ہو کیونکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو سینہ کوبی کرنے، بال نوچنے اور واویلا کرنے سے منع فرمایا ہوا تھا اسی لیے بعض احباب کو شک ہوا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے خود آہ بکاء کو شروع کر دیا ہے حالانکہ آپ نے اس سے منع فرمایا ہوا تھا۔ تو اس پر جب انہوں نے سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ جس رونے سے میں نے منع فرمایا ہے۔ وہ سینہ کوبی کرنا، بال نوچنا اور رخسارے پیٹنا وغیرہ ہے۔ اور جس طریقہ سے میں رو یا ہوں یہ رحمت ہے۔ اور جو رحم نہیں کرتا وہ رحم نہیں کیا جاتا۔

اس سے ثابت ہوا کہ کسی محبوب اور پیارے کی موت پر آنسو بہا کر رونا سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور منہ پیٹنا، سینہ کوبی وغیرہ یہ اللہ تعالیٰ کا مغضوب فعل ہے جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ لیکن بعض حضرات عام لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں کہ ہم ماتم کرتے ہیں یہ حقیقت میں تعزیت ہے۔ کہ جس کا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو حکم دیا ہے۔ اور ہمارے فعل سے آپ نے منع نہیں فرمایا۔ لیکن یہ ان کا دھوکا اور فریب ہے۔ کیونکہ ہم تعزیت کا حکم اور اس کی تعریف کتب شیعہ سے پیش کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

دلیل ۲

فروع کافی:

عدۃ من اصحابنا عن سھل بن زیاد عن علی بن الحکم عن سلیمان بن عمرو النخعی عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال من اصیب بمصیبۃ فلیذکر مصابہ بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم فانہ من اعظم المصائب۔

(فروع کافی جلد سوم ص ۲۲۰ کتاب الجنائز باب التعزی مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

(بحذف اسناد) فرمایا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے کہ جس پر کوئی مصیبت آجائے تو وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی مصیبتوں کو یاد کرے کیونکہ وہ سب سے بڑی مصیبت تھی۔

(فروع کافی مترجم جلد سوم مطبوعہ کراچی ص ۱۸۴)

ایضاً:

عن عبد اللہ بن الولید الجعفی عن رجل عن ابیہ قال لما اصیب امیر المومنین علیہ السلام نعی الحسن الی الحسین علیہما السلام وھو بالمدائن فلما قرء الکتاب قال یالہا من مصیبۃ ما اعظمہا مع ان رسول اللہ صلی اللہ

علیہ والہ وسلم قال من اصیب منکم بمصیبة فلیذکر مصابہ بی فانہ لن یصاب بمصیبة اعظم منها وصدق صلی اللہ علیہ وآلہ۔

(فروع کافی جلد دوم ص ۲۲۰ کتاب الجنائز باب التعزی مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

(بحذف اسناد) فرمایا جب امیر المومنین علیہ السلام کا انتقال ہوا۔ تو امام حسن علیہ السلام نے اس کی خبر امام حسین علیہ السلام کے پاس بھیجی۔ جو مدائن میں تھے۔ جب یہ خبر پہنچی۔ تو فرمایا۔ ہائے کیسی بڑی مصیبت ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب کوئی مصیبت تم پر آئے۔ تو میری مصیبت کو یاد کر لیا کرو۔ کہ اس سے بڑی کوئی مصیبت نہیں۔ رسول اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا۔

(فروع کافی مترجم جلد سوم ص ۱۸۴ مطبوعہ کراچی)

ایضاً:

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ قَالَ لَمَّا قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ جَاءَهُمْ جِبْرَئِیْلُ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَالنَّبِیُّ مُسَجّٰی وَ فِی الْبَیْتِ عَلِیٌّ وَ فَاطِمَةُ وَالْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ عَلَیْهِمُ السَّلَامُ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَیْكُمْ یَا اَهْلَ بَیْتِ الرَّحْمَةِ كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ

فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ اِنَّ فِي اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ عَزَاءً مِنْ كُلِّ مُصِيْبَةٍ وَ خَلَفًا مِنْ كُلِّ هَالِكٍ وَدَرَكًا لِمَا فَاتَ فَبِاللّٰهِ فَثِقُوْا وَاِيَّاهُ فَارْجُوْا فَاِنَّ الْمُصَابَ مَنْ حُرِمَ الثَّوَابَ هٰذَا اٰخِرُ وَطْئِيْ مِنَ الدُّنْيَا قَالُوْا فَسَمِعْنَا الصَّوْتَ وَلَمْ نَرَ الشَّخْصَ۔

(فروع کافی جلد سوم ص ۲۲۱ کتاب الجنائز باب التعزی مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو چکا۔ اور آپ کفن میں بند تھے۔ تو جبرئیل علیہ السلام حاضر ہوئے اس وقت گھر میں حضرت علی، فاطمہ، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم تھے۔ جبرئیل نے کہا۔ السلام علیکم۔ اے دار رحمت کے بسنے والو! ہر جان نے موت کو چکھنا ہے۔ اور تمہیں مکمل طور پر تمہارا اجر و ثواب کل قیامت کو دیا جائے گا۔ پھر جس کو آگ سے دور رکھا گیا۔ اور جنت میں داخل کیا گیا۔ وہ یقیناً کامیاب ہوا۔ اور دنیوی زندگی محض دھوکہ کا سامان ہے۔ ہر مصیبت میں اللہ کی طرف صبر کے ساتھ رجوع کرنا چاہیئے اور ہر ہلاک ہونے والی شئی کا خلیفہ ہے۔ اور ہر گم شدہ چیز کا مداوا ہے۔ سو اللہ پر وثوق کرو۔ اور اسی کی طرف رجوع کرو مصیبت زدہ وہ جو ثواب سے محروم رہا۔ دنیا میں میرا یہ آخری پھیرا ہے۔ ان موجود

حضرات سے کہا۔ ہم نے جبرئیل کی آواز سنی لیکن اس کا وجود نہ دیکھ پائے۔

مذکورہ تین احادیث سے درج ذیل مسائل ثابت ہوئے

۱۔ مروجہ ماتم جو کہ بے صبری کا آئینہ دار ہے۔ اس کو تعزیت قرار دینا لغتِ عرب کے ساتھ بہت بڑی زیادتی ہے۔ مشہور کتاب "المنجد" میں ص ۸۰۱ پر یوں مذکور ہے۔ عَزّٰی، یُعَزِّیْ، تَعْزِیَۃ، تسلی دینا اور صبر کی تلقین کرنا۔ لغت کے علاوہ ان احادیث میں واضح طور پر اس کی تائید ہے۔ اور شیعہ ترجمہ کرنے والوں نے بھی "تعزیت" کا معنی یا ترجمہ "صبر" کیا ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا۔ کہ مروجہ ماتم اور ہے۔ اور تعزیت اور چیز ہے۔ اس لیے شیعوں کے ہاں مروّجہ ماتم کو تعزیت قرار دینا بہت بڑا فریب ہے۔

۲۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے والد گرامی کی وفات پر فرمایا۔ اگرچہ ہمارے لیے یہ بہت بڑی مصیبت ہے لیکن ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کو مدنظر رکھتے ہوئے صبر کرتے ہیں۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مصیبت سے بڑھ کر کوئی دوسری مصیبت نہیں ہوسکتی۔ اور آپ کا اس بارے میں اپنا ارشاد گرامی بھی یہی مفہوم رکھتا ہے۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے بھی یہ بات منقول ہے۔ کہ جب کوئی مصیبت چھوٹے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کی مصیبت کو یاد کر کے صبر کرے۔ تو جب خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور امام حسین رضی اللہ عنہ اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے ارشادات سے یہ ثابت ہوا۔ کہ دنیا میں سب سے بڑی مصیبت کا سامنا حضور کو کرنا پڑا۔

تو اس کے باوجود آپ کا ماتم نہیں کیا گیا۔ لہٰذا آپ کے سوا دوسروں کی مصیبت پر ماتم کرنا ناانصافی ہو گی۔ اس لیے ہم کہتے ہیں۔ کہ جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف پر صبر کیا گیا۔ اسی طرح دیگر حضرات کے وصال کے بعد بھی متعلقین کے لیے صبر سے بڑھ کر کوئی دوسرا طریقۂ تعزیت نہیں۔

۴۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت علی فاطمہ، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم سے جو تعزیت کی۔ وہ یہ تھی۔ کہ اللہ تعالےٰ تمہیں اس عظیم مصیبت میں صبر کی توفیق مرحمت فرمائے۔

دین کا منبع اور احکام الٰہیہ کے اجراء کا ذریعہ یہ تین ہستیاں ہیں یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ، حضرت جبرئیل امین علیہ السلام اور ائمہ اہل بیت رضی اللہ عنہم۔ جب ان تینوں نے کسی بڑی سے بڑی مصیبت پر تعزیت کا طریقہ یہ بتلایا۔ کہ صبر کرو۔ تو معلوم ہوا۔ کہ مروجہ ماتم "تعزیت" کے زمرہ میں داخل نہیں ہے۔ اس لیے جو لوگ نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ماتم کو تعزیت کا نام دیتے ہیں۔ اور پھر ماتم کے ذریعہ اُن سے عشق و محبت کا اظہار کرتے ہیں۔ یہ طریقہ لوگوں کو گمراہ کرنے کا انوکھا طریقہ ہے۔ اور اس طریقہ کی تلقین کرنے والا نہ تو بارگاہ نبوی میں مقبول ہو سکتا ہے۔ اور نہ ہی حضرت جبرئیل امین اس کے اس فعل کو پسند کرتے ہیں۔ اور ائمہ اہل بیت تو صبر کرنے والے کے یار ہیں۔

دلیل ۴

جلاء العیون

بسند معتبر از جابر انصاری روایت کردہ است کہ حضرت رسول خدا در مرض آخر خود با حضرت فاطمہ علیہا السلام گفت .... بداں

اے فاطمہ کہ برائے پیغمبراں گریبان نمی باید درید و روئی باید خراشید واویلاہ نمی باید گفت۔ ولیکن بگو آنچہ پدرت در وفات ابراہیم فرزند خود گفت کہ چشماں میگریند و دِل بدرد میاید نمی گوئم چیزے کہ موجب غضبِ پروردگار باشد ای ابراہیم ما برتو اندوہناکیم اگر ابراہیم زندہ می ماندمی بایست کہ پیغمبر شود۔

(جلاء العیون جلد اول ص ۹۱ شرح وقایعی کہ نزدیک ارتحال آنحضرت رُخ داد۔ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

معتبر سند کے ساتھ حضرت جابر انصاری رضی اللہ عنہ نے روایت فرمائی۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مرض موت میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا۔ اے فاطمہ! سن و۔ پیغمبر کی خاطر گریبان پھاڑنے نہ چاہئیں۔ منہ نہ نوچنا چاہیئے۔ واویلا نہیں کرنا چاہیئے۔ لیکن اگر کچھ کرنا یا کہنا ہو۔ تو وہی جو تمہارے والد نے اپنے بیٹے ابراہیم کی وفات پر کہا۔ اے بیٹے! آنکھیں روتی ہیں۔ اور دل دکھی ہے لیکن کوئی ایسی بات نہ کہوں گا۔ جس سے اللہ ناراض ہوتا ہو۔ اے ابراہیم! ہم تیری خاطر صدمہ اٹھا رہے ہیں۔ اگر ابراہیم زندہ رہتا تو وہ پیغمبر ہوتا۔

جلاء العیون

حضرت فرمود کہ صبر کنید خدا عفو کند از شما آزار مکنید مرا از گریہ و نالہ۔

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ صبر کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں معاف کرے گا۔ مجھے رونے اور نالہ و فریاد کے ذریعہ دُکھ نہ پہنچاؤ۔

اس حدیث پاک نے واضح اور صریح الفاظ کے ساتھ ماتم کی شرعی حیثیت کو بیان کیا ہے۔ جس کے بعد ہر اس شخص کو جو ذرہ بھر ایمان رکھتا ہو۔ مروجہ ماتم کے حرام ہونے میں شک نہ رہے گا۔ دیکھئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بوقتِ وصال دختر نیک اختر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو تعزیت کا جائز طریقہ بتلایا۔ وہ یہ کہ اگر تم کسی کی تعزیت کرنا چاہو۔ تو وہی طریقہ اختیار کرو۔ جو تمہارے والد (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے بیٹے ابراہیم علیہ السلام کی وفات پر اختیار کیا تھا۔ آپ نے اس طریقہ کو بھی بیان فرمایا۔ کہ آنکھوں سے آنسو بہہ نکلیں۔ اور دل غم ناک ہو۔ اور صبر پر عمل ہو۔ فقط۔ اس کے بغیر جو طریقہ ہائے تعزیت ہیں۔ ان سے اللہ تعالیٰ کا غضب اترتا ہے۔

لہٰذا ثابت ہوا۔ کہ کسی کی فوتیدگی پر تعزیت کا شرعی طریقہ صرف اتنا ہی ہے۔ جتنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ اور بال نوچنا، سینہ کوبی کرنا، منہ پر طمانچہ مارنا ایسے افعال ہیں۔ جن سے اللہ تعالیٰ غضب ناک ہوتا ہے۔

اس حدیث میں غور کرنے سے ثابت ہوا۔ کہ جو شخص کسی کی وفات پر جزع فزع کرتا ہے۔ گریبان پھاڑتا ہے۔ اور زنجیروں سے اپنے جسم سے خون گراتا ہے یہ وہ افعال ہیں۔ جو اللہ کو غصہ میں لاتے ہیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے تکلیف پہنچتی ہے۔ لہٰذا مروجہ شیعی ماتم اللہ کے غضب کی علامت اور نبی کریم کی تکلیف کا ذریعہ ہے۔ اور اللہ کے رسول کی ایذاء قرآن کریم کے ارشاد کے مطابق اللہ کی لعنت کا سبب ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ۔

ترجمہ:

جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو اذیت دینے کے درپے ہوں۔
ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ کی لعنت۔

فصل دوم

مروجہ ماتم کی نوعیت، اس کے اثبات پر شیعی دلائل اور ان کے دندان شکن جوابات

نواسۂ رسول امام عالی مقام حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور دیگر شہیدان کربلا کی یاد میں شیعہ حضرات تمام سال اور خاص کر محرم الحرام کے ابتدائی دس دنوں میں جگہ جگہ "مجلس ماتم" کا انعقاد کرتے ہیں۔ اور "ماتمی جلوس" کا اہتمام ہوتا ہے۔ ان مجالس و محافل کی نوعیت یہ ہوتی ہے کہ لوگ سیاہ کپڑے پہن کر "ہائے حسین ہائے حسین" کی صداؤں میں اپنا سینہ کوٹتے ہیں۔ زنجیروں اور چھریوں سے اپنی پشت اور سینوں کو زخمی کر کے خون بہا کر "رسم شبیری" ادا کرتے ہیں۔ ایسے ماتمی جلوسوں میں تابوت، ذوالجناح، علم عباس اور نیزوں پر رنگ برنگے دوپٹے نمایاں نظر آتے ہیں۔ اور یوں ان تمام خرافات کے ساتھ بڑی بڑی سڑکوں، گلی محلوں سے ان کا گزر ہوتا ہے۔

ان کے مذہبی ذاکرین جاہل عوام اور اپنے ہم مسلک جاہل شیعوں کو یہ بتانے کی انتہائی کوشش کرتے ہیں۔ کہ یہ فعل معمولی نہیں۔ بلکہ اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے۔ اور اس کی اتنی فضیلت ہے۔ جو ایک مرتبہ ماتم کرے گا۔ وہ جنت میں درجات اعلیٰ کا مستحق ہو جائے گا۔ ماتم کے جواز و اثبات پر بہت سی چھوٹی موٹی کتب دستیاب ہیں۔ سردست میں انہی کے ایک مناظر، مبلغ اعظم مولوی محمد اسمٰعیل

گوجروی کی تصنیف "براہین ماتم" سے چند ایسے دلائل پیش کرتا ہوں جن پر شیعہ لوگوں کو ناز ہے۔ اوران کا دعویٰ ہے۔ کہ آج تک کوئی سنی ان دلائل کا جواب نہ دے سکا۔ اس لیے "اس مبلغ اعظم" کی کتاب کے دس عدد معرکۃ الآراء اعتراضات یا دلائل نقل کر کے پھران کا یکے بعد دیگرے جواب عرض کروں گا۔ جس سے حق حق اور باطل باطل ہو جائے گا۔

دلیل اول

سینہ کوبی اور منہ پر طمانچہ مارنے کا ثبوت

براہین ماتم:

سب سے زیادہ زور ہمارے برادران کا سینہ کوبی پر ہوتا ہے۔ بلکہ اس میں تو زمین و آسمان کے قلابے ملا دیا کرتے ہیں۔ حالانکہ اس کے ہزاروں ثبوت کتاب و سنت میں موجود ہیں۔ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی

فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِیْ صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَ قَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِیْمٌ۔

(پ ۲۷ الذاریات)

ترجمہ:

پھر آگے آئیں بی بی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دروازہ سے ہائے ہائے کرتی ہوئی پھر اپنا منہ پیٹا افسوس سے اور کہا کہ ہائے کیا جنے گی بچہ بڑھیا۔

(تفسیر موضح القرآن مصنفہ شاہ عبدالقادر صاحب محدث دہلوی ص ۴۴۵ مطبوعہ لاہور) (براہین ماتم ص ۵۸)

جواب اول:

مولوی اسماعیل گوجروی شیعی نے اپنے ہاں مروجہ ماتم کو ثابت کرنے کے لیے شاہ عبدالقادر صاحب کی موضح القرآن سے جو عبارت پیش کی ہے۔ اس میں شاہ صاحب نے ایک بے سند حکایت بیان کی ہے۔ اس بے سند حکایت نے مولوی اسماعیل کے لیے آب حیات کا کام دیا۔ اور اپنی تصنیف "براہین ماتم" میں ایک موضوع یا سرخی قائم کر کے اس کے ذیل میں تائیدی طور پر یہ حکایت نقل کی۔ سرخی یہ ہے۔ "ثبوت سینہ کوبی ورخسار زنی بر حسین"

لیکن اس قسم کی بے سند حکایت سے اپنے مسلک کو ثابت کرنے کے لیے اُسے بطور دلیل پیش کرنا یوں سمجھئے۔ جیسا کہ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا مل گیا ہو۔ مولوی گوجروی صاحب کا دعویٰ کتنا وزنی اور اس کے اثبات کے لیے بے سروپا و بے سند حکایت پیش کرنا خود ثابت کرتا ہے۔ کہ اس حکایت کے بے سند ہوتے ہوئے بھی اس کا اصل موضوع اور مضمون کی سرخی سے کوئی تعلق نہیں۔ اتنے اہم دعویٰ کے لیے چاہیئے تو یہ تھا۔ کہ کوئی نص قرآنی پیش کی جاتی۔ یا کسی صحیح حدیث یا کسی معتبر اہل سنت کی کتاب کی عبارت پیش کرتے۔ جس سے صاحب کتاب اسماعیل گوجروی مروجہ ماتم کے اثبات پر استدلال لاتے۔ تو بھی کچھ محنت پھل لاتی۔ اگر تھوڑے سے وقت کے لیے بر سبیل تنزل حکایت مذکورہ کو ہم درست مان لیتے ہیں۔ تو مولوی صاحب سے یہ پوچھا جا سکتا ہے حضرت صاحب! آپ کا عنوان ہے۔ مروجہ ماتم میں سینہ کوبی اور رخسار زنی تو آپ ہی ذرا بتائیں۔ کہ اس واقعہ میں سینہ کوبی کے لیے کون سا لفظ استعمال ہوا باقی رہا رخسار زنی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ محترمہ کا اپنے منہ پر ہاتھ مارنا تو یہ شرم و حیا کی وجہ سے تھا۔ انہوں نے کسی کا ماتم کرتے ہوئے یہ حرکت

نہیں کی ۔

علاوہ ازیں سیدہ سارہ رضی اللہ عنہا کے اس فعل کو آج تک کسی پیغمبر، امام یا فقیہہ امت نے مروجہ ماتم کے جواز پر بطور دلیل پیش کیا ہو۔ تو کوئی ایک صحیح روایت بتا دیں۔ منہ مانگا انعام حاصل کریں ۔

جواب دوم:

جس آیت سے مولوی اسماعیل گوجروی نے مروجہ ماتم میں سینہ کوبی وغیرہ کو ثابت کرنے کی سعی لاحاصل کی ہے۔ اصل واقعہ کچھ اس طرح ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی عمر نانوے برس کی ہو چکی تھی۔ اور خود ابراہیم علیہ السلام ایک سو بیس سال کی عمر پا چکے تھے۔ شادی کے بعد ان دونوں کے ہاں کوئی اولاد نہ ہوئی۔ جبرئیل علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے انہیں ایک بیٹا ملنے کی خوشخبری سنائی۔ تو حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے مارے تعجب کے اپنے ماتھے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ يٰوَيْلَتٰىٓ ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِيْ شَيْخًا۔ یعنی ہائے افسوس! کیا میرے ہاں بچہ ہوگا۔ حالانکہ میں بہت بوڑھی ہو چکی۔ اور ادھر میرا خاوند بھی انتہائی بوڑھا ہو چکا ہے۔ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے منہ سے یہ الفاظ ایک تعجب کے انداز سے نکلے۔ جیسا کہ انہونی بات اور خوشی کی بات کے وقت عورتوں کی طبیعت اس قسم کے الفاظ نکالتی ہے۔ ان الفاظ کو اللہ تعالیٰ نے عربی زبان میں قرآن کے اندر ذکر فرما دیا۔ انداز تعجب اور مروجہ ماتم میں فرق نہ کرنا اپنے فہم و ادراک کے ماتم کے برابر ہے۔ آیئے اس تعجب سے نکلے ان الفاظ کو خود شیعہ کتب سے ثابت کریں۔ ملاحظہ ہو۔

تفسیر قمی:

فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِيْ صَرَّةٍ اَيْ فِيْ جَمَاعَةٍ فَصَكَّتْ

وَجْهَهَا اَیْ فَغَطَّتْهُ لِمَا بَشَّرَهَا جِبْرِئِيْلُ بِإِسْحَاقَ۔

(تفسیر قمی ص ۲۸۰ مطبوعہ ایران طبع قدیم)

ترجمہ:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا جماعت میں آئیں۔ تو جبرئیل علیہ السلام نے انہیں حضرت اسحاق کی خوشخبری سنائی۔ آپ نے اس خوشخبری کی وجہ سے حیاء و شرم کے ساتھ اپنا چہرہ کپڑے میں چھپا لیا۔

منہج الصادقین:

مقاتل و کلبی گفتہ اند۔ کہ انگشتہا را جمع کردہ و بر ہر دو جبینِ خود زد و ایں از عادت زناں است در وقتیکہ تعجب کنند و گویند کہ در ایں حال کہ ایں مژدہ شنید دم حیض در خود یافت و بجہت حیاء طمانچہ بر روئے خود زد۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد نہم ص ۴۰ مطبوعہ تہران،
سورۃ الذاریات)

ترجمہ:

مقاتل اور کلبی کہتے ہیں۔ کہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے انگلیوں کو اکٹھا کر کے اپنے ماتھے پر رکھا۔ اور ایسا کرنا عورتوں کی عادت ہوتی ہے۔ جبکہ وہ کسی بات پر تعجب کریں۔ اور بیان کرتے ہیں کہ اس خوشخبری کے سنتے ہی حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کا خونِ حیض جاری ہو گیا۔ اور شرم و حیاء کی وجہ سے اپنے منہ پر

طمانچہ مارا۔

تفسیر صافی:

فَصَكَّتْ وَجْهَهَا قِيلَ فَلَطَمَتْ بِاَطْرَافِ الْاَصَابِعِ ، جَبْهَتَهَا فِعْلَ الْمُتَعَجِّبِ وَالْقُمِّيُّ اَيْ غَطَّتْهُ۔

(تفسیر صافی جلد دوم ص ۶۰۸ سورۃ الذاریات مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

کہا گیا ہے۔ کہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے انگلیوں کے کناروں کو اپنے منہ پر مارا۔ جیسا کہ کوئی تعجب کرنے والا حالت تعجب میں کرتا ہے۔ اور "قمی" نے کہا ہے۔ کہ آپ نے از روئے حیا اپنے چہرہ کو کپڑے یا ہاتھوں میں) چھپایا تھا۔

مجمع البیان:

(فَصَكَّتْ وَجْهَهَا) اَيْ جَمَعَتْ اَصَابِعَهَا فَضَرَبَتْ جَبِيْنَهَا تَعَجُّبًا۔

(تفسیر مجمع البیان جلد نہم ص ۱۵۷ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے ہاتھ کی انگلیوں کو اکٹھا کرکے بطور تعجب اپنی پیشانی پر مارا۔

حاصل کلام:

مذکورہ شیعہ تفاسیر نے یہ ثابت کر دیا ہے۔ کہ مولوی اسماعیل گوجروی

نے جس آیت سے مروجہ ماتم میں سینہ کوبی اور رخسار زنی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور اس آیت کو اس پر دلیل وحجت لایا ہے۔ یہ سب کچھ اس کی جہالتِ مرکبہ کی جیتی جاگتی تصویر ہے۔ انہی کے عظیم مفسّر قمی نے "صکّت" کا معنی "غطّت" کیا۔ جو چہرہ ڈھانپنے یا چھپانے کو کہتے ہیں۔ رخسار زنی کہاں اور چہرہ ڈھانپنا کہاں؟ دوسرے مفسّر نے اس کا مفہوم یوں بیان کیا ہے۔ کہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے اپنے چہرہ پر ہاتھ مارا۔ اور ایسا کرنا ازروئے تعجب تھا۔ جو عام طور پر بوقتِ تعجب عورتوں کی عادت ہوتی ہے۔ اسی طرح تیسرے مفسّر نے اس کی وضاحت یوں کی۔ کہ مائی صاحبہ نے انگلیوں کے کناروں کو اکٹھا کر کے اپنے منہ پر تعجب کرتے مارا۔

اب ان تفاسیر کی وضاحت کے بعد میں شیعہ مولوی اسماعیل گوجروی سے پوچھتا ہوں۔ کہ یہ مفسّرین بھی تمہارے ہی ہیں۔ کیا یہ جاہل اور بے وقوف تھے۔ اگر جواب اثبات میں ہو۔ تو پھر شیعہ حضرات کے نزدیک یہ تفسیریں غیر مقبول بلکہ مردود ہوں۔ حالانکہ وہ ان تفاسیر کو قابل اعتماد شمار کرتے ہیں۔ اور اگر واقعی قابلِ اعتماد ہیں۔ تو پھر یہ تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ مولوی صاحب! آپ اپنے مسلک سے ناواقف ہیں۔ اور دوسرے لوگوں کو دھوکہ میں رکھ کر ایک من گھڑت مسلک کی تبلیغ کرنا چاہتے ہیں۔ اس آیت سے اگر ماتم پر استدلال درست ہوتا۔ تو مذکورہ تفسیروں کی روشنی میں اس کا طریقہ یہ ہوتا۔ کہ جب کسی شیعہ کے ہاں بچہ پیدا ہونے کے آثار دکھائی دیں۔ تو وہ اس خوشی کا اظہار منہ پر طمانچہ مار کر کرتا۔ اور یہ طریقہ ماتم بھی صرف عورتوں تک محدود ہوتا کیونکہ آیت مذکورہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ایسی کوئی حرکت کا تذکرہ نہیں ملتا۔ تیسرا یہ کہ اگر ماتم کا جواز اس آیت سے درست ہوتا۔ تو اپنے چہرے کو

پردے سے چھپا کر یا اپنے ہاتھوں سے چہرہ ڈھانپ کر اس پر عمل کر لیا جاتا۔ اس میں بھی کسی تعجب کی کیفیت کا ہونا لازمی ہے۔

ان چند تصریحات کی روشنی میں قارئین حضرات غور کریں۔ کہ مذکورہ آیت کی جو تفاسیر شیعہ مفسرین نے کی ہیں۔ ان کو دیکھ کر آپ بخوبی جان چکے ہوں گے کہ اس آیت کا مروجہ ماتم سے کیا تعلق ہے؟ میں دعویٰ سے کہتا ہوں۔ کہ شیعہ علماء و ذاکرین کو اس بات کا پورا پورا علم ہے۔ کہ آیت مذکورہ سے مروجہ ماتم کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ اگر وہ کہیں۔ کہ مروجہ ماتم کا آیت زیر بحث سے تعلق ہے تو اس پر ایک شرط باندھیں۔ کہ اگر واقعی تم کہتے ہو۔ کہ مروجہ ماتم کا آیت سے تعلق نہیں تو بہتر ورنہ اپنی بیوی کو تین طلاقیں دینے کی شرط باندھو۔ یعنی یوں کہو۔ کہ اگر اس آیت سے مروجہ ماتم ثابت نہیں۔ تو میری بیوی کو تین طلاقیں۔ اور جو بھی عورت میرے نکاح میں آئے اُسے بھی تین طلاقیں۔

اس شرط کے پیش کرنے کے بعد کوئی بھی شیعہ مولوی مروجہ ماتم پر اس آیت سے استدلال کرنے کا دعویٰ نہیں کرے گا۔ ذرا اس نسخہ کو آزما کر دیکھ لیں۔

دلیل دوم

تخصیص ماتم حسین علیہ السلام

براہین ماتم:

ہم شیعہ ہر جگہ جوازِ ماتم کے مدعی نہیں۔ بلکہ ماتم حسین علیہ السلام کے اور آپ کے ماتم کی نظر کے خصوصاً قائل ہیں۔ کیونکہ آپ کا غم دینی غم ہے۔ اور آپ

مظلوم ہیں۔ اور مظلوم کے ماتم کی اجازت ہے۔

لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ وَ كَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا عَلِيْمًا

(پ۶ سورۃ النساء)

معلوم ہوا قولِ سوء کہنے کی مظلوم کو اجازت ہے۔

(بخاری شریف ص ۱۷۳، جلد اول میں ہے)

اَلْجَزْعُ الْقَوْلُ السَّيِّئُ وَالظَّنُّ السَّيِّئُ۔

کہ قول سوء سے مراد جزع فزع اور ظن سوء بھی ہے۔

(ماخوذ از "براہین ماتم" مصنفہ مولوی محمد اسماعیل ص ۱۵ مطبوعہ لائلپور۔)

حاصل دلیل:

سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے مروجہ ماتم پر شیعوں کے مبلغ اور مناظر اعظم مولوی اسماعیل گوجروی کی اس دلیل کا حاصل یہ ہے۔ کہ امام مظلوم ہیں۔ اور مظلوم کے ماتم کی قرآن مجید نے ان الفاظ میں اجازت دی ہے۔ "اللہ تعالیٰ بُری بات کے اعلان کرنے کو پسند نہیں کرتا۔ مگر مظلوم آدمی کے لیے جائز ہے۔ کہ بُری بات کا اعلان کرے"۔ بُری بات کے اعلان کو جزع و فزع کہتے ہیں۔ جیسا بحوالہ بخاری شریف مذکور ہوا۔ اور جزع و فزع کا معنی مروجہ ماتم ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا۔ کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کا ماتم کرنا جائز ہے۔ کیونکہ امام موصوف بھی مظلوم تھے۔

جواب:

مولوی اسماعیل شیعی نے قرآن کریم کی اس آیت کے ساتھ بخاری شریف

میں مذکورہ روایت کا پیوند لگا کر مروجہ شیعی ماتم کو جس طرح ثابت کرنے کی مذموم کوشش کی ہے۔ اس کی حقیقت ملاحظہ ہو۔

قرآن پاک کی اس آیت میں جو کچھ بیان ہوا۔ وہ صرف یہ ہے۔ کہ بُری بات کا اظہار و اعلان اللہ کے ہاں پسندیدہ نہیں۔ ہاں اگر کسی پر ظلم ہوا۔ تو مظلوم اگر اپنے اوپر کیے گئے ظلم کی داستان سناتا ہے۔ تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ اس آیت کے تحت ایک شیعی مترجم و مفسر جناب مقبول احمد نے تحریر کیا۔

ترجمہ مقبول:

تفسیر عیاشی میں انہی حضرت (امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ) سے منقول ہے۔ کہ جو شخص کسی گروہ کو مہمان بنائے۔ پھر ان کی مہمانی اچھی طرح نہ کرے۔ تو وہ ان لوگوں میں سے ہوا جنہوں نے ظلم کیا۔ اور مہمانوں کے ذمہ کچھ عیب نہیں ہے۔ اگر وہ اپنی مظلومی کا ذکر زبان پر لائیں۔ اور انہی حضرت سے "الجھر بالسوء من القول" کے یہ معنی منقول ہیں۔ کہ جو کسی شخص کی واقعی حالت بیان کر دے (بڑھا کر کچھ نہ کہے اور بلا علم صحیح کچھ نہ کہے) اور جس امر میں گواہوں کی تعداد مقرر ہے۔ جب تک ان کے گواہ موجود نہ ہوں۔ کچھ نہ کہے۔

مجمع البیان:

(وتانیہا) اَنَّ مَعْنَاهُ لَا يُحِبُّ الْجَهْرَ بِالدُّعَاءِ عَلٰى اَحَدٍ اِلَّا اَنْ يَّظْلِمَ اِنْسَانٌ فَيَدْعُوْ عَلٰى مَنْ ظَلَمَهٗ فَلَا يُكْرَهُ ذَالِكَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ۔

(تفسیر مجمع البیان جلد دوم ص ۱۳۱ پارہ ششم مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

اس آیت کا دوسرا معنی یہ ہے۔ کہ کسی کے لیے بددعا کرنا جائز نہیں۔ ہاں اگر کوئی شخص کسی پر ظلم کرتا ہے۔ تو مظلوم ظالم کے لیے اگر بددعا کر دے تو یہ مکروہ نہیں۔ یہ روایت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے ہے۔

صافی:

وَ فِی الْمَجْمَعِ عَنِ الصَّادِقِ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَنَّہٗ الضَّیْفُ یَنْزِلُ بِالرَّجُلِ فَلَا یُحْسِنُ ضِیَافَتَہٗ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْہِ اَنْ یَذْکُرَ سُوْٓءَ مَا فَعَلَہٗ وَ الْعَیَّاشِیُّ عَنْہُ عَلَیْہِ السَّلَامُ فِیْ ھٰذِہِ الْاٰیَۃِ مَنْ اَضَافَ قَوْمًا فَاَسَاءَ ضِیَافَتَھُمْ فَھُوَ مِمَّنْ ظَلَمَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْھِمْ فِیْمَا قَالُوْا فِیْہِ وَ عَنْہُ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَلْجَھْرُ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اَنْ یَذْکُرَ الرَّجُلُ بِمَا فِیْہِ۔

(تفسیر صافی جلد اول ص ۴۰۸ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

مجمع البیان میں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کوئی مہمان کسی کے ہاں آتا ہے۔ اور مہمان نواز اس کی اچھی طرح مہمان نوازی نہیں کرتا۔ اگر وہ مہمان اس کی اس روش کو بیان کرے۔ تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ عیاشی نے امام موصوف سے روایت کی۔ اگر کسی نے چند آدمی بطور مہمان اپنے ہاں بلائے۔ پھر ان کی مہمان نوازی اچھی طرح نہ کی۔ تو وہ شخص ظالم ہے۔ اگر اس کے ہاں کے مہمان اس کے خلاف کوئی

بات کریں۔ تو اس میں کوئی گناہ نہیں۔ امام جعفر رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے۔ کہ آدمی اگر کسی واقعہ کو اسی طرح بیان کر دے۔ جس طرح وہ ہوا۔ تو یہ درست ہے۔ (اور وہ الجھر بالسوء" میں داخل نہیں۔)

منہج الصادقین :

مراد ایں ست کہ دوست نمی دارد خدائے کہ احدی را مذمت کند وشکایت او نماید و ببدی نام او برد مگر کہ مظلوم باشد جائز است۔ او را کہ شکایت کند و اظہار مراد کند ببدی نام او را کہ ذکر کند ظلم او را۔ بر مردمان ظاہر سازد تا مردمان از او پر حذر باشند۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد سوم پارہ نمبر ۶ ص ۱۴۴ مطبوعہ تہران)

ترجمہ :

اس آیت کا مطلب یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ہر ایسے شخص کو دوست نہیں رکھتا۔ جو کسی کی مذمت کرے۔ شکایت کرے۔ اور برائی کے طور پر اس کا نام لے۔ ہاں اگر مظلوم ہو۔ تو پھر اس کے لیے جائز ہے۔ کہ ظالم کی شکایت کرے۔ اور اس کو بدنام کرے۔ اور اس کا ظلم لوگوں پر واضح کرے۔ تاکہ عوام اس سے بچیں۔

اپنی عقل کا ماتم کیجئے

قارئین کرام! آیت زیر بحث کی ہم نے مسلک شیعہ کی چند معتبر اور مستند تفاسیر کی عبارت بمعہ ترجمہ نقل کی ہے۔ اُسے دیکھیں۔ اور " ماتم حسین " ثابت کرنے والے مناظر اہل تشیع کا اس سے استدلال دیکھئے۔ تو یہ بات آپ پر بالکل

واضح ہو جائے گی۔ کہ مروجہ ماتم سے اس آیت کا دور کا بھی تعلق نہیں۔ بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ اس آیت سے مروجہ ماتم ثابت کرنا قرآن کریم کی "تحریف" ہے۔ اور "تفسیر بالرائی" ہے۔ تو بے جا نہ ہوگا۔ اور یہ دونوں باتیں کفر ہیں۔

آیت مذکورہ کی تفسیر میں مفسرین اہل تشیع نے حضرات ائمہ اہل بیت کی زبانی جو کچھ بیان کیا۔ اس کا خلاصہ یہ ہے۔

۱۔ اگر کوئی شخص کسی کے ہاں مہمان کے طور پر جائے۔ اور گھر والا اس کی اچھی طرح مہمان نوازی نہ کرے۔ تو وہ اس کے رویہ کو لوگوں کے سامنے بیان کر سکتا ہے اس میں کوئی گناہ نہیں۔

۲۔ اگر کوئی شخص چند آدمیوں کو اپنے ہاں کھانے کی دعوت پر بلائے۔ پھر ان کی دعوت میں سرد مہری دکھائے۔ ایسے شخص کی باتیں اگر دوسرے کے سامنے کر دی جائیں۔ تو بھی کوئی مضائقہ نہیں۔

۳۔ اگر کوئی آدمی کسی واقعہ میں حقیقتِ واقعہ بغیر کمی بیشی ذکر کر دیتا ہے۔ تو بھی اس آیت "الجھر بالسوء" کے حکم میں داخل نہ ہوگا۔

ان تین امور میں سے کوئی بھی امر کیا "مروجہ ماتم" بننے کی صلاحیت رکھتا ہے ان تین امور میں سے کوئی بھی مروجہ ماتم نہیں بن سکتا۔ تو پھر مولوی گوجروی صاحب نے کس برتے پر اس آیت سے اسے ثابت کر دکھایا؟ کیا خوفِ خدا نہیں ہے؟ عقل کا ماتم کر لیتے اور آیت سے مروجہ ماتم ثابت نہ کیا ہوتا۔ تو بہت بہتر ہوتا۔ قہر خدا کا کہ آیات قرآنیہ میں تحریف اور ان کی تفسیر بالرائے پر جرأت کر لی۔ لیکن حق قبول کرنے کی جسارت نہ ہوئی۔

بالفرض ہم مولوی اسماعیل گوجروی کی یہ بات مان لیتے ہیں۔ کہ امام حسین رضی اللہ عنہ مظلوم ہیں۔ اور مظلوم کے لیے ماتم کرنا جائز ہے۔ تو مولوی صاحب کو یہ ثابت کرنا

چاہیئے تھا۔ کہ امام مظلوم اور آپ کے اہل بیت مظلومین نے اپنے اپنے ظالموں کا ماتم کیا ہے۔ اور چونکہ ان حضرات نے ماتم کیا۔ لہٰذا ماتم جائز ہوا۔ لیکن میں دعویٰ سے کہتا ہوں۔ کہ ایک مولوی صاحب چھوڑ ساری دنیائے شیعیت اس کے ذاکرین مجتہدین اور آیت اللہ و شریعت مدار بھی جمع ہو جائیں۔ اور کسی امام کا ایک قول یا فعل سند صحیح کے ساتھ دکھا دیں۔ جس میں امام حسین رضی اللہ عنہ کا مروجہ ماتم ثابت ہوتا ہو۔ تو میں اس کو اس ہمت پر بیس ہزار روپیہ نقد انعام پیش کروں گا۔ مگر فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودھا الناس الخ۔

بالفرض ہم نے اس لیے عرض کیا ہے۔ کہ آیت زیر بحث سے صرف مظلوم کو حق دیا گیا ہے۔ کہ اپنے اوپر کیے گئے ظلم و زیادتی کو وہ بیان کر سکتا ہے۔ جب بقول گوجروی امام حسین مظلوم ہیں۔ تو اگر وہ اپنے اوپر کیے گئے ظلم کی داستان بیان کرتے۔ یا آپ کے دیگر میدان کربلا کے مظلوم حضرات یزیدیوں کے ظلم کی داستانیں اور ان کی زیادتیاں علی الاعلان بتاتے۔

تو از روئے قرآن ان کا یہ فعل مکروہ نہیں۔ اور اللہ کو ناپسند نہیں۔ ظالم کی زیادتی اور اس کے ظلم کی کہانی کسی کو سنانی اور بات ہے۔ اور ظالم کے ظلم پر ماتم کرنا اور بات ہے۔ "القول" کا لفظ پیش نظر رہے۔ تو اس سے اتنا معلوم ہوا۔ کہ اگر شیعہ حضرات واقعی اہل بیت کے ہمدرد ہیں۔ اور ان کی ہمدردی کی بنا پر وہ ان ظالموں کے ظلم کو اعلانیہ بیان کر کے اپنی ہمدردی کا فرض ادا کرنا چاہتے ہیں۔ تو پھر تحریر و تقریر کے ذریعہ یزیدیوں کے ظلم بیان کریں۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن "القول" کے علاوہ مروجہ ماتم کی صورت میں خود اپنے آپ کو پیٹنا، اپنے بال نوچنے اور اپنی پشت پر خنجر چلانے یہ کیسے ہمدردی ہے۔ اور ظالم کے ظلم کو بیان

کرنے کا یہ کونسا طریقہ ہے؟ ذرا سوچو تو سہی۔

روایت بخاری کا مطلب

مولوی اسماعیل گوجروی نے آیت سے مدعا پر استدلال کو مکمل کرنے کے لیے بخاری شریف کی عبارت کا سہارا لیا۔ اگر غور سے دیکھا جائے۔ تو آیت کا مفہوم بیان کرنے میں جس طرح بددیانتی اور تحریف کی گئی۔ روایت بخاری میں بھی وہی حال ہے۔ امام بخاری کے الفاظ یہ ہیں۔ "الجزع القول السئی و الظن السئی" یعنی مروجہ ماتم بری بات اور برا گمان ہے لیکن ان الفاظ سے یہ مطلب کیسے نکالا گیا۔ کہ ہر بری بات "مروجہ ماتم" ہے دیکھئے عام آدمی دن بھر ہزاروں باتیں بُری کرتا ہے۔ اگر ہر بُری بات ماتم ہوتی تو کوئی آدمی بھی ماتم سے خالی نہ ہوتا۔ یعنی ماتمی ہوتا۔ اور ہر آدمی کو چوبیس گھنٹے ماتم کرنا اور سینہ کوبی کرتے رہنا چاہیئے تھا۔ اہل علم پر یہ بات پوشیدہ نہیں کہ جزع (ماتم) اور "قول سوء" دونوں کے درمیان نسبت مساوات نہیں یعنی ہر بُری بات مروجہ ماتم ہو اور مروجہ ماتم بُری بات ہو۔ بلکہ ان دونوں کے مابین عموم وخصوص مطلق ہے۔ یعنی ہر ماتم (سینہ کوبی، بال نوچنا) قول سُوء (بری بات) ہے۔ لیکن ہر قول سُوء ماتم نہیں۔ دیکھئے گالی بکنا، جھوٹ بولنا، غیبت کرنا بری باتیں ہیں۔ لیکن ان کو کوئی بھی ماتم کہنے کو تیار نہیں۔ اسی طرح زنجیریں مارنا بال نوچنا ماتم ہیں۔ لیکن قول سُوء نہیں۔ بلکہ عمل سوء ہیں۔ اور ہائے حسین ہائے حسین کرنا ماتم بھی ہے اور قول سُوء بھی ہے۔

اگر یہی درست ہوتا۔ جو مولوی گوجروی نے لکھا۔ تو پھر سیدھی سی بات ہے۔ کہ امام بخاری نے مروجہ ماتم کو بُری بات کہا ہے۔ اور تم لوگ اُسے سب سے

بڑی نیکی شمار کرتے ہو۔ اور اس کے تارک کو دوزخی کہتے ہو۔ امام بخاری نے جو بیان فرمایا وہ اہل سنت کا مسلک ہے۔ لہٰذا اس روایت بخاری سے مروجہ ماتم پر استدلال کرنا بالکل غلط ہے۔ ہاں اس سے مروجہ ماتم کے غلط اور ناجائز ہونے کو اس حدیث سے ثابت کیا جاسکتا ہے۔ جو کہ حق ہے۔

دلیل سوم

براھین ماتم:

عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ اَنَّهُ قَالَ جَاءَ اِعْرَابِيٌّ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ يَضْرِبُ نَحْرَهٗ وَيَنْتِفُ شَعْرَهٗ وَيَقُوْلُ هَلَكَ الْاَبْعَدُ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَمَا ذَالِكَ قَالَ اَصَبْتُ اَهْلِيْ وَاَنَا صَائِمٌ فِيْ رَمَضَانَ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ هَلْ تَسْتَطِيْعُ اَنْ تُعْتِقَ رَقَبَةً قَالَ لَا قَالَ فَهَلْ تَسْتَطِيْعُ اَنْ تُهْدِيَ بُدْنَةً قَالَ لَا قَالَ فَاجْلِسْ فَاُتِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ بِعَرَقٍ مِنْ تَمْرٍ فَقَالَ خُذْ هٰذَا فَتَصَدَّقْ بِهٖ فَقَالَ مَا اَحَدٌ اَحْوَجَ مِنِّيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ كُلْهُ وَصُمْ يَوْمًا مَكَانَ مَا اَصَبْتَ۔

(مؤطا امام مالک ص ۹۰ باب کفارۃ من افطر فی رمضان مطبوعہ مجتبائی۔)

ترجمہ:

سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ ایک اعرابی آیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنا سینہ کوٹتا ہوا اور بال نوچتا ہوا

کہتا تھا کہ ہلاک ہوا وہ شخص جو دور ہے نیکیوں سے تو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہوا۔ بولا میں نے صحبت کی اپنی بیوی سے رمضان کے روزہ میں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بردہ آزاد کر سکتا ہے۔ بولا نہیں فرمایا آپ نے ایک اونٹ یا گائے کو ہدیہ کر سکتا ہے۔ بولا نہیں۔ فرمایا آپ نے بیٹھ ا تنے میں ایک ٹوکرہ کھجور کا آپ کے پاس آیا آپ نے فرمایا اس کو لے اور صدقہ کر دو بولا مجھ سے زیادہ کوئی محتاج نہیں ہے یا رسول اللہ آپ نے فرمایا کھالے اس کو اور ایک روزہ رکھ لے۔ اس دن کے بدلے جس دن تو نے یہ کام کیا۔

(براہین ماتم مصنفہ مولوی اسماعیل گوجروی ص ۲۲-۲۳)

جواب:

سب سے پہلی اور بنیادی بات تو یہ ہے۔ کہ شیعہ حضرات اپنا مسلک (مروجہ ماتم) ثابت کرنے کے لیے کسی آیتِ قرآنی کا حوالہ دیتے۔ جو صراحت کے ساتھ اس کو جائز بتاتی۔ یا پھر ائمہ اہل بیت رضی اللہ عنہم سے کوئی نص صریح لائی ہوتی۔ لیکن یہ کہاں سے لائیں۔ قرآن پاک سے دلیل لانے سے عاجز اور ائمہ اہل بیت سے کوئی قول سند صحیح کے ساتھ پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ اثبات کی دلیل کہاں ملتی۔ وہاں تو مروجہ ماتم کی پرزور تردید مروی ہے۔ جیسا کہ عنقریب آئندہ فصلوں میں ہم بیان کریں گے۔ ان ڈوبتوں نے دیکھا کہ چلو اور کچھ نہیں ملتا۔ تو تنکے کا ہی سہارا کافی ہے۔ لہٰذا مروجہ ماتم کو ثابت کرنے کے لیے ایک صحابی کے واقعہ کو بطور دلیل پیش کر دیا۔ یہ انہی صحابہ کرام میں سے ایک ہیں جنہیں یہ فرقہ خارج از اسلام قرار دیتا ہے۔ (معاذ اللہ) کسی مرتد کے قول و فعل سے اپنا مسلک ثابت کرنا جانتے ہو۔ کیا نتیجہ دیتا ہے۔

اس طریقہ استدلال سے معلوم ہوا کہ شیعوں کے پاس مروجہ ماتم کے جائز ہونے کا کوئی ثبوت نہیں۔ بلکہ یہ طریقہ (مروجہ ماتم) محض بے دلیل اور بے سند ہے۔ استدلال کے جوش میں یہ بھی ہوش نہ رہا۔ کہ صحابی کے واقعہ اور اس کے فعل سے تمہارے مروجہ ماتم کی کیا نسبت ہے۔ ؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس صحابی نے رمضان پاک کا روزہ رکھ کر اپنی بیوی سے جماع کرنے کا "ظلم" کر لیا تھا۔ اور اس زیادتی پر نادم اور پشیمان ہو کر انہوں نے یہ حرکت کی۔ گویا یہ ایک ظالم (زیادتی کرنے والا) علی نفسہٖ کا فعل تھا۔ لیکن امام حسین رضی اللہ عنہ ظالم نہ تھے۔ بلکہ مظلوم تھے۔ اس لیے ظالم اور مظلوم میں کیا مناسبت ہو سکتی ہے ؟

یہ استدلال اس طرح درست ہے۔

صحابی کے اس واقعہ سے مروجہ ماتم پر استدلال اگر درست طریقہ پر کرنا ہے۔ تو اس کا طریقہ ہم بتائے دیتے ہیں۔ وہ اس طرح کہ صحابی مذکور نے ایک جرم کیا۔ اور اس نے اپنے جرم پر ندامت کے آنسو بہائے۔ سینہ کوبی کی۔ اور بال نوچے۔ مختصر یہ کہ ایک مجرم ماتم کے ذریعہ اپنے جرم کا اعتراف کر رہا ہے۔ اب آئیے ان لوگوں کی طرف جو امام حسین رضی اللہ عنہ کا ماتم کرتے ہیں۔ ان کے ماتم کرنے سے معلوم ہوا۔ کہ وہ مجرم ہیں۔ اور بذریعہ ماتم اپنے جرم کا اعتراف کر رہے ہیں۔ اور ان کا جرم یہ تھا۔ کہ قاتلانِ حسین یہی ہیں۔ اللہ کے محبوب کے نواسہ کا خون گرانے والے اُن کے ساتھیوں کو بھوکا پیاسا تڑپانے والے یہی لوگ تھے۔ انہیں اس جرم کو مانتے ہوئے بطور اقرار ماتم کرنا چاہیئے۔ اور خوب کرنا چاہیئے۔ کیونکہ یہ حقیقت ہے۔ کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کو خطوط لکھ کر بلانے کے لیے اور قسمیں کھا کھا کر اپنی عقیدت اور محبت کا اظہار کرنے والے یہی تھے۔ پھر انہی بلانے والوں نے امام مسلم بن عقیل

کے ہاتھ پر بیعت بھی کی۔ اُن کے پیچھے نمازیں بھی پڑھیں۔ اور امام حسین کو مسلم بن عقیل کے ذریعہ اپنی جانثاری کا پیغام بھی پہنچایا۔ لیکن ان تمام باتوں کے باوجود جب امام موصوف کربلا پہنچے۔ تو ان کے آنے سے قبل امام مسلم کو شہید کرنے والے بھی یہی تھے۔ پھر امام موصوف کو شہید بھی انہی لوگوں نے کیا۔

ان کا ایک جرم ہو۔ تو اس پر روئیں۔ اور پھر چپ ہو جائیں۔ ایک مرتبہ ماتم کریں اور پھر خاموش ہو جائیں۔ نہیں بلکہ یہاں تو اجرام کے ڈھیر ہیں۔ اور ان پر ماتم کریں گے ہر سال کریں گے۔ بلکہ سال میں کئی بار کریں گے۔ اور قیامت تک کریں گے۔ اور کیوں نہ کریں۔ جب امام مظلوم کی ہمشیرہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کوفہ پہنچیں۔ اور کوفیوں کو ماتم کرتے دیکھا۔ تو فرمایا۔

أَتَبْكُوْنَ عَلَيْنَا فَمَنْ قَتَلَنَا غَيْرُكُمْ

ترجمہ:

کیا تم روتے ہو۔ بتاؤ تو سہی آخر تمہارے بغیر وہ کون تھے جنہوں نے ہمارے ساتھیوں کو شہید کیا؟

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا (جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیٹی تھیں) نے جب کوفیوں کو روتے پیٹتے دیکھا۔ تو فرمایا۔

احتجاج طبرسی:

يَقْتُلُنَا رِجَالُكُمْ وَتَبْكِيْنَا نِسَاءُكُمْ لَقَدْ تَعَدَّيْتُمْ عَلَيْنَا عُدْوَانًا وَظُلْمًا عَظِيْمًا۔

(۱- احتجاج طبرسی ص ۱۶۵ احتجاج فاطمہ صغریٰ مطبوعہ قدیم)

(۲- احتجاج طبرسی جلد دوم صفحہ نمبر ۲۹ مطبوعہ طبع جدید)

(۳- مقتل ابی مخنف ص ۱۰۱ دخول السبایا الی الکوفہ مطبوعہ نجف اشرف طبع قدیم)

ترجمہ:

تمہارے ہی مردوں نے ہمارے ساتھیوں کو شہید کیا۔ اور اب تمہاری ہی عورتیں ہم پر رو رہی ہیں۔ یقیناً تم لوگوں نے ہم پر بہت بڑا ظلم کیا۔ اور بہت بڑی زیادتی کی۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے کوفہ کے ماتیوں کے بارے میں مندرجہ ذیل الفاظ بھی اسی جگہ مذکور ہیں۔

احتجاج طبرسی:

وَاللّٰهِ فَابْكُوْا فَاِنَّكُمْ اَحْرٰى بِالْبُكَاءِ فَابْكُوْا كَثِيْرًا وَاضْحَكُوْا قَلِيْلًا۔

ترجمہ:

خدا کی قسم! خوب روؤ۔ تمہارے لائق بھی رونا ہی ہے۔ لہٰذا کثرت روؤ۔ اور بہت کم ہنسو۔

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کا احتجاج طبرسی ص ۱۶۵ پر ایک قول منقول ہے۔ فرماتے ہیں۔

عَنْ حَذِيْمِ ابْنِ شَرِيْكٍ الْاَسَدِيْ قَالَ لَمَّا اَتٰى عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ زَيْنُ الْعَابِدِيْنَ بِالنِّسْوَةِ مِنْ كَرْبَلَاءَ وَكَانَ مَرِيْضًا وَاِذَا نِسَاءُ اَهْلِ الْكُوْفَةِ يَنْتَدِبْنَ مُشَقَّقَاتِ الْجُيُوْبِ وَالرِّجَالُ مَعَهُنَّ يَبْكُوْنَ فَقَالَ زَيْنُ الْعَابِدِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِصَوْتٍ ضَئِيْلٍ وَقَدْ نَهِكَتْهُ الْعِلَّةُ اِنَّ هٰؤُلَاءِ يَبْكُوْنَ عَلَيْنَا فَمَنْ قَتَلَنَا غَيْرُهُمْ۔

(احتجاج طبرسی جلد دوم ص ۲۹ خطبہ زینب
بنت علی ابن ابی طالب مطبوعہ قم طبع جدید)

ترجمہ:

جب امام زین العابدین رضی اللہ عنہ عورتوں کے ساتھ کربلا سے کوفہ پہنچے۔ آپ اس وقت بیمار تھے۔ کوفہ میں آپ نے اچانک کوئی عورتوں کو روتے چلاتے دیکھا۔ ان کے گریبان پھٹے ہوئے تھے اور مرد بھی ان عورتوں کے ساتھ رونے میں مصروف تھے۔ امام زین العابدین نے بوجہ مرض آہستہ آواز انہیں کہا۔ یہ لوگ ہم پر رو رہے ہیں۔ تو یہ بتلائیں۔ ہمیں ان کے بغیر کس نے قتل کیا۔ (یعنی ہمارے اعزہ اور اقارب کو میدان کربلا میں شہید کرنے والے ان کے بغیر اور کون تھے۔ انہوں نے ہی قتل کیا۔ اور خود ہی قاتل رو رہے ہیں۔)

قارئین کرام! آپ نے خود ان کی کتب سے دیکھا۔ کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ حضرت زینب اور امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے کوفیوں کو روتے دیکھ کر یہی کہا۔ کہ تم ہی قاتلانِ حسین ہو۔ اور پھر رو رہے ہو۔ اب مؤطا امام مالک رضی اللہ عنہ کی روایت کو پھر پڑھیں۔ تو استدلال یوں ہوگا۔ کہ صحابی جب اپنے جرم پر ماتم کر سکتا ہے۔ تو ہم قاتلانِ حسین اس جرم پر کیوں نہ ماتم کریں۔ کیونکہ ہمارا جرم اس صحابی کے جرم سے کچھ کم نہیں۔ کیونکہ اس نے روزہ ضائع کیا۔ اور ہم نے نواسۂ رسول سمیت بہتر کے لگ بھگ مسلمانوں کو بھوکا پیاسا شہید کر دیا۔ لہٰذا ہمارے لیے اس صحابی کی نسبت بدرجہ اتم ماتم کرنا ضروری ہے۔

نوٹ: مولوی اسماعیل شیعی نے موطا امام مالک کی روایت کے نقل کا سں ولکھا ہے

پر انہوں نے کسی سے سُن رکھا ہوگا۔ ورنہ مؤطا امام مالک کا کوئی بھی قدیم و جدید نسخہ لے لیں۔ ص ۹ پر آپ کو یہ حدیث نہ ملے گی۔ کیونکہ یہ حدیث "کتاب الصیام وکفارہ من افطر فی رمضان" کے باب میں مذکور ہے۔ میرے پاس موطا کے نسخہ مطبوعہ میر محمد کتب خانہ مرکز علم آرام باغ کراچی کے صفحہ ۲۳۸ پر یہ حدیث ہے۔ لہٰذا صفحہ ۹ تو ہرگز نہیں ہو سکتا۔ البتہ اگر آپ تلاش کرنا چاہیں۔ تو کتاب الصیام کے مذکورہ باب میں دیکھ لیں گے۔

(واللہ اعلم بالصواب)

دلیل چہارم

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر حضرت عائشہ کا ماتم کرنا

براہین ماتم:

عن عبد اللہ بن الزبیر قال سمعت عائشۃ تقول مات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بین سحری و نحری و فی دولتی لم اظلم فیہ احدا فمن سفھی وحداثۃ سنی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبض وھو فی حجری ثم وضعت راسہ علی وسادۃ و قمت التدم مع النساء واضرب

وجہی۔

(۱۔ رواہ احمد فی مسندہ)

(۲۔ سیرۃ ابن ہشام ص ۳۰۵ جلد چہارم)

(۳۔ تاریخ طبری ص ۱۹۷ جلد دوم جزء سوم)

(۴۔ سیرت حلبیہ جلد دوم ص ۷۶ مطبوعہ مصر)

ترجمہ:

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں۔ میں نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے سنا۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سینے پر اور میری باری میں انتقال فرمایا میں نے کسی پر ظلم نہیں کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا میری گود میں انتقال فرمانا میری کم عمری اور بے احتیاطی کی وجہ سے تھا۔ اس کے بعد میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر انور کو ایک تکیہ پر رکھا۔ اور کھڑی ہو کر دوسری عورتوں کے ساتھ پیٹنے لگی۔ اور میں اپنے منہ پر (اپنے ہاتھ) مار رہی تھی)

(براہین ماتم ص ۶۰)

جواب اوّل:

مولوی اسماعیل گوجروی نے جواز ماتم پر جو یہ دلیل پیش کی۔ شیعہ حضرات کے لیے ایک معرکۃ الآراء دلیل ہے۔ اور اہل سنت پر ماتم کے جواز کو ثابت کرنے کے لیے اس کو بڑے فخر و غرور سے پیش کرتے ہیں۔ اس لیے اس کی اہمیت کے پیش نظر میں چاہتا ہوں۔ کہ پہلے اس کے راویوں پر "فن اسماء الرجال" کے تحت کچھ گفتگو ہو جائے۔ تاکہ روایت کا درجہ معلوم ہو سکے۔ اور یہ معلوم ہو سکے۔ کہ کیا یہ حدیث قابلِ استدلال اور قابل قبول ہے۔ یا نہیں؟

تاریخ طبری میں اس کے مصنف نے یہ روایت جس راوی سے کی ہے۔ اس کا نام "محمد ابن حمید" ہے۔ اس راوی کے متعلق علامہ ابن حجر عسقلانی نے "تہذیب التہذیب" نامی کتاب میں یوں لکھا ہے۔ یہ کتاب "اسماء الرجال" میں بہت اہم اور سب سے بڑی کتاب ہے۔

ابن حمید:

وَقَالَ یَعْقُوْبُ بْنُ شَیْبَہ "مُحَمَّدُ بْنُ حُمَیْدٍ" کَثِیْرُ الْمَنَاکِیْرِ۔ وَقَالَ الْبُخَارِیُّ فِیْ حَدِیْثِہٖ نَظْرٌ وَقَالَ النِّسَائِیُّ لَیْسَ بِثِقَۃٍ وَقَالَ الْجَوْزَجَانِیُّ رَدِیُّ الْمَذْھَبِ غَیْرُ ثِقَۃٍ وَقَالَ فَضْلَکُ الرَّازِیُّ عِنْدِیْ عَنْ "ابن حمید" خَمْسُوْنَ اَلْفًا لَا اُحَدِّثُ عَنْہُ بِحَرْفٍ ...... وَقَالَ صَالِحُ بْنُ مُحَمَّدِ الْاَسَدِیْ ..... ثُمَّ قَالَ کُلُّ شَیْئٍ کَانَ یُحَدِّثُنَا ابْنُ حُمَیْدٍ کُنَّا نَتَّھِمُہٗ فِیْہِ وَقَالَ فِیْ مَوْضِعٍ اٰخَرَ کَانَتْ اَحَادِیْثُہٗ تَزِیْدُ وَمَا رَاَیْتُ اَحَدًا اَجْرَاَ عَلَی اللّٰہِ مِنْہُ کَانَ یَاْخُذُ اَحَادِیْثَ النَّاسِ فَیُقَلِّبُ بَعْضَہٗ عَلٰی بَعْضٍ ...... وَقَالَ اَبُو الْعَبَّاسِ بْنُ سَعِیْدٍ ..... قَالَ وَسَمِعْتُ ابْنَ خَرَاشٍ یَقُوْلُ ثَنَا ابْنُ حُمَیْدٍ وَکَانَ وَاللّٰہِ یَکْذِبُ۔

(تہذیب التہذیب جلد نہم ص ۱۲۹ - ۱۳۰ مطبوعہ بیروت۔

ترجمہ:

یعقوب بن شیبہ کہتے ہیں۔ کہ "محمد بن حمید" منکر حدیثیں زیادہ روایت کرتا ہے۔ امام بخاری کہتے ہیں۔ اس کی روایت کردہ حدیث میں نظر ہے۔ (یعنی بے سوچے سمجھے قبول نہ ہوگی) امام نسائی فرماتے ہیں یہ ثقہ نہیں ہے۔ اور جوزجانی کہتے ہیں۔ یہ ردی المذہب اور غیر ثقہ ہے۔ اور فضلک رازی نے کہا۔ میرے پاس ابن حمید کی روایت کردہ پچاس ہزار احادیث ہیں۔ لیکن میں ان میں سے ایک حرف بھی روایت نہیں کرتا۔ صالح بن محمد اسدی کہتے ہیں۔ کہ ابن حمید جو حدیث ہمیں سناتا۔ ہم اس کو متہم کرتے۔ ایک اور جگہ فرمایا۔ یہ کثیر الاحادیث ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں اس سے بڑا بے باک میں نے کوئی دوسرا نہ دیکھا۔ لوگوں سے حدیث لیتا۔ اور ایک دوسری میں خلط ملط کر دیتا۔ اور ابو العباس بن سعید نے کہا۔ ابن خراش سے میں نے سنا۔ کہ ابن حمید ہمیں حدیثیں سناتا۔ اور اللہ کی قسم وہ جھوٹ بولتا۔

نظر انصاف:

جس سند میں ایک راوی ایسا ہو۔ جو "فن اسماء الرجال" میں کذاب، غیر ثقہ، ردی المذہب اور خاص اللہ تعالیٰ پر غلط باتوں کی نسبت کرنے کی جرأت میں لاثانی ہو۔ اس روایت کا کیا مقام ہوگا؟ ایسی حدیث سے مولوی اسماعیل گوجروی کا استدلال کرنا کہ ماتم جائز ہے، لوگوں کو کھلا دھوکہ دینا ہے۔ یا پھر اپنی بے علمی بے بسی کا رونا ہے۔ ورنہ ایسی حدیث جس کے راوی پر اس قدر جرح ہو۔

وہ قابل استدلال نہیں رہتی۔ اس بات سے "فن اسماء الرجال" کا ادنیٰ طالب علم بھی آگاہ ہے۔

سلمہ بن فضل:

یہ راوی محمد حمید راوی کے استاد ہیں۔ ان سے ابن حمید نے روایت کی ہے۔ ان کا پورا نام "سلمہ بن فضل الابرش الانصاری" ہے۔

تہذیب التہذیب:

فَقَالَ الْبُخَارِیْ عِنْدَہٗ مَنَاکِیْرُ وَ ھَنَہٗ عَلِیٌّ قَالَ عَلِیٌّ مَاخَرَجْنَا مِنَ الرَّیِّ حَتّٰی رَمَیْنَا بِحَدِیْثِہٖ قَالَ الْبَرْزَعِیْ عَنْ اَبِیْ ذَرْعَۃَ کَانَ اَھْلُ الرَّیِّ لَا یَرْغَبُوْنَ فِیْہِ لِمَعَانٍ فِیْہِ مِنْ سُوْءِ رَاْیِہٖ وَ ظُلْمٍ فِیْہِ .... وَاَمَّا اِبْرَاھِیْمُ بْنُ مُوْسٰی فَسَمِعْتُہٗ غَیْرَ مَرَّۃٍ وَاَشَارَہٗ اَبُوْ ذَرْعَۃَ اِلٰی لِسَانِہٖ یُرِیْدُ الْکَذِبَ وَقَالَ اَبُوْ حَاتِمٍ وَلَا یُحْتَجُّ بِہٖ وَ قَالَ النِّسَائِیْ ضَعِیْفٌ۔ وَقَالَ الدُّوْرِیْ کَانَ یَتَشَیَّعُ۔

(تہذیب التہذیب جلد ۴ ص ۱۵۳ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ:

امام بخاری نے فرمایا سلمہ بن فضل کے پاس زیادہ احادیث منکر تھیں۔ جن کو علی نے کمزور کہا۔ علی نے کہا۔ ہم نے رے نامی شہر سے باہر نکلتے وقت اس کی حدیثیں وہیں چھوڑ دی تھیں۔ برزعی کہتا

ہے۔ کہ ابوذرعہ نے کہا۔ کہ اہل رے سلمہ بن فضل کی طرف رغبت نہ کرتے تھے۔ کیونکہ یہ شخص بُری رائے اور ظلم سے موصوف تھا۔ ابراہیم بن موسیٰ نے کہا۔ کہ میں نے اس (سلمہ بن فضل) کے بارے میں ابوذرعہ کو بارہا اپنی زبان پکڑتے دیکھا۔ جس سے وہ اس کا جھوٹا ہونا اشارۃً بیان کرتے تھے۔ امام نسائی نے اِسے ضعیف کہا۔ اور یہ بھی کہا کہ اس میں شیعیت تھی۔

قارئین کرام! "فن اسماء الرجال" کے طور پر ہم نے سلمہ بن فضل کے بارے ناقدین کی تنقید بمع وجوہات ذکر کی۔ بخاری کے نزدیک یہ "منکر احادیث کا جامع" ہے۔ اور ابوذرعہ اس کے بارے میں یہاں تک کہتے ہیں کہ خود اس کے ہم شہر لوگ اس کی بات کو کوئی اہمیت نہ دیتے۔ کیونکہ ظلم اور بُری رائے اس میں مشہور تھی۔ بلکہ ابوذرعہ نے تو کذاب بھی کہا۔ امام نسائی نے کذاب مائل بہ شیعیت کہا۔ اور کوئی جرح کی وجہ نہ بھی ہوتی۔ صرف شیعیت ہی اس مقام پر کافی تھی۔ کیونکہ مولوی اسماعیل گوجروی نے اس حدیث کو سنیوں کی حدیث کے طور پر بیان کیا۔ اور بطور حجت ہماری حدیث پیش کر کے مروجہ ماتم کو ہماری عبارات سے ثابت کرنے کی ذمہ داری اٹھائی تھی۔ آپ غور فرمائیں۔ جس حدیث کا راوی ایک شیعہ ہو۔ وہ سنیوں کی روایت کیسے ہوئی؟ گویا مولوی اسماعیل نے عوام کو یہ دھوکہ دینے کی کوشش کی۔ کہ دیکھو۔ اہل سنت کی کتابوں میں ثابت ہے۔ کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال پر مروجہ ماتم کیا تھا۔

محمد بن اسحاق:

یہ راوی سلمہ بن فضل کے استاد ہیں۔ ان کا پورا نام محمد بن اسحاق بن

یسار بن خیار ہے۔ ان کا حال بھی ملاحظہ کریں۔ تاکہ راویانِ حدیث میں ان کے مقام کو سمجھا جا سکے۔

تہذیب التہذیب:

وَقَالَ مَالِكٌ دَجَّالٌ مِنَ الدَّجَاجِلَةِ .... وَكَانَ يَرٰى بِغَيْرِ نَوْعٍ مِنَ الْبِدَعِ وَقَالَ مُوْسَى بْنُ هَارُوْنَ سَمِعْتُ مُحَمَّدُ بْنَ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ يَقُوْلُ كَانَ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ يُرْمِىْ بِالْقَدْرِ وَقَالَ الْمَيْمُوْنِيْ عَنْ إِبْنِ مُعِيْنٍ ضَعِيْفٌ وَقَالَ النِّسَائِيْ لَيْسَ بِقَوِيٍّ۔

(تہذیب التہذیب جلد ۹ ص ۴۱-۴۴)

ترجمہ:

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ محمد بن اسحاق دجالوں میں سے ایک دجال ہے۔ جوزجانی نے کہا ہے۔ اس پر مختلف بدعات ایجاد کرنے کا الزام لگایا گیا۔ موسیٰ بن ہارون نے کہا۔ میں نے محمد بن عبداللہ نمیر سے سنا۔ کہ محمد بن اسحاق قدریہ تھا۔ میمونی نے ابن معین سے نقل کیا۔ یہ ضعیف تھا۔ اور امام نسائی نے اسے "لیس بقوی" کہا۔

خلاصہ یہ ہوا۔ کہ حدیث میں جب ایسے راوی ہوں۔ جن کو ائمہ حدیث "قابلِ حجت" شمار نہ فرمائیں۔ تو وہ حدیث اہلِ سنت کے ہاں کیسے قابلِ قبول ہو سکتی ہے؟ اس قسم کے غیر معتبر راویوں کی حدیث بیان کر کے جو شیعوں نے مروجہ ماتم جائز ثابت کرنے کی کوشش کی۔ تو اس سے معلوم ہوا۔ کہ ان کے پاس لے دے کے کچھ ایسی ہی ناقابلِ حجت احادیث ہیں۔ جب خود حدیث

غیر مقبول ہوئی۔ تو اس سے استدلال اور حجت کو کون قوی اور قابلِ عمل کہے گا۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

جواب دوم:

ائمہ محدثین کے ہاں ایک قانون یہ بھی ہے۔ کہ جب حدیث کا کوئی راوی خود اپنی روایت کردہ حدیث کے خلاف عمل کرے۔ یا اس میں تنقید یا عذر پیش کرے۔ تو وہ حدیث بھی قابلِ عمل نہیں رہتی۔ مولوی گوجروی نے اس حدیث سے استدلال کیا۔ لیکن ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا عذر اور تنقید نظر نہ آئی۔ وہ یہ کہ مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ میرا ایسا کرنا (چہرہ پر ہاتھ مارنا اور پیٹنا) بوجہ بے عقلی اور کم سنی کے تھا۔ یعنی اگر میری عمر حد بلوغ تک پہنچ چکی ہوتی۔ اور اس کے ساتھ میری عقل بھی کامل ہو چکی ہوتی۔ تو پھر یہ کام مجھ سے متوقع نہ تھا۔

آپ حضرات خود سوچیں۔ کہ اہل تشیع جن کے فعل کو اپنے مسلک کے ثبوت پر بطور دلیل و حجت پیش کر رہے ہیں۔ یہ وہی شخصیت ہیں۔ کہ "فروع کافی" کی روایت کے مطابق ہر نماز فرضی کے بعد ان پر شیعوں لوگوں کو لعنت کرنی چاہیئے۔ ادھر اس قدر نفرت اور ادھر ان کے فعل کو اپنے مسلک کی دلیل بنانا کس قدر منافقت ہے۔ پھر جب قاعدہ مذکورہ کے تحت راوی حدیث خود اپنی روایت کردہ بات کو ناپسند کرے۔ اور اس میں عذر پیش کرے۔ ایسے میں دوسرے کے لیے اس سے ثبوت مہیا کرنا کس طرح روا ہے؟ (فتفکر)

دلیل پنجم

براهین ماتم:

وَاَقَامَتْ عَائِشَةُ عَلَيْهِ النَّوْحَ فَنَهَاهُنَّ

عَنِ الْبُكَاءِ فَأَبَيْنَ يَنْتَهِيْنَ فَقَالَ لِهِشَامِ ابْنِ الْوَلِيْدِ اُدْخُلْ فَاَخْرِجْ اِلَيَّ ابْنَةَ اَبِيْ قُحَافَةَ اُخْتَ اَبِيْ بَكْرٍ فَقَالَتْ عَائِشَةُ لِهِشَامٍ حِيْنَ سَمِعَتْ ذَالِكَ مِنْ عُمَرَ اِنِّيْ اُحَرِّجُ عَلَيْكَ بَيْتِيْ فَقَالَ لِهِشَامٍ اُدْخُلْ فَقَدْ اَذِنْتُ لَكَ فَدَخَلَ هِشَامٌ فَاَخْرَجَ اُمَّ فَرْوَةَ ابْنَةَ اَبِيْ قُحَافَةَ فَعَلَاهَا بِالدُّرَّةِ ضَرَبَاتٍ فَتَفَرَّقَ النَّوَاحُ حِيْنَ سَمِعَ ذَالِكَ۔

(۱۔ تاریخ کامل ص ۲۸۸ جلد دوم مطبوعہ مصر۔)
(۲۔ عقد الفرید جلد سوم ص ۵۶)

ترجمہ:

کہ بی بی عائشہ ام المومنین نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر نوحہ برپا کیا۔ اور نوحہ خواں بلائیں۔ حضرت عمر نے ان کو اس نوحہ خوانی سے منع کیا۔ انہوں نے رکنے سے انکار کر دیا۔ اس پر آپ نے سپاہی ہشام بن ولید کو حکم دیا۔ کہ (عائشہ (رضی اللہ عنہا) کے گھر میں گھسیں۔ اور ام فروہ دختر ابوقحافہ ہمشیرہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو پکڑ کر میرے پاس لاؤ۔ یہ سُن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ رسولؐ ام المومنین نصف دین کی عالمہ ماہرہ نے ہشام سپاہیٔ عمر کو فرمایا۔ کہ خبردار میں اپنے بیت شرف خانہ اطہر میں تیرا داخلہ حرام کرتی ہوں۔ عمر نے کہا داخل ہو جا تجھے میں جو حکم دیتا ہوں۔ پس ہشام داخل ہو گیا۔ ام فروہ کو کھینچ کر باہر لایا۔ پس حضرت عمر نے درہ سے اس کو خوب

مارا اور بار بار مارا۔ پس یہ حالت دیکھ کر وہ نوحہ خواں عورتیں رفوچکر ہوگئیں۔

کیا یہاں بھی حضرت عائشہ سے بھول ہوگئی۔ کیا ان سے ہر روز بھول ہوتی رہی ہے۔ اگر معمولی بات تھی۔ تو حضرت عمر نے روکنا کیوں چاہا۔ اور حضرت عائشہ نے اس پر اصرار کیوں کیا۔ اور یہ حقیقت ہے۔ کہ حضرت عائشہ کا علم حضرت عمر سے زیادہ ہے۔ اس سے قبل بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا "بکاء علی المیت" کے متعلق حضرت عمر کی غلطی نکال چکی ہیں۔ (براہین ماتم ص ۶۱)

جواب:

کسی حدیث یا روایت سے استدلال و حجت پکڑنا اس وقت تک قابلِ قبول نہیں ہوتا۔ جب تک اس کی سند متصل، مرفوع اور [illegible] نہ ہو۔ مولوی گوجروی نے جو یہ حدیث لکھ کر "کامل ابن اثیر" کا حوالہ دیا ہے۔ اس کتاب میں یہ حدیث بلا سند مذکور ہے۔ ہاں اسی حدیث کو علامہ طبری نے اپنی تصنیف "تاریخ طبری" جلد دوم جزء چہارم ص ۴۹ پر دو سندوں سے ذکر کیا ہے۔ علامہ طبری کی ذکر کردہ اس حدیث کی پہلی سند یہ ہے۔

تاریخ طبری:

حَدَّثَنِیْ یُوْنُسُ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهَبٍ قَالَ اَخْبَرَنَا یُوْنُسُ ابْنُ یَزِیْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ سَعِیْدُ بْنُ مُسَیِّبٍ قَالَ لَمَّا تُوُفِّیَ اَبُوْبَکْرٍ اَقَامَتْ عَائِشَةُ عَلَیْهِ النَّوْحَ الخ۔

اس حدیث پاک میں ابتداءً روایت حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے ہے۔ اب مقام غور یہ ہے۔ کہ کیا حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت موجود تھے۔ اور انہوں نے بعد از وفات حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی جزع فزع والی کیفیت کو دیکھ کر پھر اس کو روایت کیا۔ یا ان کی موجودگی ثابت نہیں ہے؟

ابن حجر عسقلانی نے "اسماء الرجال" کی مشہور کتاب "تہذیب التہذیب" میں خود حضرت ابن مسیب کا قول نقل کیا ہے۔

تہذیب التہذیب:

اِبْنُ مُسَیِّبٍ یَقُوْلُ وُلِدْتُ لِسَنَتَیْنِ مَضَتَا مِنْ خَلَافَةِ عُمَرَ۔

(تہذیب التہذیب جلد چہارم ص ۸۵ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ:

سعید بن مسیب فرماتے ہیں۔ کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دو سال گزرنے پر پیدا ہوا۔

جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو وفات پائے دو سال کا عرصہ ہو چکا تھا۔ تو حضرت ابن مسیب کا تولّد ہوتا ہے۔ تو جو بچہ کسی کی وفات کے دو سال بعد پیدا ہو۔ اس کا اس فوت ہونے والے کے پاس بوقت وصال موجود ہونا ناممکن ہے۔

اس لیے حضرت ابن مسیب نے خود تو یہ واقعہ نہ دیکھا۔ البتہ کسی دیکھنے والے سے سُنا ہوگا۔ لیکن اس کا نام ذکر نہیں فرمایا۔ لہٰذا سند میں اتصال نہ رہا۔ جب متصل نہ ثابت ہو سکی۔ تو اس سے استدلال یا ہمارے خلاف اسے بطور حجت پیش کرنا کب وزن رکھتا ہے۔

اس انقطاع کے علاوہ اس حدیث کے دوسرے راوی "یونس بن یزید" ہیں۔ ان کا حال بھی سن لیجئے۔

تہذیب التہذیب:

قَالَ اَبُوْ زُرْعَةَ الدِّمَشْقِیُّ سَمِعْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ اَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ یَقُوْلُ فِیْ حَدِیْثِ یُوْنُسَ عَنِ الزُّهْرِیِّ مُنْكَرَاتٌ ...... وَقَالَ الْمَیْمُوْنِیُّ سُئِلَ اَحْمَدُ مَنْ اَثْبَتَ فِی الزُّهْرِیِّ قَالَ مَعْمَرٌ قِیْلَ فَیُوْنُسُ قَالَ رَوٰی اَحَادِیْثَ مُنْكَرَةً ۔

(تہذیب التہذیب جلد نمبر ۱۱ ص ۴۵۱ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ:

ابو زرعہ دمشقی کہتے ہیں کہ میں نے ابو عبداللہ امام احمد بن حنبل سے سنا وہ کہتے تھے زہری سے یونس نے احادیث منکرات روایت کی ہیں۔ میمونی کہتے ہیں۔ کہ امام احمد بن حنبل سے پوچھا گیا۔ زہری کے شاگردوں میں سے مضبوط شاگرد کون سا ہے؟ فرمایا معمر۔ کہا گیا۔ یونس۔ فرمایا وہ منکرات کی روایت کرتا ہے۔

اس سے قبل آپ نے اس حدیث کے بارے میں سند کے اعتبار سے تحقیق پڑھی۔ جس سے معلوم ہوا تھا۔ کہ یہ متصل نہیں۔

اب اس کے راویوں میں سے ایک "یونس ابن یزید" پر جرح ملاحظہ فرمائی امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کے ارشاد کے مطابق یہ راوی اگرچہ امام زہری کے شاگردوں میں سے ہیں۔ اور ان سے روایت بھی کرتے ہیں لیکن ان کی اکثر احادیث

منکرات سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور غیر صحیحہ ہوتی ہیں۔ جب یہ حدیث بھی اسی راوی یعنی "یونس بن یزید" نے امام زہری سے روایت کی۔ تو اس کا درجہ بھی منکرات کا ہی ہوا۔ لہذا اسے صحیح کون کہے گا۔ اور ہم پر حجت کیسے ہو گی؟ لیکن مولوی گوجروی کو اس سے کیا غرض کہ حدیث سند کے اعتبار سے کیسی ہے۔ اور اس کے راوی کس درجے کے ہیں۔؟ اُسے تو بھولے بھالے لوگوں کو دھوکہ دے کر یہ باور کرانا ہے کہ سُنیوں کی کتابوں میں مروجہ ماتم کا ثبوت ملتا ہے۔ اس لیے جب ان کی کتب میں ماتم کا ثبوت ہے۔ تو پھر ہم شیعوں پر ماتم کرنے میں کیوں اعتراض کیا جاتا ہے۔؟

دوسری سند:

اسی حدیث کی دوسری سند علامہ طبری نے "تاریخ طبری" میں جلد دوم جزء چہارم کے ص ۴۹ پر یوں مذکور فرمائی ہے۔

تاریخ طبری:

حدثنی الحارث عن ابن سعد قال اخبرنا محمد بن عمر قال حدثنا ابو بکر بن عبد الله ابن ابی سبرة عن عمرو ابن ابی عمرو الخ۔

ترجمہ:

میرے سامنے حدیث بیان کی حارث نے ابن سعید سے اس نے کہا خبر دی ہمیں محمد بن عمر نے اس نے کہا حدیث بیان کی ہمارے سامنے ابوبکر بن عبداللہ بن سبرہ نے عمرو بن ابی عمرو سے۔

سند مذکور میں تین راویوں (محمد بن عمر، ابو بکر ابن عبد اللہ، عمرو ابن ابی عمرو) کا حال ملاحظہ فرمائیں۔

محمد بن عمر بن واقد الواقدی:

قَالَ الْبُخَارِیُّ اَلْوَاقِدِیُّ مَدَنِیٌّ سَکَنَ بَغْدَادَ مَتْرُوْكُ الْحَدِيْثِ تَرَكَهٗ اَحْمَدُ وَابْنُ الْمُبَارِكِ وَابْنُ نُمَيْرٍ وَاِسْمَاعِيْلُ بْنُ زَكَرِيَّا وَقَالَ فِیْ مَوْضِعٍ اٰخَرَ كَذَّبَهٗ اَحْمَدُ وَقَالَ مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ قَالَ لِیْ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ اَلْوَاقِدِیُّ كَذَّابٌ وَقَالَ لِیْ يَحْيٰی بْنُ مُعِيْنٍ ضَعِيْفٌ وَقَالَ مَرَّةً لَيْسَ بِشَیْءٍ وَقَالَ مَرَّةً كَانَ يُقَلِّبُ حَدِيْثَ يُوْنُسَ يُغَيِّرُهٗ عَنْ مَعْمَرٍ لَيْسَ بِثِقَةٍ وَقَالَ مَرَّةً لَيْسَ بِشَیْءٍ۔

(۱۔ تہذیب التہذیب جلد نہم ص۳۶۴ مطبوعہ بیروت

(۲۔ میزان الاعتدال جلد سوم ص ۱۱۰ طبع قدیم مصر)

ترجمہ:

امام بخاری کہتے ہیں۔ کہ (محمد بن عمر) واقدی مدنی تھا۔ اس نے بعد میں بغداد میں سکونت کر لی۔ متروک الحدیث ہے۔ امام احمد ابن المبارک ابن نمیر اور اسماعیل بن زکریا نے اسے ترک کیا ہے۔ امام بخاری نے ایک اور مقام پر فرمایا۔ واقدی کو امام احمد نے کذاب کہا۔ معاویہ بن صالح کہتے ہیں۔ مجھے احمد بن حنبل نے کہا۔ واقدی کذاب ہے۔ اور یحییٰ بن معین نے مجھے کہا۔ واقدی ضعیف ہے۔ ایک مرتبہ اسے لیس بشئی اور دوسری

مرتبہ کہا۔ کہ داندی۔ یونس کی احادیث میں رد و بدل کرتا ہے۔ اور یونس کی جگہ معمر کو رکھتا ہے۔ وہ ثقہ نہیں۔ اور لیس بشئی ہے۔

ابوبکر بن عبداللہ

تہذیب التہذیب:

قَالَ صَالِحُ بْنُ اَحْمَدَ عَنْ اَبِیْہِ اَبُوْ بَکْرِ بْنِ سَبْرَۃَ یَضَعُ الْحَدِیْثَ ....
وَ قَالَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ اَحْمَدَ عَنْ اَبِیْہِ لَیْسَ بِشَیْءٍ کَانَ یَضَعُ الْحَدِیْثَ وَ یَکْذِبُ ....
وَقَالَ الْبُخَارِیُّ ضَعِیْفٌ وَقَالَ مَرَّۃً مُنْکَرُ الْحَدِیْثِ وَقَالَ النَّسَائِیُّ مَتْرُوْکُ الْحَدِیْثِ۔

(تہذیب التہذیب جلد ۱۲ ص ۲۷-۲۸
مطبوعہ بیروت)

ترجمہ:

صالح بن احمد اپنے باپ سے روایت کرتا ہے۔ کہ "ابوبکر بن ابی سبرہ" حدیثیں گھڑا کرتا تھا .... عبداللہ بن احمد اپنے والد سے روایت کرتا ہے۔ کہ "ابوبکر بن عبداللہ، لیس بشئی ہے۔ اور من گھڑت حدیثیں بیان کرتا تھا۔ اور جھوٹا تھا۔ امام بخاری نے اسے ضعیف کہا۔ اور کبھی اسے "منکر الحدیث" کہا۔ اور امام نسائی نے اسے متروک الحدیث کہا ہے۔

کذاب ومن گھڑت حدیثیں بیان کرنے والا ہو۔ ایسے راوی کی روایت کیسے ہو مقبول ہوسکتی ہے۔ اس کے بعد اسی راوی کے استاد عمرو ابن ابی بحر کی حالت بھی سن لیجئے۔

عمرو بن ابی عمرو

تهذيب التهذيب

قَالَ الدَّوْرِيُّ عَنْ اِبْنِ مُعِيْنٍ فِيْ حَدِيْثِهٖ ضُعْفٌ لَيْسَ بِالْقَوِيِّ وَقَالَ ابْنُ اَبِيْ خَيْثَمَهٗ عَنْ اِبْنِ مُعِيْنٍ ضَعِيْفٌ .... وَقَالَ النِّسَائِيُّ لَيْسَ بِالْقَوِيِّ ۔

(تہذیب التہذیب جلد ۸ ص ۸۳)

ترجمہ :

دوری نے ابن معین سے روایت کرتے ہوئے کہا۔ کہ (عمرو ابن ابی عمرو) اس کی حدیث میں ضعف ہے۔ یہ مضبوط آدمی نہیں ابن ابی خیثمہ نے ابن معین سے بیان کیا۔ کہ یہ راوی ضعیف ہے۔ اور امام نسائی نے اسے "لیس بشئی" کہا۔ (یعنی غیر معتبر ہے۔

حاصل کلام :

مولوی اسماعیل گوجروی نے جس حدیث پاک سے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا اپنے والد کی وفات پر ماتم ثابت کرنے کے بعد اسے جوازِ ماتم پر بطور حجت پیش کیا۔ آپ نے اس حدیث کی سند میں مذکور راویوں میں سے تین راویوں کی حالت ملاحظہ فرمائی۔ ان میں سے

کوئی کذاب، واضع الحدیث ہے۔ اور کوئی منکر الحدیث اور متروک الحدیث ہے۔ ایسے راویوں کی روایت محدثین کے ہاں کب مقبول ہو سکتی ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ اس قسم کے راویوں کا سہارا لے کر شیعہ ملاں نے حضرت ام المومنین پر ماتم کا غلط الزام لگایا ہے۔ اور انہیں اس طرح بدنام کرنے کی کوشش کی ہے۔

پھر یہ بات بھی بالکل واضح ہے۔ کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو شیعہ جب مسلمان ہی نہیں سمجھتے۔ تو پھر ان کی ایک بات سے یہ لوگ اپنے مسلک پر استدلال کیسے کر ہیں؟ ہاں بات وہی ہے۔ کہ بطور دشمنی حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کی ذات پر انہوں نے اپنا کلیجہ ٹھنڈا کرنا چاہا۔ اور اہل سنت پر حجت بھی قائم کرنے کی کوشش کی۔ لیکن اس حدیث کی سند سے معلوم ہوا۔ کہ اس سے استدلال کرنا، لاعلمی پر دال ہے۔ اور اس کا قابلِ حجت ہونا ہرگز مسلم نہیں ہے۔ بس اندھے کی طرح مولوی اسماعیل گوجروی نے اِدھر اُدھر بہت پاؤں مارے۔ لیکن اندھا تھا۔ کیچڑ میں گر گیا۔ اور اپنے کپڑوں اور جسم کو گندہ کر گیا۔

دلیل ششم

براہین ماتم:

یہ تمام راوی ایک طرف مگر جناب زینب کبریٰ سلام اللہ علیہا کا ماتم بنعش حسین مظلوم مع ہاشمیات عزاداری میں ایک اصل الاصول ہے دیکھو اہل سنت کی کتاب البدایہ والنہایہ جلد ہشتم ص ۱۹۳ مطبوعہ بیروت۔

البدایہ والنہایہ:

قَالَ قُرَّةُ بْنُ قَيْسٍ لَمَّا مَرَّتِ النِّسْوَةُ بِالْقَتْلٰى
صَحِنَّ وَ لَطَمْنَ خُدُوْدَهُنَّ قَالَ فَمَا رَاَيْتُ
مِنْ مَنْظَرٍ مِنْ نِسْوَةٍ قَطُّ اَحْسَنَ مَنْظَرٍ رَاَيْتُهُ

مِنْهُنَّ ذَالِكَ الْيَوْمَ۔

کہ راوی لکھتا ہے۔ کہ جب آل محمد کا قافلہ مقتولان و دشت کربلا کی لاشوں پر پہنچا۔ تو مخدراتِ عصمت و طہارت بے محابا گر پڑیں۔ اور انہوں نے آہ و بکا اور نوحہ کیا۔ رخسار پیٹے۔ ماتم کیا۔ راوی لکھتا ہے۔ اتنا بہترین منظر حلقہ ماتم کا کبھی نظر نہ آیا۔ جیسا کہ اس دن دیکھا۔ اور جناب سیدہ ثانیہ زینب کبریٰ نے جو اس حلقہ میں نوحہ و ندبہ پڑھا۔ اس کی تصویر کشی مورخ ابن کثیر نے یوں کی ہے۔

البدایہ والنہایہ:

فَلَمَّا مَرُّوْا بِمَكَانِ الْمَعْرِكَةِ وَرَاوُا الْحُسَيْنَ وَاَصْحَابَهٗ مُطَرَّحِيْنَ هُنَالِكَ بَكَتْهُ النِّسَآءُ وَصَرَخْنَ وَنَدَبَتْ زَيْنَبُ اَخَاهَا الْحُسَيْنَ وَاَهْلَهَا فَقَالَتْ وَهِيَ تَبْكِيْ يَامُحَمَّدَاهُ يَامُحَمَّدَاهُ صَلّٰى عَلَيْكَ اللّٰهُ وَمَلَكُ السَّمَآءِ هٰذَا حُسَيْنٌ بِالْعَرَاءِ مُزَمَّلٌ بِالدِّمَاءِ مُقَطَّعُ الْاَعْضَاءِ يَامُحَمَّدَاهُ وَبَنَاتُكَ سَبَايَا وَذُرِّيَّتُكَ مُقَتَّلَةٌ تَسْفِيْ عَلَيْهَا الصَّبَاءُ قَالَ فَاَبْكَتْ وَاللّٰهِ كُلَّ عَدُوٍّ وَصَدِيْقٍ۔

(البدایہ والنہایہ ص ۱۹۳ جلد ۸ مطبوعہ بیروت۔)

ترجمہ:

کہ جب یہ قافلہ قتل گاہ حسین سے گزرا۔ اور حسین مظلوم اور آپ کے اصحابوں کی لاشوں پر نظر پڑی۔ کہ پارہ پارہ ہو کر خاک پر پڑے ہوئے ہیں۔ اس وقت بے بیاں روئیں۔ اور پیٹیں۔ جناب زینب ہمشیرہ امام مظلوم غریب الدیار نے یہ نوحہ پڑھا۔ رو رو کے کہتی ہائے میرے

نانا محمدہائے تجھ پر خدا نے درود بھیجا۔ ملائکہ نے سلام پڑھا مگر یہ تیرا حسین آج دشت کربلا میں خاک آلود پڑا ہے۔ اس کے تمام اعضاء پارہ پارہ کردیئے گئے ہیں۔ ہائے میرے نانا جان محمد تیری بیٹیاں آج قیدی ہوکر جارہی ہیں۔ اور تیری اولاد قتل کردی گئی ہے۔ جن کی لاشوں پر خاک دھول پڑرہی ہے۔ راوی کہتا ہے۔ کہ جناب زینب نے حلقہ ماتم میں کچھ ایسا دردناک نوحہ پڑھا۔ کہ دوست اور دشمن کو رلا یا۔

یہ ہے حضور اختصاراً سینہ کوبی کا ثبوت اور عزاداری کی اصل کہ جناب زینب امام زین العابدین رسن بستہ قیدی کی موجودگی میں حلقہ باندھ کر پیٹ رہی تھیں۔ اور نوحہ خوانی بھی کررہی تھیں۔ (براہین ماتم ص ۶۹)

جواب :

مولوی محمد اسماعیل شیعی گوجروی نے اس دلیل کو مروجہ ماتم کی سب سے بڑی دلیل قرار دیا۔ اور اس کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے یہاں تک کہہ دیا۔ کہ یہ اصل الاصول دلائل ہے۔ اور اس کو نقل بھی اہل سنت کی کتابوں سے کیا گیا ہے۔ جس کا تاثر یہ دینا چاہا۔ کہ اہل سنت کے نزدیک بھی یہ روایت معتبر ہے۔ لہٰذا سنیوں کی کتابوں سے ثابت ہوا۔ کہ مروجہ ماتم کی بنیاد اہل بیت کی دختران نیک اختران نے رکھی۔ امام زین العابدین نے یہ ماتم دیکھا۔ اور منع نہ فرمایا۔

ہم اس سے قبل احادیث کی تحقیق و تدقیق کے وقت یہ کہہ چکے ہیں۔ کہ کسی روایت کا معتبر ہونا کچھ شرائط پر منحصر ہے۔ جب تک شرائط پوری نہ ہوں۔ ایسی روایت سے استدلال درست نہیں ہوتا۔ ان شرائط میں سے چند ایک یہ بھی ہیں۔ کہ راوی صحیح العقیدہ ہو۔ متقی و پرہیزگار ہو۔ لہٰذا سند روایت میں اگر کوئی

راوی بدمذہب، کذاب اور ضعیف آجائے۔ تو وہ روایت مقبول نہیں ہوتی۔ مذکورہ روایت کی سند البدایہ والنہایہ جلد ہشتم ص ۱۹۲ مطبوعہ بیروت وریاض پر یہ ہے

البدایہ والنہایہ:

قال ابن ابی الدنیا حدثنی سلمة بن شبیب عن الحمیدی عن سفیان سمعت سالم بن ابی حفصه قال قال الحسن الخ۔

(البدایہ والنہایہ جلد ہشتم ص ۱۹۲ مطبوعہ بیروت وریاض)

سالم بن ابی حفصہ:

مذکورہ روایت میں ایک راوی "سالم بن ابی حفصہ" بھی ہیں۔ اس راوی کے متعلق "اسماء الرجال" کی سب سے بڑی کتاب "تہذیب التہذیب" سے اس کی حالت بیان کی جاتی ہے۔

تہذیب التہذیب:

قَالَ عَمْرُو بْنُ عَلِيّ ضَعِيْفُ الْحَدِيْثِ يَفْرُطُ فِي التَّشَيُّعِ ...... وَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَحْمَدَ عَنْ اَبِيْهِ كَانَ شِيْعِيًّا ...... وَ قَالَ حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَلْحَةَ بْنِ مُصَرِّفٍ عَنْ خَلَفِ ابْنِ حَوْشَبٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِي حَفْصَةَ وَ كَانَ مِنْ رُؤُسِ مَنْ يَنْتَقِصُ اَبَا بَكْرٍ وَّ عُمَرَ۔ وَقَالَ ابْنُ عَدِيٍّ لَهٗ اَحَادِيْثُ وَعَامَّةُ مَا يَرْوِيْهِ فِيْ فَضَائِلِ اَهْلِ الْبَيْتِ وَ هُوَ مِنَ الْغَالِيْنَ

فِیْ مُتَشَیِّعِیْ اَھْلِ الْکُوْفَۃِ۔

(تہذیب التہذیب جلد سوم ص ۴۳۳-۴۳۴
مطبوعہ بیروت)

ترجمہ:

عمرو بن علی نے کہا۔ کہ (سالم بن ابی حفصہ) ضعیف الحدیث ہے۔ اور مذہب شیعہ میں کٹر تھا۔ اور عبداللہ بن احمد نے اپنے باپ سے اس کے بارے میں روایت کی۔ کہ شیعہ تھا۔ حجاج بن منہال کہتے ہیں۔ کہ سالم بن ابی حفصہ ان لوگوں کا سردار تھا۔ جو سیدنا صدیق اکبر اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی تنقیص شان کرتے ہیں۔ (یعنی ان دونوں کی شان میں کمی کرنے والوں کا سرغنہ تھا) اور ابن عدی کہتے ہیں۔ اس راوی کی عام روایات وہ ہیں۔ جو فضائل اہل بیت سے متعلق ہیں۔ اور خود یہ کوفی شیعوں میں سے کٹر شیعہ تھا۔

"اسماء الرجال" کی اس تحقیق سے آپ نے جان لیا ہے۔ کہ "سالم بن ابی حفصہ" کٹر شیعہ، ضعیف الحدیث اور شیخین کا بدخواہ تھا۔ تو اب دیکھئے۔ اس راوی کی روایت اہل سنت پر کیسے حجت ہو سکتی ہے۔ نہ ہی سنی صحیح العقیدہ اور نہ ہی ثقہ د عادل یہ تو اس راوی کے حالات تھے۔ لیکن مولوی گوجروی نے جس باب سے یہ روایت ذکر کی۔ اس کے آخر میں اس باب کی روایات کے متعلق جو "البدایہ والنہایہ" کے مصنف نے خود لکھا۔ اس کو نہ پڑھا۔ اس باب کی روایات کا اصل یوں بیان کیا۔

البدایہ والنہایہ:

وَ لِلشِّیْعَۃِ وَالرَّافِضَۃِ فِیْ صِفَۃِ مَصْرَعِ الْحُسَیْنِ
کَذِبٌ کَثِیْرٌ وَاَخْبَارٌ بَاطِلَۃٌ وَ فِیْمَا ذَکَرْنَا

كِفَايَةٌ وَ فِيْ بَعْضِ مَا اَوْرَدْنَاهُ نَظْرٌ، وَلَوْلَا اَنَّ ابْنَ جَرِيْرٍ وَ غَيْرَهُ مِنَ الْحُفَّاظِ وَالْاَئِمَّةِ ذَكَرُوْهُ مَا سُقْتُهُ وَاَكْثَرُهُ مِنْ رِوَايَةِ اَبِيْ مَخْنَفٍ لُوْطِ بْنِ يَحْيٰى وَ قَدْ كَانَ شِيْعِيًّا وَ هُوَ ضَعِيْفُ الْحَدِيْثِ عِنْدَ الْاَئِمَّةِ وَلٰكِنَّهُ اَخْبَارِيٌّ حَافِظٌ عِنْدَهُ مِنْ هٰذِهِ الْاَشْيَاءِ مَا لَيْسَ عِنْدَ غَيْرِهٖ -

(البدایہ والنہایہ جلد ہشتم ص ۲۰۲ مطبوعہ ریاض و بیروت)

ترجمہ:

امام حسین رضی اللہ عنہ کے واقعہ شہادت کے بارے میں رافضیوں اور شیعوں کے پاس بکثرت جھوٹی اور باطل روایات ہیں۔ اور جو ہم نے ان کی روایات ذکر کیں۔ یہ بطور نمونہ کافی ہیں۔ اور بعض میں نظر بھی ہے اگر ابن جریر وغیرہ حفاظ و ائمہ اہل حدیث ان کی ایسی خبروں کو ذکر نہ کرتے تو میں کبھی ان کے پیچھے نہ پڑتا۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بارے میں اکثر روایات "ابومخنف لوط بن یحیٰی" سے مروی ہیں۔ جو پکا شیعہ تھا۔ لیکن الحدیث میں ضعیف تھا۔ لیکن واقعات اور شہادت حسین رضی اللہ عنہ کی خبریں اس کے پاس ایسی تھیں۔ جو دوسروں کے پاس بمشکل ملتی تھیں۔

ایک وہم اور اس کا ازالہ:

"البدایہ والنہایہ" کے مصنف نے جو یہ لکھا ہے۔ کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ

کی شہادت کے متعلق اکثر روایات "ابو مخنف لوط بن یحییٰ" سے کی گئی ہیں۔ اس سے یہ بھی وہم ہو سکتا ہے۔ کہ اہل بیت کے ماتم کرنے کی مذکورہ روایت شاید ان قلیل روایات میں سے ہے۔ جو ابو مخنف سے مروی نہ ہو۔ تو اس وہم کو دور کرنے کے لیے ہم "تاریخ طبری" کی اصل روایت پیش کرتے ہیں۔ جس سے "البدایہ والنہایہ" کے مصنف نے اسے روایت کیا ہے۔

تاریخ طبری :

قَالَ اَبُوْ مُخْنَفَ فَحَدَّثَنِیْ اَبُوْ زُهَیْرِ الْعَبَسِیُّ عَنْ قُرَّۃَ بْنِ قَیْسِ التَّمِیْمِیُّ قَالَ نَظَرْتُ اِلٰی تِلْكَ النِّسْوَۃِ لَمَّا مَرَرْنَ بِحُسَیْنٍ وَاَهْلِهٖ وَوَلَدِهٖ صَحِنَّ وَلَطَمْنَ وُجُوْهَهُنَّ قَالَ فَاعْتَرَضْتُهُنَّ عَلٰی فَرَسٍ فَمَا رَأَیْتُ مَنْظَرًا مِنْ نِسْوَۃٍ قَطُّ كَانَ اَحْسَنَ مَنْظَرٍ رَأَیْتُهٗ مِنْهُنَّ۔

(تاریخ الطبری لابی جعفر محمد بن جریر الطبری جلد سوم جزء ششم ص ۲۶۲ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ :

ابو مخنف نے کہا۔ مجھ سے ابو زہیر العبسی نے قرہ بن قیس التمیمی سے روایت کی۔ کہ میں نے ان عورتوں کو دیکھا۔ جب وہ امام حسین، ان کے اہل اور ان کی اولاد کے پاس سے گزریں۔ تو وہ چلائیں۔ اور اپنے چہروں کو پیٹا۔ راوی کہتا ہے۔ کہ میں گھوڑے پر سوار ہو کر ان کے پاس سے گزر گیا۔ اور میں نے اس سے قبل عورتوں کی بے لبسی کا ایسا منظر کبھی

نہ دیکھا۔ جو ان سے مجھے دیکھنے میں آیا۔

ابو مخنف لوط بن یحییٰ کیسا راوی ہے؟

لسان المیزان:

لُوْطُ بْنُ یَحْیٰی اَبُوْ مِخْنَفٍ اِخْبَارِیٌّ تَالِفٌ لَا یُوْثَقُ بِهٖ تَرَکَهٗ اَبُوْ حَاتِمٍ وَغَیْرُهٗ وَقَالَ الدَّارَقُطْنِیُّ ضَعِیْفٌ وَقَالَ یَحْیٰی بْنُ مُعِیْنٍ لَیْسَ بِثِقَةٍ وَقَالَ مَرَّةً لَیْسَ بِشَیْءٍ وَقَالَ ابْنُ عَدِیٍّ شِیْعِیٌّ مُحْتَرَقٌ صَاحِبُ اَخْبَارِهِمْ۔

(لسان المیزان جلد چہارم ص ۴۹۲ مطبوعہ بیروت لبنان)

ترجمہ:

ابو مخنف لوط بن یحییٰ اِدھر اُدھر کی خبریں پہنچانے والا اور قصہ کہانیاں جمع کرنے والا ہے۔ اس پر وثوق نہیں کیا جا سکتا۔ ابو حاتم وغیرہ نے اسے متروک سمجھا۔ دارقطنی نے اسے ضعیف کہا یحییٰ بن معین اسے غیر ثقہ اور کبھی "لیس بشیٔ" کہتے ہیں۔ ابن عدی نے اسے جلا بھنا شیعی کہا۔ شیعوں کی خبریں اسی سے ملتی ہیں۔

مقام غور:

یہ تھا حال اس روایت کا کہ جسے مولوی اسماعیل گوجروی نے ماتم کے

موضوع پر اصل الاصول کہا۔ اور تمام بقیہ روایات کے مقابلہ میں اتنی وزنی کہا۔ کہ اس کی ہم پلہ کوئی بھی روایت نہیں ہو سکتی۔

اس اصل الاصول روایت کے راوی "ابو مخنف لوط بن یحییٰ" کے بارے میں آپ نے پڑھا۔ کہ یہ شخص غالی شیعہ تھا۔ اور اپنے غلو کی وجہ سے حضرت ابوبکر صدیق و فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی تنقیص شان بھی کرتا تھا۔ تو ایسا شخص جو پہلے درجے کا حاسد اور شیعوں کا صرف اخباری نمائندہ ہو۔ تو ایسے راوی کی حدیث اہل سنت کے لیے کس طرح حجت بن سکتی ہے۔ اس پر طرفہ تماشا یہ کہ جس روایت کو شیعہ اصل الاصول قرار دے رہے ہیں۔ اس کا راوی ایک اخباری شیعہ اور قصہ کہانیاں کہنے والا ہے۔ جس کی باتوں کو کوئی بھی ذی عقل تسلیم کرنے کو تیار نہیں۔ لیکن مروجہ ماتم پر جب شیعوں کے پاس قرآن پاک یا کسی حدیث صحیح یا کسی امام کا معتبر اور مستند قول نہ تھا۔ اور نہ مل سکتا ہے۔ تو ایسے میں انہوں نے اس بات کو غنیمت سمجھا۔ کہ کسی قصہ کو اور ادھر ادھر کی خبریں اڑانے والے کی کسی بات کو مروجہ ماتم کا اصل الاصول قرار دیں۔ لہٰذا آپ نے یہ نتیجہ ضرور نکال لیا ہو گا۔ کہ مروجہ ماتم کے جواز پر اس روایت کو پیش کرنا یا تو انتہائی جہالت و حماقت ہے۔ یا پھر بھولے بھالے مسلمانوں کو دھوکہ دینا مقصود ہے۔

دلیل ہفتم

براہین ماتم:

ماتم فاطمۃ الزہرا از خبر مرگ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم مدارج النبوۃ ص ۶۴۳ جلد دوم میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رقم طراز ہیں۔ کہ فاطمۃ الزہرا چوں ایں آواز شنید دست بر سر زنان از خانہ بیروں

دویدو می گریست و ہم زنان ہاشمیہ مے نالیدند۔

ترجمہ:

کہ جب رسالت مآب کی خبر مرگ میدان احد سے مدینہ پہنچی اور جناب سیدہ نے سنی۔ سر پیٹتی ہوئی باہر آئی۔ اور زار و زار رو رہی تھی۔ اور دیگر ہاشمی عورتیں بھی روتی تھیں۔

سبحان اللہ! جناب سیدہ کا غم رسالت مآب میں پیٹنا بھی کتب اہل سنت سے ثابت ہو گیا۔ (براہین ماتم ص ۶۳ تا ۶۴)

جواب:

اس سے پہلے روایات کے سلسلہ میں ہم نے عرض کیا تھا۔ کہ کسی روایت یا حدیث کا نقل کر دینا کسی حکم کے ثابت کرنے کے لیے کافی نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کی سند اور راویان کی جانچ پڑتال کے بعد یہ فیصلہ ہو سکتا ہے۔ کہ مذکورہ حدیث مقبول ہے۔ یا مردود۔ اس لیے پہلی بات اس روایت کے معاملہ میں یہ ہے۔ کہ مولوی اسماعیل گوجروی کی روایت کردہ یہ حدیث (جو "مدارج النبوۃ" سے منقول ہوئی) ہم پر حجت نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اس کا سر اور پاؤں نہیں۔ دوسری بات یہ کہ مولوی گوجروی نے شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب سے اپنے مطلب کی عبارت لے لی۔ اور پوری عبارت کو ذکر نہ کیا۔ اس طرح اس ناقل نے دھوکہ اور فریب دے کر اپنا مطلب ثابت کرنے کی کوشش کی۔ "مدارج النبوۃ" کی پوری عبارت درج ذیل ہے۔

مدارج النبوۃ:

از غرائب روایات است۔ کہ در معارج النبوۃ آوردہ کہ آواز شیطان

کہ بقتل محمد صلی اللہ علیہ وسلم ندا میکرد در مدینہ رسید تا در خانہ ئے مدینہ نیز شنیدند۔ و فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا چوں ایں آواز شنید دست بر سر زنان از خانہ بیروں دوید۔ و میگریست و ہم زنان ہاشمیہ می نالیدند۔

(مدارج النبوۃ جلد دوم ص ۸۸ فصل قتل حمزہ سے ایک صفحہ پہلے۔ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔)

ترجمہ:

معارج النبوۃ کی غریب روایات میں سے ایک یہ بھی ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی میدانِ اُحد میں وفات پا جانے کی شیطانی خبر جب مدینہ پہنچی۔ جس کو مدینہ کے رہنے والوں نے سُنا۔ جب یہ آواز سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے سُنی۔ تو سر پر ہاتھ مارتے ہوئے آپ گھر سے باہر نکلیں۔ اور رو رہی تھیں۔ اور خاندان ہاشم کی عورتیں بھی گریہ وزاری کر رہی تھیں۔

معارج النبوۃ کیسی کتاب ہے

شیخ محقق مولانا عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے "مدارج النبوۃ" میں اس روایت کو درج فرمانے سے قبل یہ صاف صاف کہہ دیا۔ کہ یہ روایت "معارج النبوۃ" کی غریب روایات میں سے ایک غریب روایت ہے۔ حضرت شیخ محقق کی اس طرح نشاندہی کرنے کے بعد اِسے تحریر کرنا اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ شیخ موصوف کے نزدیک یہ روایت معتبر اور مقبول نہیں۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں۔ کہ "معارج النبوۃ"

کے مصنف "ملامعین کاشفی" ایک واعظ تھے۔ ان کا شمار مستند علماء میں نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ جب اہل سنت مجدد مائۃ مولانا الشاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی علیہ الرحمۃ سے اس کتاب اور اس کے مصنف کے بارے میں پوچھا گیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ وہ ایک سنی واعظ تھے۔ ان کی کتاب میں رطب و یابس سب کچھ ہے۔

(احکام شریعت حصہ دوم ص ۴۴ مطبوعہ کراچی)

یہ تھی اس کتاب کی حقیقت اور اس روایت کی تحقیق جسے مولوی اسماعیل گوجروی نے نقل کر کے بڑے بلند بانگ دعویٰ سے کہا "جناب سیدہ کا غم رسالت میں پیٹنا بھی کتب اہل سنت سے ثابت ہو گیا" جس مصنف کو صرف سنیوں کا واعظ کہا گیا ہو اور جس کی کتب میں رطب و یابس سب کچھ موجود ہو۔ تو پھر ایسے غیر ثقہ آدمی کی کتاب سے ایک غریب روایت کرنا اور پھر اس پر اتنا اترانا کس وجہ سے معقول ہے؟ لہٰذا اہل سنت پر ایسی روایت حجت نہیں بن سکتی۔ ہاں پچھلی روایات کی طرح اس روایت کی تحقیق سے بھی یہی معلوم ہوا۔ کہ شیعوں کے مروجہ ماتم پر نہ ان کے پاس اپنی کوئی روایت ہے۔ جو متصل الاسناد صحیح اور ثقہ عادل سے روایت ہو۔ نہ ہی انہیں کہیں اور جگہ سے کوئی قابلِ وثوق عبارت مل سکی۔ اس لیے مروجہ ماتم کی بنیاد ہی بے اصل اور بے سند ہے۔ اور ایک سراب ہے جس سے نہ کسی کی تشنگی بجھے۔ اور نہ کوئی یقینی بات سنے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

دلیل ہشتم

ہماری نظر سے شیعوں کی طرف سے شائع شدہ ایک اشتہار گزرا جس میں منجملہ دیگر اعتراضات کے ایک یہ اعتراض بھی تھا۔ جس کی عبارت ہم من و عن نقل کر رہے ہیں۔

آنحضرتؐ بعد شہادتِ حمزہ مدینہ تشریف لائے تو تمام مدینہ ماتم کدہ بنا ہوا تھا آپؐ جس طرف سے گزرتے تھے گھروں سے ماتم کی صدائیں بلند تھیں۔ آپ نے دیکھا سب اپنے عزیز و اقارب ماتم داری کا فرض ادا کر رہے ہیں لیکن حمزہ کا کوئی نوحہ خوان نہیں ہے۔ (سیرۃ النبی جلد ۱ ص ۲۵۵) رقت کے جوش میں آپ کی زبان سے نکلا کہ حمزہ کا کوئی رونے والا نہیں انصار نے یہ الفاظ سنے تو تڑپ اٹھے سب نے جا کر اپنی عورتوں کو حکم دیا کہ وہ حمزہ کے دولت کدہ پر جا کر ماتم کریں۔ جب آنحضرتؐ نے پردہ نشینانِ انصار عورتوں کو ماتم کرتے دیکھا، تو آپ نے ان کے حق میں دعائے خیر کی۔

(تاریخ کامل جلد دوم ص ۶۴)

جواب اوّل اور چیلنج

اگر کوئی شیعہ تاریخ کامل میں انہی الفاظ کے ساتھ یہ اعتراض دکھا دے تو ہم اسے بیس ہزار روپیہ انعام دیں گے۔ یہ شیعوں کا عظیم ڈھونگ ہے کہ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا ، کی مثل ایک جھوٹی روایت کو دلیل بناتے ہیں۔

جوابِ دوم:

حقیقت یہ ہے کہ تاریخ کامل میں ابن اثیر نے یہ عبارت یوں نقل کی ہے

الکامل فی التاریخ:

وَمَرَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِدَارٍ مِنْ دُوْرِ الْاَنْصَارِ فَسَمِعَ الْبُکَاءَ وَالنَّوَائِحَ فَذَرَفَتْ عَیْنَاہُ فَبَکٰی وَقَالَ لٰکِنَّ حَمْزَۃَ لَا بَوَاکِیَ لَہٗ فَرَجَعَ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ اِلٰی دَارِ بَنِیْ عَبْدِ الْاَشْہَلَ فَاَمَرَ نِسَاءَ ھُمْ اَنْ یَذْھَبْنَ فَیَبْکِیْنَ عَلٰی حَمْزَۃَ

ترجمہ:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم انصار کے گھروں میں سے ایک گھر کے قریب سے گزرے تو وہاں سے رونے اور نوحہ کرنے کی آواز سنی، جس پر آپ کی آنکھیں بھر آئیں اور فرمایا حمزہ (میرے چچا) کو کوئی رونے والا نہیں ہے۔ چنانچہ سعد بن معاذ دار بنی عبد الاشہل کی طرف لوٹے اور ان کی عورتوں کو حکم دیا کہ وہ جا کر حمزہ پر روئیں۔

تبلاؤ! اس عبارت میں کہاں ہے کہ تمام مدینہ ماتم کدہ بنا ہوا تھا اور کہاں لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس طرف سے گزرتے تھے گھروں سے ماتم کی صدائیں بلند ہوتی تھیں۔ یہاں تو صرف اتنا ہے کہ آپ نے انصار کے ایک گھر سے رونے کی آواز سنی تو خیال آیا کہ چچا حمزہ اپنے پیچھے کوئی کنبہ نہیں چھوڑ گیا۔ جو اس پر روتا یعنی افسوس کہ اس کی نسل منقطع ہو گئی، تبلائیے یہاں سے ماتم کیسے ثابت ہوا نبی علیہ السلام کے قول میں تو صرف رونے کا ذکر ہے نوحہ یا ماتم کا نہیں ہے۔ باقی رہا

سعد بن معاذ رضی کا عورتوں کو کہنا کہ جا کر امیر حمزہ پر روئیں۔ تو ہم از لا یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے اپنے طور پر یہ کہا تھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایسے فرمایا نہیں تھا۔ ثانیاً یہ کہ جناب سعد نے عورتوں کو رونے کا حکم دیا تھا۔ لہٰذا زیادہ سے زیادہ اس سے میت پر رونا ثابت ہوا ماتم یا نوحہ کا جواز کہاں سے آگیا؟ مگر اعتراض کرنے والے کی حماقت یا بددیانتی دیکھو کہ اشتہار میں لکھ رہا ہے کہ سب انصار نے اپنی عورتوں کو کہا کہ حمزہ کے دولت کدہ پر جا کر ماتم کریں۔

تیسری بات یہ ہے کہ کامل کی مذکورہ عبارت میں یہ صراحت بھی نہیں ہے کہ آیا سعد بن معاذ کے کہنے کے مطابق واقعی عورتیں رونے کے لیے امیر حمزہ کے گھر گئی بھی تھیں یا نہیں، مگر اعتراض کرنے والا اتنا بے شرم واقع ہوا ہے کہ لکھ رہا ہے۔ "آنحضرت نے جب پردہ نشین انصار عورتوں کو ماتم کرتے دیکھا تو ان کے حق میں دعائے خیر فرمائی"۔ اس کے جواب میں اتنا ہی کہا جا سکتا ہے۔ کہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔

جوابِ سوم:

کامل نے مذکورہ عبارت بلا سند بیان کی ہے اور طبری نے اپنی تاریخ کبیر میں یہی عبارت سرمو فرق کے بغیر بلا کم و کاست پوری سند بیان کی ہے ساتھ لکھی ہے۔ اور چونکہ کامل نے اپنی تاریخ کے مقدمہ میں ص۳ پر واضح طور پر لکھا ہے۔ کہ میں نے تمام تواریخ میں سے طبری پر اعتماد کیا ہے لہٰذا اظہر من الشمس ہو گیا کہ یہ عبارت دراصل کامل کی نہیں طبری کی ہے۔ اب ہم طبری سے اس عبارت کی سند بیان کرتے ہیں تاکہ قارئین کو اس عبارت کا از روئے سند کے وزن معلوم ہو جائے۔ چنانچہ طبری میں ہے۔

طبری: حدثنا ابن حمید قال حدثنا سلمۃ عن محمد بن اسحاق قال حدثنی ابی اسحاق بن یسار عن

اشیاخ من بنی سلمۃ الخ ۔ (طبری جلد سوم ۲۶ تا ۲۷ ، السنۃ الثالثہ)

اس سند کا پہلا راوی جس سے طبری روایت کر رہا ہے۔ ابن حمید ہے۔ دوسرا سلمہ ہے تیسرا محمد بن اسحاق ہے اور ان تینوں کے متعلق ہم پچھلے صفحات میں پوری شرح و بسط کے ساتھ لکھ آئے ہیں کہ یہ کس درجہ کے ضعیف متروک اور کذاب راوی ہیں۔ ابن حمید کو تہذیب جلد ۹ ص ۱۲۹ میں وضاع اور کذاب لکھا گیا ہے سلمہ کو تہذیب ص ۱۵۳ جلد ۴ میں متروک ضعیف شیعہ کہا گیا ہے اور محمد بن اسحاق کو تہذیب ص ۴۱ تا ۴۴ میں بدعتی، ضعیف شیعہ کہا گیا ہے اور محمد بن اسحاق کو بدعتی، ضعیف متروک اور دجال قرار دیا گیا ہے۔

تبلایئے جس روایت کے تین راوی اس طرح کے متروک ہوں۔ اس کو ماتم کے ثبوت کے لیے بطور اعتراض پیش کرنا اعلیٰ درجہ کی حماقت ہے یا نہیں۔

دلیل نہم

براہین ماتم:

مدارج النبوۃ مصنفہ شیخ عبدالحق میں ہے) چوں ایں خبر بعمر رسید متألم شد ص ۶۰۵ جلد دوم کہ جب یہ خبر طلاق حضرت حفصہ حضرت عمر کو پہنچی تو بہت دردناک ہوئے اور بہت پیچ و تاب کھائے۔

اور معارج النبوۃ ص ۲۳ رکن چہارم مطبوعہ بمبئی) میں اس کی تفصیل یوں ہے

فلکہ چوں حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایں معنی معلوم کرد۔ خاک برسر ریخت و فغاں برآورد کہ جب طلاق حفصہ کی خبر حضرت عمر کو پہنچی تو اپنے سر پر خاک ڈال لی، واہ و فغاں کرنے لگے

جواب: سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے بارے میں "مدارج النبوۃ" سے مولوی اسماعیل شیعی نے جو عبارت پیش کی۔ اسے آپ ذرا پھر دیکھیں۔ اور یہ عبارت جس مقصد کو ثابت کرنے کے لیے پیش کی گئی۔ اس مقصد یا عنوان کو بھی پیش نظر

رکھئے۔ پھر دعویٰ اور دلیل کی مطابقت دیکھئے۔ تو مولوی گوجروی کی بے بسی اور جہالت پر ماتم کرنے کو جی چاہے گا۔ (اگرچہ ماتم ثابت نہیں) دعویٰ تھا "ماتم عمر" اور دلیل میں "مقالم عمر" ہے جس کے خود مولوی گوجروی نے یہ معنی کیئے ہیں۔ بہت دردناک ہوئے اور بہت پیچ و تاب کھائے۔ دردناک ہونے اور پیچ و تاب کھانے سے کیا مروجہ ماتم ثابت ہو گیا۔

حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کا غمناک ہونا اور اپنی بیٹی کی طلاق کا سن کر پریشان ہونا اتنی سی بات کو ناجائز کون کہتا ہے۔ لیکن یہ غمزدگی اور پریشانی ماتم کیونکر بن گئی؟

اس کے بعد مولوی اسماعیل شیعی نے "معارج النبوۃ" کی ایک عبارت پیش کر کے اس سے یہ ثابت کرنا چاہا۔ کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی کی طلاق کی خبر سن کر اپنے سر پر جو مٹی ڈال لی۔ اور آہ و فغان کرنے لگے۔ تو یہی ماتم کا طریقہ ہے۔ لہٰذا مروجہ ماتم (جس میں سر پر مٹی ڈالنا اور آہ و فغاں کرنا ہوتا ہے) حضرت فاروق اعظم کے عمل سے ثابت ہو گیا۔

اس سلسلہ میں ہم گزشتہ حدیث کے جواب میں وضاحت کر چکے ہیں۔ کہ معارج النبوۃ" کا مصنف صرف ایک واعظ ہے۔ کوئی محقق اور مستند نہیں۔ لہٰذا ان کی بات کوئی سند نہیں ہے۔ جس طرح شیعوں کے واعظ (ذاکر حضرات) اِدھر اُدھر کی ہانک کر داد و تحسین لیتے ہیں۔

جب اِن کے سرکردہ علماء سے کسی ذاکر کی گپ شپ کے بارے میں حقیقت معلوم کرنا چاہیں۔ تو وہ کہہ دیتے ہیں۔ کہ چھوڑو وہ کوئی عالم تھوڑا ہی ہے۔ ایک ذاکر ہی ہے۔ اس کا قول کوئی حجت نہیں ہے۔ تو اسی طرح ملا معین کاشفی بھی ایک واعظانہ انداز رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ علمائے اہل سنت کے بارے میں یہی

متفقہ فیصلہ ہے۔ کہ ان کی کتب میں رطب و یابس سب کچھ ہے۔ لہذا ان کی بات ہم پر حجت نہیں۔ اور پھر اس پر مزید یہ کہ صاحب معارج النبوۃ نے اس روایت کی سند کا سرے سے ذکر ہی نہیں کیا۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی پریشانی ایک طبعی اور فطری پریشانی تھی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت اور اس کے روح فرسا کوائف سن کر ایسا سخت دل کون ہوگا جس کے آنسو نہ بہہ نکلیں۔ اس لیے ہمارا تو عقیدہ ہے۔ کہ مصائب اہل بیت اور شہدائے کربلا پر ڈھائے گئے مظالم سن کر غم زدہ ہونا بلکہ آنسو تک بہہ نکلنا قابل ثواب ہے۔ اور سنت نبوی ہے۔

دلیل سیزدہم

براہین ماتم:

زنجیر زنی فرط محبت کی علامت ہے

فَلَمَّا رَاَيْنَهٗۤ اَكْبَرْنَهٗ وَ قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ وَ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًاؕ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ

(پ ۱۲ سورۃ یوسف)

(تفسیر کبیر ص ۲۲۴ جلد پنجم مطبوعہ مصر)

ترجمہ:

پس جب دیکھا انہوں نے اس کو بڑا جانا اور کاٹ ڈالے ہاتھ اپنے اور کہا پاکی ہے واسطے اللہ کے نہیں یہ آدمی مگر فرشتہ

بزرگ۔ (ترجمہ شاہ رفیع الدین)

تفسیر کبیر:

إِنَّمَا أَكْبَرْنَهُ لِأَنَّهُنَّ رَأَيْنَ عَلَيْهِ نُورَ النُّبُوَّةِ وَهَيْئَةَ الْمَلَائِكَةِ وَهِيَ عَدَمُ الْإِلْتِفَاتِ إِلَى الْمَطْعُومِ وَالْمَنْكُوحِ وَعَدَمُ الْإِعْتِدَادِ بِهِنَّ وَكَانَ الْجَمَالُ الْعَظِيمُ مَقْرُونًا بِتِلْكَ الْهَيْبَةِ وَالْهَيْئَةِ فَتَعَجَّبْنَ مِنْ تِلْكَ الْحَالَةِ فَلَاجَرَمَ أَكْبَرْنَهُ وَعَظَّمْنَهُ وَوَقَعَ الرُّعْبُ وَالْمَهَابَةُ مِنْهُ فِي قُلُوْبِهِنَّ۔

(تفسیر کبیر ص ۲۲۴ جلد پنجم مطبوعہ مصر)

ترجمہ:

"یعنی ان عورتوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو اس لیے بڑا سمجھا کہ آپ کے اوپر نور نبوت اور علامات رسالت اور انکساری اور حشمت دیکھی۔ اور ہیئت ملکیت بھی مشاہدہ کی۔ اور وہ کھانے پینے کی طرف عدم التفات تھی۔ اور اس ہیبت اور ہیئت کے ساتھ ساتھ جمال عظیم بھی مقرون تھا۔ لہٰذا وہ عورتیں حیران ہو گئیں۔ اس لیے آپ کو بڑا سمجھا۔ عظمت کی وجہ سے رعب اور ہیبت دلوں میں سما گئی اور اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے۔

یعنی ان عورتوں کو حضرت میں دو چیزیں نظر آئیں۔ جمال عظیم اور سیرت ملکیہ طاہرہ مطہرہ۔ پس حسن موجب حب شدید ہوا۔ اور سیرت ملکیہ موجب عدم وصال لہٰذا وہ عورتیں محبت اور حسرت میں سرشار ہو کر اپنے ہاتھ کاٹ

بیٹھیں۔

تفسیر عرائس البیان جلد اوّل ص ۲۱۴ مطبوعہ نولکشور میں اسی آیت "فلما رأینہ اکبرنہ" کے ماتحت لکھا ہے۔ کہ

تفسیر عرائس البیان:

عَظَّمْنَہٗ بِعَظْمَتِ اللّٰہِ وَ هَبْنَ مِنْہُ وَ اَحَارِیْنَ فِیْ وَجْهِہٖ نُوْرَ هَیْبَتِ اللّٰہِ۔

(تفسیر عرائس البیان جلد اول ص ۴۲۱ مطبوعہ نولکشور)

ترجمہ:

کہ انہوں نے اس کو بوجہ عظمتِ خداوندی بڑا سمجھا۔ اور آپ کے چہرے میں جب ہیبت اللہ کا نور دیکھا تو ہیبت میں آگئیں۔

وَ قَطَّعْنَ اَیْدِیَهُنَّ وَ ذَالِكَ مِنْ اِسْتِغْرَاقِهِنَّ فِیْ عَظْمَتِ اللّٰہِ وَ جَلَالِہٖ۔

ترجمہ:

کہ انہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے خدائی عظمت اور جلال میں مستغرق ہو کر۔

آیت ہذا سے معلوم ہوا۔ کہ فرطِ محبت میں اپنے ہاتھوں کو چھریوں سے زخمی کرنا دلیل محبت ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں یہ علامت لکھ کر اس کی کوئی رد موجود نہ ہونا اس کے دلیلِ محبت ہونے پر دال ہے۔ لہٰذا جو نوجوان محبت حسین علیہ السلام میں زنجیر کا ماتم کرتے ہیں۔ ان کی محبت میں کیوں شک کیا جاتا ہے۔ کیا کربلا کا واقعہ ائمہ فرزند رسول کا قتل بنی زادیوں کی اسیری محیر العقول نہیں۔ اس میں اگر

کوئی شخص حیران ہو کر زنجیر زنی کرے۔ تو تعجب کیا؟ اپنے محبوب کے مصائب سن کر خود کو مبتلائے مصائب کر لینا کمالِ محبت ہے۔ چنانچہ عاشقِ رسول حضرت اویس قرنی کا قصہ مشہور و معروف ہے۔

سیرت حلبیہ

وَقَالَ وَاللّٰهِ مَا كُسِرَتْ رُبَاعِيَتُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ حَتّٰى كُسِرَتْ رُبَاعِيَتِي الخ۔

(سیرت حلبیہ جلد دوم ص ۴۸)

ترجمہ:

کہ حضرت اویس قرنی نے فرمایا۔ کہ خدا کی قسم صرف حضور رسالت مآب کے دانت ہی نہیں توڑے گئے۔ حتیٰ کہ میرے بھی توڑے گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ ہی زخمی نہیں ہوا۔ بلکہ میرا بھی زخمی ہوا ہے۔

اب یہ ظاہر ہے۔ کہ اویس قرنی ظاہراً تو شاملِ جہاد ہوئے نہیں۔ یہ دانت کیسے زخمی ہوئے۔ چہرہ کیسے زخمی ہوا۔ اور کس نے کیا؟ اگر یہ سب کچھ اویس قرنی نے خود کیا ہے۔ تو غمِ محبوب میں کیا کیا جائز ہوگا؟ (براہین ماتم ص ۹۵)

جواب:

شیعہ لوگ جب اپنے مبلغ اعظم کی یہ دلیل پڑھتے ہوں گے۔ تو خوشی سے پھولے نہ سماتے ہوں گے۔ اور نعرہ زنی کے بغیر نہ رہ سکتے ہوں گے۔ لیکن درحقیقت اس میں کوئی ایسی دلیل نہیں۔ جو امام حسین رضی اللہ عنہ کے مروجہ ماتم سے تعلق رکھتی ہو۔ اس لمبی چوڑی دلیل کا خلاصہ مندرجہ ذیل تین امور ہیں۔

۱۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن و جمال کی ہیبت سے مصری عورتوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لیے۔

۲۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن و جمال اور سیرت ملکیہ کو دیکھ کر حب شدید کی وجہ سے آپ کا وصال حاصل نہ کر سکیں۔ تو حسرت سے انہوں نے ہاتھ کاٹ ڈالے۔

۳۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دندانِ مبارک شہید ہونے کی وجہ سے حضرت اویس قرنی نے فرطِ محبت میں اپنے تمام دانت شہید کر دیئے۔

لہٰذا ثابت ہوا۔ کہ اگر مصری عورتیں حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن و جمال و سیرت ملکیہ سے محبت کی وجہ سے ہاتھ کاٹ سکتی ہیں۔ اور حضرت اویس قرنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عشق میں اپنے سارے دانت شہید کر سکتے ہیں۔ تو ہم شیعہ امام حسین رضی اللہ عنہ سے محبت کی بنا پر زنجیر زنی کیوں نہیں کر سکتے۔

امرِ اول کی تردید

اگر مصری عورتوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کی عزت و ہیبت کی وجہ سے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے۔ تو ہاتھ کاٹنے کا سبب یا علت "ہیبت و عزت" ہوئی۔ تو ہم شیعہ لوگوں سے دریافت کرتے ہیں۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ہیبت پر انہیں یہ قانون یاد نہ آیا۔ نہ کسی شیعہ نے ان کی ہیبت کی وجہ سے کبھی زنجیر زنی کی۔ چلو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی ہیبت سے یہ قانون جاری ہوا۔ تو پھر قانون کی جامعیت یوں ہو گی۔ جب کسی کی عظمت و ہیبت دل میں آ جائے۔ تو اس وقت زنجیر زنی شروع کر دی جائے۔ چاہے وہ ہیبت

کسی ذاکر یا شیعی مجتہد ہی کی کیوں نہ ہو۔ اس قانون پر عمل پیرا ہونے سے وہ شیعی، ذاکر اور مجتہد بھی راضی ہو جائے گا۔ کہ میری محبت میں میرے چاہنے والے زنجیر زنی کر رہے ہیں۔ پھر لطف کی بات یہ ہے۔ کہ مصری عورتوں نے ہیبتِ یوسف کی وجہ سے کاٹ دیئے۔ اور شیعہ لوگ مظلومیت حسین پر زنجیر زنی کرتے ہیں۔ ان دونوں میں کیا مناسبت ہے۔ ہاں یہ ضرور مناسبت نظر آتی ہے۔ کہ ان عورتوں کو حسنِ یوسف پسند آیا۔ اور خوشی میں اس قدر بے شدھ ہو گئیں۔ کہ اپنے ہاتھ کاٹ بیٹھیں۔ اور پتہ نہ چلا۔ اِدھر امام حسین رضی اللہ عنہ کو یزیدیوں نے جب شہید کر دیا۔ تو اس سے انہیں اتنی خوشی ہوئی۔ کہ فرطِ محبتِ شہادتِ حسین میں جھوم گئے اور اپنی پشتوں پر زنجیریں مار کر لہو کی بوندیں نذرانہ کرنے لگے۔ اور اللہ کا شکریہ بجا لائے۔ کہ ہماری مراد پوری ہوئی۔ ہمارے خطوط نے رنگ دکھایا۔ ہم نے بہت اچھی مہمان نوازی کی۔ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

امر دوم کی تردید

حضرت یوسف علیہ السلام کا وصال حاصل نہ ہو سکا۔ تو مصر کی عورتوں نے اس حسرت پہ اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے۔

کیونکہ انہیں وصلِ یوسف کی شکل میں اپنی خواہشات کی تکمیل کرنا تھی۔ وہ نہ ہو سکی۔ تو بتایئے۔ کہ مروجہ ماتم کو اس حسرت سے کیا نسبت ہے؟ مجھے تو کوئی ایسی مناسبت نظر نہ آ سکی۔ جو ان دونوں میں مشترک ہو۔ ہاں اس مقام پر بھی ایک وجہ مشترک بن سکتی ہے۔ وہ یہ کہ ان عورتوں نے خواہشات نفسانیہ کی تکمیل نہ ہونے کی بنا پر ہاتھ کاٹ ڈالے۔ اور تم شیعہ لوگوں کو ہر زمانہ میں ایک حسرت باقی ہے۔

وہ یہ کہ کاش! امام حسین رضی اللہ عنہ ہمارے زمانہ میں ہوتے۔ اور ہم انہیں اپنے پاس بُلاتے۔ ہزاروں خطوط لکھ کر انہیں آنے پر مجبور کرتے۔ پھر جب آجاتے۔ تو ہم ان کا کھانا پینا بند کر دیتے۔ پھر ان کے ساتھیوں کو شہید کرتے۔ آخر میں امام کو بھی جامِ شہادت پینے پر مجبور کر دیتے۔ لیکن یہ سب کچھ تو ہمارے آباؤاجداد کر گئے۔ تو اب جزیل وہ کما گئے۔ دنیا میں نام وہ پیدا کر گئے۔ تاریخ میں اُن کی باتیں رقم ہو گئیں۔ ہائے افسوس! وائے حسرت! ہماری قسمت میں یہ محرومی کیوں تھی۔؟ یہی حسرت جب ذرا جوش مارتی ہے۔ تو زنجیریں اٹھتی ہیں۔ اپنی ہی پشتوں پر برستی ہیں۔ اور مُنہ سے حسرت کا اظہار ان الفاظ سے ہوتا ہے۔ ہائے حسین۔ ہائے حسین! تم ہمارے دور میں کیوں نہ ہوئے۔ یا ہم اس وقت کیوں نہ تھے؟ پھر جب حسرت کا جوش ٹھنڈا پڑ جاتا ہے۔ تو چار دن نکل جاتے ہیں۔ اسی طرح یہ حسرت واقعہ کربلا کے بعد منتقل ہوتی رہی۔ اور منتقل ہوتی رہے گی۔ خدا جانتا ہے۔ اس بے وقوف قوم کو کب سمجھ آئے گی۔؟

خواہشات نفسانیہ کی تکمیل نہ ہونے کی بنا پر مصر کی عورتوں نے ہاتھ کاٹے اس کا ثبوت ایک شیعی تفسیر سے ملاحظہ ہو۔

منہج الصادقین

(وَ قَطَّعْنَ اَیْدِیَهُنَّ) و بریدند دستہائے خود را یعنی درآں وقت کہ گوشت یا ترنج می بریدند۔ چوں چشم ایشاں بر جمال یوسف افتاد بے خود شدہ کارد بر دستہائے خود نہادہ می بریدند۔ وگمانِ ایشاں آں بود۔ کہ گوشت یا ترنج می بریدند۔ واصلاً الم آنرا احساس نکردند ومروی است۔ کہ زلیخا ہر یکے را ترنجے وکاردے بداده۔ وگفت چوں

برشما گزرکند۔ شما ہر یک پارۂ ایں ترنج ببرید وبری وہید۔ چوں یوسف بمجلس ایشاں محو جمال او شدہ و مدہوش شدند۔ ودستہائے خود را بجائے ترنج بریدند۔ واز غایت تحیر اصلاً اثرے درخود نیافتند وگفتند اند کہ "اکبرن"، بمعنی "حضن" است۔ ماخوذ از اکبرت المراۃ اذا حاضت لانہا تدخل الکبر بالحیض) یعنی از شدت شوق وفرط شہوت حائض گشتند۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد پنجم صفحہ نمبر ۳۷ زیر آیت و قطعن ایدیہن سورۃ یوسف)

ترجمہ:

زنانِ مصر نے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے یعنی اس وقت جبکہ وہ گوشت یا پھل کاٹ رہی تھیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام کا حسن و جمال دیکھا۔ تو بے خود ہو کر چھریاں اپنے ہاتھوں پر رکھ کر ہاتھوں کو کاٹنے لگیں۔ اور ان کا گمان یہ تھا کہ وہ گوشت یا پھل ہی کاٹ رہی ہیں ہاتھ کاٹنے کا درد بالکل انہیں محسوس نہ ہوا۔

مروی ہے۔ کہ زلیخا نے ان عورتوں میں سے ہر ایک کو پھل اور چھری پکڑائی اور کہا جب یوسف تمہارے پاس سے گزریں۔ تو تم میں سے ہر ایک پھل کا تھوڑا سا ٹکڑا کاٹ کر انہیں پیش کرے گی۔ لیکن ہوا کیا۔ کہ جب حضرت یوسف کا ان کے پاس سے گزر ہوا۔ تو وہ آپ کے حسن و جمال میں اتنی بے خود ہو گئیں۔ کہ پھل کی بجائے اپنے ہاتھ کاٹ دیئے۔ اور انتہائی حیرانی کی وجہ سے انہیں ہاتھ کاٹنے کا قطعاً درد محسوس نہ ہوا۔

اس مقام پر یہ بھی بیان کرتے ہیں۔ کہ "اکبرن" کا معنی "حضن" ہے۔ جو "اکبرت المراۃ اذا حاضت" سے ماخوذ ہے۔ اس طرح معنی یہ ہوگا۔ کہ وہ عورتیں انتہائی شوق اور فراوانئ شہوت سے حالت حیض میں ہوگئیں۔ یعنی انہیں حیض آگیا۔

ملا فتح اللہ کاشانی شیعی سے نقل شدہ تفسیر کے پیش نظر اس آیت کریمہ کا مطلب یہ ہوا۔ کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر زنانِ مصر کی نفسانی خواہشات۔ میں معتد بہ اضافہ ہوا۔ اور شہوت زوروں پہ آگئی۔ جس سے انہیں حیض آگیا۔ اور اس کیفیت میں انہوں نے اپنے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے۔ ویسے اس تفسیر کا کوئی تک نظر نہیں آتا۔ کہ حسن یوسف نے تو یہ کرشمہ دکھا دیا۔ کہ ان عورتوں کو حیض آگیا لیکن ہاتھ کس بنا پر کاٹے۔ اس کی وجہ نظر نہیں آتی۔ بہرحال چلو جیسا مفسر ویسی تفسیر ہم اس تفسیر کو مروجہ ماتم کرنے اور زنجیر زنی سے ملاتے ہیں۔ (کیونکہ مولوی اسماعیل گوجروی نے اسی آیت سے زنجیر زنی ثابت کی ہے)

مناسبت یہ ہوگی۔ یا ہونی چاہیئے۔ کہ جس طرح ان مصری عورتوں کو حسنِ یوسف کے نظارہ کی وجہ سے حیض آگیا۔ اور بے خود ہو کر ہاتھ کاٹ لیئے اسی طرح شیعہ لوگوں کو عموماً اور ان کی باکرہ عورتوں کو بالخصوص امام حسین کا حسن وجمال دیکھ کر غلبہ شہوت سے حیض آجانا چاہیئے۔ اور پھر پہلے سے ہاتھوں میں تھامی ہوئی چھریوں سے ماتم کرنا شروع کردیں۔

اس واقعہ کا ایک اور رُخ بھی ہے۔ جس کا شیعوں سے گہرا تعلق ہے۔ اور حقیقی مناسبت ہے۔ وہ یہ کہ زنانِ مصر فاحشہ عورتیں تھیں۔ انہوں نے حضرت یوسف کے حصول کے لیے ہر حربہ استعمال کیا۔ جس کی بنا پر حضرت یوسف علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگی۔

رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْ اِلَیْهِ۔

ترجمہ:

یعنی اے میرے پروردگار! مجھے قیدخانہ میں جانا اس سے کہیں بہتر ہے۔ جس کی طرف یہ عورتیں مجھے بلانا چاہتی ہیں۔

یعنی حضرت یوسف علیہ السلام نے ان عورتوں کے بُرے ارادے سے اللہ کی پناہ مانگی۔ اسی طرح امام حسین رضی اللہ عنہ بھی ماتم اور زنجیر زنی وغیرہ کو بُرا جانتے ہیں۔ اور ان کاموں سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ جس کی واضح دلیل یہ ہے۔ کہ جب امام حسین رضی اللہ عنہ نے حضرت زینب کو دیکھا۔ کہ وہ آپ کی جدائی میں ماتم کرنا چاہتی ہیں۔ تو آپ نے ان کو جو حکم دیا۔ اسے کو شیعہ مصنف شیخ مفید نے یوں نقل کیا۔

ارشاد شیخ مفید:

فَقَالَ لَهَا یَا اُخَیَّةُ لَایُذْهِبَنَّ حِلْمَكِ الشَّیْطٰنُ .... وَقَالَ لَهَا یَا اُخْتَاهُ اِتَّقِی اللّٰهَ وَتَعَزِّیْ بِعَزَآءِ اللّٰهِ۔

(ارشاد شیخ مفید ص ۲۳۲ فی مکالمۃ الحسین مع اخته زینب)

ترجمہ:

امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اے پیاری بہن! تیری بُردباری اور ہمت کو کہیں شیطان نہ لے جائے۔ اور کہا۔ اے بہن! خوفِ خدا کرو۔ اور ایسی تعزیت کرو۔ جس کی اللہ نے اجازت دی ہے۔

(یعنی منہ پر طمانچہ مارنا سینہ کوبی کرنا اور زنجیر زنی وغیرہ ایسے افعال ہیں۔

جو مصیبت کے وقت شیطانی داؤ ہوتا ہے۔ جن کے ذریعہ وہ صابر و شاکر آدمی کو اپنے دام میں لانا چاہتا ہے۔ اس کے برخلاف آنکھوں سے آنسو بہہ نکلنا اور صبر و شکر کرنا سنت نبوی ہے۔ اور اللہ کی طرف سے اس کی اجازت ہے۔ لہٰذا اس سے تجاوز نہ کرنا چاہیئے۔

اس سے معلوم ہوا۔ کہ سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ مروجہ ماتم سینہ کوبی اور زنجیر زنی وغیرہ کو شیطانی فعل سمجھتے تھے۔ اور اپنی ہمشیرہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو اس سے بچنے کی تعلیم ارشاد فرمائی۔ اسی طرح ان لوگوں سے جو اس قسم کی خرافات کو سینے سے لگائے ہوئے ہیں۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کو نہ ان لوگوں سے کوئی تعلق اور نہ ہی ان کے شیطانی افعال سے کوئی واسطہ ہے۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

تیسرے امر کی تردید

شیعہ مبلغ اعظم نے مروجہ ماتم کو ثابت کرنے کے لیے حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے دانت اکھاڑ پھینکنے کو بطور حجت پیش کیا۔ اور زنجیر زنی سے اس کا قلابہ ملایا۔ اس امر میں پہلی بات یہ ہے۔ کہ اہل سنت کا عقیدہ ہے۔ کہ ہر وہ فعل جو جسم انسانی کے لیے مضر اور اسے بدنما کر دینے والا ہو۔ وہ حرام ہے۔ مثلاً شراب، بھنگ اور کسی کے عضو بلاوجہ شرعی کاٹ دینا (جسے مثلہ کرنا کہتے ہیں) اس لیے اہل سنت وجماعت حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے دانت اکھاڑ پھینکنے والی روایت کو منکر اور غیر مقبول سمجھتے ہیں۔ ہمارا دعویٰ ہے۔ کہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے متعلق دانت

اکھاڑنے والی روایت کو اگر کوئی بڑے سے بڑا شیعہ سند صحیح غیر مجروح سے ثابت کر دے۔ تو بیس ہزار روپیہ نقد انعام پائے۔ لیکن شیعہ ذاکرین ومجتہدین بمع مبلغ اعظم کوئی بھی ایسی روایت پیش نہ کر سکے گا۔ جس کی سند صحیح اور غیر مجروح ہو۔

نقل کرو تو پوری نقل کرو

چلو ہم بالفرض اسے تسلیم کر لیتے ہیں۔ کہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے ایسا کیا۔ اور تم بھی "اویسی"، بننا چاہتے ہو۔ تو اس کی صورت یہ ہونی چاہیئے۔ کہ حضرت اویس قرنی نے جب سُنا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دانت مبارک شہید کر دیئے گئے۔ تو انہوں نے اپنے سارے دانت اکھاڑ باہر پھینکے۔ تو جب اے اہل تشیع! تمہیں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں علم ہوا۔ کہ یزیدیوں نے آپ کا سر قلم کیا۔ پھر اُسے نیزے کی نوک پر چڑھایا۔ تو تم بھی از روئے عقیدت ومحبت اپنے میں ایک دوسرے کے سر کاٹتے اور نیزوں کی نوک پر چڑھاتے۔ اگر تمام شیعہ ایسے نہیں کر سکتے۔ تو تقریبِ ماتم اور زنجیر زنی کو کامیاب بنانے کے لیے کم از کم ایک شیعہ ہی اپنے سر کا نذرانۂ عقیدت بارگاہِ حسینی میں پیش کر دیا کرتا۔ اور اُسے کربلا گامے شاہ تک جلوس تعزیت کی شکل میں لے جایا جاتا۔ تو ہم بھی مان لیتے۔ کہ واقعی "اویسی" سنت ادا ہو رہی ہے۔ اور محبت کا عظیم اظہار کیا جا رہا ہے۔ بصورت دیگر، ہم یہ کہیں گے کھیر کھانے والے مجنوں تو بہت مل جاتے ہیں۔ اور وہ تم ہو۔ خون دینے والے کوئی اور ہی ہوں گے۔

بعض بھولے بھالے سنیوں کو یہ دھوکہ دیا جاتا ہے۔ کہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو ان مخصوص دانتوں کا علم نہ تھا۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شہید کر دیئے

گئے۔ توانہوں نے شک کی بنا پر سارے ہی دانت اکھاڑ باہر پھینک دیئے۔ اس لیے ہمیں بھی (شیعوں کو) یقین سے معلوم نہیں۔ کہ امام مظلوم کو تلواروں کے زخم کہاں کہاں آئے۔ لہٰذا ہم اپنے پورے جسم پر چھریاں مارتے ہیں۔ ان شیعوں سے آپ گزارش کریں۔ کہ چلو تمہاری بات مان لیتے۔ کہ امام مظلوم پر برسنے والی تلواروں کے زخم معین طور پر تمہیں معلوم نہ تھے۔ لیکن اس بات کا تو تمہیں یقینی علم ہے۔ کہ آپ کا سر انور جسم اطہر سے جدا کیا گیا۔ اور اُسے ظالموں نے نیزے کی نوک پہ بلند کیا۔ تو پھر تم شک پر کیوں مرتے مارتے ہو۔ یک پر مرو مارو۔ گردین کاٹو۔ انہیں سر بازار بانس پہ چڑھاؤ۔ اور پھر "عشق اویس قرنی" کا الاپ الاؤ۔ لیکن بات بنانی اور ہے۔ اور کر کے دکھانی چیزے دیگر است۔

فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار الخ

دلیل یازدہم

گریۂ فاطمۃ الزہرا بر شہدائے احد

براہین ماتم:

فَكَانَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ تَاْتِيْهِمْ فَتَبْكِيْ عِنْدَ هُمْ وَتَدْعُوْا لَهُمْ۔

(البدایہ والنہایہ جلد پنجم ص ۴۵)

ترجمہ:

یعنی حضرت فاطمہ بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم شہدائے احد کی

قبور پر آیا کرتی تھیں۔ اور وہاں بیٹھ کر رویا کرتی تھیں۔ اور ان کے لیے دعائیں کرتی تھیں۔

(دراہین ماتم ص۔۵)

گریہ یعقوب بر یوسف:

وَ تَوَلّٰى عَنْهُمْ وَ قَالَ يٰاَسَفٰى عَلٰى يُوْسُفَ وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيْمٌ۔ قَالُوْا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِيْنَ۔ قَالَ اِنَّمَاۤ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَ حُزْنِيْۤ اِلَى اللّٰهِ وَ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۔

(پ۱۳ سورۃ یوسف)

ترجمہ:

اور منہ پھیر لیا ان سے اور کہا ہائے افسوس اوپر یوسف کے اور سفید ہو گئی آنکھیں یعقوب کی غم سے۔ پس وہ غم سے بھرا ہوا تھا۔ کہا انہوں نے کہا۔ قسم ہے خدا کی آپ ہمیشہ ذکر یوسف کرتے کرتے بیمار ہو جائیں گے بلکہ ہلاک کیا سوائے اس کے نہیں کریں اپنے غم اور حزن کی شکایت اپنے اللہ سے کرتا رہتا ہوں۔ اور خدا کی طرف سے جو میں جانتا ہوں۔ تم نہیں جانتے۔

(دراہین ماتم ص۵۵)

گریۂ رسول خدا بر امام مظلوم:

عَنْ اُمِّ الْفَضْلِ فِيْ رِوَايَةٍ قَدْ خَلَتْ يَوْمًا عَلٰى

رَسُوْلِ اللّٰہِ فَوَضَعْتُ فِیْ حُجْرِہٖ ثُمَّ کَانَتْ مِنِّی الْتِفَاتَۃٌ فَاِذَا عَیْنَا رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تُہْرِیْقَانِ الدُّمُوْعَ قَالَتْ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ مَالَکَ قَالَ اَتَانِیْ جِبْرَئِیْلُ فَاَخْبَرَنِیْ اَنَّ اُمَّتِیْ سَتَقْتُلُ اِبْنِیْ ھٰذَا۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۵۷۲)

ترجمہ:

ام الفضل زوجہ حضرت عباس عم رسول سے روایت ہے۔ کہ میں ایک روز رسولِ خدا کی خدمت اقدس میں حضرت امام حسین علیہ السلام کو جبکہ وہ ایک روز کے تھے لے کر حاضر ہوئی۔ حضور کی گود میں رکھ دیئے۔ میں نے جو غور سے دیکھا۔ تو حضور کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں۔ میں نے عرض کی۔ حضور یہ کیا۔ یہ رونا کیسا۔ فرمایا۔ اے بی بی میرے پاس جبرئیل امین آئے۔ انہوں نے خبر دی ہے۔ کہ میری امت میرے اس بیٹے کو ناحق قتل کرے گی۔

(ابن ابی حاتم ص ۵۷)

گریۂ جناب امیر علیہ السلام بر حسین علیہ السلام

مقام کربلا

عَنْ اَصْبَغِ بْنِ نُبَاتَۃَ عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ اَتَیْنَا مَعَہٗ مَوْضِعَ قَبْرِ الْحُسَیْنِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ

فَقَالَ هٰهُنَا مَنَاخُ رِكَابِهِمْ وَمَوْضِعُ رِحَالِهِمْ وَهٰهُنَا مُهْرَاقُ دِمَائِهِمْ فَتْيَةٌ مِنْ اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ يُقْتَلُوْنَ بِهٰذَا الْعَرْصَةِ يَبْكِيْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ۔

(رواہ ابونعیم فی دلائل النبوۃ ص ۱۱ مطبوعہ حیدرآباد دکن)

(صواعق محرقہ لابن حجر مکی ص ۱۱۵ مطبوعہ مصر)

ترجمہ:

اصبغ بن بنانہ نے روایت کی ہے۔ کہ ہم حضرت علی علیہ السلام کے ہمراہ صفین کی واپسی پر اس جگہ آئے۔ جہاں اب قبر حسین ہے۔ حضرت وہاں بہت روئے در یافت پر فرمایا۔ کہ یہ حسین غریب کی قتل گاہ ہے یہاں ان کی سواریاں بیٹھیں گی۔ یہاں ان کے خیمے ہوں گے۔ یہاں ان کی قتل گاہ ہوگی۔ آل محمد کے چند جوان اس میدان میں مارے جائیں گے ان پر زمین روئے گی۔ آسمان روئے گا۔

(براہین ماتم ص ۵۷)

جواب:

مولوی اسماعیل شیعی گوجروی نے اس دلیل میں چند "گریہ" نقل کیے۔ دریافت طلب امر یہ ہے۔ کہ گریہ اور مروجہ ماتم میں کون سی قدر "مشترک ہے۔ "گریہ" کسی کی جدائی میں آنکھوں سے آنسو بہانا ہے۔ اور مروجہ ماتم چھاتی پیٹنا، زنجیر زنی بال نوچنا وغیرہ افعال کا معجون مرکب ہے۔ ہمارا دعویٰ یہ تھا۔ کہ محض رونا تو سنت نبوی ہے۔ وہ ناجائز نہیں۔ لیکن زنجیر زنی سینہ کوبی کرنا اور بال نوچنا یہ افعال حرام ہیں۔ رونے کے جواز سے مروجہ ماتم کیسے ثابت ہو گیا۔

لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ شیعوں کے پاس مروجہ ماتم کو ثابت کرنے کے لیے کوئی دلیل ایسی نہیں۔ جو دلیل کہلانے کی مستحق ہو۔ بس اِدھر اُدھر کی کہانیاں اور قصے ہیں۔ جو ان کے سہارہ کے لیے کافی ہیں۔ بیچارے اتنے بے بس ہو گئے۔ کہ گریہ سے مروجہ ماتم ثابت کرنا شروع کر دیا ہے۔

اختتامی نوٹ:

شیعہ حضرات کے پاس مروّجہ ماتم پر معرکۃ الآراد لائل اور مضبوط ترین استدلالات یہی تھے۔ جو ان کے مناظر اعظم مولوی اسماعیل گوجروی نے "براہین ماتم" نامی کتاب میں درج کیے۔ اور اس پر دنیائے شیعیت کو ناز تھا۔ کہ قیامت تک کوئی سنی ان دلائل کا جواب نہ دے سکے گا۔ مولوی گوجروی نے ان دلائل میں اندازِ پُر فریب اپنایا تھا۔ اور عوام کو دھوکہ دینے کی انتہائی کوشش کی۔ لیکن آپ نے میرے جوابات سے دیکھ لیا۔ کہ ان دلائل کا مروّجہ ماتم کو ثابت کرنے میں کوئی وزن نہیں۔ یہی وہ دلائل تھے۔ جب مولوی اسماعیل گوجروی نے "براہین ماتم" کے نام سے چھپوا کر عوام کو روشناس کرایا۔ تو تمام شیعہ جھوم اٹھے تھے۔ اور اپنے مناظر اعظم کی علمی قوت اور مناظرانہ صلاحیتوں پر نازاں ہو کر یہاں تک کہہ اُٹھے۔ کہ کسی سنی کو ان دلائل کے جواب کی کب ہمت ہوگی۔ بہرحال آپ نے بنظر انصاف دلائل بھی دیکھے۔ جوابات بھی پڑھے سُنّی تو بہرحال پہلے سے ہی مروجہ ماتم کے خلاف تھے۔ لیکن اب اس کتاب کے چھپنے کے بعد میں شیعوں کے موجود تمام کہہ دمہ کو دعوت غور و فکر دینا ہوں۔ کہ خدارا جس راستے پر چل رہے ہو۔ وہ نجات کا ضامن نہیں۔ ذلت ہے۔ ان غلط سلط روایات کا سہارا چھوڑ کر صحیح معنوں میں محبانِ اہل بیت ہو جاؤ۔

فصل سوم

مروجہ شیعی ماتم کے متعلق قرآن مجید، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور ائمہ اہل بیت کے فرمان

فرمان باری تعالیٰ:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ عَلَىٰ أَنْ لَا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ الخ۔ (پ ۲۸ ع ۶)

ترجمہ:

اے نبی مکرم! جب آپ کے حضور عورتیں حاضر ہو کر اس بات پر بیعت کریں۔ کہ وہ اللہ کے ساتھ شرک نہیں کریں گے۔ الخ

اصول کافی و تفسیر قمی:

فَقَامَتْ اُمُّ حَكِيْمٍ بِنْتُ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا هٰذَا الْمَعْرُوْفُ الَّذِيْ اَمَرَنَا اللّٰهُ اَنْ لَا نَعْصِيَنَّكَ فِيْهِ فَقَالَ اَنْ لَا تَخْمُشْنَ وَجْهًا وَلَا تَلْطِمْنَ خَدًّا وَلَا تَنْتِفْنَ شَعْرًا وَلَا تُمَزِّقْنَ جَيْبًا وَلَا تُسَوِّدْنَ ثَوْبًا

وَلَا تَدْعُوْنَ بِالْوَيْلِ وَلَا يُقِيْمَنَّ عِنْدَ قَبْرٍ فَبَايَعَهُنَّ عَلٰى هٰذِهِ الشُّرُوْطِ۔

(۱۔ تفسیر قمی سورۃ ممتحنہ رکوع ۲ ص ۶۷، طبع قدیم)

(۲۔ اصول کافی جلد پنجم ص ۵۲۷ باب صفۃ مبایعۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم النساء)

ترجمہ

ام حکیم بنت حارث (جو اس وقت عکرمہ بن ابی جہل کے نکاح میں تھیں) کھڑی ہوئیں۔ اور پوچھنے لگیں۔ یا رسول اللہ! وہ "معروف" کیا ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے۔ کہ ہم آپ کی اس میں نافرمانی نہ کریں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ معروف یہ ہے۔ کہ تم چہروں پر خراشیں مت ڈالو۔ گالوں پر طمانچہ مت مارو۔ بالوں کو ہرگز نہ نوچو۔ گریبان نہ پھاڑو کپڑوں کو سیاہ مت کرو۔ ہائے ہائے نہ پکارو اور قبر کے نزدیک کھڑی نہ ہو دو۔ تو عورتوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان شرائط (کو قبول کرتے ہوئے) بیعت کر لی۔

مذکورہ آیت اور اس کی تفسیر سے درج ذیل امور ثابت ہوئے

۱۔ فتح مکہ کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت میں مذکورہ شرائط پر عورتوں سے بیعت لی۔

۲ - عورتوں سے مزید یہ بھی شرائط قبول کرنے پر بیعت لی گئی۔(۱) کالے کپڑے نہ پہننا۔(۲) گالوں پر طمانچے نہ مارنا (۳) بال نہ نوچنا۔(۴) گریبان نہ پھاڑنا۔(۵) ہائے ہائے نہ پکارنا (۶) منہ پر خراشیں نہ ڈالنا۔

۳ - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "معروف" کے بارے میں فرمایا کہ ماتم منع ہے (یعنی مروّجہ ماتم، اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی ہے)

۴ - شرک، ظلم، چوری، قتل اولاد، زنا، بہتان و افتراء یہ وہ گناہ ہیں۔ جن کے ساتھ "معروف کی نافرمانی" بھی شامل ہے۔ تو اس سے معلوم ہوا۔ کہ جب مذکورہ سب گناہ گناہ کبیرہ ہیں۔ تو اسی طرح "معروف میں نافرمانی" بھی گناہ کبیرہ ہی ہے۔ جس سے باز رہنے کی شرط پر آپ نے بیعت لی۔ لہٰذا مروّجہ ماتم از روئے تفسیر قمی و اصول کافی، شیعوں کے نزدیک گناہ کبیرہ ہے۔ کیونکہ مروّجہ ماتم میں وہ تمام باتیں موجود ہیں۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ام حکیم کو ارشاد فرمائیں۔ اس لیے میں کہتا ہوں۔ کہ قارئین کرام خاص کر شیعہ حضرات کو چاہیئے۔ کہ مسلک اہل سنت و جماعت پر کاربند ہو جائیں اور اسی کو حق سمجھیں۔

فرمانِ باری تعالیٰ ۲:

وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ الَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ۔ اُولٰٓئِكَ عَلَیْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ۔ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ۔ (پ۲ ع۳)

ترجمہ:

اے پیغمبران صبر کرنے والوں کو خوشخبری پہنچا دو۔ جو مصیبت پڑنے

کے وقت یہ کہتے ہیں۔ کہ بے شک ہم اللہ ہی کے ہیں۔ اور اس کے حضور میں پلٹ کر جائیں گے۔ یہی ہیں وہ جن پر ان کے پروردگار کی جانب سے صلوات اور رحمت ہے۔ اور یہی ہدایت یافتہ ہیں۔

(ترجمہ مقبول احمد شیعہ)

اس آیت کریمہ سے واضح طور پر ثابت ہوا۔ کہ اللہ تعالیٰ کے بندے مصائب و آلام کے وقت جزع فزع نہیں کرتے۔ کیونکہ اس آیت سے پچھلی آیت میں ان آزمائشوں اور بلیات کا ذکر تھا۔ جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ بندوں کو آزماتا ہے۔ خوف، بھوک، نقصانِ مال، جانی نقصان اور پھلوں کا نقصان یہ ہیں وہ امور جن سے اللہ تعالیٰ بندوں کی آزمائش فرماتا ہے۔ پھر ان آزمائشوں میں جو لوگ کامیاب ہو جاتے ہیں۔ اور بوقتِ مصیبت ان کی زبان پر یہ ہوتا ہے۔ "وہ کہ ہم اللہ کے ہیں۔ اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں" اور اس کے ساتھ ساتھ صبر و شکر کا دامن نہیں چھوڑتے۔ تو ایسے خوش نصیب لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا اعلان ہے۔ کہ صلوات اور رحمتوں سے ان کو نوازا جاتا ہے۔ اور ہدایت یافتہ یہی لوگ ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان انعامات کے علاوہ چند مزید انعامات کی بھی خوشخبری دی۔ ایک شیعی مفسر علامہ طبرسی نے ان انعامات کو اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے۔

مجمع البیان:

وَ قَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ مَنْ اُصِیْبَ بِمُصِیْبَۃٍ فَاَحْدَثَ اِسْتِرْجَاعًا وَ اِنْ تَقَادَمَ عَہْدُھَا کَتَبَ اللّٰہُ لَہٗ مِنَ الْاَجْرِ مِثْلَ یَوْمِ اُصِیْبَ۔ وَ رَوَی الصَّادِقُ عَلَیْہِ السَّلَامُ عَنْ اٰبَائِہٖ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ قَالَ اَرْبَعٌ مَنْ کُنَّ فِیْہِ کَتَبَہُ اللّٰہُ مِنْ اَھْلِ الْجَنَّۃِ مَنْ کَانَتْ

عِصْمَتُهُ شَهَادَةُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَمَنْ اِذَا اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ النِّعْمَةَ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَمَنْ اِذَا اَصَابَ ذَنْبًا قَالَ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَمَنْ اِذَا اَصَابَتْهُ مُصِيْبَةٌ قَالَ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

(تفسیر مجمع البیان جلد اول جزء اول ص ۲۳۸ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی شخص کسی مصیبت کے وقت انا للہ و انا الیہ راجعون کہتا ہے۔ اگرچہ وہ مصیبت اگر گزر چکی ہو۔ تو اس شخص کو اس دن کے ثواب کے برابر ثواب دیا جائے گا۔ جس دن مصیبت نے اُسے چھوا تھا۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے آباء سے روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جس شخص میں چار خصلتیں ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ اس کو جنتیوں میں لکھ دے گا۔ (۱) جس شخص کی ڈھال لا الٰہ الا اللہ کی شہادت ہو۔ (۲) جو شخص اللہ کی طرف سے نعمت ملنے پر الحمد للہ کہے (۳) گناہ ہو جانے کے بعد استغفر اللہ کہے۔ (۴) مصیبت آنے پر انا للہ و انا الیہ راجعون کہے۔

فرمان باری تعالیٰ ۳:

يَا اَسَفٰى عَلٰى يُوْسُفَ وَابْيَضَّتْ عَيْنَاهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيْمٌ۔ (پ ۱۳ سورۂ یوسف)

ترجمہ:

حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف کی جدائی پر کہا۔ یا سفی! اور ان کی آنکھیں حزن سے سپید ہو گئیں۔ سو وہ بہت ہی دکھی تھے۔ اس آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے شیعہ حضرات کے کئی مفسرین نے یوں لکھا ہے۔

قمی و منہج الصادقین:

سُئِلَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰہِ عا مَا بَلَغَ مِنْ حُزْنِ یَعْقُوْبَ عَلٰی یُوْسُفَ قَالَ حُزْنُ سَبْعِیْنَ ثَکْلٰی بِاَوْلَادِھَا وَقَالَ اِنَّ یَعْقُوْبَ لَمْ یَعْرِفِ الْاِسْتِرْجَاعَ وَلِذَا قَالَ وَا اَسَفَاہ عَلٰی یُوْسُفَ۔

(۱۔ تفسیر قمی سورۃ یوسف ص ۳۲۷ مطبوعہ ایران طبع قدیم)

(۲۔ تفسیر منہج الصادقین جلد پنجم ص ۲۵۷ جز نمبر ۵)

(۳۔ مجمع البیان جلد ۳ ص ۲۵۷ جز نمبر ۵)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا حضرت یعقوب علیہ السلام کا حزن کس درجہ اور حد کو پہنچا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ ایسی ستر عورتوں کے حزن کے برابر جن کی اولاد مر گئی ہو۔ اور فرمایا چونکہ حضرت یعقوب علیہ السلام استرجاع (انا للہ و انا الیہ راجعون) سے واقف نہ تھے۔ اسی لیے "یا سفی علی یوسف" کے الفاظ کہے۔

حاصل کلام:

صاحب مجمع البیان نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے ذریعہ ان کے تمام آباؤ اجداد سے مستند سند کے ذریعہ نقل کیا ہے۔ کہ جس شخص کی بوقت مصیبت "انا للہ و انا الیہ راجعون" پڑھنے کی عادت ہے۔ وہ جنتی ہے۔ لہٰذا یہ کیونکر ممکن "سیدا شباب اہل الجنۃ" میں یہ خصلت ناپید ہو۔ امام حسین رضی اللہ عنہ اور ائمہ اہل بیت میں یہ خصلت موجود تھی۔ ان کے بارے میں اِس خصلت سے متصف نہ ہونے کا قول کرنا بھی بے ادبی ہوگا۔ اسی کے ساتھ شیعہ مفسرین نے حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارے میں متفقہ طور پر لکھا۔ کہ آپ اس کلمہ (انا للہ و انا الیہ راجعون) سے واقف نہ تھے عدم واقفیت کی بنا پر آپ نے اس کی بجائے "یا اسفی علی یوسف" کہا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ یہ کلمہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے سوا کسی دوسرے کو عطا نہیں کیا گیا۔ اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ ائمہ اہل بیت نے ہر مصیبت بلکہ شہید اور غیر شہید کے وصال پر یہی کلمہ زبان سے ادا کیا ہوگا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کا شانِ نزول:

مولوی فرمان علی شیعی مترجم نے اس کلمہ کا شانِ نزول یوں لکھا ہے۔ کہ

"جب حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی خبر شہادت حضرت علی کرم اللہ وجہہ تک پہنچی۔ تو آپ نے "انا للہ و انا الیہ راجعون" کہا تو اسی موقعہ پر اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ کو نازل فرمایا۔ اور یہ کلمہ سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زبان سے نکلا اور وہ خدا کو اتنا پسند آیا۔ کہ اس کو بطور حکایت قرآن میں بیان فرمادیا۔"

قارئین کرام! غور فرمائیں۔ اور انصاف سے فیصلہ فرمائیں۔ کہ شیعوں کے مروجہ

ماتم کو اس آیت کریمہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث اور ارشادات ائمہ اہل بیت سے کیا مناسبت ہے۔ اگر کسی شخص کے دل میں رتی بھر ایمان ہو۔ اور محبت اہل بیت سے سرشار ہو تو وہ یہی فیصلہ کرے گا۔ کہ مروجہ ماتم کو شریعت مصطفویہ اور احادیث ائمہ اہل بیت سے کوئی تعلق نہیں اور اس بہانہ کی بھی تردید ہو گئی۔ جو شیعہ تراشا کرتے ہیں۔ کہ ہم تو صرف شہداء کے ماتم کے قائل ہیں۔ ہر ایک کا ماتم نہیں کرتے۔ کیا حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ شہید نہیں۔ یہ تو وہ خوش قسمت شخص ہیں۔ جنہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے "سید الشہداء" کا خطاب ملا۔ ان کی شہادت کی خبر سُن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کیا کہا تھا مولوی فرمان علی کی زبانی آپ سن چکے۔ کہ آپ نے "انا للہ وانا الیہ راجعون" پڑھا تھا۔ اس حکم کی بجائے جزع فزع اور دیگر مروجہ ماتم کے لوازمات سے آپ نے احتراز فرمایا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ شہدائے کرام پر بھی ماتم کرنا جائز نہیں۔ اگر اس کی گنجائش ہوتی۔ تو سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ سید الشہداء امیر حمزہ کی شہادت پر ماتم کرتے۔

مذکورہ آیت اور اس کی تفسیر سے یہ بھی معلوم ہو گیا" انا للہ وانا الیہ راجعون" کلمہ صرف امت محمدیہ کو عطا ہوا۔ اس کی تصدیق امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے کی۔

اب میں ان سیاہ پوش ماتمیوں سے پوچھتا ہوں۔ کہ اب تمہارے سامنے دو ہی راستے ہیں ان میں سے کوئی ایک پسند کر لو۔

۱۔ اپنے آپ کو امت محمدیہ میں شامل کر لو۔ اور ائمہ اہل بیت کی تعلیمات و ارشادات کے مطابق عمل پیرا ہو جاؤ۔ اور اس کی صورت یہ ہے۔ کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت پر اگر کوئی کلمۂ افسوس یا تعزیت کہنا ہے۔ تو وہی کہو۔ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت کہا تھا۔

۲۔ اگر امت محمدیہ میں داخل ہونا پسند نہ کرو۔ اور خروج و رفض ہی کو پسند کر کے امت یعقوبیہ میں داخل ہونا پسند کر لو۔ تو پھر بھی اسی قدر تعزیت یا کلمات تاسف کہو۔

جو حضرت یعقوب علیہ السلام نے "یا اسفی علی یوسف" کے طور پر کہے۔ لیکن اگر اس کلمہ سے بڑھ کر تم نے زنجیر زنی، گریبان دری، سینہ کوبی اور بال نوچنے کے ذریعہ تعزیت کرنا ہے۔ تو پھر تمہیں شیطان اور یزید کی امت میں داخل ہو جانا چاہیئے کیونکہ یہ (۳) انہی کے کام تھے۔ جو تم نے اپنا رکھے ہیں۔ لیکن اہل سنت و جماعت کا عمل وہی ہوگا۔ جو حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ائمہ اہل بیت نے کیا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ بوقتِ مصیبت "انا للہ و انا الیہ راجعون" کہا جائے۔ اور جزع فزع کو حرام سمجھا جائے۔ یہی مغفرت کا سبب ہے۔ اور یہی اللہ کے بندوں کی عادت ہے۔

فرمان باری تعالیٰ ۴:

وَ اصْبِرْ وَ مَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَ لَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ
وَ لَا تَكُ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ۔ (پ ۱۴ ع ۲۳)

ترجمہ:

اور (اے رسول، صبر کرو اور تم سے صبر نہ ہوگا مگر اللہ ہی کی مدد سے اور ان (شہدائے احد) کے متعلق رنج نہ کرو۔ اور (کافر) جو چال چلتے ہیں۔ اس سے دل تنگ نہ ہو۔ (ترجمہ مقبول شیعہ)

شہدائے احد کے صدمہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو جو صبر کی تلقین فرمائی۔ ترجمہ سے آپ نے اسے معلوم کر لیا۔ اسی کی توثیق اور تائید "منہج الصادقین" میں یوں مذکور ہے۔

تفسیر منہج الصادقین:

(وَ لَا تَحْزَنْ) برمومنان وآنچہ بایشان رسیدہ از قتل ومثلہ۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد پنجم ص ۲۳۱ مطبوعہ تہران)

ترجمہ:

یعنی غزوۂ احد کے موقعہ پر مومنوں پر قتل اور مثلہ کی صورت میں جو مصیبت آئی۔ آپ اس کا غم نہ کریں۔

واقعہ یہ ہوا۔ کہ جنگِ احد میں کفار نے مسلمانوں کے ساتھ انتہائی درندوں والا سلوک کیا۔ ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر انہیں بدشکل بنانے کی کوشش کی۔ (اسے مثلہ کہا جاتا ہے) ان قبیح حرکات پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو انتہائی دکھ ہوا۔ خصوصاً حضرت امیر حمزہ رضی کی شہادت سے آپ بہت زیادہ غمگین ہوئے۔ تو اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔ یعنی اے محبوب! ہم نے شہداء احد کو ان تکالیف ومصائب کی وجہ سے بلند وبالا اعزازات سے نوازا ہے۔ آپ ان کے بارے میں رنج وغم نہ کریں۔ اور صبر اختیار فرمائیں۔

اب شیعہ حضرات سے دریافت کیا جاتا ہے۔ کہ اللہ رب العزت نے شہدائے احد کے بارے میں اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو غم کھانے سے منع فرمایا اور صبر کا حکم فرمایا۔ تو کیا تم بتلا سکتے ہو۔ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور دیگر شہدائے کربلا کو بلند وبالا مقام عطاء فرمایا۔ یا کہ محروم رکھا؟ ان کے بارے میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ "سیدا شباب اہل الجنہ" یعنی حسن وحسین نوجوانانِ جنت کے سردار ہیں۔ جب ان کی بلندیٔ درجات کی خوشخبری حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا دی۔ تو شہدائے احد کو بلندیٔ درجات پر اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو صبر کا حکم دے۔ اور امام حسین کے درجاتِ بلند وبالا پر تم ماتم کرو۔ جزع فزع

کرو۔ سینہ کوبی اور زنجیر زنی کرو۔ کیا ایسا کرنا تمہارے لیے جائز ہوگا۔
اس سے معلوم ہوا۔ کہ اللہ تعالیٰ کا واضح فرمان ہے۔ کہ بوقتِ مصیبت صبر کو بروئے کار لاؤ۔ اگر اس واضح فرمان کے بعد بھی کوئی شخص حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت پر صفِ ماتم بچھاتا ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہوا۔ کہ اس ماتمی کو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی بلندیٔ درجات پسند نہ آئی۔ اور جنتی نوجوانوں کا سردار بننا اسے بُرا لگا جس کی وجہ سے اس کے ہاں صفِ ماتم بچھ گئی۔ اور اپنے آپ کو مار مار کر لہولہان کر کے اس افسوس کا اظہار کر رہا ہے۔

فرمانِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم:

فروع کافی:

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ضَرْبُ الْمُسْلِمِ یَدَہٗ عَلٰی فَخِذِہٖ عِنْدَ الْمُصِیْبَۃِ اِحْبَاطٌ لِاَجْرِہٖ۔

(فروع کافی جلد سوم کتاب الجنائز باب الصبر و الجزع الخ ص ۲۲۴ طبع جدید)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مصیبت کے وقت مسلمان کا اپنے ہاتھ رانوں پر مارنا اس کے اجر و ثواب کو ضائع کر دیتا ہے۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث پاک سے معلوم ہوا۔ کہ بوقت مصیبت رانوں پر ہاتھ مارنے سے اجر و ثواب ضائع ہو جاتا ہے۔ تو جو شخص زنجیر زنی اور سینہ کوبی

اور بال نوچنے میں مصروف ہو۔ اس کے اجر و ثواب کا ضیاع تو ہو گا ہی۔ ساتھ ہی نامۂ اعمال میں برائیوں کا اضافہ بھی ہو گیا۔ گویا دوہرا نقصان اٹھانا پڑا۔ بلکہ تین گنا۔ ایک نیکیاں ضائع، دوسرا گناہ لازم۔ تیسرا اپنا آپ برباد۔ (اللہ ہدایت عطا فرمائے)

فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ۲:

اصول کافی:

قَالَ اَخْبَرَنِیْ عَمْرُو بْنُ شِمْرٍ الْیَمَانِیْ یَرْفَعُ الْحَدِیْثَ اِلٰی عَلِیٍّ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ فَمَنْ صَبَرَ عَلَی الْمُصِیْبَۃِ اَتَاہُ اللّٰہُ تَعَالٰی ثَوَابَ ثَلٰثِ مِائَۃِ دَرَجَۃٍ مَا بَیْنَ الدَّرَجَۃِ اِلَی الدَّرَجَۃِ مَا بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ۔

(اصول کافی جلد دوم ص ۹۱ کتاب ایمان والکفر باب الصبر مطبوعہ تہران طبع جدید)

(جامع الاخبار مصنفہ شیخ صدوق ص ۱۳۲ الفصل الحادی والسبعون مطبوعہ نجف اشرف)

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس آدمی نے مصیبت پر صبر کیا۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے تین سو درجات عطا فرمائے۔ ایسے درجات کہ ان میں سے ہر دو درجوں کے درمیان اس قدر فاصلہ ہے۔ جتنا آسمان اور زمین کے

در میان۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صبر کرنے والے کے لیے اچھا ہے وہ کسی کی وفات کے صدمہ پر صبر کرے۔ یا کسی اور مصیبت کے آنے پر، اللہ کے ہاں کل قیامت کو تین سو درجات کی حصول کی خوشخبری سنائی۔ تو اس سے معلوم ہوا۔ کہ اول تو صبر کرے۔ اور اگر کسی کی فوتیدگی پر آنسو بھی بہہ نکلیں۔ تو یہ بھی صبر کے منافی نہیں۔ بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صبر کی مثال ہے۔ اسی قدر دو ماتم شرعی" جائز ہے۔ اور اسی پر جنت میں تین سو درجات کی عطا ہو گی۔ "عیون الاخبار" میں بھی اس کی توثیق ملتی ہے۔

عیون اخبار الرضا:

قَالَ الرِّضَا عَلَيْهِ السَّلَامُ ...... يَابْنَ شَبِيْبٍ اِنْ بَكَيْتَ عَلَى الْحُسَيْنِ حَتّٰى تَسِيْلَ دُمُوْعُكَ عَلٰى خَدَّيْكَ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ كُلَّ ذَنْبٍ اَذْنَبْتَهٗ صَغِيْرًا كَانَ اَوْ كَبِيْرًا قَلِيْلًا كَانَ اَوْ كَثِيْرًا۔

(عیون اخبار الرضا مصنفہ شیخ صدوق جلد اول ص ۲۲۳

فی کراھۃ السعی فی الحوائج یوم عاشورا

مطبوعہ حیدریہ نجف اشرف)

ترجمہ:

امام رضا رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اے ابن شبیب! امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت پر اگر تو اس قدر رو دیا کہ تیرے آنسو رخساروں تک بہہ نکلے تو اللہ تعالیٰ تیرے چھوٹے بڑے، تھوڑے اور زیادہ تمام گناہ معاف کر دے گا۔

قارئین کرام! غور فرمائیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جتنے درجات کا ذکر فرمایا۔ اور ائمہ اہل بیت نے جو جو مژدے سنائے۔ کیا وہ مروجہ ماتم اور جزع فزع کرنے پر حاصل ہونے کا اعلان ہے۔ یا اس تمام خوشخبری کی حصولی صبر (جو کہ مروجہ ماتم کی نفی ہے) پر موقوف فرمائی گئی۔

انعام ۲۵۰۰۰ روپے

میں تمام خورد و کلاں شیعہ کو چیلنج کرتا ہوں۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل بیت سے صبر کرنے پر جن درجات کا ذکر کیا ہے۔ اگر اسی قسم کے درجات کا ذکر کسی حدیث ایسی سے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سند صحیح کے ساتھ مروی ہو یا ائمہ اہل بیت میں سے کسی نے صراحۃً یہ ارشاد فرمایا ہو، کہ جو آدمی امام حسین رضی اللہ عنہ پر سینہ کوبی زنجیر زنی اور بال نوچے گا۔ اس کو ایسے درجات ملیں گے (جو صبر کرنے پر ملنے کی بشارت دی گئی) تو میں اس کو اس پچیس ہزار روپیہ فی حوالہ نقد انعام دونگا اور مروجہ ماتم کا معتقد ہو جاؤں گا۔

فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ الخ

فرمان رسول مقبول ۳: فروع کافی:

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِفَاطِمَۃَ

إِذَا مِتُّ لَا تَخْمِشِي عَلَيَّ وَجْهًا وَلَا تَنْشُرِي عَلَيَّ شَعْرًا وَلَا تُنَادِي بِالْوَيْلِ وَالْعَوِيلِ وَلَا تُقِيمِي عَلَيَّ نَائِحَةً

(فروع کافی جلد پنجم ص ۵۲۷ کتاب النکاح
باب صفۃ مبایعۃ النبی صلی اللہ
علیہ وسلم مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

حضور سرورکائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لخت جگر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا۔ بیٹی! جب میں انتقال کر جاؤں۔ تو میری وفات پر اپنا منہ نہ پیٹنا اپنے بال نہ کھولنا اور ویل عویل نہ کرنا۔ اور نہ ہی مجھ پر نوحہ کرنا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو کس قدر واضح الفاظ میں ارشاد موجود ہے۔ کہ میری فوتیدگی پر ایسے افعال نہ کرنا۔ جو شیعہ حضرات کے ہاں مروجہ ماتم میں کیے جاتے ہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

ائمہ اہل بیت رضی اللہ عنہم کے فرامین

فرمان امام باقر رضی اللہ عنہ

فروع کافی:

عَنْ جَابِرٍ عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ عَلَیْهِ السَّلَامُ قَالَ قُلْتُ لَهٗ مَا الْجِزْعُ؟ قَالَ اَشَدُّ الْجِزْعِ الصَّرَاخُ بِالْوَيْلِ وَالْعَوِيْلِ وَلَطْمِ الْوَجْهِ وَجَزِّ الشَّعْرِ مِنَ النَّوَاصِیْ وَمَنْ اَقَامَ النَّوَاحَةَ فَقَدْ تَرَكَ الصَّبْرَ وَاَخَذَ فِیْ غَيْرِ طَرِيْقِهٖ۔ وَمَنْ صَبَرَ وَاسْتَرْجَعَ وَحَمِدَ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ فَقَدْ رَضِیَ بِمَا صَنَعَ اللّٰهُ وَوَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ وَمَنْ لَمْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ جَرٰى عَلَيْهِ الْقَضَاءُ وَهُوَ ذَمِيْمٌ وَاَحْبَطَ اللّٰهُ تَعَالٰى اَجْرَهٗ۔

(فروع کافی جلد ۳ ص ۲۲۲ کتاب الجنائز باب الصبر والجزع والاسترجاع طبع جدید)

ترجمہ:

جابر کہتے ہیں۔ میں نے حضرت امام جعفر علیہ السلام سے جزع کے متعلق پوچھا

یہ کیا ہے ؟ آپ نے فرمایا۔ شدید جزع یہ ہے ۔ کہ کوئی شخص ویل عویل الفاظ چیخ کر نکالے ۔ اور اپنے چہرہ کو پیٹے ۔ پیشانی کے بال نوچے ۔ اور جس نے نوحہ کیا۔ اس نے صبر کو چھوڑا ۔ اور صحیح طریقہ کو چھوڑ کر دوسرے راہ چل پڑا اور جس نے صبر کیا ۔ اور بوقت مصیبت استرجاع (انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھنا) کہا۔ اور اللہ کی حمد بیان کی ۔ تو اس نے اللہ کو راضی کر لیا۔ اس کا اجر اللہ کے حضور ہے ۔ اور جو بوقت مصیبت ایسا نہ کرے گا۔ اس پر حکم خداوندی تو ہو کر رہے گا۔ لیکن وہ قابل مذمت ہو گیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس کا ثواب واجر ضائع کر دیا۔

مذکور فرمان سے درج ذیل امور ثابت ہوئے!

۱ ۔ مروجہ ماتم (رونا، پیٹنا ۔ منہ پر طمانچے مارنا، سینہ کوبی اور سر کے بال نوچنا) کا نام عربی زبان اور ائمہ اہل بیت کے حدیث کے رو سے " جزع " ہے ۔ جس کے منع ہونے پر امام باقر رضی اللہ عنہ نے نص فرمائی ہے ۔

۲ ۔ صبر اور جزع دو متغائر اور مختلف حقیقتیں ہیں ۔ لہٰذا جزع کرنے والا صابر نہیں ۔ اور صبر کرنے والا، ماتمی نہیں ہو سکتا۔

۳ ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ائمہ اہل بیت کا بتلایا ہوا راستہ مروجہ ماتم کے خلاف ہے ۔ اس لیے مروجہ ماتم کرنے والا محب اہل بیت نہیں ہو سکتا۔

۴ ۔ مصیبت کے وقت اور کسی کے وصال پر انا للہ و انا الیہ راجعون کہنے والا اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضامندی حاصل کر لیتا ہے ۔

۵۔ مروجہ ماتم (زنجیر زنی کرنا، سینہ کوبی کرنا، منہ پر طمانچے مارنا) کرنے والا امام باقر کے فتویٰ کے مطابق اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے مردود ہے۔ اس کے تمام نیک اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔

۶۔ اس حدیث نے واضح کر دیا۔ کہ محرم الحرام وغیرہ میں شیعہ حضرات کا مروجہ ماتم کرنا ائمہ اہل بیت کے حکم کے خلاف ہے۔ اور اہل سنت و جماعت کا اس موقعہ پر قرآن خوانی کرنا اور صبر و تحمل کا دامن نہ چھوڑنا ائمہ اہل بیت کے حکم کے عین مطابق ہے۔ اور ہم دعویٰ سے کہتے ہیں۔ کہ اہل بیت و ائمہ اہل بیت، سے سچی اور پکی عقیدت صرف اور صرف اہل سنت و جماعت کو ہے۔ اور ہم ہی ان کے صحیح تابع فرمان ہیں۔

فَاعْتَبِرُوْا يَآ اُولِى الْاَبْصَارِ

فرمانِ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ

فروع کافی:

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ اِنَّ الصَّبْرَ وَالْبَلَاءَ يَسْتَبِقَانِ اِلَى الْمُؤْمِنِيْنَ فَيَأْتِيْهِ الْبَلَاءُ وَهُوَ صَبُوْرٌ وَاِنَّ الْجَزْعَ وَالْبَلَاءَ يَسْتَبِقَانِ اِلَى الْكَافِرِ فَيَأْتِيْهِ الْبَلَاءُ وَهُوَ جَزُوْعٌ۔

(۱۔ فروع کافی جلد سوم باب الصبر والجزع ص ۲۲۳ مطبوعہ تہران طبع جدید)

(۲۔ فروع کافی جلد اول ص ۵، طبع قدیم)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ بے شک صبر اور مصیبت دونوں مومن کی طرف آتے ہیں۔ جب کوئی مصیبت اس پر آتی ہے۔ وہ اس وقت انتہائی صبر کرنے والا ہوتا ہے۔ اور جزع و بلا آگے پیچھے کافر کے پاس آتے ہیں۔ جب اس کے پاس مصیبت آتی ہے۔ تو وہ انتہائی رونے پیٹنے والا ہوتا ہے۔

فرمانِ بالا سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے

۱۔ مصیبت کے وقت کافر اور مومن دونوں کی کیفیت جُدا جُدا ہوتی ہے۔ مومن صبر کرتا ہے۔ اور کافر روتا پیٹتا ہے۔ یعنی مروجہ ماتم کرتا ہے۔

۲۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے نزدیک بوقتِ مصیبت صبر کرنے والا مومن اور مروجہ ماتم کرنے والا کافر ہے۔

۳۔ جزع (مروجہ ماتم) دراصل صبر کی ضد ہے۔

۴۔ محرم میں شیعہ لوگوں کا امام حسین کے نام پر مروجہ ماتم کرنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے نزدیک کافرانہ فعل ہے۔ اور صبر کرنا آنسو بہانا سنت نبوی ہے۔ جو سراسر مومنانہ فعل ہے۔ لہٰذا شیعہ لوگوں کا اپنے گروہ کے لیے "مومنین" کا لفظ مخصوص کر لینا بالکل الٹا معاملہ ہے۔

کارِ شیطاں میکند نامش ولی

÷

فرمان امام باقر رضی اللہ عنہ

فروع کافی

عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ مَا مِنْ عَبْدٍ یُصَابُ بِمُصِیْبَۃٍ فَیَسْتَرْجِعُ عِنْدَ ذِکْرِہٖ الْمُصِیْبَۃَ وَیَصْبِرُ حِیْنَ تَفْجَأُہٗ اِلَّا غَفَرَ اللّٰہُ لَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ وَکُلَّمَا ذَکَرَ مُصِیْبَتَہٗ فَاسْتَرْجَعَ عِنْدَ ذِکْرِ الْمُصِیْبَۃِ غَفَرَ اللّٰہُ لَہٗ کُلَّ ذَنْبٍ اِکْتَسَبَ فِیْمَا بَیْنَہُمَا۔

(فروع کافی جلد سوم کتاب الجنائز باب الصبر و

الجزع الخ ص ۲۲۴ طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ جس آدمی کو کوئی مصیبت چھوٹے پھر وہ انا للہ و انا الیہ راجعون کہتا ہے۔ اور اس مصیبت پر صبر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے پہلے سب گناہ معاف کر دیتا ہے۔ اور بندہ جب کسی گزری مصیبت کو یاد کر کے انا للہ و انا الیہ راجعون کہے اللہ تعالیٰ اس کے وہ تمام گناہ معاف کر دیتا ہے۔ جو مصیبت کے آنے کے وقت سے انا للہ و انا الیہ راجعون الخ کہنے تک اس نے کیے ہوں گے۔

اِس فرمان سے دو باتیں ثابت ہوئیں

۱۔ بوقتِ مصیبت صبر کرنا اور انا للہ و انا الیہ راجعون، کہنا۔ ائمہ اہل بیت کی تعلیمات میں سے ہے۔ اور اس کلمہ کے کہنے سے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

۲۔ مصیبت کے وقت صبر نہ کرنا اور استرجاع نہ کہنا۔ ائمہ اہل بیت کو ناپسند ہے لہٰذا یہ خلاف شرع اور باطل ہوا۔ اور اس کے کرنے والا محب ائمہ اہل بیت نہیں ہو سکتا ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا۔ کہ صبر و استرجاع کرنے والے (اہل سنت وجماعت) ہی تعلیماتِ ائمہ اہل بیت پر عمل پیرا ہیں۔

ذالك فضل الله يؤتيه من يشآء

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا فرمان

فروع کافی:

عَنْ جَرَّاحِ الْمَدَائِنِيِّ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ لَا يَصْلُحُ الصِّيَاحُ عَلَى الْمَيِّتِ وَلَا يَنْبَغِي وَلٰكِنَّ النَّاسَ لَا يَعْرِفُونَهُ وَالصَّبْرُ خَيْرٌ عَنْ عَلَاءِ بْنِ كَامِلٍ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَصَرَخَتْ صَارِخَةٌ مِنَ الدَّارِ فَقَامَ أَبُو عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ ثُمَّ جَلَسَ فَاسْتَرْجَعَ

وَ عَادَ فِیْ حَدِیْثِہٖ حَتّٰی فَرَغَ مِنْہُ ثُمَّ قَالَ اِنَّا لَنُحِبُّ
اَنْ نُعَافٰی فِیْ اَنْفُسِنَا وَ اَوْلَادِنَا وَ اَمْوَالِنَا فَاِذَا وَقَعَ الْقَضَاءُ
فَلَیْسَ لَنَا اَنْ نُحِبَّ مَا لَمْ یُحِبَّ اللّٰہُ لَنَا۔

(فروع کافی جلد سوم کتاب الجنائز باب الصبر والجزع الخ
ص ۲۲۶ طبع جدید)

ترجمہ:

جراح المدائنی نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ آپ نے فرمایا۔ میت پر چیخنا چلانا درست نہیں۔ اور لوگوں کو یہ نہ کرنا چاہیئے لیکن لوگ اس کی وقعت کو جانتے نہیں۔ صبر ہر حال میں سب سے بہتر ہے۔ علاء بن کامل سے روایت ہے۔ کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا تھا تو گھر سے ایک عورت کے چیخنے کی آواز آئی۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے۔ پھر بیٹھے۔ اور "انا للہ وانا الیہ راجعون" پڑھا پھر سے اپنی گفتگو شروع کر دی۔ یہاں تک آپ گفتگو مکمل کر چکے۔ پھر فرمایا۔ ہمیں یہ بات بہت پسند ہے۔ کہ ہم اپنی جانوں، مالوں اور اولادوں کے بارے میں برائی سے بچیں۔ جب اللہ کی تقدیر آ جائے۔ تو ہمیں یہ بات بہت پسند ہونا چاہیئے۔ جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔ اور اس کی ناپسند سے بچنا چاہیئے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا۔ کہ مروجہ ماتم ایسا فعل ہے جسے ائمہ اہل بیت بنظرِ تحسین نہیں دیکھتے۔ عورت کے محض چیخ کو سُن کر ناراضگی کا اظہار کرنے والے کسی کو بال نوچنے، پیٹنے اور سینہ کوبی کرتے دیکھ کر کب خوش ہو سکتے تھے اس لیے مروجہ ماتم اللہ اور اس کے رسول اور ائمہ اہل بیت کا ناپسندیدہ فعل ہے۔ اس سے ہر

کلمہ گو کو بچنا چاہیئے۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا فرمان

اصول کافی:

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ قَالَ اَلصَّبْرُ مِنَ الْاِیْمَانِ بِمَنْزِلَةِ الرَّأْسِ مِنَ الْجَسَدِ فَاِذَا ذَهَبَ الرَّأْسُ ذَهَبَ الْجَسَدُ كَذَالِكَ اِذَا ذَهَبَ الصَّبْرُ ذَهَبَ الْاِیْمَانُ۔

(اصول کافی جلد دوم ص ۸۷ کتاب الایمان والکفر
باب الصبر مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ صبر کا ایمان سے ایسا تعلق ہے۔ جیسا جسم انسانی کے ساتھ سر کا۔ جب سر نہ رہے۔ جسم نہیں رہتا۔ اور جب صبر نہ رہے۔ ایمان نہیں رہتا۔

فرمان امام زین العابدین رضی اللہ عنہ

جامع الاخبار:

عَنْ عَلِیِّ بْنِ الْحُسَیْنِ قَالَ الصَّبْرُ مِنَ الْاِیْمَانِ بِمَنْزِلَةِ الرَّأْسِ فِی الْجَسَدِ وَلَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَّا صَبْرَ لَهٗ۔

(جامع الاخبار مصنفہ شیخ صدوق ص ۱۳۲ الفصل
الحادی والسبعون فی الصبر)

ترجمہ:

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ صبر کا مقام ایمان میں ایسا ہے۔ جیسا کہ سر کا آدمی کے جسم میں۔ وہ بے ایمان ہے جس کے ہاں صبر کی صفت نہیں۔

فرمانِ امام حسین رضی اللہ

الارشاد للشیخ مفید

فَقَالَتْ وَا ثُكْلَاهُ لَيْتَ الْمَوْتَ عَدِمَنِي الْحَيٰوةَ الْيَوْمَ مَاتَتْ اُمِّي فَاطِمَةُ وَ اَبِيْ عَلِيٌّ وَ اَخِي الْحَسَنُ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ يَا خَلِيْفَةَ الْمَاضِيْنَ وَ ثِمَالَ الْبَاقِيْنَ فَنَظَرَ اِلَيْهَا الْحُسَيْنُ ؑ فَقَالَ لَهَا يَا اُخَيَّةُ لَا يُذْهِبَنَّ حِلْمَكِ الشَّيْطٰنُ............ وَ قَالَ لَهَا اِنَّهَا يَا اُخْتَاهُ اِتَّقِي اللّٰهَ وَ تَعَزَّيْ بِعَزَآءِ اللّٰهِ وَ اعْلَمِيْ اَنَّ اَهْلَ الْاَرْضِ يَمُوْتُوْنَ وَ اَهْلَ السَّمَآءِ لَا يَبْقُوْنَ........ جَدِّيْ خَيْرٌ مِنِّيْ وَ اَبِيْ خَيْرٌ مِنِّيْ وَ اُمِّيْ خَيْرٌ مِنِّيْ وَ اَخِيْ خَيْرٌ مِنِّيْ وَلِيْ وَ لِكُلِّ مُسْلِمٍ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُسْوَةٌ فَعَزَّاهَا بِهٰذَا وَ نَحْوِهٖ وَ قَالَ لَهَا يَا اُخَيَّةُ اِنِّيْ اَقْسَمْتُ عَلَيْكِ فَاَبِرِّيْ قَسَمِيْ لَا تَشُقِّيْ عَلَيَّ جَيْبًا وَ لَا تَخْمِشِيْ عَلَيَّ وَجْهًا وَ لَا تَدْعِيْ عَلَيَّ بِالْوَيْلِ

وَالثُّبُوْرِ۔

(۱۔الارشاد للشیخ مفید ص ۲۳۲ فی مکالمۃ الحسین علیہ السلام مع اختہ زینب مطبوعہ قم خیابان ارم

(۲۔اعلام الوریٰ مصنفہ فضل ابن حسن طبرسی ص ۲۳۶ امر الامام اختاہ زینب بالصبر مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

جس وقت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ میدان کربلا میں اپنے خیمہ سے نکل کر یزیدیوں کے مقابلہ کے لیے جانے لگے۔ تو آپ کی ہمشیرہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہ کہنے لگیں) ہائے افسوس! کاش میری موت آجاتی اور آج کے دن میں یہ حالات نہ دیکھتی۔ میری والدہ جناب فاطمہ، میرے والد جناب علی، میرے بھائی جناب حسن رضی اللہ عنہم دنیا سے رخصت ہو گئے۔ اے گزرے لوگوں کے خلیفہ! اے آنے والوں کے سرمایہ!

امام حسین رضی اللہ عنہ نے حضرت زینب کی طرف دیکھ کر فرمایا۔ اے پیاری بہن! آپ کے صبر کو کہیں شیطان نہ لوٹ لے ...... اور فرمایا۔ اے ہمشیرہ! خوف خدا اپناؤ۔ اور اللہ کے بتلائے ہوئے طریقے کے مطابق تعزیت کرو۔ خوب سمجھ لو۔ تمام اہل زمین مر جائیں گے۔ اہل آسمان باقی نہ رہیں گے .... میرے نانا، میرے بابا، میری والدہ اور میرے بھائی سب مجھ سے بہتر تھے۔ میرے اور ہر مسلمان کے لیے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور آپ کی ہدایات ایک بہترین نمونہ ہیں۔ تو انہی کے طریقے کے مطابق تعزیت کرنا۔ اور فرمایا۔ اے اماں جائی میں تجھے قسم دلاتا ہوں۔ میری قسم کی لاج رکھتے ہوئے اُسے پورا کر دکھانا۔ میرے مرنے پر اپنا گریبان نہ پھاڑنا۔ اور میری موت پر اپنے چہرہ کو نہ خراشنا۔ اور نہ ہی ہلاکت و بربادی کے الفاظ بولنا۔

مروجہ ماتم کے ممنوع اور حرام ہونے پر امام حسین رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد کتنا واضح اور غیر مبہم ہے۔ یہ وہ شہزادۂ عالی مرتبت ہیں۔ جن کا اہل شیعہ ماتم کرتے ہیں۔ اور اسے کارِ ثواب سمجھ کر، عقیدت کا مظہر جان کر خود بھی حرام کے مرتکب اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دلا رہے ہیں۔ امام مظلوم نے اپنی ہمشیرہ کو جو ہدایات بطور علت دیں۔ یہ وہی ہدایات ہیں۔ جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم و دیگر ائمہ اہل بیت نے خود اپنائیں۔ اور اپنے متعلقین و متوسلین کو ان پر عمل پیرا ہونے کی سخت تاکیدات فرمائیں۔ جب امام مظلوم اپنی ہمشیرہ کو مروجہ ماتم سے منع فرما رہے ہیں۔ تو اے شیعہ! تمہیں اس کی کب اجازت دے گئے۔ اور کس نے اس کو تمہارے لیے حلال و جائز کر دیا؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان

ماتم سے نیکیاں برباد ہو جاتی ہیں

نہج البلاغہ:

قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَنْزِلُ الصَّبْرُ عَلٰى قَدْرِ الْمُصِيْبَةِ

وَمَنْ ضَرَبَ يَدَهُ عَلَى فَخِذِهِ عِنْدَ مُصِيبَتِهِ حَبِطَ عَمَلُهُ۔

(نہج البلاغہ ص ۴۹۵ باب المختار من حکم امیر المؤمنین علیہ السلام حکم ۱۴۴ مطبوعہ بیروت طبع جدید چھوٹا سائز)

ترجمہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ صبر کا نزول مصیبت کی مقدار پر ہوتا ہے۔ (یعنی جتنی بڑی مصیبت آتی ہے۔ اتنا ہی بڑا صبر درکار ہوتا ہے۔) جس نے بوقت مصیبت اپنے رانوں پر ہاتھ مارے۔ تو اس کے تمام اچھے اعمال ضائع ہو گئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد سے معلوم ہوا۔ کہ جتنی بڑی مصیبت آئے اتنا ہی اس پر صبر کرنا چاہیے۔ اور اللہ تعالیٰ ہر شخص کو اتنا صبر عطا فرما دیتا ہے۔ جتنا وہ کسی مصیبت میں کرنا چاہتا ہے۔ اگر کوئی شخص مصیبت کے وقت صبر کی بجائے جزع فزع (مروجہ ماتم) کرے گا۔ تو اس کے نیک اعمال ضائع ہو جائیں گے۔ لہذا فرمانِ علی رضی اللہ عنہ سے معلوم ہوا۔ کہ مروجہ ماتم کرنے والوں کو نیکی کا حصول تو کجا بلکہ ان کی پہلے سے موجود نیکیاں بھی برباد ہو جاتی ہیں۔ اور چھاتی پیٹ پیٹ کر سرخ کر لینے اور چھریاں مار کر خون بہانے کے سوا کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کا فرمان:

اے سکینہ تو بہت جلد میرے پاس آ۔ تاکہ میں تجھ کو اس طرح وداع کروں۔ جیسے مرنے والا وداع کیا جاتا ہے۔ میں تجھ کو وصیت کرتا

ہوں اس فرزند صغیر کے بارے میں اور بعد اس کے عیال و یتیموں اور ہمسایوں کے باب میں کرسب کے ساتھ سلوک کرنا اور جب میں قتل ہو جاؤں تو تم اپنی چادر اور گریبان مت پھاڑنا اور نالہ و فریاد کر کے نہ رونا۔ بلکہ اسے سکینہ حکم الٰہی پر صبر کرنا کیونکہ ہم صاحبانِ صبر اور اہل احسان ہیں۔ مجھے اپنے باپ اور دادا اور بھائی کی اقتدا کرنی چاہیئے۔ جب ان کے حقوق کو اہل طغیان و غضب نے غارت کیا۔

(ذبح عظیم ص ۲۸۸ جناب حسین کی تنہائی اور بے کسی کے حالات مطبوعہ کتب خانہ اثنا عشری لاہور مغل حویلی)

فرمانِ شیرِ خدا رضی اللہ عنہ

نہج البلاغہ:

وَمِنْ كَلَامِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ. قَالَهُ وَهُوَ يَلِيْ غُسْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَتَجْهِيْزَهُ. بِاَبِيْ اَنْتَ وَاُمِّيْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ لَقَدِ انْقَطَعَ بِمَوْتِكَ مَا لَمْ يَنْقَطِعْ بِمَوْتِ غَيْرِكَ مِنَ النُّبُوَّةِ وَالْاَنْبَاءِ وَاَخْبَارِ السَّمَآءِ خَصَصْتَ حَتّٰى صِرْتَ مُسَلِّيًا عَمَّنْ سِوَاكَ وَعَمَّمْتَ حَتّٰى صَارَ النَّاسُ فِيْكَ سَوَاءً وَلَوْلَا اَنَّكَ اَمَرْتَ بِالصَّبْرِ وَنَهَيْتَ عَنِ الْجَزَعِ لَاَنْفَدْنَا عَلَيْكَ مَاءَ الشُّؤُوْنِ۔

(نہج البلاغہ خطبہ ۲۲۵ ص ۳۵۵ مطبوعہ بیروت طبع جدید بیروت ناشر)

ترجمہ:

جب آپ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غسل دے کر کفنانے لگے۔ تو فرمایا، میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ آپ کی وفات سے نبوت، وحی، آسمان کی خبریں منقطع ہو گئیں۔ جو کہ آپ کے غیر کے مرنے سے نہ ہوئی تھیں۔ آپ مصیبت پہنچانے پر مخصوص ہوئے۔ حتیٰ کہ اپنے غیر کی مصیبت سے ہمیں مطمئن کر دیا۔ (آپ کی وفات سے جو مصیبت ہم پر پڑی ہے دوسرے کی موت میں یہ رنج و اندوہ کہاں) آپ کی مصیبت ایک عام مصیبت ہے۔ حتیٰ کہ لوگ آپ کی مصیبت سے یکساں دیگر ہو رہے ہیں۔ اور اگر آپ صبر کا حکم نہ دیتے۔ جزع فزع سے منع نہ فرماتے تو ہم اس مصیبت پر مجرائے اشک کا پانی انتہا کو پہنچا دیتے (آنکھ اور دماغ کی تمام رطوبتیں قربان کر دیتے)

(ترجمہ نیرنگ فصاحت ص ۳۲۷ مطبوعہ یوسفی دہلی طبع قدیم)

ائمہ اہل بیت کے جد امجد حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان پڑھنے اور سننے کے بعد کوئی بھی محب اہل بیت یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ مروجہ ماتم ائمہ اہل بیت کے نزدیک بالکل ممنوع اور حرام نہیں ہے۔ کیونکہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے واضح طور پر فرما دیا۔ کہ مروجہ ماتم اگر جائز ہوتا۔ تو ہم ہلاک ہو جاتے۔ کیونکہ دنیا کی تمام مصیبتیں اگر یکجا جمع کر دی جائیں تو وہ مجموعی طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کی مصیبت کی ہم پلہ نہیں ہو سکتیں۔ لہٰذا اگر کسی مصیبت پر جزع فزع (مروجہ ماتم) جائز ہوتا۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے وقت ضرور ماتم کرتے۔ لیکن آپ نے اس سے منع کیا۔ اور صبر و تحمل کا درس دیا۔

علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ایک اور فرمان:

من لایحضرہ الفقیہ:

قَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ لِفَاطِمَۃَ عَلَیْہَا السَّلَامُ حِیْنَ قُتِلَ جَعْفَرُ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ لَا تَدْعِیْ بِوَیْلٍ وَلَا ثُکْلٍ وَلَا حُزْنٍ وَلَا حَرْبٍ وَمَا قُلْتِ فِیْہِ فَقَدْ صَدَقْتِ۔

(من لایحضرہ الفقیہ ص ۵۶ فی العزاء والجزع عند المصیبت مطبوعہ لکھنؤ طبع قدیم)
(من لایحضرہ الفقیہ ص ۱۱۲ جلد اوّل مطبوعہ تہران طبع جدید۔ تعزیت والجزع الخ)

ترجمہ:

حضرت جعفر بن ابی طالب کی شہادت کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی زوجہ مطہرہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا۔ کسی کی موت پر اور کسی کے دوران جنگ شہید ہو جانے پر غم کھاتے ہوئے واویلا کے ساتھ ماتم نہ کرنا۔ اور جو کچھ اس کے بارے میں میں نے کہا ہے۔ وہ سچ کہا ہے۔

ماتم کے بارے میں ایک سوال
اور اس کا جواب

سوال:

آپ نے جتنے دلائل ماتم کے رد میں ہماری کتابوں سے پیش کیے ہیں۔ ہم ان کے ہرگز منکر نہیں۔ بلکہ ہمارا بھی یہی عقیدہ ہے۔ کہ مروجہ ماتم کرنے والے کے نیک اعمال ضبط ہو جاتے ہیں۔ اور بروز قیامت اُسے تانبے کا لباس پہنایا جائے گا۔ اور ہم اس بات کو تسلیم کرتے ہیں۔ کہ جو روایات ماتم کے بارے میں ذکر کی گئیں۔ وہ سب صحیح ہیں لیکن ہمارا صرف یہ دعوٰی ہے۔ کہ صرف شہید کا ماتم اور خصوصًا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا ماتم جائز ہے۔ دوسرے کسی کا ماتم ہم جائز نہیں کہتے۔ اس لیے اگر اہل سنت کے پاس شہید کا ماتم نہ کرنے پر کوئی دلیل ہو۔ تو وہ پیش کریں۔

شیعہ مبلغ اعظم مولوی اسماعیل گوجروی نے بھی "براہین ماتم" نامی اپنی تصنیف میں یہی کہا ہے۔ ان کے الفاظ یہ ہیں۔

"ہم شیعہ ہر جگہ ماتم کے مدعی نہیں۔ بلکہ ماتم حسین علیہ السلام اور آپ کے ماتم کی نظیر کے خصوصًا قائل ہیں۔" تھوڑا آگے چل کر اس دعوٰی کی دلیل یوں تحریر کی ہے:

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ قَالَ کُلُّ الْجَزَعِ

وَالْبُكَاءِ مَكْرُوْهٌ سِوَى الْجَزْعِ وَالْبُكَاءِ عَلَى الْحُسَيْنِ۔

ترجمہ:

یعنی جناب صادق آل محمد علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ہر جزع اور آہ و بکاء مکروہ ہے۔ سوائے ماتم اور آہ و بکاء حسین علیہ السلام کے۔

(ماخوذ از براہین ماتم مصنفہ مولوی اسماعیل ص ۵۰ تا ۵۱)

جواب:

اس سوال کے جواب میں پہلی گزارش میں یہ کروں گا کہ شیعہ لوگوں نے ماتم کے جواز پر شہید کی جو قید لگائی ہے۔ کیا اس قید کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی حدیث میں یا کسی امام کے فرمان میں موجود ہے۔ جس کی وجہ سے تم نے مروجہ ماتم کے لیے مخصوص آدمیوں کو منتخب کر لیا۔ اگر حدیث رسول ہے۔ تو بھی پیش کریں۔ اور اگر قول و فرمانِ امام ہے۔ تو بھی پیش کریں۔ اور اس کتاب کا نام بھی تحریر ہونا چاہیئے۔ سند متصل اور حدیث صحیح مرفوع کے ساتھ اگر ایک حوالہ بھی تمام شیعہ مل کر کہیں سے دکھا دیں۔ تو دس ہزار روپیہ نقد انعام پائیں۔ اور ایسی روایت دکھا نا حق تمہارا بنتا ہے۔ کیونکہ شہید کے لیے اور خصوصًا امام حسین کے لیے ماتم کرنے کی اجازت کا دعویٰ تمہاری طرف سے ہے۔ ہم پر یہ ضروری نہیں۔ کہ ہم کوئی ایسی دلیل دکھائیں۔ کہ جس میں شہید کے لیے بھی ماتم نا جائز ہو۔ لیکن تمہاری بھلائی اور امید ہدایت پر میں انشاء اللہ تمہاری کتابوں سے بلکہ کتب صحاح اربعہ سے یہ ثابت کرتا ہوں کہ شہید پر ماتم کرنے کرنے کی بھی اجازت نہیں۔ ملاحظہ فرمایئے۔

من لایحضرہ الفقیہ:

قَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ لِفَاطِمَۃَ عَلَیْہَا السَّلَامُ حِیْنَ قُتِلَ جَعْفَرُ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ لَا تَدْعِیْ بِوَیْلٍ وَلَا ثُکْلٍ وَلَا حُزْنٍ وَلَا حَرَبٍ وَمَا قُلْتَ فِیْہِ فَقَدْ صَدَقْتَ۔

(من لایحضرہ الفقیہ ص ۵۶ فی العزاء الخ مطبوعہ لکھنؤ طبع قدیم)

(من لایحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۱۱۲ طبع جدید مطبوعہ تہران)

ترجمہ:

جب حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمۃ الزہرا کو ارشاد فرمایا کسی کی موت پر اور جنگ میں کسی کے شہید ہونے پر غم میں واویلا نہ کرنا۔ اور رونا پیٹنا نہیں۔ میں نے جو کچھ تجھے کہہ دیا ہے۔ حق و سچ کہا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے معلوم ہوا۔ کہ ماتم کی کوئی بھی صورت شرعًا جائز نہیں۔ اور نہ ہی کسی فرد (شہید) کے لیے اس کی اجازت ہے۔ اگر شہید کے لیے رونے پیٹنے اور واویلا کرنے کی اجازت ہوتی۔ تو حضرت امیر حمزہ پر حضرت فاطمۃ الزہرا کو ماتم کرنے کی اجازت مل جاتی۔ کیونکہ حضرت حمزہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس کے مطابق "سید الشہداء" ہیں۔ جب ان کے لیے گنجائش نہیں۔ تو دوسرے شہید کی استثناء کیونکر ممکن ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد دراصل ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ لہٰذا شہید پر ماتم دراصل اللہ کی طرف سے ممنوع ہوا۔

رہا یہ معاملہ کہ مولوی اسماعیل نے "براہین ماتم" میں جو امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی روایت ذکر کی ہے۔ جس سے شہید کا ماتم کرنے کا جواز نکلتا ہے۔ اور وہ بھی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا ماتم۔ تو اس بارے میں ایک بات پر میں مولوی اسماعیل گوجروی کو شاباش دیتا ہوں۔ کہ اس نے بھی مروجہ ماتم کو (سوائے امام حسین رضی اللہ عنہ کے) بقول امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ منع قرار دیا۔ اور یہ مانا کہ ہم ہر جگہ ماتم کے مدعی نہیں۔ لہٰذا اس روایت اور اقرار کے بعد جھگڑا دراصل اس میں رہ جاتا ہے۔ کہ کیا امام حسین رضی اللہ عنہ کا ماتم جائز ہے۔ یا نہیں؟

اس سلسلہ میں پہلی بات یہ ہے کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے جو "براہین ماتم" میں حدیث ذکر کی گئی۔ اس کی سند مذکور نہیں۔ جس کی وجہ سے اس کا بے سند ہونا بھی ممکن ہے۔ لہٰذا اس کی صحت اور عدم صحت کی تمیز کرنی چاہیئے۔ پھر کہیں اس حدیث سے کوئی بات بنے گی۔

سب سے زیادہ اس روایت کے صحیح اور غیر صحیح ہونے کا امتیاز اس طرح ہو سکتا ہے۔ کہ خود امام حسین رضی اللہ عنہ کو پوچھا جائے۔ حضور! آپ اپنے ماتم کے بارے میں کچھ فرما گئے ہیں۔ یا کہ نہیں۔ اگر فرمان ہے۔ تو اثبات میں ہے یا نفی میں؟ اس کا ذکر خود شیعہ کتب میں موجود ہے۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کا ماتم کے بارے میں فرمان ملاحظہ ہو۔

جلاء العیون:

چوں نالہ و بیقراری ایشاں را مشاہدہ نمود فرمود کہ شمارا بخدا سوگند می دہم کہ صبر پیش آورید۔ و دست از جزع و بیتابی بردارید۔

(جلاء العیون ص ۵۱۵ توجہ آنحضرت بجانب مکہ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ جب مدینہ منورہ سے کوفہ جانے کے لیے مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے۔ تو اس وقت بنی ہاشم کی عورتوں کی بیقراری نالہ و فغاں سنا۔ تو فرمایا۔ میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں۔ کہ صبر کو اختیار کرو اور جزع (مروجہ ماتم) و بیتابی سے ہاتھ اٹھاؤ۔

۲۔ جلاء العیون:

چوں زینب خاتون ایں خبر وحشت اثر را شنید طپانچہ بروئے خود زد و فریاد و واویلا بلند کرد حضرت فرمود کہ اے خواہر گرامی ویل عذاب برائے تو نیست برائے دشمنانِ تست صبر کن و بزاری دشمناں را بر من شاد مگرداں۔

(جلاء العیون ص ۴۰۹ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

(امام حسین رضی اللہ عنہ نے جب اپنی ہمشیرہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو اپنا خواب تبلایا) اور جب سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے یہ وحشت ناک خواب سنا۔ تو اپنا منہ پیٹ لیا۔ فریاد کی۔ اور واویلا بلند کیا امام حسین رضی اللہ عنہ نے (یہ دیکھ کر) فرمایا۔ اے گرامی ہمشیرہ! ویل اور عذاب تمہارے لیے نہیں۔ تمہارے دشمنوں کے لیے ہے۔ تم صبر کرو اور دشمنوں کو اس جزع فزع پر راضی نہ کرو۔

۳۔ جلاء العیون:

فرمود اے خواہر با جان برابر حلم و بردباری پیشہ خود کن و شیطان را بر خود تسلط مدہ و بر قضائے

حق تعالیٰ صبر کن۔

(جلاء العیون ص ۵۵۲ وقائع شب عاشورہ مطبوعہ
تہران طبع جدید)

ترجمہ:

(میدان کربلا میں مختلف عزیز و اقارب کی شہادت پر جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے جزع فزع کیا۔ تو اس موقعہ پر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا) اے ہمشیرہ! علم اور بردباری سے کام لو۔ اور شیطان کو اپنے اوپر تسلط نہ دو۔ اور خدا کی قضاء پر راضی ہو کر صبر کرو۔

۴۔ جلاء العیون:

گفت اے خواہر نیک اختر از خدا بترس و بر قضاے حق تعالیٰ راضی شو

(جلاء العیون ص ۵۵۲ وقائع شب عاشورہ مطبوعہ
تہران طبع جدید)

ترجمہ:

(محرم الحرام کی دسویں شب جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو امام حسین رضی اللہ عنہ نے جزع فزع کرتے دیکھا۔ تو فرمایا) اے نیک بہن! اللہ کا خوف رکھو۔ اور اللہ کی رضا پر راضی ہو جاؤ۔

حاصل کلام:

مذکورہ چار عدد حوالہ جات سے (جو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ہیں) معلوم ہوا۔ کہ جزع فزع (مروجہ ماتم) منع ہے۔ یہ بات آپ نے خدا کی قسم اٹھا کر فرمائی۔ اس کی بجائے صبر و شکر کرنا شیوۂ نیکوکاراں ہے۔

جزع فزع کرنے والے پر شیطان کا تسلط ہو جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب بنتا ہے۔ لہٰذا اس فعل کے کرنے سے خوفِ خدا پیشِ نظر رہنا چاہیئے ان ارشادات کے پیشِ نظر حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی طرف نسبت کی گئی ایک بے سر و پا حدیث کی کیا وقعت رہ جاتی ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ امام حسین رضی اللہ عنہ خود جزع فزع (مروجہ ماتم) کو ناپسند فعلِ شیطان اور سببِ غضبِ خدا سمجھتے تھے۔ تو یہ کیونکر ممکن ہو۔ کہ ان کے خاندان کے چشم و چراغ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے جدِ امجد کے ارشادات کے خلاف کہیں۔ اس لیے اس روایت کی کوئی حیثیت نہیں۔ اور حقیقت وہی ہے۔ جو امام حسین نے بیان فرمادی۔

دوسری بات اس معاملہ میں زیرِ غور یہ ہے۔ کہ اگر مروجہ ماتم (سینہ کوبی، زنجیر زنی اور بال نوچنے وغیرہ) جائز ہوتا۔ تو شیعی فقہاء اس کے مرتکب پر بطورِ سزا کفارہ کیوں لازم کرتے ہیں؟ مروجہ ماتم پر کفارہ کی بحث اگلی فصل میں مستقل حوالہ جات سے آرہی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ

فصل چہارم

ماتم کس نے ایجاد کیا؟ اس کا فقہی حکم کیا ہے؟ اور ابتداء کیا ہوئی؟

سب سے پہلے ماتم کرنے والا شیطان تھا

مجمع المعارف:

در حدیث است کہ غناء نوحۂ ابلیس بود بر فراق بہشت و فرمود نوحہ کنندہ بیاید روز قیامت نوحہ کناں مانند سگ۔ و فرمود نوحہ و غنا فسون زنا است۔

(مجمع المعارف حاشیہ بر حلیۃ المتقین ص ۱۶۲ در حرمت غنا مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

حدیث پاک میں ہے۔ کہ غناء، ابلیس کا نوحہ (ماتم) ہے۔ یہ ماتم اس نے بہشت کی جدائی میں کیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ماتم کرنے والا کل قیامت کے دن کتے کی طرح آئے۔ اور آپ نے یہ بھی فرمایا۔ کہ ماتم اور مرثیہ خوانی زنا کا منتر ہے۔

امام حسین رضی اللہ عنہ پر ماتم کی ابتداء یزید نے کی

منتہی الآمال:

وجمعے نقل کردہ اند کہ یزید امر کرد سرِ مطہرِ امام علیہ السلام را بر در قصر شوم او نصب کردند۔ واہل بیت را امر کرد کہ داخل خانۂ او شوند چوں مخدرات اہل بیت عصمت و جلالت علیہم السلام داخل خانہ آں لعین شدند۔ زنانِ آل ابو سفیان زیورہائے خود را کندند۔ ولباس ماتم پوشیدند۔ وصدا بگریہ ونوحہ بلند کردند۔ وسہ روزہ ماتم داشتند۔

(منتہی الآمال جلد اول مقصد چہارم فصل ہشتم مصنفہ شیخ عباس قمی ص ۵۵ نوحہ کردن زنانِ آل ابوسفیان برا اہل بیت مطبوعہ ایران طبع جدید)

ترجمہ:

ایک جماعت نے نقل کیا ہے۔ کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے سرِ انور کے متعلق یزید نے یہ حکم دیا۔ کہ اس کو یزید کے منحوس محل پر لٹکا دیا جائے اور اہل بیت کو حکم دیا۔ کہ اس کے گھر داخل ہوں۔ جب مستورات اہل بیت رضی اللہ عنہن

اس لعین کے محل میں داخل ہوئیں۔ تو آل ابوسفیان کی عورتوں نے اپنے زیورات اتار دیئے۔ اور لباسِ ماتم پہن کے آواز نوحہ وگریہ وزاری بلند کرتی رہیں۔ اور تین روز ماتم کیا

ہندہ (یزید کی بیوی) نے اپنے خاوند، (یزید) کے حکم سے امام حسین کا ماتم کیا

ابو مخنف وغیرہ نے روایت کی ہے۔ کہ حکم یزید لعین سے سر مبارک سید الشہداء اس کے دروازۂ قصر پر آویزاں کیا گیا۔ اور اہل بیت آنحضرت کو اپنے محل بھجوایا۔ جب مخدرات اہل بیت عصمت و طہارت اس کے محل میں داخل ہوئے۔ عورات ابو سفیان نے اپنے زیورات اتار دیئے۔ اور لباسِ ماتم پہن کے آواز نوحہ و گریہ زاری بلند کی۔ اور تین روز ماتم رہا۔

(جلاء العیون اردو۔ جلد دوم ص ۹۵، مطبوعہ شیعہ جنرل بک ایجنسی انصاف پریس لاہور طبع جدید)

ان موخر الذکر دو روایات سے معلوم ہوا۔ کہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ پر ماتم کا آغاز یزید کے گھر سے ہوا۔ اور یزید ہی کے حکم سے ہوا۔ اگرچہ مطلقاً ماتم کی ابتداء شیطان سے ہوئی۔ لیکن ماتم امام حسین کی ابتداء یزید نے کرائی۔ اس کے گھر سے شروع ہوئی لہٰذا مسلمانوں کو قطعاً یہ گوارا نہیں ہو سکتا۔ کہ ایسا فعل جس کا بانی مبانی ابلیس ہو۔ اور یزید نے اُسے پھر سے زندہ کیا۔ اس فعل کو کریں۔

ؔ

ماتم کرنے والے پر کفارہ واجب ہے

توضیح المسائل:

مسئلہ ۶۳۴:

جائز نیست انسان در مرگِ کسی صورت و بدن را بخراشد و بخود لطمہ بزند۔

مسئلہ ۶۳۵:

پارہ کردن یقہ در مرگِ غیر پدر و برادر جائز نیست۔

مسئلہ ۶۳۶:

اگر مرد در مرگِ زن یا فرزند یقہ یا لباس خود را پارہ کند۔ یا اگر زن در عزائے میت صورت خود را بخراشد بطوریکہ خون بیاید۔ یا موئے خود را بکند۔ باید یک بندہ آزاد کند۔ یا دہ فقیر را طعام دہد۔ یا آنہا را بپوشاند۔ و اگر نتواند باید سہ روز روزہ بگیرد۔ بلکہ اگر خون ہم نیاید۔ بنا بر احتیاط واجب ایں دستور عمل نماید۔

(توضیح المسائل مصنفہ روح اللہ موسوی خمینی صہ۱۰۷
مستحبات دفن مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ مسئلہ ۶۳۴:

کسی کی فوتیدگی پر کسی انسان کے لیے اپنے بدن کو چھیلنا، اپنی شکل و چہرہ کو چھیلنا اور منہ پر طمانچہ مارنا جائز نہیں۔

ترجمہ مسئلہ نمبر ۶۳۵

اپنے باپ یا بھائی کی فوتیدگی کے علاوہ کسی دوسرے کی فوتیدگی پر گریبان چاک کرنا جائز نہیں ہے۔

ترجمہ: مسئلہ ۶۲۶:

اگر کوئی خاوند اپنی بیوی کی موت پر اپنا گریبان اپنا لباس چاک کرے گا۔ یا کوئی عورت کسی میت کی تعزیت کرتے ہوئے اپنا چہرہ اتنا زخمی کرلے کہ اس سے خون بہ نکلے یا اپنے بالوں کو نوچے۔ تو ان میں سے ہر ایک پر ایک غلام آزاد کرنا ضروری ہے۔ یا دس فقیروں کو کھانا کھلانا ضروری ہے یا دس فقیروں کو کپڑے پہنانا لازمی ہے۔ اگر ان میں کسی کفارہ کی طاقت نہ رکھے۔ تو تین دن کے روزے رکھے۔ بلکہ اگرچہ چہرہ پر خراشنے سے خون نہ بھی نکلے۔ تو بھی ازروئے احتیاط اس طریقہ (کفارہ) کو اپنانا چاہیئے۔

شیعہ لوگوں کے ہاں جو فقہ مروج ہے۔ اس کے تین مسائل جو اوپر درج کیے گئے۔ ان سے واضح ہو گیا۔ کہ مروجہ ماتم ان کی فقہ میں بھی ایک حرام فعل ہے۔ جس کی حرمت پر واضح دلیل یہ ہے۔ کہ اس پر ان کے فقہاء نے کفارہ واجب کیا۔ اور کفارہ کسی جرم اور گناہ پر ہی ہوتا ہے۔ لہٰذا ماتم کرنے والے پر کفارہ کا وجوب اس فعل ماتم کو جرم اور گناہ ثابت کرتا ہے۔ اپنی فقہ سے لازماً شیعہ علماء اور ذاکرین بے خبر نہ ہوں گے۔ جانتے ہوئے پھر عوام کو اس فعلِ قبیح اور موجب کفارہ سے لوگوں کو روکنے کی تبلیغ کیوں نہیں کرتے بلکہ روکنے کی بجائے وہ مروجہ ماتم پر بہت سے انعامات اور اجر و ثواب کا وعدہ سناتے ہیں۔ جن کی کوئی حقیقت اور جن میں کوئی صداقت نہیں ہوتی۔ لہٰذا اگر کسی شیعہ کو اس فعل قبیح کے بارے میں ذاکرین نے اندھیرے میں رکھا۔ تو ہم نے انہیں چراغ دکھا دیا ہے۔ آگے اس کی روشنی میں چلنا نہ چلنا ان کی مرضی۔

وما علینا الا البلاغ

ماتم کرنے کا انجام (عذاب) کیا ہو گا۔؟

۱۔ ماتمی کا منہ قبر میں قبلہ کی سمت سے پھیر دیا جائے گا۔

مجمع المعارف:

بروایتے فرمود۔ کہ ہفت نفر در قبر از قبلہ رو گرداں شوند۔ خمر فروش، مصر برشراب و شہادت دہندہ بناحق و محتکر در ربا خوار و عاق والدین و نوحہ گر و فرمود کہ ہر کہ کتمان شہادت نماید حق تعالیٰ گوشت او را بخورا ند باو در حضور خلائق و داخل جہنم شود در حالتے کہ زبان خود می خاید۔

(مجمع المعارف حاشیہ بر حلیۃ المتقین ص ۱۶۸

مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

بمطابق ایک روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ سات آدمیوں کا قبر میں منہ قبلہ کی طرف سے پھیر دیا جاتا ہے۔ (۱) شراب بیچنے والا (۲) شراب لگاتار پینے والا۔ ۳۔ ناحق گواہی دینے والا۔ ۴۔ جوا باز (۵) سود خوار (۶) والدین کا نافرمان۔ ۷۔ ماتم کرنے والا۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا۔ جو شخص گواہی کو چھپاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو اس کا اپنا گوشت کھلائے گا۔ کہے گا۔ اور وہ میدان حشر سب لوگوں کے سامنے اپنا گوشت کھائے گا۔ اور جہنم میں اس حالت سے داخل ہو گا۔ کہ اپنی زبان کو کاٹ رہا ہو گا۔

توضیح: قبر میں اتارنے کے بعد مردہ کا منہ قبلہ رُخ کرنا اہل اسلام کا دستور ہے۔ اور یہ اس لیے کیا جاتا ہے۔ تاکہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم و دیگر ایمانیات کے ماننے اور نہ ماننے والے کے مابین امتیاز رہے۔ گویا قبلہ رخ دفنانا بظاہر اس کے مومن ہونے کی علامت ہے۔ اور اس (اللہ تعالیٰ) کے بتلائے ہوئے قبلہ کو اپنی نماز میں قبلہ سمجھ کر اس طرف منہ کر کے نماز پڑھنے والا ہے۔ لیکن یہ ضروری نہیں۔ کہ قبلہ کی طرف منہ کرنے والا ہر شخص دفنانے کے بعد اس کا منہ اُدھر ہی رکھا جائے گا۔ اس لیے جس آدمی کے کسی گناہ کبیرہ کو اللہ تعالیٰ معاف نہ فرما دے۔ اور اس پر گرفت کرے تو اس کا ایک انداز یہ ہوتا ہے۔ کہ قبر میں ایسے شخص کا منہ قبلہ سے موڑ دیا جاتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا اظہار ہوتا ہے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ جس طرح مذکورہ حدیث میں بقیہ چھ افعال اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں۔ اسی طرح ماتم کرنا بھی اللہ کو ہرگز پسند نہیں اسی وجہ سے ماتمیوں کا منہ قبلہ سے پھیر دیا جائے گا۔

۲- غناء کرنے والے اور مرثیہ خوان کو قبر سے اندھا اور گونگا کر کے اٹھایا جائے گا

مجمع المعارف:

از رسول خدا منقول است۔ کہ محشور خواہد شد صاحب غنا و خوانندگی از قبرش کور و گنگ کہ چوں زنا کار و ساز ندہ بہیچ نیست کہ بلند کند آواز خود را بخواندگی مگر آنکہ خدا دو شیطان فرستد کہ بر دوش او سوار شدہ و بپاشنہ پا ہائے خود بسینہ و پشتِ او زنند تا وقتی واگذارد و فرمود کہ ہر کہ بکورہم بصاحب ساز و ہر و آلتِ نسا و دہر زد خدا شدید تر است از زنا د

با اذ خود رہتا دیار۔

(مجمع المعارف حاشیہ بر حلیۃ المتقین ص ۱۶۲ در
حرمت غنا مطبوعہ تہران طبع قدیم)

ترجمہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔ کہ غناء کرنے والا اور مرثیہ خوان
کو قبر سے زانی کی طرح اندھا اور گونگا اٹھایا جائے گا۔ اور کوئی گانے والا
جب مرثیہ خوانی کے لیے آواز بلند کرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ دو شیطان اس
کی طرف بھیج دیتا ہے۔ جو اس کے کندھے پر سوار ہو جاتے ہیں۔ وہ
دونوں اپنے پاؤں کی ایڑیاں اس کی چھاتی اور پشت پر اس وقت تک
مارتے رہتے ہیں۔ جب تک وہ نوحہ خوانی ترک نہ کرے۔ اور رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو کوئی شخص کسی ساز بجانے والے کو ایک
درہم دیتا ہے۔ اور اسے کوئی گانے بجانے والا اُدھار دے دیتا ہے
تو اس کا ایسا کرنا اپنی سگی ماں سے ستر مرتبہ زنا کرنے سے بھی
زیادہ بُرا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے ثابت ہوا۔ کہ مرثیہ خوانی اور غنا اتنے ہی بدتر ہیں۔ جتنا کہ زنا۔ اس لیے ان دونوں کا عذاب بھی یکساں ذکر فرمایا اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ مرثیہ خوان پر دو شیطان مسلط ہو جاتے ہیں۔ اور نوحہ خوان اور ساز بجانے والا کسی قسم کی امداد کا مستحق نہیں۔ بلکہ اس کی ایک درہم سے معمولی سی خدمت کرنا اپنی ماں سے ستر مرتبہ زنا کے برابر قرار دی گئی۔ تو اس سے بڑھ کر اس فعل کے قبیح اور شنیع ہونے کی کونسی دلیل کی ضرورت ہے۔

نوٹ: اگر کوئی شیعہ یہ اعتراض کرے۔ کہ سنی لوگ خواہ مخواہ ہمیں بدنام کرتے ہیں۔

ٹھیک ہے۔ ہم مرثیہ خوانی کرتے ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ساز نہیں بجاتے اور اس کے معاونین کے بارے میں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک گزری۔ اس کا اطلاق ہم پر نہیں ہوتا۔ اس کا جواب میں عرض کرتا ہوں۔ وہ یہ کہ فقیر راقم الحروف ۱۹۵۷ء جب حج کی سعادت سے فارغ ہو کر بسوں کے قافلہ کی صورت میں بغداد شریف پہنچا۔ تو اس دن محرم الحرام کی ۹ تاریخ تھی۔ بغداد کی ایک مسجد "منطقہ مسجد براسہ" میں میں نے آنکھوں سے دیکھا۔ کہ شیعہ لوگوں کا ایک جلوس کاظمین سے چل کر مذکورہ مسجد میں آیا۔ اور جو کچھ انہوں نے وہاں کیا۔ اور میں نے دیکھا زبان زیب نہیں دیتی کہ اسے بیان کروں۔ پرلے درجے کی عریانی اور پھر اس کے ساتھ ساتھ ساز بھی بج رہے تھے مرثیہ خوانی بھی ساتھ تھی۔ اس لیے شیعہ حضرات اس سے انکار نہیں کر سکتے۔ کہ وہ مرثیہ خوانی کرتے وقت ساز استعمال نہیں کرتے۔

یہی وجہ ہے۔ کہ ان کی اپنی کتاب "منتہی الاعمال جلد اول" کے آخر میں اس کے مصنف شیخ قمی نے اس بات کی بہت زور دے کر تردید کی۔ کہ "اب میرے زمانہ میں ساز بجانا ماتم کی جزو بن چکا ہے جو کہ گناہِ عظیم ہے" ہم انشاء اللہ ماتم کی بحث کے اختتام میں اس کتاب کی پوری عبارت نقل کریں گے۔

۳۔ ماتمی کی دُبر سے فرشتے آگ ڈال کر اس کے منہ سے نکالیں گے جبکہ ماتمی کی شکل کتے کی ہو گی

حیات القلوب:

(آنحضرت فرمود) وزنی را دیدم بر صورتِ سگ و آتش در دبرش داخل میکردند وازد ہانش بیروں می آید و ملائکہ سر و بدنش را بگرز ہائے آہن

می زدند۔ فاطمہ سلام اللہ علیہا گفت اے پدر بزرگوار من! مرا خبر دہ کہ عمل و سیرت ایشاں چہ بود کہ حق تعالیٰ ایں نوع عذاب بر ایشاں مسلط گرداند۔ حضرت گفت کہ آں زنے کہ بصورتِ سگ بود و آتش در دبرش میکردند۔ او خوانندہ و نوحہ کنندہ و حسود بود۔

(۱۔ حیات القلوب جلد دوم ص ۵۴۳ باب بست و چہارم در معراج آنحضرت مطبوعہ نولکشور)

(۲۔ عیون اخبار الرضا جلد دوم ص ۱۱ ما راہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی المعراج الخ مطبوعہ نجف اشرف طبع قدیم)

(۳۔ انوار نعمانیہ جلد اول طبع جدید ص ۲۱۶ مطبوعہ تبریز فی ذکر ذر ملکوتی و طبع قدیم ص ۶۸ دستی۔)

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں نے ایک عورت کتے کی شکل میں دیکھی۔ کہ فرشتے اس کی دبر سے آگ داخل کرتے ہیں۔ اور منہ سے آگ باہر آجاتی ہے۔ اور فرشتے آہنی گرزوں کے ساتھ اس کے سر اور بدن کو مارتے ہیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا میرے بزرگوار ابا جان مجھے بتلائیے۔ کہ ان عورتوں کا دنیا میں کیا عمل اور عادت تھی۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر اس قسم کا عذاب مسلط کر دیا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ کہ وہ عورت جو کتے کی شکل میں تھی۔ اور فرشتے اس کی دبر میں آگ جھونک رہے تھے۔ وہ مرثیہ خوان، نوحہ کرنے والی اور حسد

کرنے والی تھی۔

جائے عبرت ہے:

قارئین کرام! آپ نے اللہ تعالیٰ کا حضرت انسان کے بارے میں یہ ارشاد تو پڑھا ہوگا۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ۔ ہم نے انسان کو بہترین شکل و صورت میں پیدا کیا۔ اس ارشاد ربانی کی بنیاد پر انسان افضل المخلوقات ہوا اور ہر ذی روح پر اللہ نے اسے فضیلت عطاء فرمائی۔ اس کے باوجود مذکورہ حدیث کی روشنی میں نوحہ کرنے والی اور ماتمی عورت کو انسانی شکل سے محروم کر کے کتے کی شکل میں اٹھایا جائے گا۔ اس سے اندازہ فرمائیے۔ کہ نوحہ اور مرثیہ خوانی کس قدر اللہ کے نزدیک قبیح فعل ہے۔ اس کے قبیح ہونے کی واضح علامت یہ ہے۔ کہ ماتمی عورت کی دُبر سے آگ داخل ہو کر منہ سے نکلے گی۔ اس سے آپ اندازہ کر لیں۔ کہ جس اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا۔ اور بلند مرتبوں سے نوازا۔ تو اس اللہ کی طرف سے کسی کو ایسا عذاب دیا جانا یہ ظاہر کرتا ہے۔ کہ اس فعل کے حرام اور قبیح ہونے میں کوئی شک نہیں۔

لہذا اگر کسی سے زندگی کے کسی موڑ پر ایسا فعل سرزد ہوا ہو۔ تو اُسے معافی مانگ کر اس سے اجتناب کرنا چاہیئے۔ اور اپنی عاقبت کو برباد ہونے سے بچانے کی فکر کرنی چاہیئے۔

۴۔ مروجہ ماتم کرنے والا نیکیاں ضائع کر بیٹھتا ہے:

حیات القلوب:

پس حضرت فرمود کہ یا علی بقبر پائین رو و فرزند مرا در لحد گزار۔ حضرت امیر المومنین داخل قبر شد۔ و آں طائر قدسی را در آشیان لحد گزاشت۔ پس مردم گفتند۔ کہ سزاوار نیست احدی را کہ فرزند خود را در لحد گزارد۔ و در قبر فرزند خود داخل شود۔ زیرا کہ حضرت رسول داخل قبر فرزند خود نشد۔ پس حضرت فرمود۔ کہ ایھا الناس! بر شما حرام نیست۔ داخل قبر ہائے فرزند خود لشوید۔ ولیکن من ایمن نیستم کہ اگر یکے از شما داخل قبر فرزند خود شود و بند ہائے کفن او را بکشاید۔ ازانکہ شیطان بر او مسلط شود و او را بدارد بر جزعی کہ باعث حبط اجر او شود۔ پس حضرت از نزدیک قبر مراجعت نمود.......

و کلینی بسند معتبر دیگر از حضرت صادق روایت کردہ است۔ کہ چوں حضرت ابراہیم از دنیا رحلت نمود۔ آب از دیدہ ہائے مبارک حضرت رسول فرو ریخت و فرمود کہ دیدہ میگرید و دل اندوہناک میشود و نمی گویم چیزے کہ باعثِ غضبِ پروردگار گردد۔ پس خطاب کرد با ابراہیم ما بر تو اندوہناکیم ای ابراہیم۔

(حیات القلوب جلد دوم ص ۱۰۲۴ تا ۱۰۲۵ باب پنجاہ و یکم ذکر اولاد امجاد آنحضرت مطبوعہ نولکشور طبع قدیم)

ترجمہ:

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو فرمایا۔ قبر کی پائنتی سے اتر کر میرے بیٹے کو لحد میں اتارو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ قبر میں اترے۔ اور اس قدسی پرندہ کو آشیانۂ لحد میں چھوڑا۔ لوگوں نے کہا۔ کہ کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں۔ کہ اپنے فرزند کو لحد میں داخل کرے۔ اور اس کی قبر میں داخل ہو جائے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بیٹے کی قبر میں داخل نہ ہوئے۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لوگو! تمہارے لیے اپنے بیٹوں کی قبروں میں داخل ہونا حرام نہیں۔ لیکن مجھے یہ خطرہ ہے۔ کہ اگر کوئی آدمی اپنے بیٹے کی قبر میں داخل ہو کر اس کے کفن کی گرہ کھول دے۔ اور شیطان اس پر مسلط ہو جائے۔ اور وہ اپنے بیٹے کو دیکھ کر جزع فزع کرنے لگے۔ جس کی وجہ سے اس کا تمام ثواب ضائع ہو جائے۔ یہ کہہ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبر سے ذرا ہٹ گئے۔

کلینی نے ایک اور معتبر سند کے ساتھ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لخت جگر حضرت ابراہیم دنیا سے رحلت فرما گئے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے۔ اور آپ نے فرمایا۔ آنکھیں رو رہی ہیں۔ اور دل غمناک ہے۔ لیکن میں کوئی ایسی بات نہیں کرنا چاہتا جس سے اللہ تعالیٰ کو غصہ آجائے۔ یہ کہہ کر اپنے لخت جگر کو مخاطب کر کے فرمایا۔ اے ابراہیم! ہم تیری وفات پر غمناک ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات عالیہ سے معلوم ہوا۔ کہ بیٹے کی قبر میں اس کے باپ کا داخل ہونا حرام نہیں لیکن اس سے یہ خطرہ ضرور ہو جاتا ہے۔ کہ کہیں باپ اپنے بیٹے کی شکل دیکھ کر تسلط شیطان کی وجہ سے کچھ ایسی

حرکات یا افعال نہ کر بیٹھے۔ جو شرعاً ناجائز ہوں۔ اور جن کی وجہ سے اس کا اجر و ثواب ضائع ہو جائے۔ یعنی بیٹے کی جدائی پر دل کا غمناک ہو جانا اور آنکھوں سے آنسو بہہ نکلنا تو سنت نبوی ٹھہرا۔ اس سے زائد کوئی بھی فعل (واویلا کرنا، منہ پر طمانچہ مارنا، بال نوچنا، سینہ کوبی کرنا وغیرہ۔) وہ اس وقت کرے گا۔ جب اس پر شیطان مسلط ہو جائے گا۔ اور پھر ان کاموں کے کرنے سے غضبِ الٰہی کا مورد بن جائے گا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ مروجہ ماتم کرنے والے پر شیطان مسلط ہوتا ہے اور اس کی نیکیاں ضائع ہو جاتی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کا غضب اس پر نازل ہوتا ہے۔

۵۔ نوحہ گر کو قیامت کے دن پگھلے ہوئے تانبہ کا لباس پہنایا جائے گا۔

حیات القلوب:

ابن بابویہ بسند معتبر از امام جعفر صادق روایت کردہ است کہ حضرت رسول فرمود کہ چہار خصلت بد ہمیشہ در امت من خواہد بود تا روز قیامت اول فخر کردن بحسبہائے خود دوم طعن کردن بر نسب ہائے مردم سوم آمدن باراں را از اوضاع کواکب دانستن واعتقاد بعلم نجوم داشتن چہارم نوحہ کردن و بدرستیکہ اگر نوحہ کنندہ توبہ نکند پیش از مردنش چوں روز قیامت مبعوث شود جامہ از مس گداختہ و جامہ از جرب براو پوشانند

(حیات القلوب جلد دوم ص ۶۷۵ باب
شصت و دوم در فضائل امت آنحضرت
مطبوعہ نولکشور طبع قدیم)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے ابن بابویہ نے معتبر روایت سے بیان کیا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ چار بُری عادتیں قیامت تک میری امت میں رہیں گی۔ پہلی اپنے حسب پر فخر کرنا دوسری لوگوں کے نسب پر طعن کرنا تیسری بارش کا ستاروں کی گردش سے اُترنے کا عقیدہ رکھنا اور علم نجوم پر یقین کرنا چوتھی نوحہ کرنا۔

خوب جان لینا چاہیے۔ کہ اگر نوحہ کرنے والا اپنے مرنے سے قبل توبہ نہ کرے گا۔ بروز قیامت جب اٹھایا جائے گا۔ تو تانبہ پگھلا ہوا۔ اور تارکول کے بنے کپڑے اس کو پہنائے جائیں گے۔

اس حدیث سے واضح ہوا۔ کہ نوحہ (رونا پیٹنا و ماتم کرنا) گناہِ کبیرہ ہے۔ جس کی معافی سچی توبہ سے ہی ہو سکتی ہے۔ اگر بغیر توبہ مر گیا۔ تو اس گناہ کی پاداش میں اُسے دوزخیوں میں ممتاز لباس پہنایا جائے گا (یعنی پگھلے تانبے کی شلوار اور تارکول کی قمیص) تاکہ باقی جہنمیوں کو اس کے بارے میں معلوم ہو جائے۔ کہ یہ ماتمی شخص تھا۔

لہٰذا مقام غور ہے کہ یہ حدیث ایسی مضبوط حدیث ہے۔ کہ ملا باقر مجلسی شیعی نے خود اس کی سند کو معتبر کہا ہے۔ یعنی اس کے راویوں میں سے کوئی بھی جھوٹا کذاب اور مجروح نہیں۔ تو پھر اس صحیح السند روایت سے بڑھ کر ماتم کے منع ہونے پر اور کونسی دلیل کی ضرورت ہے۔ پھر بھی جوازِ ماتم کے لیے اگر مولوی اسماعیل گوجروی کی طرح دیگر شیعہ لیڈر من گھڑت اور جھوٹی روایات پیش کریں۔ تو انہیں امتِ شیعہ کا خیر خواہ کون کہے گا؟ دیکھئے! خود ان شیعہ حضرات کے اکابر کہہ چکے۔ کہ ماتمی کو مرنے کے بعد کتے کی شکل میں تبدیل کر دیا جائے گا۔ کھانے کو آگ دی

جائے گی۔ پگھلا ہوا تانبہ اس کی شلوار ہوگی۔ کھولتا ہوا تارکول اس کی قمیص بنے گا۔ آگ اس کی دُبر سے داخل ہو کر منہ سے نکلے گی۔ نیکیاں سبھی اکارت ہو جائیں گی۔ بوقتِ ماتم، ماتمی پر شیطان مسلط ہوتا ہے۔ اور وہی اس سے اپنا من پسندیدہ کام کرواتا ہے۔ اور قبر میں اس کا منہ قبلہ کی طرف نہیں رہنے دیا جاتا۔ ایک ماتم کے اتنے نقصانات اور پھر ان نقصانات کو بالائے طاق رکھ کر جو ذاکر یا واعظ مروجہ ماتم اور نوحہ کی تلقین کرے اور اس پر ثواب و اجر کے مرثیے سنائے۔ تو بتلائیے اُس نے کیسی خیر خواہی کی؟ کونسا فائدہ پہنچایا۔ ؎

خود تو ڈوبے ہیں صنم تجھ کو بھی لے ڈوبیں گے

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ

ایک اور سوال

ہم نے گزشتہ اوراق میں سیدنا حضرت امام حسین کے فرمانات سے یہ واضح کر دیا ہے۔ کہ آپ نے اپنے بعد اپنے ماتم کو منع فرما دیا تھا۔ اور اس فعل کو شیطانی فعل قرار دیا تھا۔ اس موقعہ پر مولوی اسماعیل گوجروی کے سوال کی ایک توجیہ اور غرض و غایت پیشِ نظر ہے۔ وہ یہ کہ

ہم شیعہ لوگ جو زنجیر زنی، سینہ کوبی اور آہ و فغاں کرتے ہیں۔ باوجود اس کے کہ ہمارے ائمہ نے ان کو اچھا نہ جانا۔ لیکن ان ائمہ کی روایات و احادیث کے ہوتے ہوئے ہمارے شیعی فقہاء نے اس کو جائز کہا۔ تو اے سنیو! اگر تم ہمارے ہی کسی فقیہہ کی عبارت ایسی دکھا دو۔ جس میں اس نے مروجہ ماتم کو ناجائز اور حرام کہا ہو۔ تو پھر معلوم ہو جائے۔ کہ ائمہ نے جو ماتم پر کفارہ مقرر کیا ہے۔ وہ کفارہ ماتم حسین

کرتے والے پر بھی پڑتا ہے۔

جواب:

یہ سوال تو بے معنی ہے لیکن ہم اس بے معنی سوال کا جواب بھی عرض کر دیتے ہیں۔ تاکہ سائل کی تسلی ہو جائے۔ اور شاید ہدایت اس کا راہ تک رہی ہو۔

مجمع المسائل،

"در تعزیہ داری حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اگر شخص زخمے مثل تیغ وغیرہ بر خود بزند کہ ضرر باشد بر بدنش۔ حرام است"

(مجمع المسائل مصنفہ حسین القمی ص ۳۲۱)

ترجمہ:

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی تعزیہ داری میں اگر کسی شخص کسی قسم کا کوئی زخم تلوار وغیرہ سے اپنے بدن پر لگایا۔ جس سے اس کے جسم کو نقصان پہنچا۔ تو اس کا یہ فعل حرام ہے۔

روح اللہ خمینی کے اس فتوے سے واضح طور پر معلوم ہو گیا۔ کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے تعزیہ پر ماتم کرنا زنجیر زنی وغیرہ کسی طور پر بھی جسم پر زخم کرنا حرام ہے۔ جب یہ فعل حرام ٹھہرا تو اس حرام کا کفارہ بھی لازمی ہونا چاہئے۔ تو پتہ چلا۔ کہ ماتم حسین پر زنجیر زنی بھی موجب کفارہ ہے ماتم حسین پر زنجیر زنی کوئی مستثنیٰ نہیں۔ میرا خیال ہے۔ اب کسی شیعہ کے پاس کوئی بہانہ باقی نہ رہا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے امید ہے۔ کہ ان کے قلوب کو غلط روایات کی پابندی سے ہٹا کر ہدایت پر لے آئے۔

واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم

تنبیہ:

ماتم کی بحث کے اختتام پر میں چاہتا ہوں۔ کہ مسلک شیعہ کے ثقہ محدث، ناصر الملۃ والدین شیخ عباس قمی کی مروجہ ماتم کے بارے میں فاضلانہ بحث لکھوں۔ تاکہ صاحبِ انصاف شیعہ حضرات کے سامنے مروجہ ماتم کی حقیقت کھل جائے۔ اور وہ راہِ راست پر آ جائیں۔

منتہی الآمال کی عبارات

عبارت ۱:

وبالجملہ اخبار ایں باب بسیار است وایں مختصر گنجائش بیش ازیں نیست پس شائستہ است کہ شیعان وذاکرین خصوصًا ملتفت شدہ درایں سوگواری و عزاداری بروجہی سلوک کنند کہ زبانِ نواصب دراز نشود واقتصار بر واجبات ومستحبات کردہ از استعمال محرمات از قبیل غنا کہ غالبًا نوحہ ہائے لطمہ خالی ازآں نیست وازاکاذیب مفتعلہ وحکایات ضعیفہ مظنونۃ الکذب کہ در جملہ ای از کتب غیر معتبرہ بلکہ نقل از کتبی کہ مصنف آنہا از متدینین اہل علم وحدیث نیست احتراز نماید۔ وشیطان رادرایں عبادت بزرگ کہ اعظم شعائر اللہ است راہ ندہند۔ واز معاصی کثیرہ کہ روحِ عبادت را میبرد بپرہیزد خصوصًا ریاو کذب وغناء کہ درایں عمل ساری وجاری شدہ است۔ وکم ترکسی ازاو مصون است وصواب چناں است کہ درایں مقام چند خبری در بزرگی عقاب ہریک مذکور شود، شاید اگر کسی خدائے نخواستہ مبتلا

باشد مرتدع شود۔

(منتہی الآمال جلد اول ص ۴۴ ذکر پارہ از احادیث
اہل سنت و مذمت ریا و دروغ و عذاب
دروغگو مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

مختصر یہ کہ اس بارے میں روایات بہت سی ہیں۔ اور اس مختصر کتاب میں اس سے زیادہ لکھنے کی گنجائش نہیں لہٰذا مناسب یہ ہے۔ کہ تمام شیعہ حضرات اور خصوصاً ذاکرین حضرات توجہ کریں کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی سوگواری اور عزاداری میں ایسا طریقہ اپنائیں جس سے خارجیوں کی زبان سے لعن طعن سے چھوٹ جائیں۔ صرف واجبات اور مستحبات پر ہی اقتصار کریں۔ اور محرمات کے استعمال سے بچیں۔ جیسا کہ گانا مرثیہ خوانی کرنا جو غالباً زمرجات سے خالی نہیں ہوتا۔ اور من گھڑت حکایات اور ضعیف واقعات جن پر جھوٹ کا ظن ہو۔ جو ان کتابوں میں ذکر کی گئیں جو غیر معتبر ہیں۔ بلکہ ان کتابوں سے انہیں نقل کیا گیا ہے۔ جن کے مصنفین دین دار، اہل علم اور حدیث کی سوجھ بوجھ رکھنے والے نہ تھے۔ ایسی حکایات و واقعات کے بیان کرنے سے دریغ کرنا چاہیئے۔ اور شیطان کو اس عبادت میں جو اللہ تعالیٰ کے عظیم شعائر میں سے ہے۔ دخیل نہ ہونے دیں۔ اور بہت سے ایسے معاصی سے جو عبادت کی روح کو ختم کر دیتے ہیں۔ پرہیز کرنا چاہیئے۔ خاص کر ریا، جھوٹ اور گانا کہ یہ کام اب عام طور پر جاری و ساری ہیں۔ اور بہت کم مجلسیں ایسی ہیں جن میں یہ باتیں نہ ہوتی ہوں۔ اور درست طریقہ یہ ہے۔ کہ ایسے مقامات

پر چند ایسی روایات بھی ضرور ذکر کرنی چاہئیں۔ جو ان میں سے ہر ایک عذاب وسزا پر مشتمل ہوں۔ کیونکہ خدانخواستہ اگر کوئی ان کاموں کا عادی ہو چکا ہو تو وہ اپنا رویہ تبدیل کرے۔

شیعہ مجتہد نے یہ واضح کر دیا۔ کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی تعزیت کی مجالس میں افعال حرام بہت سے داخل ہو چکے ہیں۔ ان میں جھوٹی روایات، مرثیہ خوانی اور نوحہ جات کا دور دورہ بھی ہے۔ ان حرام کاموں کی وجہ سے وہ بجائے ثواب کے اُلٹا عذاب اور گناہ بن کر رہ گئیں۔

لہٰذا ذاکرین اور شیعہ علماء کو ان محرمات کے بارے میں جن روایات واحادیث میں وعیدیں آئی ہیں۔ انہیں ذکر کرنا چاہیئے تاکہ ان کاموں سے محافلِ حسین پاک ہو جائیں جب تک ان محافل کو ان محرمات سے پاک نہیں کیا جاتا۔ ان میں جانا گناہ ہے۔

ریاکار ماتمی کو بروز قیامت کافر اور فاسق کہہ کر بلایا جائے گا

عبارت نمبر۲: منتہی الآمال:

اما ریاء پس در کتاب وسنت آیات واخبار بسیار وارد شدہ۔ بر مذمت و وعید برآں و در حدیث نبوی (ص) است۔ کہ ادنیٰ ریا شرک است و نیز از آنحضرت مروی است کہ آتش واہل آتش صیحہ وفغاں میکشند از اہل ریا عرضہ داشتند یا رسول اللہ آتش نیز بفغاں می آید فرمود بلی از حرارتِ آتشی کہ ریا کاراں بآں معذب شوند و نیز فرمود کہ ریا کار را روز قیامت بچہار نام

ندا میکنند. میگویند. ای کافر، ای فاجر، ای غادر، ای خاسر۔ گمراہ شد کوشش تو باطل شد اجر تو نصیبی نیست ترا بطلب مزد خود را از کسیکہ از برائے او عمل می کردی۔ ای خدعہ کنندہ۔

(منتہی الآمال جلد اول ص ۵۴۴)

ترجمہ:

بہر حال ریاء تو اس کی مذمت میں بہت سی آیاتِ قرآنیہ اور احادیث نبویہ وارد ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے۔ کہ معمولی ریاء شرک ہے یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ کہ دوزخ کی آگ اور دوزخی ریاء کاروں سے چلا چلا کر بیزاری کرتے ہیں۔ لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ کیا آگ بھی پکار کرتی ہے۔ فرمایا۔ ہاں۔ اس آگ کی گرمی سے جس سے ریاء کار کو سزا دی جائے گی۔ آپ نے یہ بھی فرمایا۔ ریاء کار کو بروز قیامت چار ناموں سے بلائیں گے۔ اے کافر، اے فاجر، اے دھوکہ باز، اے ذلیل۔ تیری کوشش بے کار گئی۔ تیرا اجر باطل ہو گیا۔ تیرا ہمارے ہاں کوئی حصہ نہیں۔ اپنا ثواب اس سے جا کر مانگ۔ جس کے لیے تو نے عمل کیا۔ اے دھوکہ خوردہ۔

خلاصہ:

شیخ عباس قمی شیعی اپنے ہم مسلک و ہم مشرب لوگوں کے کرتوت سے چونکہ باخبر تھے۔ اس لیے گھر کے بھیدی کے طور پر وہ اہل خانہ کی کیفیت صاف صاف بیان کر گئے۔ کہ شیعہ حضرات صرف دکھلاوے کے لیے محفلِ حسین کے نام پر ماتم کرتے ہیں۔ اگرچہ ماتم ویسے ہی ناجائز ہے۔ لیکن پھر اس کو محض نمود و نمائش کے لیے کرنا دو گنا گناہ ہوا۔ اس لیے بقول رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ان ریاکاروں کو بروز حشر کافر

ترجمہ:

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے "کافی" میں مروی ہے۔ کہ جھوٹے کی سب سے پہلے تکذیب کرنے والا خود اللہ تعالیٰ ہے۔ پھر وہ دو فرشتے جو اللہ تعالیٰ کے نہایت مقرب ہیں۔ پھر خود جھوٹا کہ جسے بلاشک وشبہ یہ معلوم ہے کہ وہ جھوٹ بول رہا ہے۔ اسی مقام پر کتاب الاعمال میں بھی امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے ایک اور روایت مذکور ہے۔ فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تمام شر اور برائیوں کے تالے مقرر کیے ہیں۔ ان تمام کی کنجی شراب ہے۔ اور جھوٹ تو شراب سے بھی بدتر ہے۔

کافی میں ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت آئی ہے۔ فرماتے ہیں۔ خدا کی قسم! جب تک کوئی شخص جھوٹ کو ترک نہیں کرتا۔ وہ ایمان کا مزہ اور ذائقہ حاصل نہیں کر سکتا۔ وہ جھوٹ چاہے بطور خوش طبعی، مزاح یا جان بوجھ کر بولا جائے۔ "جامع الاخبار" میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ جب کوئی ایمان دار بلا عذر جھوٹ بولتا ہے تو اس پر ستر ہزار فرشتے لعنت کرتے ہیں۔ اور اس کے دل سے بدبو جا باہر نکلتی ہے۔ اور عرش تک پہنچ جاتی ہے۔ پھر عرش کو اٹھانے والے فرشتے اس جھوٹے پر لعنت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس جھوٹے کے ایک جھوٹ کے بدلے ستر زنا لکھ دیتا ہے۔ ان میں سے کم ترین زنا یہ ہے جو کوئی اپنی سگی ماں سے کرے۔ امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تمام خباثتوں کو ایک گھر میں بند کر کے رکھتے ہیں۔ اور جھوٹ ان سب کی کنجی ہے۔

خلاصہ: صاحب منتہی الآمال یہ اچھی طرح جانتے ہیں۔ کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے

نام پر منعقد کی گئی محفل میں اگر سچی حکایات و واقعات بیان کیے جائیں۔ اور آپ کی شہادت سے متعلق صحیح روایات ذکر کی جائیں۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کے اعمال و اقوال بیان کیے جائیں۔ اور کربلا کے میدان میں آپ کی استقامت علی الحق اور دین پروری کے سچے واقعات سنائیں جائیں۔ تو یہ صرف جائز ہی نہیں۔ بلکہ ثواب کا باعث بھی ہیں۔ اور عوام کے لیے باعثِ ہدایات و تقلید بھی ہیں۔ لیکن جو لوگ ان حقائق کی بجائے جھوٹی روایات من گھڑت قصے کہانیاں بیان کرتے ہیں۔ (جیسا کہ امام قاسم کی مہندی، گھوڑے کا رونا وغیرہ۔) تو یہ اتنا عظیم جرم ہے۔ جو ایک بار نہیں۔ ستر بار زنا کرنے سے بھی زیادہ بُرا ہے۔ جس کا ادنیٰ ترین گناہ اپنی سگی والدہ سے زنا کے برابر ہے۔ پھر اس دروغ گو پر اللہ کی لعنت، ستر ہزار عام فرشتوں کی لعنت، حاملین عرش مخصوص فرشتوں کی لعنت بھی ہوتی ہے۔

اسی لیے اسی مقام پر لکھتے لکھتے "شیخ قمی" یہاں تک لکھ گیا۔ ایسی محفل میں ہرگز نہیں جانا چاہیئے۔ وہ لکھتا ہے۔ کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا۔ کہ

"از قصہ خوانان کہ آیا گوش دادن بایشاں حلال است۔ حضرت فرمود حلال نیست"

ترجمہ:

یعنی ایسی محفلوں میں جا کر ذاکروں سے غلط سلط روایات سننا جائز ہے۔ آپ نے فرمایا۔ جائز نہیں۔

مزید فرمایا۔

"پس آں گوش کنندہ ابلیس را پرستیدہ" ایسی غلط مرثیہ خوانی سننے والا در اصل شیطان کا پجاری ہے۔

اور فرمایا:

"بایداز مجالسِ شان اعراض کرد۔ وسخنان ایشاں راگوش نکرد" ان کی مجالس میں نہ جانا چاہیئے۔ اور ان کی باتوں کی طرف کان نہ دھرنے چاہئیں۔

مروجہ ماتم کا رکن اعظم غناء ہے :۔

لغت کی معتبر کتاب "المنجد" میں ص ۲۹۳ پر غناء کی یہ تعریف کی گئی ہے۔

اَلْغِنَآءُ مِنَ الصَّوْتِ مَا طُرِبَ بِهٖ۔

ترجمہ:

غناء ایسی آواز کو کہتے ہیں۔ (جس کو سُر اور راگ کے ساتھ نکالنے سے) طرب، ولذت پیدا ہوتی ہو۔

کتب شیعہ میں لفظ غناء کی تعریف ملاحظہ ہو۔

معارفِ اسلام:

اَلْغِنَآءُ بِالْمَدِّ الصَّوْتُ الْمُشْتَمِلُ عَلَى التَّرْجِيْعِ الْمُطْرِبِ وَمَا سُمِّيَ فِي الْعُرْفِ الْغِنَاءَ وَاِنْ لَّمْ يُطْرِبْ سَوَاءٌ كَانَ فِي شِعْرٍ اَوْ قُرْاٰنٍ اَوْ غَيْرِهِمَا۔

(معارف اسلام ص ۲۸)

ترجمہ:

لفظ غناء کو جب مد کے ساتھ پڑھا جائے۔ تو اس آواز کو کہتے ہیں۔ جو کبھی بلند اور کبھی پست، نکالی جائے۔ اس سے سننے والا لذت محسوس کرے۔ اور ہر وہ آواز جسے عرف عام میں گانا کہا جائے۔ وہ "غناء" ہے۔ چاہے

ایسی آواز شعر کہتے وقت، قرآن کی تلاوت یا کسی اور مقام پر نکالی جائے۔ اور اگرچہ اس میں لذت و خوشی نہ بھی ہو۔

منتهی الآمال

اما غناء پس شکی نیست در حرمت و مذمت گوش کردن آں مطلقاً چہ در مصیبت و مرثیہ خوانی حضرت سید الشہدا (ع) باشد یا غیر آں ....
درحقیقتِ غناء ہماں صوت لہویت خواہ با ترجیع باشد یا از تقطیع صوت، و موزون کردن او حاصل شود۔ چنانچہ در لحن مشہور تصنیف و نوحہ ہائے موازن۔

(منتہی الآمال جلد اول ص ۴۹۵ در مذمتِ غناء و عدم جواز غناء در مراثی مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:
غناء کے حرام ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔ اور اس کا سننا قابلِ مذمت ہے۔ چاہے کسی مصیبت کے وقت یا امام عالی مقام حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرثیہ پڑھتے وقت یا کسی اور جگہ ہی کیوں نہ ہو۔

اور "غناء" درحقیقت وہ آواز ہے۔ جو لہو و لعب کے طور پر نکلی ہو پھر عام ہے۔ کہ ایسی آواز شعر کے ساتھ یا ویسے ہی موزون آواز کے ساتھ نکالی جائے۔ جیسا کہ راگ و سُریں یا رونے پیٹنے کے وقت موزون آواز نکالی جائے۔

خلاصہ: لغت و شرع میں غناء وہ آواز کہلائی۔ جو موزون آواز سے نکالی گئی ہو۔

اس کی ادائیگی سُر کے ساتھ ہو یا بغیر سُر کے ہو۔ اس کی مثال راگ یا روتے پیٹتے وقت مخزون آواز نکالنا ہے۔

لغت اور کتب شیعہ سے "غنا" کی تعریف ذکر کرنے کے بعد ہم اپنے موضوع کی طرف آتے ہیں۔ یعنی مروّجہ ماتم حسین غناء کے بغیر نا تمام ہوتا ہے۔ اور اس سلسلہ میں مروّجہ ماتم کی کیفیت جن لوگوں نے دیکھی۔ وہ تو کسی دلیل کے محتاج نہیں۔ لیکن جن حضرات کو کسی ماتمی مجلس کے دیکھنے کا موقعہ نہ ملا ہو۔ ہم خود شیعہ راہنماؤں کے قلم سے اس کا طریقہ اور اس کی کیفیت بیان کیے دیتے ہیں۔ جس سے آپ خود اس حقیقت سے آشنا ہو جائیں گے۔ کہ مروّجہ ماتم میں غناء ایک رکنِ اعظم کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کے بغیر ماتم، ماتم ہی نہیں رہتا۔

دفا را نبالوی شیعی مروّجہ ماتم کی کیفیت یوں بیان کرتے ہیں۔

"ماتم کا ایک سادہ سا دستور یہ ہے۔ کہ سوزخواں بند ختم کرتا ہے۔ تو نقیب پکارتا ہے۔ ماتم حسین! اور ماتم دارانِ حسین دائیں ہاتھ سے سینہ زنی کرتے ہیں۔ اور یا حسین پکارے جاتے ہیں۔ دو منٹ کے بعد سوزخوانی شروع ہو جاتی ہے تب نعرۂ حیدری کا جملہ بلند آہنگی سے کرتا ہے...... شدتِ غم میں سینہ زنی دونوں ہاتھوں سے ہوتی ہے...... ماتمی جلوس میں ضرب و آہنگ کا آرٹ ساتھ ساتھ چلتا ہے۔ موسیقی کی غم آمیز دھنوں میں جو نوحے یا مرثیے پڑھے جاتے ہیں۔ انہیں احترام کے طور پر سوزخوانی کا نام دیا جاتا ہے...... محفل عزا میں کبھی ماتم ہوتا ہے۔ کبھی نہیں بھی ہوتا۔ اور محفل حضرت سید الشہداء امام غریب الغرباء اور امام منتظر کی زیارتوں پر ختم کر دی جاتی ہے۔ لیکن تعزیہ ضریح اور ذوالجناح وعلم کے جلوس کے ساتھ ماتم لازمی ہوتا ہے۔ اور ماتمی نوحے بھی پڑھے جاتے ہیں۔"

(ماہنامہ المعرفت ص، احیدر آباد محرم ۱۳۸۹ھ)

وقارانبالوی شیعی کے کلام سے واضح ہوگیا۔ کہ مروجہ ماتم، مرثیہ خوانی، نوحہ خوانی موسیقی کی دھنوں کے ساتھ ہوتی ہیں۔ صاحب انصاف کے لیے اسی قدر کافی ہے۔ اور وہ یہ فیصلہ کرنے میں کوئی دشواری محسوس نہ کرے گا۔ کہ غناء موسیقی اور مروجہ ماتم میں کوئی فرق نہیں۔ یا دوسرے الفاظ میں آپ یوں کہہ لیں۔ کہ مروجہ ماتم "عین غناء" ہے یہ الگ بات ہے۔ کہ شیعہ حضرات اس کا نام غناء اور موسیقی نہ رکھیں۔ بلکہ مجالسِ حسین یا سوزخوانی کا نام دے دیں۔ لیکن نام تبدیل کرنے سے حقیقت تبدیل نہیں ہوتی۔

اس قاعدہ کی (نام کی تبدیلی سے حقیقت تبدیل نہیں ہوا کرتی) تصدیق و تائید دور حاضر کے ایک شیعی قلم کار "کاظمی صاحب" سے ملاحظہ کیجئے۔

"قاعدہ کلیہ یہ ہے۔ کہ ایک چیز کا نام بدل دینے سے اس کی حقیقتِ واقعیہ نہیں بدل جایا کرتی۔ بلکہ جوں کی توں رہتی ہے۔ مثلاً عرف عام میں ایک مائع کو اُردو زبان میں پانی کہتے ہیں عربی میں ماء، فارسی میں آب، پشتو میں ابو، ہندی میں جل، ترکی میں سو ہنزہ و نگر کے لوگ اپنی زبان میں اسے سل اور انگریزی میں اُسے واٹر (WATER) کہتے ہیں۔ غرضیکہ ہر ملک کی زبان میں ایک ہی چیز کے الگ الگ نام ہیں اسی طرح گانے کو راگ کہو یا غناء یا موسیقی تو اسے سماع کا نام دینے سے یہ حلال نہ ہو گا۔ نہ جائز، نہ مباح، نہ مستحب بلکہ حرام کا حرام ہی رہے گا۔"

آگے چند مثالیں دینے کے بعد "کاظمی صاحب" لکھتے ہیں:

"غرضیکہ ہر فعل منکر کے جواز میں یہ لوگ نام کی تبدیلی کا سہارا لیتے ہیں۔ اسی پر غناء و سماع کو قیاس کر لیں۔ اگر غناء کا نام سماع رکھ لیا جائے۔ تو پھر بھی غناء ہی رہے گا۔ اور غناء ہی کے احکام اس پر وارد ہوں گے۔"

(شیعہ ماہنامہ معارف اسلام ص ۲۴ بابت جمادی الاولیٰ ۱۳۸۶ھ)

شیعہ عالم کاظمی نے یہ ثابت کر دیا۔ کہ کسی چیز کے نام کو تبدیل کر دینے سے اس کی حقیقت تبدیل نہیں ہوا کرتی۔ لہٰذا شیعہ حضرات مروجہ ماتم میں جو کچھ کرتے ہیں۔ ان کے امام باڑوں یا مجلس گاہوں کے قرب وجوار میں رہنے والے اس کیفیت سے بخوبی واقف ہیں۔ جس کی طرف وقار انبالوی کے الفاظ صراحت کے ساتھ اشارہ کر رہے ہیں سوز خوانی، دوہڑے اور بیت بازی اگر غناء نہیں تو پھر غناء اور کس بلا کا نام ہے۔؟

پھر بعض دفعہ جب شیعہ مجالس میں سوز خوانی اور مرثیہ خوانی کے لیے نوجوان لڑکوں کی خدمات حاصل کی جاتی ہیں۔ اور وہ چھوکرے اپنی سریلی آواز اور اپنی مخصوص حرکات کے ذریعہ حاضرین مجلس کو ایسی لذت اور ایسا وجد مہیا کرتے ہیں۔ اور قواعدِ موسیقی کے لحاظ سے آواز میں ایسا ارتعاش پیدا کرتے ہیں۔ کہ ان حاضرین پر محویت طاری ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے نہ انہیں اذان سنائی دیتی ہے۔ نہ نماز کا وقت یاد رہتا ہے۔ اور نہ ہی نماز پڑھنے کا خیال آتا ہے۔ بہر حال مروجہ ماتم کے بارے میں خود شیعہ لوگوں کی جو عبارات میں نے پیش کی ہیں۔ ان سے یہی ثابت ہوتا ہے۔ کہ یہ سب کچھ "عین غناء" ہے۔

اب غناء کے متعلق ائمہ اہل بیت اور علمائے شیعہ سے متفقہ فیصلہ سماعت فرمائیے

مجمع المعارف برحلیۃ المتقین

ہر دہم در اجرائے سوال عقیبۂ دہم کہ از غناء و خواندگی و آں سخن حرام است۔

بدانکہ ایں زمزمۂ شیطانی و نوحۂ شوم اہل خذلان و شغل اربابِ شقاق و آشیانۂ نفاق با لاجماع والاتفاق اہل بیت عصمت صلوات اللہ علیہم و علمائے شیعہ و اہلِ وفاق حرام است۔ چنانکہ متقدمین و متاخرین نقل کردہ اند۔ بلکہ بمثل زنا حرام است۔ و حرمت او ضروری مذہب شیعہ است

وازکبائرگناہان است۔ کہ مرتکب آں فاسق وفاجراست۔ وہر کہ حلال داند ظاہراً مرتد وکافراست وآیات متکاثرہ وروایات متواترہ درحرمت او وارد شدہ است وتا حال احدی ازعلمائے امامیہ تحلیت آں قائل نہ شدہ اند۔)

(مجمع المعارف حاشیہ حلیۃ المتقین ص۱۷۱
درحرمتِ غناء مطبوعہ تہران طبع قدیم)

ترجمہ:

دسویں ممانعت غناء اور نوحہ خوانی کے دسویں عقاب (سزا) کے سوال کے اجراء میں۔ اور وہ (نوحہ خوانی) حرام باتوں کا نام ہے۔ جان لو! کہ غناء اور نوحہ خوانی شیطان کا نغمہ ہے۔ اور ذلیل لوگوں کا برائی بھرا رونا کرلانا ہے۔ اور نافرمانوں کا شغل اور منافقوں کا آشیانہ ہے۔ اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین، تمام علماء شیعہ اور اہل وفاق کے نزدیک حرام ہے۔ جیسا کہ اگلے پچھلے سبھی شیعی اکابر نے اسے نقل کیا ہے۔ بلکہ اس کی حرمت زناء جیسی ہے۔ اور مذہب شیعہ میں اس کی حرمت بہت ضروری ہے۔ یہ کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ جس کا مرتکب فاسق اور فاجر ہے۔ اور جو اس (غناء نوحہ خوانی) کو حلال جانے گا۔ بظاہر وہ مرتد اور کافر ہے۔ اس کی حرمت پر بہت سی آیات اور احادیث متواترہ موجود ہیں۔ علمائے امامیہ میں سے کسی ایک نے بھی آج تک اس کی حلت کا قول نہیں کیا۔

ﷺ

محافلِ حسین رضی اللہ عنہ میں غناء کے ساتھ مرثیہ خوانی کا حکم

منتہی الامال

واما غناء پس شکے نیست در حرمت و مذمت گوش کردن آں مطلقاً چہ در مصیبت و مرثیہ خوانی حضرت سید الشہداء علیہ السلام باشد........ وحقیقت غناء ہماں صوت لہویت خواہ با ترجیع باشد یا از تقطیع صوت و موزون کردن او حاصل شود چنانچہ در لحن مشہور تصنیف و نوحہ ہائی موازن او مشہور میشود و تصریح کردہ بایں تعمیم شیخ افقہ اکبر شیخ جعفر در شرح قواعد و فرقی نیست بر مشہور بین مرثیہ سید الشہداء علیہ السلام و غیر او در حرمت و شرط نیست خوبی صوت بلکہ میزان آں صوت است کہ اہل فسوق با و در حال طرب تلہی میکنند و در عرف او را خواندگی گویند ہر چہ بخواند و بہر وجہ بخواند ہمہ حرام و موجب دخول جہنم است و اگر نشر فضائل مستحب است دروغ و غناء حرام و باطل اند۔ و مناسب است در اینجا نقل کلام شیخ اجل اعظم استاد من تاخر و تقدم حجۃ الفرقۃ الناجیہ علامۃ الملۃ الزاکیۃ شیخنا الاستاد الاکبر نور اللہ ضریحہ المطہر در مکاسب در رد کسی کہ گمان کردہ کہ غناء در مراثی موجب مزید بکاء و تفجع است کہ میفرماید اعانت غناء بر بکاء و تفجع ممنوع است۔

(منتہی الامال جلد اول ص ۵۴۹)

ترجمہ: بہر حال غنا اس کے حرام ہونے میں کوئی شک نہیں۔ اور اس کا سننا مطلقاً قابل مذمت ہے۔ چاہے کسی مصیبت کے وقت ہو۔ یا امام عالی مقام امام حسین رضی اللہ تعالیٰ کی مرثیہ خوانی کے وقت۔

غنا درحقیقت اس آواز کا نام ہے۔ جو لہو و لہب کے طور پر نکلی ہو۔ خواہ وہ شعر کے ساتھ ہو۔ یا بغیر شعر کے موزون کلام ہو۔ لیکن اس کو بطور لہو و لہب نکالا گیا ہو۔ جیسا کہ راگ و شعر میں یا رونے پیٹنے کے وقت موزوں آواز کے ساتھ ہوتی ہے۔ افقہ اکبر شیخ جعفر نے "شرح قواعد" میں اس کی تعمیم کو بیان کیا ہے۔ اس کے حرام ہونے میں یہ امتیاز کرنا غلط ہے۔ کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے مرثیہ پڑھتے وقت تو جائز ہو۔ اور دوسرے اوقات میں یہ حرام ہو۔ شیعہ مشہور مذہب یہی ہے۔ اور غناء کے لیے آواز کا سریلا اور اچھا ہونا بھی ضروری نہیں۔ بلکہ آواز کو ایسے وزن اور طریقہ سے نکالنا جس طرح فاسق و فاجر لوگ خوشی اور مسرت کی حالت میں نکالتے ہیں۔ جسے عرف میں "خواندگی" کہتے ہیں۔ خواندگی کسی طور ہو۔ اور اس میں کچھ بھی پڑھا جائے۔ ہر طرح حرام ہے۔ اور دخولِ جہنم کا سبب ہے۔ اگرچہ فضائل کا بیان کرنا مستحب ہے لیکن جھوٹ اور غنا بالکل حرام اور باطل ہیں۔ (لہٰذا مستحب کے ساتھ حرام کو ملا کر ادا کرنا بھی باطل ہے۔)

اس مقام پر مناسب ہے۔ کہ امام حجت فرقۂ ناجیہ علامہ نور اللہ کا کلام ذکر کیا جائے۔ جو انہوں نے "مکاسب" میں ایک شیخ کے رد میں لکھا۔ جس کا گمان یہ تھا۔ کہ مرثیہ خوانی غناء کی وجہ سے چونکہ رونے اور دکھ درد کے اظہار میں شدت پیدا ہوتی ہے۔ لہٰذا اس شدت میں غناء جائز ہونا چاہیئے۔ فرماتے ہیں کہ غناء کے ذریعہ رونے میں شدت کا حصول اور اس سے اعانت ممنوع اور باطل ہے۔

خلاصہ،

شیعہ مجتہد شیخ عباس قمی نے محافلِ حسین میں مرثیہ خوانی کرتے وقت غناء کو

(۲) میں شامل کرنے کی شدید مذمت کی۔ سریلی آوازوں کے ساتھ دوہڑے پڑھنا عجیب و غریب انداز سے آواز کو اوپر نیچے کرنا اور پھر اسی لہجے میں مراثی پڑھنا شیعی مجتہد نے حرام قرار دیا۔ اور کچھ لوگوں کے اس خیال کی سخت تردید کی۔ جو کہتے ہیں۔ کہ سریلی آواز اور غناء سے مرثیہ پڑھنے میں جذبات ابھرتے ہیں۔ اور یاد حسین میں رونا زیادہ آتا ہے۔ اور دکھ درد کے اظہار میں بھی شدت آجاتی ہے۔ ان کے جواب میں کہتے ہیں۔ کہ یہ خیال باطل ہے۔ کیونکہ حرام کاموں سے ثواب کی امید نہیں رکھنی چاہیئے۔

آگے جا کر مزید لکھتے ہیں۔ کہ قابلِ مذمت اور باعثِ شرم یہ بات ہے۔ کہ لہو و لعب کے کچھ پرستار روگ اور خواہشات کے پجاری جب آلاتِ لہو و لعب کے ساتھ ان برگزیدہ ہستیوں کا نام لیتے ہیں۔ جن کے اسماء گرامی کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بزرگی اور کرامت سے مزین فرمایا۔ ان حضرات کے نام اُن لوگوں کی طرح تھوڑے ہی ہیں جنہیں گویئے اور گانے بجانے والے لوگ اپنے کلام میں مزے لے لے کر پڑھتے ہیں۔ کہاں طہارتِ زینب و سکینہ اور کہاں لیلیٰ و سلمیٰ ؟ اس انداز کو اگر کوئی غور سے دیکھے۔ تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ

"اگر کسی تامل کند ایں کار از حدِ فسق گزشتہ سر از گریبانِ کفر و الحادی آورد"۔

یعنی اگر کوئی شخص غور و تامل کرے۔ تو ایسا کرنا حدِ فسق سے گذر کر کفر و الحاد میں داخل ہونا نظر آتا ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے۔ کہ اس قسم کے افعال غلبۂ شہوت اور شیطانی مکر و فریب سے سرزد ہوتے ہیں۔ تو اتنی جرأت ان پاکباز و پاکیزہ مستورات اہل بیت کے بارے میں کرنا واقعی کفر و الحاد میں دخول ہی ہے۔ واللہ تعالیٰ محفوظ رکھے آمین۔

دورِ حاضر میں شیعی محافل و مجالس

کی حقیقت و کیفیت

منتہی الآمال

مانند ذکر مصائب کہ یکے از وسائل معتبرہ معاش شدہ وجہت عبادت کمتر ملحوظ شود تا رفتہ رفتہ کار بجائے رسیدہ کہ در مجامع علماء مذہب اکاذیب صریحہ ذکر میشود۔ ونہی از منکر میسر نیست وجلای از ذاکرین مصائب باک از اختراع وقائع مبکیہ ندارند۔ بسا باشد کہ اختراع سخنی کند وخود را مشمول حدیث وَمَنْ اَبْکٰی فَلَہُ الْجَنَّۃُ، میداند۔ وبطول زمان ہماں حرف دروغ شیوعی در تالیفات جدیدہ پیدا کند۔ وہر گاہ محدث مطلع ابن منع از آں اکاذیب نماید نسبت بکتابی مطبوع یا بکلامی مسموع دہد یا تمسک بقاعدہ تسامح در ادلۂ سنن نماید ودست آویز نقل ہائے ضعیفہ قرار دہد موجب ملامت و توبیخ علل خارجہ خواہد شد۔ مانند جملہ از وقائع معروفہ کہ در کتب جدیدہ مضبوط و نزد اہل علم وحدیث بین واثری از آں وقائع نیست مانند عروسی قاسم در کربلا کہ در کتاب روضۃ الشہداء تالیف فاضل کاشفی نقل شدہ۔

(منتہی الآمال جلد اول صفحہ نمبر ۵۵)

ترجمہ: (شیخ قمی، دورِ حاضر کی مجالس کے مفاسد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں)

جیسا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ پر ڈھائے گئے مصائب کو بیان کرنا اس

دَور میں ایک ذریعہ معاش بن گیا ہے۔ اور اس میں عبادت کی جہت بہت کم ملحوظ ہوتی ہے۔ آہستہ آہستہ معاملہ یہاں تک پہنچ گیا۔ کہ شیعہ مذہب کے علماء کی موجودگی میں مجلسوں کے اندر صریح جھوٹ اور من گھڑت روایات بیان ہونے لگیں۔ لیکن برائی سے روکنا میسر نہیں۔ اور تمام کے تمام ذاکرین جو مصائب بیان کرنے والے ہیں۔ من گھڑت واقعات جن کے ذریعہ لوگوں کو رلائیں۔ بیان کرنے میں کوئی ہچکچاہٹ نہیں رکھتے۔ اور ایسا اکثر ہوتا ہے۔ کہ کسی من گھڑت بات کو پیش کر کے یہ سمجھتے ہیں۔ کہ ہم اس حدیث پر عمل کر رہے ہیں۔ "جس نے کسی کو رُلایا اُس کے لیے جنت ہے" وقت گزرنے کے ساتھ وہی بکواسات اور جھوٹ سے پُر باتیں نئی کتابوں میں شامل ہو جاتی ہیں۔ اور پھر جب کوئی محدث یا عالم ان واہی تباہی اور بے اصل باتوں پر لوگوں کو مطلع کرتا ہے۔ اور اس سلسلہ میں چھپی ہوئی کتاب کی نشاندہی کرتا ہے۔ یا کسی سے سنی سنائی بات کا حوالہ دیتا ہے یا دلائل سنن سے ان تمسکات کی نشاندہی کرتا ہے۔ جو بطریقہ چشم پوشی واقع ہوئے۔ یا ضعیف قول کی نشاندہی کرتا ہے۔ تو وہ باعث ملامت اور لوگوں کے نزدیک ڈانٹ ڈپٹ کا مستحق بن جاتا ہے۔ جیسا کہ وہ تمام واقعات جو کہ نئی تصنیفات میں مشہور و معروف ہیں۔ لیکن اہل علم اور محدثین کے نزدیک نہ کوئی اس کا وجود ہوتا ہے۔ اور نہ ہی ان واقعات کا کوئی اثر و نشان کہیں نظر آتا ہے۔ ان واقعات میں سے ایک حضرت قاسم کی میدان کربلا میں شادی کا واقعہ بھی ہے۔ جو روضۃ الشہداء نامی کتاب میں ہے۔ جو کہ فاضل کاشفی کی تصنیف ہے۔

خلاصہ: شیخ قمی چونکہ اس گھر کا باشندہ ہے۔ اس لیے وہ اپنے ان مروجہ محفلوں میں

ہونے والے واقعات کا شاہد ہے۔ وہ تسلیم کرتا ہے۔ کہ ہماری محفلوں میں صریح جھوٹ بولے جاتے ہیں۔ جو گناہ کبیرہ ہیں۔ اور پھر ان کو بیان کرتے کرتے اس قدر شہرت دے دی گئی ہے۔ کہ اگر بھولے سے کوئی عالم یا محدث و مجتہد ان کے بے اصل ہونے کی نشاندہی بھی کرتا ہے۔ تو اس کی بجائے کہ اس کی بات تسلیم کر لی جائے۔ لوگ اُسے مذہبی انحراف کا طعنہ دیتے ہیں۔

شیخ قمی بیچارہ اس حد تک شاکی ہے۔ کہ ہمارے شیعہ حضرات اپنی محفل و مجلس میں ائمہ اطہار کی عصمت اور اہل بیت کی مستورات کی تکریم و بزرگی کا بھی خیال نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ کے فرائض (نماز) کی پرواہ نہیں۔ دوسروں کو بھی ان فرائض سے روکنے کا ذریعہ بنتے ہیں فضائل ائمہ میں اس قدر حد سے بڑھ جاتے ہیں۔ کہ انہیں تنقیص انبیاء سے بھی ڈر نہیں لگتا۔ حالانکہ یہ سب باتیں شرعًا و عقلاً ممنوع اور حرام ہیں۔

الحاصل

صاحب منتہی الآمال شیخ قمی نے مروّجہ محافل و مجالسِ حسین کے انداز و کیفیت پر رونا رویا۔ اور ان میں ان افعال پر خاص کر گرفت فرمائی۔ جو مذہب شیعہ میں بھی ناجائز اور حرام ہیں۔ اس طرح اس مجتہد نے دراصل مسلک اہل سنت وجماعت کی تائید کی ہے کیونکہ امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے نام پر منعقد ہونے والی اہل سنت کی کانفرنس یا اجلاس کچھ اس انداز کے ہوتے ہیں۔ کہ ان میں فضائل و مناقبِ اہل بیت، امام عالی مقام کی حق گوئی استقامت، آپ کی دین الٰہی کی خاطر جان کی قربانی دے دینا وغیرہ واقعات ہوتے ہیں۔ اور یہ بھی روایات معتبرہ صحیحہ کے ساتھ بیان ہوتے ہیں۔ ان واقعات کے بیان کرنے میں جذبات کی فراوانی سے اگر آنسو بہہ نکلیں۔ تو وہ باعث اجر و ثواب ہیں۔ اس کے علاوہ سنیوں کے ہاں محرم الحرام میں یوم عاشور کو خصوصًا قرآن خوانی ہوتی ہے طرح طرح کے کھانے غریبوں مسکینوں میں تقسیم کیے جاتے ہیں۔ اور کچھ لوگ ان ایام کے

روزے بھی رکھتے ہیں۔ قرآن خوانی ہوتی ہے اور صدقہ وخیرات کے ذریعہ حاصل ہونے والا ثواب شہداء کربلا کے حضور پیش کیا جاتا ہے۔

اس کے خلاف شیخ قمی نے جو اپنوں کی محافل کی تصویر کشی کی وہ یہ ہے۔ کہ شیعہ لوگ امام حسین رضی اللہ عنہ کے نام کی محفلیں اور مجلسیں منعقد کرتے ہیں۔ جن میں ان کے ذاکرین جھوٹی روایات بیان کرتے ہیں۔ من گھڑت قصے کہانیوں کی بھرمار ہوتی ہے۔ راگ ساز کا دور دورہ ہوتا ہے۔ موسیقی کے قوانین واصول کے مطابق دوہڑے اور مرثیے پڑھے جاتے ہیں۔ اور پھر یہ سب کچھ نمود ونمائش کے لیے ہوتا ہے۔ ان کی نہ کوئی شرعًا اصل اور نہ کوئی ان میں خلوص کی بُو نظر آتی ہے۔ کرائے کے ڈوم میراثی اور لفنگے لوگ ماتم حسین کے لیے اکٹھے کیے جاتے ہیں۔ جن کے ذریعہ اپنی اور اپنی مجالس کی نمائش مقصود ہوتی ہے اور یہ سب کچھ خلوص سے کوسوں دور ہوتا ہے۔

مذکورہ عبارات میں آپ یہ بھی پڑھ چکے ہیں۔ کہ ایسے افعال کے مرتکب دوزخی ہیں۔ اور شیخ قمی نے بحوالہ "جامع الاخبار"، بلا وجہ جھوٹ کو ستر مرتبہ زنا کے مساوی قرار دیا ہے۔ جن میں کم تر زنا اپنی سگی ماں سے زنا کرنا ہے۔ ان افعال کی تردید کے باوجود آخر میں شیخ قمی نے لکھ دیا۔ کہ سب کچھ خلافِ شرع ہے۔ لیکن زمانہ کے گزرنے کے ساتھ یہی من گھڑت اور ناجائز وحرام باتیں لوگوں کے ذہن میں اس قدر جم چکی ہیں۔ کہ ان کے خلاف کسی قسم کی بڑی سے بڑی آواز انہیں متاثر نہیں کر سکتی۔ بلکہ الٹا منع کرنے والا ملامت کا نشانہ بن جاتا ہے۔ اور ڈانٹ ڈپٹ کا اس کو سامنا کرنا پڑتا ہے۔

صاحبِ انصاف کو معلوم ہو چکا ہے۔ کہ ان باتوں کا نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے کوئی ثبوت اور نہ ہی اقوال ائمہ اس کے مؤید ہیں۔ بلکہ یہ تمام اعمال اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں کی لعنت کا سبب ہیں۔ اسی لیے شیخ قمی نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل کی۔ کہ کسی نے ایک مرتبہ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا

کیا ایسی محافل و مجالس میں شرکت کرنی چاہیئے۔ تو آپ نے فرمایا ہرگز نہیں۔ کیونکہ ایسی مجالس میں غلط باتیں، کذب بیانی اور من گھڑت واقعات کی بھرمار ہوتی ہے۔ اور ان کے سننے والا دراصل شیطان کا پجاری ہوتا ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

فصل پنجم

داڑھی چٹ مونچھیں دراز سیاہ لباس کڑے لوہے کے ماتمیوں کی علامات اور انکی تردید

محبان اہلبیت اور نام نہاد مومنین کی فی زمانہ چند امتیازی علامات یہ ہیں۔

۱۔ داڑھی غائب۔ ۲۔ مونچھیں لمبی۔ ۳۔ ہاتھ پاؤں میں لوہے کے کڑے۔ ۴۔ سیاہ ماتمی لباس۔

ان علامات کے بارے میں شیعہ لوگوں کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ ان کی نجات اور جنت میں داخل ہونے کے لیے یہی ذریعہ ہیں۔

ہٰذا ان کے اس خام خیال کو باطل ثابت کرنے کی غرض سے میں ان علامات کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور ائمہ اہل بیت کے فرامات وارشادات پیش کرتا ہوں۔

ملاحظہ ہوں۔

داڑھی منڈے کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مسجد سے نکلوا دیا۔

علل الشرائع

عن زید بن علی عن ابآئہ عن علی علیہ السلام انہ رای رجلا بہ تانیث فی مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال لہ اخرج من مسجد رسول اللہ یامن لعنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم قال علی علیہ السلام سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لعن اللہ المتشبہین من الرجال بالنساء والمتشبہات من النساء بالرجال۔

(علل الشرائع ص ۶۰۲ باب ۳۸۵ حدیث ۶۳ مطبوعہ نجف اشرف طبع جدید)

ترجمہ:

زید بن علی رضی اللہ عنہما اپنے آباؤ اجداد سے اور وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ حضرت علی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں ایک مرد کو عورت کی سی شکل بنائے دیکھا۔ (جس میں داڑھی

منڈوانا بھی شامل ہے) آپ نے اس کو فرمایا۔ اے شخص! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد سے نکل جا۔ تجھ جیسے پر اللہ کے رسول نے لعنت کی ہے۔ پھر فرمایا۔ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا۔ اللہ تعالیٰ ان مردوں پر لعنت کرتا ہے۔ جو عورتوں کی سی شکل وصورت بناتے ہیں۔ اور ان عورتوں پر بھی لعنت بھیجتا ہے۔ جو مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں۔

یہ ایسی حدیث ہے۔ جو ائمہ اہل بیت رضوان اللہ علیہم سے مروی ہے۔ اور آخری راوی حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔

لہٰذا اس کی صحت میں کوئی شک نہیں ہو سکتا۔ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر اس مرد اور عورت پر اللہ کی لعنت کا ذکر کیا۔ جو ایک دوسرے کی مشابہت کریں۔ اور یہ بھی بالکل ظاہر ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے داڑھی قدرتی طور پر مردوں کو عطا کی۔ اور اللہ کے بندوں نے اسے بطور مردانہ علامت رکھا۔ لہٰذا جو شخص اس مردانہ علامت کو چھوڑ دے۔ یعنی داڑھی منڈوائے۔ تو اس نے اپنا چہرہ عورتوں جیسا صاف بنانے کی کوشش کی۔ لہٰذا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایسے مرد کو مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے نکال دیا۔ اور رسول خدا کی زبانی اس پر اللہ کی لعنت کا ذکر بھی کیا۔

اسی حدیث صحیح سے یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ داڑھی منڈوں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ قطعًا خوش نہیں۔ اسی لیے مرد کو آپ نے مسجد نبوی سے باہر نکال دیا۔ شاید یہی وجہ ہو۔ کہ اس دور کے "مدعیان محبت علی" نے اسی حدیث کے مضمون کو سمجھ کر اب مسجدیں بنانا ہی چھوڑ دی ہیں۔ ان کی بجائے امام باڑے بنا دیئے گئے نہ مسجد ہو گی۔ نہ کوئی انہیں اس حدیث سے طعنہ دے گا۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کی داڑھی تھی

امالی شیخ صدوق:

اَخَذَ الْحُسَیْنُ بِطَرَفِ لِحْیَتِہٖ وَ ھُوَ یَوْمَئِذٍ اِبْنُ سَبْعٍ وَ خَمْسِیْنَ سَنَۃً۔

(امالی شیخ صدوق المجلس الثلاثون ص ۹۶ مطبوعہ قم طبع جدید)

ترجمہ:

میدان کربلا میں جب امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے فضائل اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنی قرابت کا ذکر کیا۔ تو ان یزیدیوں کربلائیوں نے جواب دیا۔ کہ ہم آپ کے پیاسا مرنے تک بات چیت بند نہ کریں گے۔ اس پر امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس دن ستاون برس کی عمر میں اپنی داڑھی شریف کو پکڑ کر انہیں اللہ کے غضب سے ڈرایا۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے اس عمل سے معلوم ہوا کہ آپ کی داڑھی شریف قبضہ برابر تھی۔ کیونکہ آپ نے اپنے ہاتھ سے پکڑ کر ان لوگوں کو غضبِ خدا سے ڈرایا تھا۔ اور ہاتھ سے پکڑنا۔ اس طرف اشارہ کرتا ہے۔ کہ داڑھی شریف مٹھی بھر تھی۔

داڑھی اور مونچھوں کے بارے میں ارشاد نبوی

من لا یحضرہ الفقیہ:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احفوا الشوارب واعفوا اللحیٰ ولا تشبہوا بالیہود

(من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۷۶ فی غسل الجمعہ وآداب الحمام مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مونچھیں پست کرو۔ اور داڑھیاں کو بڑھاؤ اور یہودیوں کی سی شکل نہ بناؤ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے معلوم ہوا۔ کہ داڑھی منڈوانا یہودیوں کی علامت ہے۔ اور مسلمان کو اس مشابہت سے حتی الامکان بچنا چاہیئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح داڑھی منڈانے کو یہودی کی نشانی بتلا کر کتنی شدید وعید ارشاد فرمائی۔

اس کے باوجود کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے داڑھی منڈانے کی وعید شدید بیان فرمائی اور ائمہ اہل بیت کا عمل بھی اس کا گواہ ہے۔ کہ داڑھی ضرور ہونی چاہیئے۔ اس صراحت کے باوجود جو مرد گاؤ تکیہ لگا کر مونچھوں کو خوب تاؤ دے۔ اور اس داڑھی کو روزانہ سپرد استرہ کرے۔ اور پھر "یا علی"، کا نعرہ لگائے۔ تو کیا صرف ایسے نعرہ سے کوئی اُسے "محب علی" کہے گا؟ ہرگز نہیں۔ انہی محبین کاذب کے بارے میں امام رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یوں فرمایا۔

مجمع المعارف :

از حضرت امام رضا مرویست اگر در مقام تمیز شیعہ برائیم نیابم ایشاں را مگر وصف کندہ بزبان واگر امتحان کنم نیابم مگر مرتد واگر خلاصہ وز بدہ کنم ایشاں را از ہزار یکے خالص بناشد تا آنکہ فرمود تکیہ میکنند بر مسندھا ومیگویند ما شیعہ علی ہستیم۔ ونیست شیعہ علی مگر کسیکہ فعل او قولش را تصدیق کند۔

(مجمع المعارف بر حاشیہ حلیۃ المتقین ص، مطبوعہ تہران طبع قدیم)

ترجمہ :

امام رضا رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اگر میں شیعوں کی تمیز کروں۔ تو مجھے صرف زبان سے محبت کے دعویٰ کرنے والے ہی ملیں گے۔ اور اگر ان کا امتحان لوں۔ تو مرتد ہی پاؤں۔ اور اگر ان کا نچوڑ پیش کروں۔ تو ان کے ایک ہزار میں سے ایک بھی مخلص نہ ہوگا۔ یہاں تک فرمایا۔ کہ بڑی بڑی مسندوں پر تکیہ لگائے ہوئے کہتے ہوں گے۔ ہم شیعانِ علی ہیں۔ حالانکہ شیعانِ علی وہی لوگ ہیں۔ جن کا عمل ان کے قول کی تصدیق کرے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا۔ کہ دورِ شیعانِ علی، آج سے نہیں۔ بلکہ ائمہ اہل بیت کے دور میں بھی اسی قسم کے عمل کے پابند ہوں گے۔

یعنی یہ کہ صرف زبانی کلامی دعویٔ محبت ہے۔ لیکن اعمال ان کے ائمہ اہلبیت کے خلاف ہیں۔ بایں وجہ امام رضا رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایک ہزار میں سے ایک شیعہ مخلص مل جائے۔ تو غنیمت ہے۔ کیونکہ دعویٰ ان کا اور ہوتا ہے۔ اور عمل ان کے دوسرے ہوتے ہیں۔

داڑھی کو کاٹنے والے مجوسی ہیں۔

من لایحضرہ الفقیہ:

وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْمَجُوْسَ جَزُّوْا لِحَاهُمْ وَوَفَّرُوْا شَوَارِبَهُمْ وَاِنَّا نَجُزُّ الشَّوَارِبَ وَنُعْفِی اللُّحٰی وَهِیَ الْفِطْرَۃُ۔

(من لایحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۴۷ فی غسل الجمعۃ وآداب الحمام مطبوعہ تہران طبع جدید)

(من لایحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۳۹ فی نتف الشیب وحد اللحیۃ وغسل المیت۔ طبع قدیم مطبوعہ نولکشور)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجوسی داڑھیوں کو کاٹتے ہیں۔ اور مونچھوں کو بڑھاتے ہیں۔ اور ہم مونچھیں کاٹتے ہیں۔ اور داڑھیوں کو بڑھاتے ہیں۔ اور یہی فطرت ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے معلوم ہوا۔ کہ مجوسیوں اور مومنین میں ایک فرق داڑھی کٹانے اور رکھنے کا بھی ہے۔ جو کٹاتے ہیں۔ وہ مجوسی ہیں

اور جو رکھتے ہیں۔ وہ میرے مومن امتی ہیں۔ اور ہمارا عمل یہی فطرت انسانیہ ہے۔ تو ثابت ہوا۔ کہ داڑھی منڈوانے والے کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور فطرت انسانی سے کوئی تعلق نہیں۔ بلکہ وہ مجوسی ہے۔ اور فطرت انسانی سے خارج ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

داڑھی رکھنا ایک ایسا قابل احترام اور باعزت فعل ہے۔ کہ اس کے مونڈنے والے پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوری دیت کا حکم دیا ہے۔

داڑھی مونڈنے پر پوری دیت کی ادائیگی لازم ہے

من لایحضرہ الفقیہ

فِی رِوَایَۃِ السَّکُوْنِیْ اَنَّ عَلِیًّا عَلَیْہِ السَّلَامُ قَضٰی فِی اللِّحْیَۃِ اِذَا حُلِقَتْ فَلَمْ تَنْبُتْ بِالدِّیَۃِ الْکَامِلَۃِ فَاِذَا نَبَتَتْ فَثُلُثُ الدِّیَۃِ۔

(من لایحضرہ الفقیہ ص ۱۱۲ جلد چہارم باب ما یجب فی اللحیۃ اذا حلقت مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

سکونی کی روایت میں ہے۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک فیصلہ

فرمایا۔ کہ اگر کوئی شخص کسی دوسرے کی داڑھی مونڈ دیتا ہے۔ اور پھر وہ نہ اُگے۔ تو مونڈنے والے کو مکمل دیت دینی پڑی گی۔ اور اگر اُگ جائے تو ایک تہائی دیت لازم ہو گی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ فیصلہ اس امر کا ثبوت ہے۔ کہ کسی کی داڑھی مونڈنا اتنا بڑا گناہ ہے۔ جتنا کسی کو قتل کر دینا گناہ ہے۔ کیونکہ دیت کا وجوب دونوں کو مساوی درجہ دے دیتا ہے۔ ادھر حضرت علی کا یہ فیصلہ اور ادھر "محبان علی" کو دیکھئے۔ عوام تو رہے عوام ان کے علماء و ذاکرین کی بھی داڑھی ڈھونڈنے سے ملے گی۔ دعا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ اور ائمہ اہل بیت کی سچی اتباع مرحمت فرمائے۔

داڑھی کی مقدار کے متعلق امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا فرمان

من لایحضرہ الفقیہ:

عَنْ يُوْنُسَ عَنْ بَعْضِ اَصْحَابِهٖ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِیْ قَدْرِ اللِّحْيَةِ قَالَ تَقْبِضُ بِيَدِكَ عَلَى اللِّحْيَةِ وَ تَجُزُّ مَا فَضَلَ

(۱۔ من لایحضرہ الفقیہ جلد اوّل ص ۷۶ فی غسل الجمعۃ و آداب الحمام مطبوعہ تہران طبع جدید)

(۲- من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۳۹ طبع قدیم

(۳- فروع کافی جلد ۶ ص ۴۸۷ کتاب الزی

والتجمل باب اللحیۃ والشارب

مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے داڑھی کی مقدار کے بارے میں فرمایا۔ کہ ایک قبضہ سے کم نہ ہونی چاہیئے۔ اور جو مٹھی سے زیادہ ہو۔ اسے کاٹ دو۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے مقدار داڑھی کے بارے میں صاف صاف فرمایا کہ ایک قبضہ سے کم نہ ہونی چاہیے۔ ہاں اگر زیادہ بڑھ جائے۔ تو اُسے کاٹنے میں کوئی حرج نہیں۔ آپ کے اس فرمان سے نام نہاد محبان اہل بیت کو سبق لینا چاہیئے۔ اور آج سے ہی انہیں اپنی شکل و شباہت ائمہ اہل بیت کے فرمودات کے مطابق بنالینی چاہیئے حقیقی محبت کا یہی تقاضا ہے۔

لمبی مونچھیں شیطان کا خیمہ ہیں

فروع کافی:

عَنِ السَّكُوْنِيْ عَنْ اَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُطَوِّلَنَّ اَحَدُكُمْ شَارِبَهٗ فَاِنَّ الشَّيْطٰنَ يَتَّخِذُهٗ مَخْبَئًا يَسْتَتِرُ بِهٖ۔

(فروع کافی جلد ۶ ص ۴۸۸ کتاب الزی
والتجمل باب اللحیۃ والشارب
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

سکونی نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ تم میں سے کوئی بھی ہرگز اپنی مونچھیں لمبی نہ کرے۔ کیونکہ شیطان لمبی مونچھوں کو اپنا خیمہ بنا کر ان میں چھپ بیٹھتا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا۔ کہ جن بناوٹی محبانِ اہل بیت کے چہروں پر داڑھی کی بجائے مونچھیں خاصی طویل ہوتی ہیں۔ ان کی مونچھوں کے خیمہ میں شیطان خیمہ زن ہوتا ہے۔ تو جس منہ پر شیطان خیمہ زن ہو۔ اُس سے سچی بات کب نکل سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ شیعہ حضرات تقیہ کے بغیر گزارہ نہیں کرسکتے۔

مجمع المعارف:

و بروایتی فرمود کہ یا علی ہر کہ موئے لب را نگیرد از ما نیست و شفاعت ما را در نیابد و ہر کہ شارب گذارد ہمیشہ در لعنتِ خدا و ملئکہ باشد و دعائش مستجاب نمی شود۔ و قبض روحش دشوار باشد و عذاب قبرش شدید باشد و بہر موئی ماری و عقربی برا و مسلط باشد تا قیامت و چوں از قبر بر خیزد بر پیشانی او نوشتہ اہل آتش یا علی ہر کہ شارب بگیرد بہر موئے ثواب صدقہ دہ من طلا دارد کہ ہر منی ہفتاد رطل و ہر رطلی ہفتاد مدد ہر مدی چوں کوہ احد۔

مجمع المعارف بر حاشیہ حلیۃ المتقین ص ۴۲
در مذمت بے شارب گزاشتن مطبوعہ تہران
طبع قدیم)

ترجمہ:

ایک روایت کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو فرمایا۔ اے علی! جو مونچھیں پست نہیں کرتا۔ وہ ہم میں سے نہیں ہے اور ہماری شفاعت اُسے نصیب نہ ہوگی۔ اور جو شخص مونچھوں کو لمبا چھوڑ دیتا ہے۔ وہ اللہ اور فرشتوں کی لعنت کا مستحق ہوتا ہے اور اس کی دعا قبول نہیں ہوتی۔ اور اس کی روح بڑی مشکل سے نکلتی ہے۔ اس کو قبر کا عذاب بھی سخت ہوگا۔ اس کی مونچھوں کے ہر بال کے بدلے اس پر ایک سانپ اور ایک بچھو مقرر کر دیا جاتا ہے۔ اور وہ قیامت تک اس پر مسلط رہیں گے۔ پھر جب وہ قبر سے اُٹھے گا۔ تو اس کی پیشانی پر "دوزخی" لکھا ہوگا۔ اے علی! جو شخص مونچھوں کے بال پست کرتا ہے۔ تو اس کو ہر بال کے بدلہ میں دس من گوشت صدقہ کرنے کا ثواب ملے گا۔ جس کا ہر من ستر رطل کے برابر اور ہر رطل ستر مد اور ہر مد اُحد پہاڑ کے برابر وزنی ہے۔

مذکورہ حدیث سے مندرجہ ذیل امور صراحۃً ثابت ہوئے

۱۔ مونچھیں لمبی رکھنے والے کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ائمہ اہل بیت سے کوئی

تعلق نہیں۔

۲۔ ایسے شخص کو بروز قیامت نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت اور نہ ہی ائمہ اہل بیت کی شفاعت نصیب ہو گی۔

۳۔ مونچھیں لمبی رکھنے والے پر اللہ اور اس کے فرشتوں کی لعنت ہوتی ہے۔

۴۔ اس کی دعا ہرگز قبول نہیں ہوتی۔

۵۔ اس کی روح بوقت نزع بڑی مشکل سے نکلتی ہے۔

۶۔ مرنے کے بعد قبر میں اس کی مونچھوں کے ہر بال کے برابر بچھو اور سانپ اس پر مسلط ہوں گے۔ جو قیامت تک اُسے ڈستے رہیں گے۔

۷۔ قبر سے اٹھتے وقت اس کی پیشانی پر "دوزخی" لکھا ہو گا۔

۸۔ مونچھیں پست رکھنے والے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق ایک ایک بال کے عوض کئی ہزار احد پہاڑوں کے برابر صدقہ کا ثواب ملے گا

لمحہ فکریہ:

غور طلب امر ہے۔ کہ ایک "بناوٹی محب" کی چال ڈھال کس قدر منافقانہ ہے۔ جو کہ ظاہری طور پر محبتِ اہل بیت کے بلند و بالا دعویٰ کرتا ہے۔ اور ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ائمہ اہل بیت کی نافرمانی میں کتنا ہٹ دھرم ہے جبکہ اس کو یہ معلوم ہے۔ کہ مونچھیں لمبی کرنے والے کے لیے سات عدد عذاب ہیں۔ جن کا نچوڑ یہ ہے۔ کہ زندگی بھر اللہ اور اس کے فرشتوں کی لعنت و پھٹکار پڑتی ہے۔ قبر میں گیا۔ تو بچھو اور سانپ اس کی تواضع کے لیے موجود اور جب قبر سے اُٹھے گا۔ تو چہرہ امتیازی تمغہ (دوزخی) سے چمک رہا ہو گا۔ ان تمام عذابات کو سُن پڑھ کر پھر بھی کہتا ہے۔ مجھے یہ سب منظور ہیں۔ لیکن میں مونچھیں کٹوانے اور پست کرنے

کے لیے آمادہ نہیں ہوں۔ کیونکہ میری پہچان یہی ہے۔ اور میری شخصیت کی علامت یہی لمبی مونچھیں ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مونچھیں کٹوانے پر جو کروڑوں کا صدقہ کرنے کی فضیلت بیان فرمائی۔ یہ حضرت اُسے حاصل کرنے کی سعی نہیں کرنا چاہتے۔ کیونکہ ثواب اور اجر تو انہیں چاہیئے۔ جنہیں دوزخ سے رہائی کی ضرورت اور جنت میں دخول کی ضرورت ہو۔ اسے ان دونوں میں سے کسی کی ضرورت نہیں ہے۔ لہذا ثواب کمانا اس کے مقدر میں ہی نہیں۔ اور وہ سمجھتا ہے۔ کہ مجھے ثواب مل ہی نہیں سکتا۔ تو پھر اس کے لیے کوشش کیوں کی جائے؟

سیاہ (ماتمی) لباس کے متعلق رسول کریم اور ائمہ اہل بیت کا فرمان

شیعہ حضرات کی من جملہ علامات میں سے ایک بڑی علامت سیاہ لباس بھی ہے، جسے اہل تشیع محبانِ اہل بیت کا لباس سمجھتے ہیں۔ آیئے ان کے اس خیال کو دیکھیں کہ یہ کہاں تک درست ہے؟ سیاہ لباس کے متعلق چند احادیث پیش خدمت ہیں۔ انہیں پڑھیئے۔ اور پھر دل پر ہاتھ رکھ کر بتلایئے۔ کہ ایسا لباس کس کی علامت ہے۔ اور اسے کون پہننے والا ہے۔

حدیث ۱:

تحفۃ العوام:

وارد ہے کہ راوی نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ کالی ٹوپی پہن کر نماز پڑھوں۔ فرمایا نہیں۔ اہل جہنم کا لباس ہے۔ دوسری حدیث میں

فرمایا سیاہ لباس نہ پہنو کیونکہ یہ لباس فرعون کا ہے۔

حدیث ۲:

فروع کافی:

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ قُلْتُ لَہٗ اُصَلِّیْ فِی الْقَلَنْسُوَۃِ السَّوَادِ فَقَالَ لَا تُصَلِّ فِیْھَا فَاِنَّھَا لِبَاسُ اَھْلِ النَّارِ۔

(۱۔ فروع کافی جلد سوم ص ۴۰۳ کتاب الصلوٰۃ باب اللباس الذی تکرہ فیہ الصلوٰۃ الخ مطبوعہ تہران طبع جدید)

(۲۔ من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۱۶۳ طبع جدید)

(۳۔ من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۸۱ فی لباس المصلی طبع قدیم)

(۴۔ علل الشرائع ص ۳۴۶ باب ۵۶ العلۃ التی من اجلھا لا تجوز الصلوٰۃ فی سواد)

(۵۔ تہذیب الاحکام جلد دوم ص ۲۱۳ مطبوعہ تہران طبع جدید باب فی ما یجوز الصلوٰۃ فیہ من اللباس الخ)

ترجمہ:

راوی کہتا ہے۔ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے سیاہ ٹوپی پہن کر نماز پڑھنے کے بارے میں پوچھا۔ آپ نے فرمایا۔ اسے پہن کر

نماز نہ پڑھنا۔ وہ دوزخیوں کا لباس ہے۔

حدیث ۳:

علل الشرائع:

عَنْ اَبِیْ بَصِیْرٍ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ عَنْ جَدِّیْ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ فِیْمَا عَلَّمَ اَصْحَابَہٗ لَا تَلْبِسُوا السَّوَادَ فَاِنَّہٗ لِبَاسُ فِرْعَوْنَ۔

(علل الشرائع باب ۵۶ ص ۳۴۷ العلۃ التی من اجلھا لا تجوز الصلوۃ فی سواد)

ترجمہ:

ابو بصیر امام جعفر صادق سے وہ امام باقر سے وہ امام زین العابدین سے اور وہ امام حسین سے اور یہ حضرت علی رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں شاگردوں اور عقیدتمندوں کو جو باتیں سکھلائیں۔ ان میں ایک یہ بھی تھی۔ کہ سیاہ کپڑے نہ پہننا کیونکہ یہ فرعون کا لباس ہے۔

حدیث ۴:

من لا یحضرہ الفقیہ:

رَوٰی اِسْمَاعِیْلُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنِ الصَّادِقِ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَنَّہٗ قَالَ اَوْحَی اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ اِلٰی نَبِیٍّ مِنْ اَنْبِیَآئِہٖ قُلْ لِلْمُؤْمِنِیْنَ لَا یَلْبِسُوْا لِبَاسَ اَعْدَائِیْ وَلَا یَطْعَمُوْا مَطَاعِمَ اَعْدَائِیْ وَلَا یَسْلُکُوْا مَسَالِکَ اَعْدَائِیْ

فَيَكُوْنُوْا اَعْدَائِیْ كَمَا هُمْ اَعْدَائِیْ فَاَمَّا لُبْسُ السَّوَادِ لِلتَّقِيَّةِ فَلَا اِثْمَ عَلَيْهِ۔

(۱۔من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۱۶۳ باب فیما یصلی فیہ و ما لا یصلی فیہ الخ مطبوعہ تہران طبع جدید)

(۲۔علل الشرائع باب ۵۶ ص ۳۴۸/العلۃ التی من اجلہا لا تجوز الصلوٰۃ فی سواد طبع جدید)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے اسماعیل بن مسلم نے روایت کی ہے فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک نبی کو یہ وحی بھیجی۔ مومنوں کو کہہ دیجئے کہ میرے دشمنوں کا لباس نہ پہنیں میرے دشمنوں کے کھانے نہ کھائیں۔ میرے دشمنوں کے طریقے پر نہ چلیں۔ ورنہ وہ بھی ان کی طرح میرے دشمن ہو جائیں گے۔ لیکن تقیہ کرتے ہوئے سیاہ کپڑا پہن لینا اس میں کوئی حرج و گناہ نہیں۔

حدیث ۵:

من لا یحضرہ الفقیہ:

فَقَدْ رُوِیَ عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ مَنْصُوْرٍ اَنَّهٗ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِالْحِيْرَةِ فَاَتَاهُ رَسُوْلُ اَبِی الْعَبَّاسِ الْخَلِيْفَةِ يَدْعُوْهُ فَدَعَا بِمِمْطَرٍ اَحَدُ وَجْهَيْهِ اَسْوَدُ وَالْاٰخَرُ

أَبْيَضُ فَلَبِسَهُ ثُمَّ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَمَا إِنِّيَ أَلْبِسُهُ وَأَنَا أَعْلَمُ أَنَّهُ لِبَاسُ أَهْلِ النَّارِ۔

(۱) من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۱۶۲ باب فیما یصلی فیہ و ما لا یصلی فیہ الخ مطبوعہ تہران طبع جدید)

(۲) من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۸۲ طبع قدیم)

(۳) علل الشرائع باب ۵۶ ص ۳۴۷/۱ العلة التی من اجلها لا تجوز الصلوٰة فی سواد۔ طبع جدید)

ترجمہ:

حذیفہ بن منصور کہتا ہے۔ کہ میں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے پاس مقام حیرہ میں تھا۔ خلیفہ ابو العباس کا ایک قاصد آیا۔ اور آپ کو پیغام دعوت دیا۔ آپ نے برساتی طلب کی۔ جس کا ایک حصہ سیاہ اور دوسرا سفید تھا۔ اُسے پہن لیا۔ پھر امام جعفر نے فرمایا۔ میں اسے پہن تو لیتا ہوں۔ بہر حال میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ کہ یہ دوزخیوں کا لباس ہے۔

تنبیہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا کہ سیاہ لباس کے بارے میں مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ یہ جہنمی کا لباس ہے۔ اور پھر آپ نے پہن بھی لیا اتنے بڑے امام سے اتنی بڑی غلطی ہونا نہایت ہی قابل افسوس امر ہے۔ اور جو کچھ ہوا۔ غیر متوقع تھا

لباس جہنمیوں کا اور پہننے والے اہل بیت کے مقتدا و پیشوا حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ۔ اس بات کا جواب خود "علل الشرائع" میں شیخ صدوق نے یہ دیا ہے:۔

علل الشرائع:

قَالَ مُؤَلِّفُ هٰذَا الْكِتَابِ لَبِسَهُ لِلتَّقِيَّةِ وَاِنَّمَا اَخْبَرَ حُذَيْفَةُ بْنُ مَنْصُوْرٍ بِاَنَّهُ لِبَاسُ اَهْلِ النَّارِ لِاَنَّهُ اتَّهَمَهُ وَقَدْ دَخَلَ اِلَيْهِ قَوْمٌ مِنَ الشِّيْعَةِ يَسْاَلُوْنَهُ عَنِ السَّوَادِ وَلَمْ يَثِقْ اِلَيْهِمْ فِيْ كِتْمَانِ السِّرِّ فَاتَّقَاهُمْ فِيْهِ ۔

(علل الشرائع ص ۳۴۷)

ترجمہ:

کتاب کا مؤلف کہتا ہے۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے سیاہ ملبے والی برساتی بطور تقیہ اوڑھی۔ اور حذیفہ بن منصور نے جو یہ خبر دی۔ کہ سیاہ لباس دوزخیوں کا لباس ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ اس وقت وہاں کچھ شیعہ سیاہ لباس کے بارے میں پوچھ رہے تھے جن پر حذیفہ بن منصور کو شک تھا۔ کہ یہ لوگ اس راز کو چھپانہ رہنے دیں گے۔ تو اس بارے میں تقیہ کہہ دیا۔ کہ امام موصوف نے اس امر کو جانتے ہوئے کہ یہ جہنمی لباس ہے۔ پھر اسے پہن لیا۔ (تا) وہ شیعہ لوگ جن پر حذیفہ بن منصور کو شک تھا۔ وہ اس بات کو ظاہر نہ کر دیں۔ کہ ایسا لباس پہننا جائز نہیں۔)

عیون اخبار الرضا:

حدیث نمبر ۶:

فَلَمَّا وَصَلَ عَلِیُّ بْنُ مُوْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ اِلَی الْمَامُوْنِ وَھُوَ بِمَرْوٍ وَلَّاہُ الْعَھْدَ مِنْ بَعْدِہٖ وَاَمَرَ لِلْجُنْدِ بِرِزْقِ سَنَۃٍ وَکَتَبَ اِلَی الْاٰفَاقِ بِذَالِکَ وَسَمَّاہُ الرِّضَا وَضَرَبَ الدَّرَاھِمَ بِاِسْمِہٖ وَاَمَرَ النَّاسَ بِلُبْسِ الْخُضْرَۃِ وَتَرْکِ السَّوَادِ وَزَوَّجَہٗ اِبْنَتَہٗ اُمَّ حَبِیْبٍ وَزَوَّجَ اِبْنَہٗ مُحَمَّدَ بْنَ عَلِیٍّ عَلَیْہِمَا السَّلَامُ اِبْنَتَہٗ اُمَّ الْفَضْلِ بِنْتَ الْمَامُوْنِ۔

(عیون اخبار الرضا جلد دوم ص۱۴۶
باب تزویج المامون ابنتہ الخ مطبوعہ
تہران طبع جدید)

ترجمہ:

جب علی بن موسیٰ المعروف امام رضا رضی اللہ عنہ مرو میں مامون الرشید کے پاس پہنچے۔ اور اس نے اپنے بعد انہیں ولی عہد مقرر کر لیا۔ اور لشکر کے لیے سال بھر کا رزق دینے کو کہہ دیا۔ اور حکومت کے مختلف اطراف میں ولی عہدی کی تشہیر کی۔ اور آپ کا نام اُس نے "رضا" رکھا ان کا نام دراہم پر بطور مہر لکھ دیا۔ اور لوگوں کو سبز لباس زیب تن کرنے کا حکم دیا۔ اور سیاہ لباس چھوڑنے کا حکم دیا۔ اور اپنی بیٹی ام حبیب کی شادی آپ سے کر دی۔ اور ان کے بیٹے محمد بن علی کی شادی اپنی دوسری بیٹی ام الفضل بنت مامون سے کر دی۔

وضاحت:

اصل معاملہ یہ ہے۔ کہ بنی عباسیہ میں سیاہ لباس پہننے کا رواج چلا آ رہا تھا۔ جسے ائمہ اہل بیت ناجائز سمجھتے تھے۔ جب خلیفہ مامون الرشید معتزلی شیعہ بن گیا تو اس نے علی بن موسیٰ (امام رضا) سے اور ان کے بیٹے محمد بن علی سے اپنی دونوں بیٹیوں کے عقد کر دیئے۔ اور آپ کو جب اپنا ولی عہد بنایا۔ تو اس بات کو جانتے ہوئے کہ امام رضا رضی اللہ عنہ سیاہ لباس پہننا ناجائز سمجھتے ہیں۔ ان کی خوشنودی کی خاطر لوگوں کو حکم دیا کہ آج کے بعد وہ سبز لباس پہنیں اور سیاہ لباس پہننا ترک کر دیں۔

حدیث ۷:

عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ صَادِق عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْسَ مِنْ لِبَاسِکُمْ شَیْءٌ اَحْسَنَ مِنَ الْبَیَاضِ فَالْبِسُوْہُ مَوْتَاکُمْ۔

(فروع کافی جلد سوم ص ۱۴۸ کتاب الجنائز باب مایستحب من الثیاب للکفن الخ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سفید لباس سے بہتر کوئی دوسرا لباس نہیں۔ لہٰذا اپنے مردوں کو یہی سفید لباس پہنایا کرو۔ (یعنی کفن سفید رنگ کا ہونا چاہیے۔)

حدیث ۸:

علی بن محمد عن بعض اصحابہ عن ابی شاعـن الحسین بن المختار عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قَالَ لَا تُکَفَّنُ الْمَیِّتُ بِالسَّوَادِ۔

(فروع کافی جلد سوم ص ۱۴۹ کتاب الجنائز باب مایستحب من الثیاب للکفن الخ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا میت کو سیاہ کفن نہ پہنایا جائے۔

مذکورہ احادیث سے درج ذیل امور ثابت ہوئے

۱۔ سیاہ لباس جہنمیوں کا لباس ہے۔
۲۔ سیاہ لباس جامۂ فرعون ہے۔
۳۔ کالے کپڑے پہن کر ائمہ اہل بیت نے نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔
۴۔ سیاہ لباس اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کا لباس ہے۔ اس سے احتراز ضروری ہے۔
۵۔ ائمہ اہل بیت رضی اللہ عنہم سیاہ لباس زیب تن کرنے سے منع کرتے رہے اور کبھی بھی ایسا لباس نہ پہنا۔
۶۔ خلفائے بنو عباس اس بات سے بخوبی آگاہ تھے۔ کہ ائمہ اہل بیت کالے لباس پہننے کے سخت مخالف ہیں۔
۷۔ میت کے لیے سفید کفن بہت بہتر ہے۔
۸۔ لباسوں میں سے بہترین لباس سفید لباس ہے۔

لمحہ فکریہ!

احادیث مذکورہ میں ائمہ اہل بیت رضی اللہ عنہم نے تصریح فرمائی۔ کہ سیاہ لباس جہنمیوں اور فرعونوں کا لباس ہے۔ ان احادیث کی صحت میں کوئی شک وشبہ نہیں پھر شیعہ حضرات کے لیے دو راستے ہیں۔ اگر وہ یہ کہیں کہ یہ احادیث اور خاص کر تیسری حدیث جس کی روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہے جھوٹی ہیں۔ تو مطلب یہ ہوا

کہ حضرات ائمہ اہل بیت نے یہ حدیث جھوٹی بیان کی۔ جس سے ان کا جھوٹ بولنا بھی ثابت ہوگا (معاذ اللہ) لہٰذا جبکہ ائمہ اہل بیت کو جھوٹا کہنا تمہارے مذہب میں کفر ہے۔ تو یہ احتمال نہیں ہو سکتا۔

دوسرا راستہ یہ کہ تم ان احادیث کی صحت کو تسلیم کرو۔ اور یہ مان لو۔ کہ ائمہ اہل بیت نے جو سیاہ لباس کے بارے میں فیصلہ فرمایا۔ وہ درست ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہوا۔ کہ شیعوں سے بڑھ کر کوئی بھی ائمہ اہل بیت کا گستاخ اور دشمن نہیں سیاہ لباس پہن کر جہنمیوں کے روپ دھارے۔ فرعونیوں کی کرتوت کرے۔ اور پھر "محبت اہل بیت" کا دعویٰ کرے؟ ناممکن ہے۔

جب سیاہ لباس زیب تن کرنا اس قدر قابل گرفت ہے۔ تو سیاہ لباس میں شیعی ماتم اللہ اس کے رسول اور ائمہ اہل بیت کا دشمن نہ ہوا۔ تو اور کیا ہوگا؟

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سفید لباس کو بہترین لباس فرمایا۔ اور مومن کی زندگی اور موت کے وقت اسی لباس کو زیب تن کرنے کی ترغیب فرمائی۔ اس کے برعکس آپ نے سیاہ لباس کو زندگی اور موت کے وقت استعمال کرنے کو اچھا نہ جانا۔ بلکہ فرعون اور جہنمی کا لباس تک کہہ دیا۔ جس کا صاف مطلب یہ ہے۔ کہ جنتی لباس سفید لباس ہے۔ اور اللہ کے نیک بندوں کو سیاہ لباس سے نفرت رہی ہے تو پھر ان ارشادات کے باوجود شیعہ لوگوں کو اہل جنت کا لباس چھوڑ کر دوزخیوں کا لباس کیوں مرغوب ہے۔ اور ائمہ اہل بیت کی ہدایات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے فرعونیوں کی سی پوشاک پہننا کیوں پسند ہے۔؟ کیا امام حسین رضی اللہ عنہ دوزخی لباس کو پسند فرماتے تھے۔ اور کیا آپ فرعونی پوشاک سے خوش ہوا کرتے تھے؟ اللہ تعالیٰ ان اندھے عقیدت مندوں کو بینائی عطا فرمائے اور دین کی سمجھ عطا فرمائے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

لوہے کے کڑے وغیرہ پہننا کیسا ہے؟

گزشتہ اوراق میں آپنے سیاہ ماتمی لباس کے بارے میں پڑھا۔ اب ہم لوہے کے کڑے وغیرہ پہننے کے متعلق چند احادیث ذکر کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ بھی شیعوں کی مخصوص علامت ہے۔ لہٰذا ملاحظہ فرمائیے۔

فروع کافی:

عن ابی عبد الله علیه السلام قال لا تجوز الصلوٰة فی شیئ من الحدید فانہ نجس ممسوخ۔

(۱۔ فروع کافی جلد سوم ص ۴۰۰ کتاب الصلوٰۃ باب اللباس الذی یکرہ فیہ الصلوٰۃ الخ

۲۔ تہذیب الاحکام جلد دوم ص ۲۲۷ باب فی ما یجوز بہ الصلوٰۃ فیہ من اللباس الخ مطبوعہ تہران طبع جدید)

(۳۔ علل الشرائع باب ۵۰ ص ۳۴۸ العلۃ التی من اجلھا لا یجوز للرجل ان یختم بخاتم)

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ لوہے کی کوئی چیز پہن کر

نماز جائز نہیں ہوتی۔ کیونکہ وہ نجس اور بُری چیز سے مسخ کی ہوئی ہے۔

تہذیب الاحکام:

عن السکونی عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال قال رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یُصَلِّ الرَّجُلُ وَفِیْ یَدِہٖ خَاتَمُ حَدِیْدٍ۔

(۱۔ فروع کافی جلد سوم ص ۴۰۴ کتاب الصلوٰۃ باب اللباس الذی یکرہ فی الصلوٰۃ الخ مطبوعہ تہران طبع جدید)

(۲۔ تہذیب الاحکام جلد دوم ص ۲۲۷ باب فی ما یجوز الصلوٰۃ فیہ من اللباس الخ مطبوعہ طبع جدید تہران)

(۳۔ من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۱۶۳ باب فی ما یصلی فیہ وما لا یصلی فیہ مطبوعہ تہران جدید)

ترجمہ:

سکونی نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہاتھ میں لوہے کی انگوٹھی پہن کر کوئی آدمی نماز نہ پڑھے۔

حدیث ۲:

من لا یحضرہ الفقیہ:

قَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ مَا طَهَّرَ اللّٰہُ یَدًا فِیْهَا حَلْقَةُ حَدِیْدٍ۔

(من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۱۶۴ باب فی ما یصلی فیہ و ما لا یصلی الخ مطبوعہ تہران طبع جدید طبع قدیم ص ۸۲ مطبوعہ لکھنؤ)

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اس ہاتھ کو پاک نہیں کرے گا جس میں لوہے کی انگوٹھی ہے۔

حدیث ۴:

من لا یحضرہ الفقیہ:

رَوٰی عَمَّارُ السَّابَاطِیُّ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ فِی الرَّجُلِ یُصَلِّیْ وَ عَلَیْہِ خَاتَمُ حَدِیْدٍ قَالَ لَا وَ لَا یَتَخَتَّمُ بِہٖ لِاَنَّہٗ مِنْ لِبَاسِ اَھْلِ النَّارِ۔

(من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۱۶۴ باب فی ما یصلی فیہ و ما لا یصلی الخ مطبوعہ تہران طبع جدید طبع قدیم ص ۸۲ مطبوعہ لکھنؤ)

علل الشرائع باب ۵۷ ص ۳۴۸ / العلۃ من اجلها لا یجوز ان یتختم بخاتم

ترجمہ:

عمار ساباطی نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ آپ نے لوہے کی انگوٹھی پہنے شخص کے بارے میں نماز کا حکم بیان فرمایا۔ اور کہا اس کی نماز نہ ہوئی۔ اور یہ بھی فرمایا۔ کہ لوہے کی انگوٹھی نہ پہنی جائے۔ کیونکہ یہ دوزخیوں کا لباس (زیور) ہے۔

لمحہ فکریہ:

یہ چند احادیث ۔ ان احادیث کا نمونہ ہیں۔ جن میں لوہے کی انگوٹھی کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ائمہ اہل بیت رضی اللہ عنہم کے ارشادات بیان کئے گئے۔ لوہے کی انگوٹھی سے نماز کا نہ ہونا، اس سے ہاتھ کی پاکیزگی جاتے رہنا اور اس کا دوزخیوں کا زیور ہونا کیا یہ عقوبات کم ہیں؟

لیکن ہمت اور حوصلہ کی داد دیتے ہیں۔ ہم "دلنگانِ علی"، کو انہوں نے ایک نہیں کئی کئی لوہے کی انگوٹھیاں پہن رکھی ہوتی ہیں۔ بلکہ انگوٹھی تو معمولی زیور ہے۔ ان کے بازوؤں پر اچھے خاصے وزنی کڑے ہوتے ہیں۔ اور کہنیوں تک بازو بھرے ہوئے ہوتے ہیں۔ کیا "محبان علی"، کو یہی زیب دیتا ہے۔ کہ وہ ہر فعل میں ائمہ اہل بیت کی مخالفت کریں؟ لباس سیاہ انہوں نے منع فرمایا۔ ان لوگوں نے اُسے زیب تن کیا۔ ماتم پر وعیدیں سنائیں۔ انہوں نے اسے سینہ سے لگایا۔ داڑھی بڑھانے کا کہا تو انہوں نے میدان صاف کر دیا۔ مونچھیں کٹوانے کو کہا تو انہوں نے منہ پر کانٹے بو لیے۔ لوہے کی انگوٹھی کو جہنمی زیور کہا ——— انہوں نے اپنی زینت بنا لیا۔ حاشا وکلا یہ سب امور ان کی محبت کی علامت نہیں۔ بلکہ ان سے بغض وعداوت کا مظہر ہیں۔ ائمہ اہل بیت جسے حلال کہیں۔ ان کے نزدیک، حرام ٹھہرے۔ اور جسے حرام کہیں وہ ان کی من پسند ہو۔

یں تو یہی کہوں گا۔ اللہ تعالیٰ انہیں سمجھ عطا فرمائے۔ اور یہ لوگ حضرات ائمہ اہل بیت کی مخالفت ترک کر کے سچے پکے ان کے غلام بن جائیں۔ اپنی دنیا اور آخرت برباد ہونے سے بچائیں۔

امین ثم امین

شیعہ حضرات کے لیے نماز کی چھٹی

شیعہ حضرات کا یہ خیال ہے۔ کہ اگر ماتم کر لیا جائے۔ تو یہ اتنی بڑی عبادت ہے۔ کہ اس کے ہوتے ہوئے نماز کی کوئی ضرورت نہیں رہتی۔ یہی وجہ ہے۔ کہ جو لوگ شیعوں کے قرب و جوار میں رہتے ہیں۔ وہ بخوبی اس امر سے آگاہ ہیں۔ کہ جب کسی جگہ مجلس ماتم بپا ہو۔ اور وہ اتنا طول پکڑ لے۔ کہ کسی نماز کا وقت شروع ہو کر اختتام کو پہنچ جائے تو ان حاضرین میں سے کوئی بھی مجلس کو چھوڑ کر نماز پڑھنے نہ اٹھے گا عوام تو عوام ان کے علماء و ذاکرین بھی نماز نہیں پڑھتے۔ اسی طرح ماتمی جلوس اور تعزیہ وغیرہ کے جلوس میں کبھی کسی شیعہ کو نماز پڑھتے نہیں دیکھا گیا۔ بنا بریں دین کے اہم ستون سے تغافل برتنے پر اور تارک نماز کے لیے حضرات ائمہ اہل بیت نے جو احادیث روایت کی ہیں۔ میں نے مناسب سمجھا۔ کہ انہیں ذکر کر دوں۔ شاید کسی شیعہ کو عبرت اور نصیحت حاصل ہو جائے۔

(واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم)

حدیث ۱:

جامع الاخبار:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلصَّلٰوۃُ عِمَادُ الدِّیْنِ فَمَنْ تَرَكَ صَلٰوتَہٗ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ

هَدَمَ دِيْنَهٗ .... وَقَالَ لَا تُضَيِّعُوْا صَلٰوتَكُمْ فَاِنَّ مَنْ ضَيَّعَ صَلٰوتَهٗ حَشَرَهُ اللّٰهُ مَعَ قَارُوْنَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامَانَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ وَاَخْزَاهُمْ وَكَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ اَنْ يُدْخِلَهُ النَّارَ مَعَ الْمُنَافِقِيْنَ فَالْوَيْلُ لِمَنْ لَمْ يُحَافِظْ عَلٰى صَلٰوتِهٖ۔

(جامع الاخبار ص ۸۳/ الفصل السرابع والثلاثون فی تارک الصلوٰۃ مطبوعہ نجف اشرف طبع جدید)

ترجمہ:

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ نماز دین کا ستون ہے۔ جس نے جان بوجھ کر نماز چھوڑی۔ اس نے دین کی عمارت کو گرا دیا .... اور یہ بھی فرمایا۔ اپنی نمازوں کو ضائع مت کرو۔ جس نے اپنی نماز ضائع کی۔ یقیناً اللہ تعالیٰ اس کا حشر قارون، فرعون اور ہامان کے ساتھ کرے گا۔ ان سب پر اللہ کی لعنت ہو۔ اور انہیں اللہ رسوا کرے۔ اور اللہ تعالیٰ بے نماز کو ضرور دوزخ کی آگ میں منافقین کے ساتھ داخل کرے گا۔ اور بربادی اس شخص کے لیے جو اپنی نماز کی حفاظت نہیں کرتا۔

حدیث ۲:

جامع الاخبار:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ لَا يَرْجُوْا ثَوَابَهَا وَلَا يَخَافُ عِقَابَهَا وَلَا اُبَالِيْ اَنْ

يَمُوْتَ يَهُوْدِيًّا اَوْ نَصْرَانِيًّا اَوْ مَجُوْسِيًّا۔

(جامع الاخبار ص۸۴ مطبوعہ نجف اشرف

طبع جدید)

ترجمہ:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے نماز کو اس طرح چھوڑا کہ نہ اس کے ثواب کی امید رکھتا ہو۔ اور نہ اس کے ترک پر سزا کا خوف رکھتا ہو۔ تو (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) مجھے اس کے یہودی، عیسائی یا مجوسی بن کر مرنے کی کوئی پرواہ نہیں ہوگی۔

حدیث ۳:

جامع الاخبار:

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَعَانَ عَلٰی تَارِكِ الصَّلٰوةِ بِلُقْمَةٍ اَوْ كِسْوَةٍ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ سَبْعِيْنَ نَبِيًّا اَوَّلُهُمْ اٰدَمُ وَاٰخِرُهُمْ مُحَمَّدٌ۔

(جامع الاخبار ص۸۴ مطبوعہ نجف

اشرف طبع جدید)

ترجمہ:

نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے فرمایا جس نے بے نماز کی ایک لقمہ یا کوئی معمولی کپڑا دے کر مدد کی۔ تو گویا۔ اس نے ستر پیغمبروں کو قتل کر دیا جن میں پہلے حضرت آدم علیہ السلام اور آخری حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

حدیث ۴:

جامع الاخبار:

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ تَرَکَ الصَّلٰوۃَ ثَلَاثَۃَ اَیَّامٍ فَاِذَا مَاتَ لَا یُغْسَلُ وَلَا یُکَفَّنُ وَلَا یُدْفَنُ فِیْ قُبُوْرِ الْمُسْلِمِیْنَ۔

(جامع الاخبار ص ۸۴ مطبوعہ نجف اشرف طبع جدید)

ترجمہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے تین دن نماز چھوڑے رکھی۔ وہ جب مرے۔ تو اُسے نہ غسل دیا جائے۔ نہ کفنایا جائے اور نہ ہی مسلمانوں کی قبروں میں اُسے دفنایا جائے۔

حدیث ۵:

جامع الاخبار:

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ الْکَلْبُ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَنِیْ کَلْبًا وَلَمْ یَخْلُقْنِیْ خِنْزِیْرًا وَیَقُوْلُ الْخِنْزِیْرُ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَنِیْ خِنْزِیْرًا وَلَمْ یَخْلُقْنِیْ کَافِرًا وَیَقُوْلُ الْکَافِرُ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَنِیْ کَافِرًا وَلَمْ یَجْعَلْنِیْ مُنَافِقًا وَالْمُنَافِقُ یَقُوْلُ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَنِیْ مُنَافِقًا وَلَمْ یَخْلُقْنِیْ تَارِکَ الصَّلٰوۃِ

(جامع الاخبار ص ۸۴ مطبوعہ نجف اشرف طبع جدید)

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کتا کہتا ہے اللہ ہے سب خوبیوں والا جس نے مجھے کتا بنایا۔ اور خنزیر نہ بنایا۔ خنزیر کہتا ہے۔ خوبیاں اس اللہ کو جس نے مجھے خنزیر بنایا۔ اور کافر نہ بنایا۔ اور کافر کہتا ہے۔ تعریفیں اللہ کی جس نے مجھے کافر بنایا۔ اور مجھے منافق نہ بنایا۔ منافق کہتا ہے۔ تمام صفتیں اللہ کی جس نے مجھے منافق بنایا۔ اور بے نماز نہ بنایا۔

حدیث نمبر ۶:

انوار نعمانیہ:

قَدْ وَرَدَ فِي الْاَخْبَارِ اَنَّ مَنْ يَتَّسِمُ فِيْ وَجْهِ تَارِكِ الصَّلٰوةِ فَكَاَنَّمَا هَدَمَ الْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ سَبْعَ مَرَّاتٍ وَكَاَنَّمَا قَتَلَ اَلْفَ مَلَكٍ مِنَ الْمَلٰئِكَةِ الْمُقَرَّبِيْنَ وَالْاَنْبِيَآءِ الْمُرْسَلِيْنَ وَلَا اِيْمَانَ لِمَنْ لَّاصَلٰوةَ لَهٗ وَلَاحَظَّ فِي الْاِسْلَامِ لِمَنْ لَاصَلٰوةَ لَهٗ وَمَنْ اَحْرَقَ سَبْعِيْنَ مُصْحَفًا اَوْ قَتَلَ سَبْعِيْنَ نَبِيًّا وَزَنٰى مَعَ اُمِّهٖ سَبْعِيْنَ مَرَّةً وَاِفْتَضَّ سَبْعِيْنَ بِكْرًا بِطَرِيْقِ الزِّنَا فَهُوَ اَقْرَبُ اِلٰى رَحْمَةِ اللّٰهِ مِنْ تَارِكِ الصَّلٰوةِ مُتَعَمِّدًا وَمَنْ اَعَانَ تَارِكَ الصَّلٰوةِ بِلُقْمَةٍ اَوْكِسْوَةٍ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ نَبِيًّا وَمَنْ اَخَّرَ الصَّلٰوةَ عَنْ وَقْتِهَا اَوْتَرَكَهَا حُبِسَ عَلَى الصِّرَاطِ ثَمَانِيْنَ حُقَبًا كُلَّ حُقَبٍ ثَلٰثُمَائَةٍ وَسِتُّوْنَ يَوْمًا كُلَّ يَوْمٍ كَعُمُرِ الدُّنْيَا فَمَنْ اَقَامَهَا اَقَامَ الدِّيْنَ

وَمَنْ تَرَكَهَا هٰذَا فَقَدْ هَدَمَ الدِّيْنَ۔

(۱- انوار نعمانیہ جلد ۲ ص ۹-۳۰ ظلمت فی احوال العرفیاء والنواصب مطبوعہ تبریز ایران)

(۲- انوار نعمانیہ ص ۲۲۲ تہدید تارک الصلوۃ)

نوٹ:

میرے پاس قدیم انوار نعمانیہ پر صفحات درج نہیں۔ میں نے جو خود صفحات لگائے ہیں۔ یہ نمبر صفحہ اس کے مطابق ہے۔

ترجمہ:

حدیث پاک میں وارد ہوا۔ جو شخص بے نماز کو دیکھ کر ہنس دیا۔ گویا اس نے بیت المعمور سات مرتبہ گرایا۔ اور گویا اس نے ایک ہزار مقرب فرشتوں کو قتل کیا۔ اتنے ہی انبیاء و مرسلین کو شہید کیا۔ بے نماز کا ایمان نہیں بے نماز کا دین میں کوئی حصہ نہیں جس نے ستر قرآن پاک کے نسخے جلائے۔ یا ستر انبیائے کرام کو شہید کیا۔ اور بطریقہ زنا ستر کنواری عورتوں کو قتل کیا۔ اپنی سگی ماں سے ستر مرتبہ زنا کیا۔ تو اتنا بڑا مجرم اللہ کی رحمت کے زیادہ قریب ہے۔ اور بے نماز اس سے بھی بہت دور جس نے بے نماز کی ایک لقمہ یا کپڑے کے ذریعہ مدد کی۔ اس نے گویا نبی کو قتل کر دیا۔ جس نے نماز وقت سے موخر کر کے پڑھی۔ اور نماز چھوڑ دی۔ پلصراط پر اس کو اسّی حقبے قید رکھا جائے گا۔ ہر حقبہ تین سو ساٹھ دن کے برابر اور ایک دن پوری دنیا کی عمر کے برابر ہوگا۔ تو جس نے نماز قائم رکھی۔ اس نے دین قائم کیا۔ اور جس نے یہ نماز نہ پڑھی۔ اس نے دین کو گرا دیا۔

نوٹ:

انوار نعمانیہ میں ان اخبار کے ذکر کرنے کے بعد اس کے مصنف،

نعمت اللہ جزائری نے یہ قید لگائی۔ کہ مذکورہ افعال کو حلال سمجھ کر کوئی کرے۔ لیکن یاد رہے۔ کہ شیعہ مسلک میں کسی امر یا نہی کا ثبوت اس وقت نہیں ہوتا۔ جب تک اس کی تصدیق بواسطہ امام نہ ہو جائے۔ اور اگر تصدیق امام نہ ہو۔ تو وہ مردود ہے۔ آپ نے جامع الاخبار کی روایات کو بھی پڑھا۔ ان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان افعال کے بارے میں علت کی کوئی قید نہیں فرمائی۔ اس لیے مسلک شیعہ کے مطابق نعمت اللہ جزائری کی ان افعال کے بارے میں "علت کی قید" لگانا، خود اپنی طرف سے ہے۔ جو بے معنی اور لغو ہے۔

مذکورہ روایات سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے

۱۔ تارک نماز اپنے دین (کی عمارت) کو گرانے والا ہے۔

۲۔ بے نماز کا حشر فرعون، قارون اور ہامان کے ساتھ ہوگا۔

۳۔ تارکِ نماز کو اللہ رب العزت منافقین کے ساتھ دوزخ میں داخل کرے گا۔

۴۔ تارکِ نماز کا یہودی، عیسائی اور مجوسی ہو کر مرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر گراں نہیں اور نہ ہی آپ کو اس کی کوئی پرواہ ہے۔

۵۔ بے نماز کی ایک لقمہ یا معمولی کپڑے سے مدد کرنا اتنا بڑا جرم ہے۔ جیسا کہ کسی نے ستر انبیاء کو قتل کیا۔ جن میں پہلے حضرت آدم اور آخری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں۔

۶۔ متواتر تین دن نماز نہ پڑھنے والے کو نہ غسل دیا جائے۔ نہ کفن پہنایا جائے

اور نہ ہی اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے۔ اور مسلمانوں کے قبرستان میں اس کو ہرگز دفن نہ کیا جائے۔

۷۔ بے نماز، کتے، خنزیر، کافر اور منافق سے بھی بدتر ہے۔

۸۔ بے نماز کو دیکھ کر تبسم کرنے والا اتنا بڑا مجرم ہے۔ گویا اس نے ستر مرتبہ بیت المعمور کو گرایا۔ ستر مقرب فرشتوں کو قتل کیا۔ اور ستر انبیائے کرام کو شہید کیا۔

۹۔ نماز چھوڑنا اتنا بڑا جرم ہے۔ کہ ستر قرآن جلانے والا، ستر پیغمبروں کا قاتل، ستر کنواریوں کو زنا سے قتل کرنے والا اور ستر دفعہ اپنی سگی ماں سے زنا کرنے والا تو اللہ کی رحمت کا مستحق ہو سکتا ہے۔ لیکن بے نماز کو رحمت ملنے کی کوئی امید نہیں۔

۱۰۔ بے نماز کو پلصراط پر اسّی حقبے کھڑا رکھا جائے گا۔ جن میں سے ہر ایک حقبہ تین سو ساٹھ دن کا ہوگا۔ اور ایک دن اتنا طویل ہوگا۔ جتنی اس دنیا کی عمر ہے۔

لمحہ فکریہ:

شیعہ حضرات کا یہ دعویٰ ہے۔ کہ ہمارے لیے کوئی قول کوئی روایت اور کوئی حدیث اس وقت تک قابل اعتبار نہیں۔ جب تک اسے ائمہ اہل بیت میں سے کوئی امام روایت نہ کرے۔ یا خود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں۔ میں نے دس عدد احادیث وہ بیان کی ہیں۔ جو ان کی کتب سے ماخوذ ہیں۔ ان روایات کا ان کی کتب میں لگاتار موجود ہونا ان کے مقبول ہونے کی دلیل ہے۔ ان روایات میں تارکِ نماز کے بارے میں جو کچھ بیان ہوا۔ اس سے زمین و آسمان کانپ جائیں

اور انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں۔ لیکن اس کے باوجود مجھے سمجھ نہیں آتی۔ کہ شیعہ لوگ بے نماز کیوں ہوتے ہیں۔ انہیں نماز پڑھنی کیوں نصیب نہیں۔

فصل ششم

تعزیہ کی تاریخ ایجاد، اس کی شرعی حیثیت اور گھوڑا نکالنے کی حقیقت اور ان کے احکام

کیونکہ تعزیہ ایک بدعت ہے۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس میں اور دورِ صحابہ کرام میں اس کی مثل نہیں ملتی۔ لہٰذا اس کے شروع کرنے کا کوئی وقت یا تاریخ ہونا ضروری ہے۔ ہم اس بارے میں اگر کسی اپنی (اہل سنت وجماعت) کتاب کا حوالہ دیں۔ یا کسی چشم دید گواہ کی گواہی پیش کریں۔ تو وہ شیعہ حضرات کے لیے قابل قبول نہ ہوگی۔ اس لیے میں مناسب سمجھتا ہوں۔ کہ ان کے ہی کسی عالم کی کوئی تحریر پیش کروں۔ لہٰذا ایجاد تعزیہ کے بارے میں خود شیعوں کے ایک عالم غلام احمد کاکوروی کا مضمون من وعن نقل کرتا ہوں۔ جس کو ماہنامہ المعرفت حیدر آباد میں اس کے مدیر حشمت علی نے بابت ماہ محرم ۱۳۸۹ھ میں شائع کیا۔ ملاحظہ ہو۔

مضمون:

لفظ تعزیہ تعزیت سے نکلا ہے۔ جس کے معنی ماتم پرسی یا مرنے والے پر اظہار رنج وغم کے ہوتے ہیں۔ تعزیہ داری کے بارے میں ابھی تک پوری تحقیق و تدقیق کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ اس کی ابتداء کہاں سے ہوئی۔ البتہ اس کے آغاز کے بارے میں ایک روایت ضرور مشہور ہے۔ کہ سب سے پہلا تعزیہ صاحب قرآن امیر تیمور نے رکھا تھا۔ اور اس کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے۔ کہ تیمور کو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے بے حد عقیدت تھی۔ اور وہ ہر سال کربلا معلیٰ روضہ اطہر کی زیارت کو جاتا تھا ایک سال جنگ وجدال میں وہ اس قدر مصروف رہا۔ کہ وہ زیارت نہ کر سکا۔ چنانچہ اس نے روضہ اقدس کی شبیہہ منگوا کر اس کو تعزیہ کی صورت میں بنا لیا۔ اور اس کی زیارت سے تسکین حاصل کر لی۔ بہر حال جہاں تک عزاداری کا تعلق ہے۔ اس کی ابتداء ایران میں عہد صفوی (دسویں صدی ہجری) سے ہوئی۔ اس کے بعد ہندوستان میں جب خاندان تغلق کا زوال شروع ہوا۔ اور سلطنت کا شیرازہ منتشر ہوا۔ تو جنوبی ہندوستان میں ایک حسن گنگو نامی نے بہمنی سلطنت کی بنیاد رکھی۔ حسن گنگو چونکہ ایران کے بہمنی خاندان شیعہ سے تعلق رکھتا تھا۔ اس لیے اس کی سلطنت بہمنی کہلائی۔ اس سلطنت کے سلاطین میں شیعہ اور سنی دونوں عقائد کے بادشاہ گزرے ہیں۔ اور امرائے دربار میں بھی ملکی مصاحبین اور وزراء شامل رہے۔ اس لیے شمالی ہند میں تعزیہ داری رائج ہونے سے پہلے تعزیہ داری کا آغاز ان سے ہوا۔ جب چودھویں صدی کے آخر میں سلطنت بہمنی کو زوال ہوا۔ اور وہ پانچ چھوٹی چھوٹی سلطنتوں میں تقسیم ہو گئی۔ ان میں عادل شاہی نظام اور بریدشاہی ریاستوں میں اکثر شیعہ عقائد کے لوگ گزرے ہیں۔ بالخصوص عادل شاہی سلطنت میں یوسف عادل شاہی، اور

قلی قطب شاہ نے تعزیہ داری کو باقاعدہ طور پر رواج دیا۔ اور ان ریاستوں میں باقاعدگی کے ساتھ دس روز تک یعنی یکم محرم سے دس محرم تک عزاداری ہوتی رہی۔ اور تعزیہ رکھے جاتے تھے۔

لمحۂ فکریہ:

تعزیہ کے بدعت ہونے میں کوئی ابہام و شک نہ رہا۔ کیونکہ مضمون بالا میں نہ اس کی نسبت کسی پیغمبر کی طرف کی گئی اور نہ ہی پیغمبر آخر الزمان حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل و سکوت سے اس کا سنت ہونا مذکور ہوا۔ اور نہ ہی اہل بیت کے ائمہ میں کسی امام کی طرف اس کے شروع کرنے کو منسوب کیا گیا۔ بلکہ نویں صدی کے ایک شیعہ بادشاہ تیمور لنگ نے اس کی ابتداء کی۔ گویا تعزیہ کی خشت اول کا معمار تیمور لنگ ہے۔

منہ مانگا انعام لو

تیمور لنگ کی ابتداء کے بعد وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ شیعہ لوگوں نے تعزیہ کی بہت سی اقسام وضع کریں۔ جن کی فہرست بمعہ تعریف ہم عنقریب بیان کریں گے۔

لیکن ان اقسام کے ذکر کرنے سے قبل ایک تعجب انگیز بات پیش کرنا چاہتا ہوں۔ وہ یہ کہ اگر تعزیہ کوئی دینی یا شرعی رکن تھا۔ تو امام عالی مقام امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد آپ کی اولاد میں سے آٹھ عدد ائمہ گزرے ان حضرات پر بھی اس رکن کی اشاعت اور اس کے فوائد و برکات کی تبلیغ نہایت

ضروری تھی۔ کیونکہ ان ائمہ حضرات کا شرعی اور نسبی تعلق جس قدر امام عالی مقام سے تھا۔ اتنا موجودہ شیعوں کو کہاں نصیب ہو سکتا ہے۔ اس لیے وہ اس کی اشاعت اور اس پر عمل کرنے کے زیادہ حق دار تھے۔ جب ان میں سے کسی ایک نے بھی اسے شرعی رکن نہ سمجھا۔ بلکہ ان حضرات کو اس کا تصور تک بھی نہ تھا۔ جس کی وجہ سے نہ ان کے عمل سے تعزیہ ثابت اور نہ ان کے کسی ارشاد سے اس کی طرف اشارہ ملتا ہے تو اب بناوٹی محبان اہل بیت جو اپنے آپ کو مذہب امامیہ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اور ان کا بہت بڑا دعوٰی ہے۔ کہ ہمارے مذہب میں کوئی ایک بات یا مسئلہ ایسا نہیں۔ جس کا اصل حضرات ائمہ اہل بیت سے ثابت نہ ہو تو میں اسی تعزیہ کے بارے میں ان سب کو چیلنج کرتا ہوں۔ کہ حضرات ائمہ اہل بیت رضی اللہ عنہم میں سے کسی ایک کا قول یا فعل مروجہ تعزیہ کے جواز میں دکھا دیں۔ تو منہ مانگا انعام پائیں ورنہ میرا صرف ایک ہی مطالبہ ہے۔ کہ من گھڑت مذہب کو چھوڑ کر صحیح مستند اور ائمہ اہل بیت کا مذہب اپنا لو۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

اقسام تعزیہ اور ان کی تعریف

اوپر جو کچھ غلام احمد کاکوروی کا مضمون ذکر ہوا۔ اس میں تعزیہ کی ابتداء اور ایجاد کا تذکرہ تھا۔ اب میں اس کی اقسام اور ہر ایک قسم کی تعریف عرض کرتا ہوں۔ کتب شیعہ اور معمولاتِ اہل تشیع سے اس کی آٹھ اقسام ہیں۔ جن کے ذریعہ ایک شبیہ بنا کر کربلا کی یاد تازہ کی جاتی ہے۔

(۱) تعزیہ (۲) ضریح (۳) مہندی (۴) ذوالجناح (۵) تابوت (۶) براق (۷) تخت (۸) علم۔ ان کی تعریف ماہنامہ المعرفت سے پیش خدمت ہے۔

(۱) تعزیہ:

تعزیہ دراصل لکڑی کی کھپچیوں اور رنگین کاغذ کی مدد سے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے پورے روضے کی شکل میں بنایا جاتا ہے۔ اس میں بالکل ویسے ہی گنبد اور مینار ہوتے ہیں۔ جیسا کہ روضہ اقدس میں ہیں۔

اور اس کے اندر کاغذ کی دو قبریں ہوتی ہیں۔ الخ

(۲) ضریح:

دراصل روضۂ اقدس کے اس حصہ کی شکل کو کہتے ہیں جس پر دو قبریں بنی

رہتی ہیں۔ ضریح اور تعزیہ میں صرف اتنا فرق ہے۔ کہ ضریح روضے کے آدھے حصہ کی شکل کو کہتے ہیں۔ اور تعزیہ پورے حصے کو ضریح میں گنبد اور مینار عموماً نہیں ہوتے۔ مگر اسے بھی تعزیہ کی طرح رکھا جاتا ہے۔

(۳) مہندی:

اس کی شکل بالکل کشتی نما ہوتی ہے۔ اور یہ ساتویں محرم کو جلوس کی شکل میں نکالی جاتی ہے۔ اور یہ حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یادگار کے طور پر منائی جاتی ہے۔

(۴) ذوالجناح:

اس گھوڑے کی شکل کو کہتے ہیں جس پر بیٹھ کر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ یزیدیوں سے لڑے تھے۔ اس میں ایک گھوڑے کو باقاعدہ طور پر فوجی گھوڑے کی شکل میں مختلف اسلحہ سے مسلح کیا جاتا ہے۔ اور اس میں گھوڑے کی لگام زرہ بکتر سب چیزیں ہوتی ہیں۔ اور اس کی جھول میں سرخ رنگ کے دھبے ہوتے ہیں۔ جو اس گھوڑے کی یاد تازہ کرتے ہیں۔ جو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے بعد میدانِ کربلا میں تنہا واپس ہوا تھا۔ عقیدت مند اس کو بوسہ دیتے ہیں۔ اور باقاعدہ آنکھوں سے لگا کر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے اپنی عقیدت کا اظہار کرتے ہیں۔ اور منتیں مانتے ہیں۔

(۵) تابوت:

اس پالنے کی تصویر کو کہتے ہیں۔ جس میں حضرت علی علیہ السلام تھے۔ حضرت اصغر

امام حسین کے شیر خوار بیٹے تھے۔ جو میدانِ کربلا میں اشقیاء کے تیروں سے شہید ہو گئے اس جھوسے میں بھی سرخ رنگ کے دھبے ہوتے ہیں۔ اور اس کے ساتھ بھی ماتم کرتے ہوئے لوگ جلوس کی شکل میں نکلتے ہیں۔ اور اس واقعہ پر گریہ کرتے ہیں۔

(۶) علم:

حضرت عباس علیہ السلام کی یاد میں نکالا جاتا ہے۔ جو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی فوج کے جنرل تھے۔ اور اس واقعہ پر گریہ کرتے ہیں۔

(۷) براق:

اس کی شکل بھی گھوڑے کی مانند ہوتی ہے۔ اور اس میں گھوڑے کے دھڑ میں ایک انسانی چہرہ لگا دیا جاتا ہے۔ اور اس کے دو پر ہوتے ہیں۔ اور یہ شائد اس کی یاد دلاتی ہے۔ کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ شہادت کے بعد اس گھوڑے پر بیٹھ کر جنت میں تشریف لے گئے تھے۔

(۸) تخت:

عموماً سنی حضرات (یعنی جاہل نام نہاد سنی) نکالتے ہیں۔ اور یہ تخت شہروں کی بجائے قصبات کے لوگ اپنے یہاں رکھتے ہیں۔ اور یہ بھی ساتویں محرم کو حضرت قاسم کی شادی کی یاد کو تازہ کرتا ہے۔ تعزیہ داری ہندوستان میں ہی باقاعدہ طور پر منائی جاتی ہے۔ اور تقریب کی شکل میں منائی جاتی ہے۔ اور اس میں ہندوستان کے مختلف شہروں اور صوبوں میں علیحدہ علیحدہ دستور ہیں۔ الخ انتہیٰ بلفظہ۔

(شیعی ماہنامہ المعرفت حیدرآباد بابت محرم ۱۳۸۹ھ مدیر حشمت علی)

اور اس کی مزید وضاحت ایک شیعہ مؤلف نے اپنی کتاب "مجاہد اعظم" میں یوں تحریر کی ہے۔

"تعزیئے جس طرح ہندوستان میں ہوتے ہیں۔ کہیں بھی نہیں ہوتے۔ یہاں تک کہ ایران جو شیعوں کا خاص گھر ہے۔ وہاں بھی اس کا رواج نہیں۔ ہندوستان کے طول و عرض میں ہر جگہ تعزیئے بنائے جاتے ہیں۔ اور یہ شیعوں پر ہی منحصر نہیں۔ بلکہ سنی (جہلاء) اور ہندو بھی اس رسم میں شریک ہیں۔ آخر اس کی ابتداء کب ہوئی۔ کس نے کی۔ اور کیوں کی۔ افسوس کہ اس کے جواب میں تاریخ خاموش ہے۔

(مجاہد اعظم ص ۳۲۲)

لمحہ فکریہ:

تعزیہ کی جو آٹھ اقسام آپ نے ان کی کتب سے تفصیل و تعریف پڑھیں۔ یہ سب کچھ ان کی خود ساختہ باتیں ہیں۔ جن کا تعلق نہ قرآن حکیم سے، نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے اور نہ ہی ائمہ اہل بیت کے فرمودات سے ہے۔ بلکہ شرعی بدعات ہیں۔ جو ان کی اپنی تحریروں سے ثابت ہے۔

ان تعزیوں کا دوسرا پہلو کہ جن چیزوں کی یہ شبیہ بنائی گئی ہیں۔ کیا وہ اصل اشیاء کسی صحیح و مستند تاریخ میں موجود ہیں۔ میں اس بارے میں کہتا ہوں۔ کہ ان کی کوئی صحیح تاریخ نہیں ملتی۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کا گھوڑا جس کی "ذوالجناح" کی شکل میں نقال کی گئی۔ بالکل من گھڑت بات ہے۔ میں اس فصل کے آخر میں اس کے بارے میں چند کارآمد حوالہ جات پیش کروں گا۔ کہ میدان کربلا میں آپ یزیدیوں سے لڑتے وقت اونٹنی پر سوار تھے۔

اسی طرح امام قاسم رضی اللہ عنہ کی شادی کی یادگار "مہندی" نکالی جاتی ہے

آپ گزشتہ اوراق میں "منتہی الامال" کے حوالہ سے پڑھ چکے ہیں۔ کہ یہ واقعہ من گھڑت ہے اور جھوٹ کا پلندہ ہے۔ اس واقعہ کا بھی کسی صحیح تاریخ میں کوئی ذکر نہیں۔ اور نہ ہی عقل سلیم اسے تسلیم کرتی ہے۔ جب شہزادگان اہل بیت اور کربلا کے مسافروں کو پانی کی ایک بوند بھی یزیدیوں نے دینا گوارہ نہ کیا۔ تو ایسے میں کسی کے ہاتھوں پر مہندی لگانا کیونکر ممکن ہے۔ جو پانی مہندی بھگونے میں استعمال ہوتا۔ وہ کسی پیاسے کے کام آسکتا تھا۔ اور یہ سمجھنا کہ شہزادگانِ اہل بیت نے دوسروں کی پیاس کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اپنی تقریب کو "پروقار" بنانے کی کوشش کی۔ ایک بہت بڑا الزام ہے۔ جس سے یہ حضرات بری ہیں۔

پھر اس مہندی لگانے کا موقعہ ہی کیا تھا۔ ایک طرف موت کے سائے پھیلے جا رہے تھے۔ سبھی موت کی تیاریوں میں مصروف تھے۔ اور دوسری طرف ایک شہزادہ ان تمام واقعات و حالات سے بے خبر خوشی میں مہندی لگوا رہا ہے اس پر مزید یہ کہ مہندی لگانا ایک زینت ہے۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا عذر مردوں کو اجازت نہیں دی۔ تو خانوادۂ رسول میں ایسی رسم جس کا شریعت میں کوئی وجود نہ ہو۔ کا پایا جانا خود ایک ناقابل فہم بات ہے۔

اسی لیے ہم تو کہتے ہیں۔ کہ جس شخص کے دل میں اہل بیت کی محبت اور عقیدت ہو گی۔ وہ اس فعل کو ان کی طرف نسبت کرنے کو "توہین اہل بیت" تصور کرے گا لیکن شیعہ حضرات کو دیکھئے۔ کہ ان کی خود ساختہ "کاغذی شبیہات"، کو اس قدر بڑھا چڑھا کر بیان کرتے ہیں۔ کہ انہیں "شعائر اللہ" کے ہم پلہ کہنے سے گریز نہیں کرتے۔ انہی کے ایک مولوی "بشیر شیعی" نے اپنے رسالہ "عزائے حسین"، کے صے ۵۲ پر لکھا ہے۔ کہ "قرآن بھی کاغذ اور تعزیہ بھی کاغذ اور ان کی تعظیم و تکریم یکساں ہے۔" (معاذ اللہ) اسے کہتے ہیں چوری اور پھر سینہ زوری۔ (فاعتبروا یا اولی الابصار)

تعزیہ بنانے کی شرعی حیثیت

تعزیہ کی تعریف میں آپ پڑھ چکے ہیں۔ کہ یہ لکڑی کی کھپچیوں اور رنگین کاغذ کی کی مدد سے امام حسین رضی اللہ عنہ کے روضہ کی پوری شکل ہوتی ہے الخ اس کی شرعی کوئی اصل نہیں ۔ بلکہ ایک بدعت صریح ہے ۔ جسے نادانی سے بعض لوگ شعائر اللہ میں شمار کرنے لگے ہیں ۔

بدعت صریح ہونے کی وجہ سے یہ فعل حرام ہے ۔ یہی وجہ ہے ۔ کہ شیعہ حضرات کے صحیح علماء جو اس کی حقیقت سے آشنا ہیں ۔ وہ بھی اسے حرام سمجھتے ہیں ۔ لیکن اکثر ذاکرین و علماء اس کی مخالفت سے ڈرتے ہیں ۔ اور انہیں خطرہ ہوتا ہے ۔ کہ کہیں ان پر قوم شیعہ کی طرف سے کوئی عتاب نہ آجائے ۔ کیونکہ یہ بدعت اس قدر عام ہو چکی ہے ۔ کہ اب اس کی مخالفت کرنے سے اپنی پٹائی کا خطرہ ہے ۔ اسی وجہ سے ایسے علماء عوام کے سامنے اعلان حق کرنے سے گھبراتے ہیں لیکن بعض وہ بھی ہیں ۔ جنہوں نے جرأت سے کام لیا ۔ اور علی الاعلان اس کی مخالفت کرتے ہوئے " امر بالمعروف و نہی عن المنکر ۔ " پر عمل کیا ۔ جیسا کہ ابھی قریب زمانہ میں "مولوی الفت حسین" (جو کہ ذمہ دار شیعہ مولوی تھا ۔) نے ایک کتاب بنام "تنقیح المسائل" لکھی ہے ۔

اس کتاب کے مقامات مختلفہ پر مندرجہ ذیل صریح الفاظ موجود ہیں ۔

۱۔ "تعزیہ وغیرہ ہرگز مذہب امُر درست نہیں۔ بلکہ بمنزلہ سوانگ ہے"

(ص ۱۷۔ ۱۹)

۲۔ مرثیہ خوانی پر اجرت لینی درست نہیں۔ ص ۵۱

۳۔ شادیٔ قاسم بے اصل واقعہ ہے۔ ص ۱۷

اور اسی طرح شیعہ حضرات کی ایک مشہور کتاب "اصلاح الرسوم بکلام المعصوم" میں بھی حق گوئی کا یوں اظہار کیا گیا ہے۔

۱۔ تعزیہ کے سامنے شیرینی رکھنا حرام ہے۔

۲۔ طوق اور زنجیر پہننا حرام ہے۔

۳۔ علم اور تعزیہ کے سامنے زیارت پڑھنا حرام ہے۔ ص ۲۹۴

اسی طرح پنجاب کے شیعوں کے ایک مشہور و معروف شیعہ مولوی "محمد حسین ڈھکو" نے ایک رسالہ بنام "اصلاح المجالس والمحافل" لکھا۔ جس میں اس نے مروجہ ماتم اور تعزیہ وغیرہ کی یوں تردید کی۔

عشرت کنیم و تعزیہ اش مے نہیم نام

حاشا کہ رسم و راہ محبت چنیں بود

لیکن رونے کا مقام یہ ہے۔ کہ جہاں منبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور حسینی سٹیج پر جانے والے بعض نالائقوں کی یہ حالت ہو کر وہ عین ایام محرم الحرام میں بجائے واعظ یا ذاکر حسین معلوم ہونے کے اپنی وضع قطع شکل و صورت اور ڈیل و ڈول سے کسی تھیٹر کے ایکٹر معلوم ہوتے ہیں۔ وہاں اگر سامعین کی یہ حالت نہیں ہوگی تو اور کیا ہوگی

(ص ۱۲۰)

الحاصل:

آپ حضرات نے یہ جان لیا۔ کہ مروجہ ماتم، تعزیہ اور علم وغیرہ سب بدعات شرعیہ ہیں۔ جو حرام اور باعث گمراہی ہیں۔ اس امر کی تصدیق و توثیق بھی شیعوں کے علماء نے کر دی۔ لیکن اس کے باوجود اگر شیعہ لوگ یہ کہیں۔ کہ جن علماء کی عبارات پیش کی گئیں۔ ان کی بات کا کوئی وزن نہیں۔ کیونکہ وہ معتبر اور مجتہد شیعہ نہ تھے اس لیے ہم تو ان افعال کی حرمت تب تسلیم کریں گے۔ جب ائمہ اہل بیت میں سے کوئی امام انہیں حرام کہے۔

لہٰذا ہمیں کسی امام کا قول دکھاؤ۔ یہ اگرچہ ان کا ایک بہانہ ہے۔ اور اپنے مذہب سے جہالت کی بنا پر ہے۔ تاہم پھر بھی ان کی ضد توڑنے اور احقاق حق و ابطال باطل کی خاطر ایسا حوالہ بھی پیش کر دیتا ہوں۔ اہل بیت کے ائمہ کے جد امجد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث صریح پیش خدمت ہے۔ اور وہ ان کی "صحاح اربعہ" میں سے نقل ہے۔

تعزیہ کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان

من لایحضرہ الفقیہ:

قَالَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ مَنْ جَدَّدَ قَبْرًا اَوْ مَثَّلَ مِثَالًا فَقَدْ خَرَجَ مِنَ الْاِسْلَامِ۔

(من لایحضرہ الفقیہ جلد اول ص۱۲۰ باب النوادر مطبوعہ تہران طبع جدید)

(من لایحضرہ الفقیہ ص۶۰ فی تجدید القبور مطبوعہ لکھنو طبع قدیم)

ترجمہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو شخص قبر پھر سے بنائے۔ یا اس کی تشبیہ و شکل بنائے۔ وہ اسلام سے خارج ہے انتہیٰ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس فرمان کی شرح شیعہ مجتہد شیخ صدوق نے اسی مقام پر یوں کی۔

من لایحضرہ الفقیہ:

وَالَّذِیْ اَقُوْلُ فِیْ قَوْلِہٖ عَلَیْہِ السَّلَامُ مَنْ مَثَّلَ مِثَالًا یَعْنِیْ بِہٖ اَنَّہٗ مَنْ اَبْدَعَ بِدْعَۃً وَدَعَا اِلَیْہَا اَوْ وَضَعَ دِیْنًا فَقَدْ خَرَجَ مِنَ الْاِسْلَامِ وَقَوْلِیْ فِیْ ذٰالِکَ قَوْلُ اَئِمَّتِیْ عَلَیْہِمُ السَّلَامُ۔

(من لایحضرہ الفقیہ جلد اول ص۱۲۱ طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول۔ "من مثل مثالا" کے بارے میں میں کہتا ہوں۔ کہ آپ نے اس سے یہ مراد لی ہے۔ "جس نے کسی بدعت کو جنم دیا۔ اور لوگوں کو اس کی طرف بلایا۔ یا کوئی دین گھڑا تو وہ اسلام سے نکل گیا" میرا اس قول میں یہ کہنا دراصل میرے ائمہ کا قول ہے۔

میرا خیال ہے۔ کہ جس شخص کے دل میں ذرہ بھر بھی ایمان ہے۔ اور وہ

علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اپنا امام و پیشوا تسلیم کرتا ہو۔ اس کے لیے تعزیہ وغیرہ شبیہات کی حرمت کے لیے اس سے بڑھ کر کسی اور دلیل کی ضرورت نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ "باب مدینۃ العلم" تھے۔ آپ کی بات دراصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات ہوئی۔

سب جانتے مانتے ہیں۔ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ علم ظاہری اور علم باطنی کے سرچشمہ تھے۔ اللہ نے آپ کو "علم لدنی" سے نوازا تھا۔ اسی علم کے ذریعہ آپ کو معلوم تھا۔ کہ ایسا زمانہ آئے گا۔ کہ لوگ اپنے ہاتھوں سے بنائی مورتیوں کو شعائر اللہ سمجھنے لگیں گے۔ جو شرک اور کفر ہے۔ اس لیے آپ نے ایک ایسا عام لفظ ذکر فرمایا۔ جس میں تمام شبیہات آجاتی ہیں۔ یعنی "جو قبر دوبارہ بنائے گا۔ یا اس کی تشبیہ اور شکل بنائے۔ وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے"۔ یہی وجہ ہے۔ کہ جن چیزوں کو حضرت علی المرتضیٰ نے حرام قرار دیا تھا۔ وہی چیزیں بعض ابن الوقت شیعہ مولویوں کی تحریروں میں، شعائر اللہ کا درجہ رکھتی ہیں۔ جیسا کہ مولوی بشیر کی کتاب "عزائے حسین" میں تحریر ہے۔

"قرآن بھی کا غذ اور تعزیہ بھی کا غذ اور ان دونوں کی تعظیم و تکریم یکساں ہے۔ ص ۵۲"

"ذوالجناح و تعزیہ اور علم یہ شعائر اللہ ہیں۔ ان کی تعظیم فرض ہے" (ص ۲۶ تا ۲۷)

(ص ۲۶ تا ۲۷)

مولوی بشیر شیعہ کی ان تحریرات کو پڑھیے۔ اور اس کے ساتھ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے قول کی تشریح جو شیخ صدوق نے کی۔ وہ بھی پڑھیے۔ ان دونوں تحریرات کو پڑھ کر ہر انسان کہہ سکتا ہے۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان اسی تعزیہ وغیرہ کے متعلق تھا۔ جس کو مولوی بشیر نے "عزائے حسین" نامی کتاب میں تحریر کیا ہے۔ شیخ صدوق کی تشریح

سے معلوم ہوا کہ تعزیہ وغیرہ شبیہات دین گھڑنا ہے اور "بدعات شرعیہ" ہیں۔ لیکن انہی چیزوں کو مولوی بشیر شیعہ "شعائر اللہ" کے ہم پلہ کہہ رہا ہے۔

حالات و مشاہدات سے یہ پتہ چلتا ہے۔ کہ جن خرافات کو مولوی بشیر شیعہ نے "عزائے حسین" نامی کتاب میں "شعائر اللہ" کہا ہے۔ اور ان کی تعظیم و تکریم کو فرض قرار دیا۔ یہ صرف زبانی کلامی بات نہیں۔ بلکہ فی زمانہ شیعہ لوگ واقعی انہیں "شعائر اللہ" ہی سمجھتے ہیں۔ ذوالجناح، تعزیہ کے دیگر اقسام کے جلوس کے وقت بیسیوں مرتبہ جھگڑے ہوئے۔ قتل و غارت تک نوبت پہنچی۔ مگر شیعوں نے ان کو ہرگز چھوڑا نہیں۔ کیونکہ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ اگر ہم ان چیزوں کو چھوڑ دیں۔ تو شیعہ نہ رہیں گے۔ ایسی باتیں خود شیعہ ذاکرین اور مولویوں سے ہم نے بارہا سنیں۔

اب فیصلہ خود فرمالیں۔ کہ مولوی بشیر اور اس کے ہمنوا شیعہ و ذاکرین و مومنین حق پر ہیں۔ یا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ شیر خدا حق پر ہیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ان شبیہات کو بدعت شرعیہ اور حرام کہیں۔ یہ ناخلف ونا ہنجار انہیں شعائر اللہ گردانیں۔ بے شک حق علی کے ساتھ ہے۔ اور علی حق کے ساتھ ہے۔ لیکن مذہبی عناد و غلو کو بالائے طاق رکھیں۔ تو ہدایت ملنا دور نہیں۔

(فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ)

میدان کربلا میں گھوڑا موجود ہونے کی حقیقت

اور

گھوڑا نکالنے کی شرعی حیثیت

دور حاضر میں گھوڑا نکالنا شیعہ حضرات کے ہاں ایک ایسا اہم دینی فریضہ بن چکا ہے۔ جس کی خاطر وہ ہر قسم کی قربانی دینے کے لیے تیار ہوتے ہیں اسی فعل کی وجہ سے سینکڑوں افراد گھوڑے کی نذر ہو گئے۔ لقمۂ اجل بن گئے۔ اور ہزاروں دست و پا سے معذور ہو گئے۔ گویا گھوڑا نکالنا ایک خطرناک فعل بن گیا ہے۔ جس کی اجازت کے لیے لائسنس جاری کرنے کی ضرورت در پیش آئی۔ تاکہ اس کے مفاسد و نقصانات کم سے کم ہو جائیں۔ جس کے پاس گھوڑا نکالنے کا لائسنس نہیں ہوتا۔ وہ گھوڑا نہیں نکال سکتا۔ ارکان دین یعنی نماز روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ کے لیے کسی لائسنس کی ضرورت نہیں۔ لیکن گھوڑا نکالنا ایسا امن کشرت واقعہ ہے۔ جو لائسنس کے بغیر پورا نہیں ہو سکتا۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا مدینہ منورہ سے مکہ تشریف لانا اور جس مقصد کے پیش نظر یہ سفر آپ نے اختیار فرمایا۔ جب ان کی طرف میرا خیال

جاتا ہے۔ اور پھر انہی حالات میں آپ کا میدانِ کربلا میں وررود دیکھتا ہوں۔ بلکہ اس معاملہ میں کتبِ شیعہ کا مطالعہ کرتا ہوں۔ تو حیرت ہوتی ہے۔ کہ بے اصل اور مصنوعی گھوڑا «شعائر اللہ» کیسے بن گیا؟

یہ بات بالکل قرین قیاس اور مبنی برحقیقت ہے کہ گھوڑا عربی لوگ عام طور اس وقت سے کر نکلتے تھے۔ جب ارادہ جنگ ہو۔ ورنہ ان کی مرغوب و من پسند سواری (حالتِ امن میں) اونٹ تھا۔ سیدنا امام عالی مقام کا یہ سفر بارادۂ جنگ نہ تھا۔ ورنہ آپ اس کی مکمل تیاری کر کے سازوسامان لے کر اور مع لشکر روانہ ہوتے۔ اور آپ اس سفر میں عورتوں اور معصوم بچوں اور بیماروں کو ساتھ نہ لیتے۔ ان تمام اشیاء کا آپ کے ساتھ (دورانِ سفر) ہونا اس امر کی غمازی کرتا ہے۔ کہ یہ قافلہ لڑنے کے لیے نہیں جا رہا تھا۔ آپ اس سفر کے دوران گھوڑے کی بجائے اونٹ پر سوار تھے۔ بہت سے معتمد شیعہ علماء نے اس کی تصدیق کی۔

مدینہ سے امام حسین رضی اللہ عنہ نے سفر کا آغاز بھی اونٹنی پر کیا اور کربلا میں اونٹنی ہی سے اترے

ذبح عظیم

امام حسین رضی اللہ عنہ نے سفر کربلا کے وقت اپنے بھائی محمد ابن حنیفہ کو اپنا قائم مقام اور وصی بنایا تھا اور اپنا وصیت نامہ بھی انہی کے سپرد کیا چنانچہ مقتل ابی مخنف کی عبارت یوں ہے۔

ثُمَّ اِنَّ مُحَمَّدَ ابْنَ حَنِیْفَہ سَمِعَ اَنَّ اَخَاہُ الْحُسَیْنَ

یرید العراق فبکی بکاء شدیدا ثم قال له ان اهل الکوفة قد عرفت غدرهم بابیك و اخیك فان قبلت قولی اقم بمکته فقال یااخی انی اخشی ان تقاتلنی جنود بنی امیه فی مکة فاکون کالذی یستباح دمه فی حرم الله ثم قال یااخی فیسرالی یمن فانك امنع الناس به فقال الحسین علیه السلام یااخی سانظر فیما قلت فلما کان وقت السحر عزم علی

المسیر الی العراق فاخذ محمد ابن الحنیفة زمام ناقته و قال یااخی ما سبب ذالك انك عجلت فقال جدی رسول الله صلی الله علیه وسلم آتانی بعد ما فارقتك وانا نائم فضمنی الی صدره و قبل بین عینی و قال لی یاحسین یاقرة عین اخرج الی العراق فان الله عز وجل قد شاء ان یراك قتیلا مصبغا بدمائك فبکی محمد ابن حنیفه بکاء شدیدا فقال یااخی اذا کان الحال هکذا فلامعنی لحملك هولاء النسوة فقال قال لی جدی علیه السلام ایضًا ان الله عز وجل قد شاء ان یرٰهن سبایا۔

(ذبح عظیم ص ۱۶۵ منیجر کتب خانہ اثناعشری لاہور)

ترجمہ:

جب محمد ابن حنفیہ رضی اللہ عنہ نے سنا کہ ہمارے بھائی جناب امام حسین ملک ایران کی طرف تشریف لے جانے کا قصد رکھتے ہیں۔ تو آپ زارو قطار روئے۔ پس آپ نے عرض کی اے بھائی آپ اہل کوفہ کے غدر کو اپنے پدر بزرگوار اور برادر عالی مقام کے ساتھ خوب جانتے ہیں پس اگر آپ میری عرض پذیرا فرمائیں تو مکہ میں قیام کریں۔ جناب امام حسین نے فرمایا کہ مجھ کو خوف ہے کہ لشکر بنو امیہ مجھ کو مکہ میں قتل نہ کر ڈالے اور کہیں میں وہ شخص نہ ہوں۔ جس کا خون بہانا حرم محترم میں مباح ہو محمد ابن حنفیہ نے کہا آپ یمن کی طرف تشریف لے جائیں کہ وہاں کے لوگ مخالفوں کو آپ تک نہ آنے دیں گے۔ امام عالی مقام نے جواب فرمایا کہ اے برادر عزیز اگر میں پتھر میں بھی سما جاؤں تاہم یہ بیدین مجھ کو وہاں سے بھی نکال لیں گے اور مجھے قتل کر ڈالیں گے۔ پھر امام حسین علیہ السلام نے فرمایا اے بھائی جو کچھ تم نے کہا ہے میں اس میں غور کروں گا۔ مگر جب صبح ہوئی تو حضرت نے سفر عراق کا قصد مصمم فرمایا یہ خبر پا کہ محمد ابن حنفیہ آئے اور انہوں نے آپ کے ناقہ کی مہار پکڑ لی۔ اور عرض کی کہ اے بھائی اتنی عجلت فرمانے کی کیا وجہ ہے۔ جناب حسین نے فرمایا تمہارے رخصت ہونے کے بعد میں سو گیا۔ تو میں نے عالم رؤیا میں نبی پاک علیہ السلام کو دیکھا۔ آپ تشریف لائے ہیں۔ تو آپ نے مجھے سینہ اقدس سے لگایا۔ اور میری دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور ارشاد فرمایا اے حسین میری آنکھوں کی ٹھنڈک عراق کی طرف روانہ ہو۔ کیونکہ اللہ تعالٰی کی یہ بھی مرضی ہے کہ تو قتل ہو اور اپنے خون میں رنگین ہو۔ اتنا سنا تھا۔

کہ محمد ابن حنیفہ زار و قطار رونے لگے اور کہنے لگے کہ اے بھائی جب آپ کو یہ حال معلوم ہے تو پھر عورتوں کو ساتھ کیوں لے جاتے ہو تو امام حسین نے فرمایا کہ نبی پاک علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی یہ بھی مرضی ہے کہ ہماری عورتیں بھی اسیر ہوں۔

مذکورہ عبارت سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے

۱۔ امام حسین کے ساتھ مدینہ اور مکہ والوں کی سچی محبت تھی مگر کوفیوں نے خطوط اور قسمیں اٹھا کر اپنے اعتماد میں لے کر دھوکا کیا۔

۲۔ امام حسین بمع عورتوں اور بچوں کے کوفہ کی طرف روانہ ہوئے جس کا واضح مقصد یہ ہے کہ آپ جنگ کے لیے نہیں جا رہے تھے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہنے کے لیے جا رہے تھے۔ جس پر آپ کا خواب ایک بہت بڑا گواہ ہے۔ اس لیے آپ نے رات کے وقت تیاری کی کسی کو اپنی مدد کے لیے نہیں بلایا اگر آپ کا جنگ کا ارادہ ہوتا تو ذوالحجہ کی آٹھ تاریخ جب آپ نے مکہ سے کوچ فرمایا اور پوری دنیا کے مسلمان حرمین میں جمع تھے تو اس سے بڑھ کر آپ کو اعلان جنگ کے لیے کون سا موقع تھا۔ اگر آپ اعلان فرما دیتے تو لاکھوں کی تعداد میں لوگ آپ کا ساتھ دیتے مگر آپ نے رات کی تنہائی میں تیاری فرمائی اور روانہ ہو گئے۔

۳۔ جب امام حسین مدینہ شریف سے روانہ ہوئے تو آپ اونٹنی پر سوار تھے

اور اونٹنی پر ہی آپ نے سفر کیا یہاں تک کہ جب آپ کربلا میں اترے۔ تو اس وقت بھی آپ اونٹنی سے ہی اترے ہیں۔ جیسے کہ آئندہ صفحہ پر اس کا واضح ثبوت آرہا ہے۔

لمحہ فکریہ:

ہر ذی عقل آدمی مذکورہ عبارت پڑھنے کے بعد یہ فیصلہ کرنے پر مجبور ہوگا۔ کہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے یہ سفر جہاد کی نیت سے نہیں کیا ہے۔ اس لیے آپ اپنے ساتھ اہل وعیال کو لے کر روانہ ہوئے۔ گھوڑا تو تب ساتھ لیتے کہ آپ کا ارادہ جہاد ہوتا۔ لیکن نامعلوم کہ آپ نے سفر کا آغاز بھی اونٹنی پہ کیا اور اترے بھی کربلا میں اونٹنی پر سے تو پھر گھوڑا آپ کے پاس کہاں سے آگیا۔ پھر غضب کی بات یہ ہے کہ جواب شیعہ حضرات گھوڑا نکالتے ہیں وہ تو یہ امام حسین کا اصلی گھوڑا ہے اور نہ ہی یہ امام حسین کا نقلی گھوڑا ہے۔ کیونکہ آپ کے پاس کربلا میں گھوڑا تھا ہی نہیں۔ سواری کے لیے گھوڑا نہیں بلکہ اونٹنی تھی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ جب بدھ یا جمعرات ۲ محرم الحرام کو کربلا اترے۔ تو آپ نے جو ساتھیوں سے خطاب فرمایا۔ اس میں ایسے الفاظ موجود ہیں۔ جو آپ کی سواریوں کی نشاندہی کرتے ہیں۔

امام حسین کربلا میں اونٹنی پر سے اترے

کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ:

فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ هٰذِهٖ كَرْبَلَاءُ مَوْضِعُ كَرْبٍ وَبَلَاءٍ هٰذَا مَنَاخُ رِكَابِنَا وَمَحَطُّ رِحَالِنَا وَمَقْتَلُ رِجَالِنَا۔

(۱۔ کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ جلد دوم ص ۴۷ فی مصرعہ و مقتلہ علیہ السلام مطبوعہ تبریز طبع جدید)

(۲۔ مناقب ابن شہر آشوب جلد چہارم ص ۹۷ فی مقتلہ علیہ السلام مطبوعہ قم طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ یہی کربلا ہے۔ اور یہی تکلیف و امتحان کا مقام ہے۔ ہمارے اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ، ہمارے کجاوے اتارنے کا مقام اور ہمارے نوجوانوں کی شہادت گاہ ہے۔

اس روایت نے واضح کر دیا۔ کہ امام عالی مقام جب کربلا میں تشریف لائے تو آپ مع ساتھیوں کے اونٹوں پر سوار تھے۔

اسی لیے اس مقام کو اونٹ بیٹھنے کی جگہ اور کجاوے اتارنے کا مقام فرمایا۔

اگر گھوڑوں پر سوار تھے۔ تو پھر لفظ "رکاب" اور "رحال" ارشاد نہ فرماتے۔ ان دونوں الفاظ کی تحقیق آگے آرہی ہے۔

آپ نے بوقتِ پڑاؤ یہ بھی فرمایا۔ کہ یہی جگہ ہماری شہادت کی جگہ بھی ہے۔ اس خبر کا پس منظر یہ ہے۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جنگ صفین کا سفر فرمایا دورانِ سفر جب میدان کربلا سے گزر ہوا۔ تو کچھ دیر وہاں ٹھہر گئے۔ امام حسین رضی اللہ عنہ بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ نے اس مقام پر اپنے ساتھیوں کو کچھ باتیں ارشاد فرمائیں۔ آپ کے اس مقام پر خطاب کو ایک بہت بڑے شیعہ مورخ "احمد بن داؤد دینوری" نے اپنی مشہور کتاب "الاخبار الطوال" میں امام حسین رضی اللہ عنہ کی زبانی اُسے یُوں نقل کیا ہے۔

الاخبارالطوال

قَالَ الْحُسَیْنُ وَمَا اسْمُ هٰذَا الْمَکَانِ؟ قَالُوْا لَهٗ کَرْبَلَاءَ۔ قَالَ ذَاتَ کَرْبٍ وَبَلَاءٍ وَ لَقَدْ مَرَّ اَبِیْ بِهٰذَا الْمَکَانِ عِنْدَ مَسِیْرِهٖ اِلٰی صِفِّیْنَ وَ اَنَا مَعَهٗ فَوَقَفَ فَسَاَلَ عَنْهُ فَاُخْبِرَ بِاِسْمِهٖ فَقَالَ هٰهُنَا مَحَطُّ رِکَابِهِمْ وَ هٰهُنَا مُهْرَاقُ دِمَائِهِمْ۔

(الاخبار الطوال مصنفہ احمد بن داؤد ص ۲۵۳
نہایۃ الحسین مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس جگہ کے بارے میں دریافت

فرمایا۔ لوگوں نے عرض کی۔ یہ کربلا ہے۔ فرمایا تکلیف و امتحان والی جگہ میرے والدگرامی (حضرت علی المرتضیٰ) جنگ صفین کی طرف جاتے ہوئے اس جگہ سے جب گزرے۔ میں بھی آپ کے ساتھ تھا۔ تو کچھ دیر ٹھہر گئے۔ اس جگہ کے بارے میں لوگوں سے پوچھا۔ آپ کو اس کا نام بتایا گیا۔ تو فرمایا۔ یہ جگہ ان کے اونٹوں کے بٹھانے کی ہے۔ اور یہ جگہ ان کے خون سے لت پت ہو گی۔

اس قابلِ اعتبار تاریخی حوالہ سے ثابت ہو گیا۔ کہ شہنشاہِ ولایت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جب علم لدنی کی نگاہ باطنی سے اس مقام کو دیکھا۔ تو اپنے تمام اہل بیت کا منظر سامنے آ گیا۔ آپ نے پھر اس قافلہ کے ساتھ جو کچھ پیش آنے والا تھا۔ اس کی تصویر کھینچ دی۔ امام حسین رضی اللہ عنہ بھی جب اس مقام پر تشریف فرما ہوئے۔ تو حضرت علی المرتضیٰ کے ارشادات تازہ ہوئے۔ اور آپ نے بھی وہی الفاظ فرمائے۔ جو اپنے والدگرامی سے سنے تھے۔ اور چونکہ ان الفاظ کے معانی اس مقام پر اپنا عملی روپ دھارتے نظر آ رہے تھے۔ لہٰذا آپ نے وہی من وعن الفاظ اپنے ساتھیوں سے کہے۔ جو بطور پیش گوئی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے آپ سفرِ صفین میں سُن چکے تھے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی پیش گوئی اور پھر حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کا ان الفاظ کو من وعن ذکر فرمانا یہ واضح کرتا ہے۔ کہ امام عالی مقام بوقتِ ورودِ کربلا گھوڑے پر سوار نہ تھے۔ بلکہ اونٹنی آپ کی سواری میں تھی! اہلِ انصاف اس بات کا بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں۔ کہ حضرت علی شیرِ خدا رضی اللہ عنہ اور نوجوانانِ جنت کے سردار حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی بات درست اور سچی ہے۔ یا ان جھوٹے محبوں کی؟ ائمہ اہل بیت میں سے دو جلیل القدر امام یقیناً حق و صداقت پر ہیں۔ اور

ان کی بات بالکل صحیح ہے۔ اس لیے اب اہل تشیع کے جھوٹے ہونے کی اور دلیل نہ بھی ہو۔ تب بھی اسی دلیل کے ذریعہ یہ جھوٹے ثابت ہو گئے۔

تاریخ کربلا کے سب سے پہلے اور شیعہ حضرات کے مستند و معتبر مؤرخ "ابی مخنف" نے امام حسین رضی اللہ عنہ کی کربلا میں سواری کے متعلق یہ لکھا ہے۔

مقتل ابی مخنف

فَقَالَ الْحُسَیْنُ وَاللّٰهِ لَا اُعْطِیْ بِیَدِیْ اِعْطَاءَ الذَّلِیْلِ وَلَا اُقِرُّ فِرَارَ الْعَبِیْدِ ثُمَّ تَلَا اِنِّیْ عُذْتُ بِرَبِّیْ وَرَبِّکُمْ مِنْ کُلِّ مُتَکَبِّرٍ لَا یُؤْمِنُ بِیَوْمِ الْحِسَابِ ثُمَّ اَنَاخَ رَاحِلَتَهٗ وَاَمَرَ عُقْبَةَ بْنَ سَمْعَانَ اَنْ یَعْقِلَهَا بِعَاقِلِ زِمَامِهَا۔

(مقتل ابی مخنف ص ۵۵ مضایقۃ القوم للحسین مطبوعہ حیدریہ نجف اشرف طبع قدیم)

ترجمہ:

امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ خدا کی قسم! میں ذلیل آدمی کی طرح اپنا ہاتھ (کسی کی بیعت میں) نہ دوں گا۔ اور نہ غلاموں کی طرح راہِ فرار اختیار کروں گا۔ یہ کہہ کر آپ نے قرآنی آیت پڑھی "وہ میں ہر متکبر سے تمہارے اور اپنے رب کی پناہ چاہتا ہوں۔ جو متکبر، قیامت کا منکر ہے" پھر امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنی سواری بٹھائی (یعنی اونٹنی بٹھائی) اور عقبہ بن سمعان کو حکم دیا۔ کہ اس اونٹنی کے پاؤں باندھ دے۔ تو اس نے بچی ہوئی نکیل کی رسی سے اُسے باندھ دیا۔

رِکَابٌ وَرِحَالٌ کی تحقیق

مذکورہ احادیث میں امام حسین رضی اللہ عنہ نے "مناخ رکابنا" اور "محط رحالنا" دو الفاظ استعمال فرمائے۔ ہم نے ان کے معنی علی الترتیب یہ کئے۔ اونٹ بٹھانے کی جگہ، کجاوے اتارنے کی جگہ۔ اس موقعہ پر لفظ "رکاب" اور لفظ "رحال" کے بارے میں اگرچہ لغت عرب کو جاننے والے ان معنوں پر کوئی اعتراض نہیں کرتے۔ لیکن بعض شیعہ ذاکرین سے جب اس موضوع پر بات کی جائے۔ تو وہ کہہ دیتے ہیں۔ کہ "رکاب" سے عام سواری مراد ہے۔ وہ گھوڑا بھی ہو سکتا ہے اور اونٹ بھی۔ اس لیے میں نے مناسب سمجھا۔ کہ عربی لغت کی متداول کتب سے ان کے معانی بیان کر دیئے جائیں۔ تاکہ کسی ذاکر کے لیے حیل و حجت کی گنجائش باقی نہ رہے۔ اور اپنے من گھڑت معانی پر خود آگاہ ہو جائیں۔

رِکَابٌ

المنجد:

رکاب۔ سواری کے اونٹ۔

(المنجد ص ۲۷۴ مطبوعہ دار الاشاعت کراچی)

لسان العرب:

وَالرِّكَابُ۔ اَلْإِبِلُ الَّتِيْ يُسَارُ عَلَيْهَا وَاحِدُ تُهَا رَاحِلَةٌ وَلَا وَاحِدَ لَهَا مِنْ لَفْظِهَا۔ وَجَمْعُهَا رُكُبٌ بِضَمِّ الْكَافِ مِثْلَ كُتُبٍ۔

(لسان العرب جلد اول ص ۴۳۰ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

"رکاب" وہ اونٹ ہیں جن پر سفر کیا جاتا ہے۔ اس لفظ کا واحد "راحلہ" ہے۔ اور لفظ رکاب سے لفظی طور پر اس کا واحد نہیں اس کی جمع رکب بروزن کتب ہے۔

(رِحَالٌ)

المنجد:

رِحَالٌ:۔ جمع رَحْلٌ کی ہے۔ جس کا معنی ہے۔ کجاوہ یا پالان۔

(المنجد ص ۳۴۴ مطبوعہ دار الاشاعت کراچی)

لسان العرب:

اَلرَّحْلُ:۔

مَرْكَبٌ لِلْبَعِيْرِ وَالنَّاقَةِ وَجَمْعُهُ اَرْحُلٌ

وَ رِحَالٌ۔ (لسان العرب جلد اول ص ۴۲۷ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

"رحل" اونٹ اور اونٹنی پر بیٹھنے اور سفر کرنے کے لیے بنائے گئے۔ کجاوے کو کہتے ہیں۔ اس کی جمع اَرْحُلٌ اور رِحَالٌ آتی ہے۔

ان تصریحات لغت کے بعد اب کسی شیعہ ذاکر یا مولوی کو یہ کہنے کی جرات نہ رہے گی۔ کہ وہ "رکاب" سے مراد گھوڑا لے۔ کیونکہ "لسان العرب" جیسی لغت کی مستند اور معتبر کتاب میں اس کے معنی گھوڑا کی بجائے اونٹ کیے گئے ہیں۔ اب نہ ماننا تو محض ضد اور ہٹ دھرمی ہو گی۔ جس کا علاج نہیں۔ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے کہے ہوئے الفاظ اور ان کی اصل حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول الفاظ میں جب "مناخ رکابنا" اور "محط رحالنا" کے الفاظ ملتے ہیں۔ تو ان دونوں کے موازنہ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ رحل گھوڑے پر رکھے گئے پالان کے لیے استعمال نہیں ہوتا بلکہ یہ اونٹ پر رکھے گئے کجاوہ کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ حضرات ائمہ اہل بیت لفظوں کے معنی اور ان کے استعمال سے ناآشنا نہ تھے۔ وہ خالص عربی ہیں۔ اور جانتے ہیں۔ کہ کونسا لفظ کن معنی کے لیے موزوں ہے۔ اس لیے حضرت علی اور امام حسین رضی اللہ عنہما کا اس لفظ کو استعمال کرنا اگر لغوی معنی کے علاوہ کسی غیر معروف معنی میں لیا جائے تو پھر ان کی زبان دانی پر بھی اعتراض آئے گا۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ یہاں گھوڑا مراد نہیں ہے اگر اس کے باوجود کوئی انتہائی ضدی اور ہٹ دھرم یہ کہے۔ کہ لغات کی باتیں نہیں مانتے بلکہ کوئی ایسی روایت دکھا دو۔ جس میں صاف صاف "رناقہ" کا لفظ موجود ہو۔ پھر تسلیم کریں گے۔ میں ایسے کو دو طرح کے جوابات دیتا ہوں۔ پہلا

جواب تو یہ ہے۔ کہ اگر تم "رکاب" کا لفظ اونٹ اونٹنی کے لیے نہیں مانتے۔ اور لغت عرب سے جاہل ہو۔ تو پھر "ناقہ" کا معنی اونٹنی کس کے کہنے پر مانو گے۔ آخر کسی لغت والے نے ہی اس لفظ کا معنی اونٹنی بتایا ہوگا۔ لغت سے بھاگنا اور پھر اسی کا سہارا لینا کتنی نادانی ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے۔ کہ میں خود ان کی کتب سے ثابت کر دیتا ہوں۔ کہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ میدان کربلا میں "ناقہ" پر سوار تھے۔

مقتل ابی مخنف:

فَلَمَّا نَظَرَ الطِّرِمَّاحُ اَخَذَ بِزِمَامِ نَاقَةِ الْحُسَيْنِ وَاَنْشَاءَ يَقُوْلُ۔

يَا نَاقَتِيْ لَاتَجْزَعِيْ مِنْ زَجْرِيْ
وَشَمِّرِيْ قَبْلَ طُلُوْعِ الْفَجْرِ
بِخَيْرِ رُكْبَانٍ وَخَيْرِ سَفَرٍ
حَتّٰى تُحَلِّيْ بِخَيْرِ الْفَخْرِ

(مقتل ابی مخنف ص ۴۵ ۔ ۴۶ ملاقات الحر مع الحسین مطبوعہ نجف اشرف طبع قدیم)

ترجمہ:

(حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ جب میدان کربلا تشریف لائے تو حر آپ کی نگرانی کرتے ہوئے آپ کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ایک عاشق اور محب "طرماح" نامی نے جب امام موصوف کو آتے ہوئے دیکھا۔ تو آگے بڑھا۔ اور

امام حسین رضی اللہ عنہ کی اونٹنی کی لگام ہاتھ میں تھامے معذرت کرتے ہوئے
چند اشعار کہے۔ جن کا ترجمہ یہ ہے۔
" اے میری اونٹنی! میری ڈانٹ ڈپٹ سے پریشان نہ ہونا۔
اور طلوع فجر سے قبل بہترین سوار کو لے کر بہترین سفر پر روانہ ہو جا۔
یہاں تک کہ تو بہت بڑے فخر سے مزین ہو جائے۔"
اسی واقعہ کو "محمد بن علی ابن شہر آشوب مازندرانی" نے بھی اپنی کتاب میں
طرماح کے اشعار سمیت یوں نقل کیا۔

مناقب ابن شہر آشوب:

يَا نَاقَتِيْ لَا تَجْزَعِيْ مِنْ زَجْرِيْ
وَامْضِ بِنَا قَبْلَ طُلُوْعِ الْفَجْرِ
بِخَيْرِ فِتْيَانٍ وَخَيْرِ سَفْرٍ
اٰلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ اٰلِ الْخَيْرِ

(مناقب ابن شہر آشوب جلد چہارم ص ۹۶
مطبوعہ قم خیابان طبع جدید)

ترجمہ:
اے میری اونٹنی! میری ڈانٹ ڈپٹ سے پریشان نہ ہونا۔
ہمیں بہترین سواروں کے ساتھ طلوع فجر سے قبل یہاں سے
بہترین سفر کی طرف لے چل۔ وہ بہترین سوار، اللہ کے رسول کی آل
ہیں۔ جو صاحب خیر ہیں۔
ان تصریحات کے ساتھ ہٹ دھرم سائل کی تسلی ہو گئی۔ اور آ سے مزید

حیل وحجت کی گنجائش باقی نہ رہی۔ میدان کربلا میں امام عالی مقام کی سواری کے طور پر گھوڑا تھا۔ یا اونٹنی تھی۔ بات بالکل اسی لفظ سے واضح ہو گئی۔ جو سائل نے خود تجویز کیا تھا۔ آیئے اور آگے چلتے ہیں۔ خود شیعہ مصنفین کی کتب میں سے ہم وہ لفظ بھی دکھا سکتے ہیں۔ جس کو ہر کس و ناکس جانتا ہے۔ کہ یہ لفظ صرف اونٹ اونٹنی کے لیے ہی استعمال ہوتے ہیں۔ گھوڑے پر ان کا قطعاً اطلاق نہیں ہوتا۔

تاریخ روضۃ الصفاء:

امام حسین فرمود۔ مرگ نزدِ من آسان تراست از ملاقات با ابن زیاد۔ بعد ازاں فرمود۔ تا شتراں بار کردند و مردم خود را سوار ساختہ روئے بجانب حجاز بنہاد۔

(تاریخ روضۃ الصفاء جلد سوم ص ۱۷۹ مطبوعہ لکھنؤ۔ طبع قدیم)

ترجمہ:

رجب حُر نے امام عالی مقام کو "ابن زیاد" کے پاس چلنے کا مشورہ دیا تو) امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میرے لیے ابن زیاد کے ساتھ ملاقات کرنے کی نسبت جام شہادت نوش کر لینا زیادہ آسان ہے اس کے بعد آپ نے فرمایا۔ ساتھیو! سامان اونٹوں پر لاد دو۔ اور اپنے ساتھیوں کو سوار کر کے حجاز کی طرف روانہ ہو چلو۔

تفسیر لوامع التنزیل:

جَاءَ الشِّمْرُ فِیْ قَبِیْلَةٍ عَظِیْمَةٍ یُقَاتِلُهٗ ثُمَّ

حَالَ بَیْنَہٗ وَبَیْنَ رَحْلِہٖ۔

(تفسیر نوامع التنزیل جلد ۳ ص ۹۱)

ترجمہ:

شمر ایک بہت بڑی جماعت لے کر جنگ کے لیے آیا۔ اور وہ نواسۂ رسول حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کی اونٹنی کے درمیان حائل ہو گیا۔ (یعنی اس نے آپ کو آگے بڑھنے سے روک دیا۔)

دلدل اور ذوالجناح نکالنے کی کوئی گنجائش نہیں

قارئین کرام:

تاریخی حوالہ جات سے ہم نے ثابت کر دکھایا کہ امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے سفر کربلا جنگ کی خاطر نہ کیا تھا۔ اس لیے آپ نے اس سفر کے لیے گھوڑا بطور سواری اپنے ساتھ نہ لیا۔ انتہائے سفر پر جب آپ میدان کربلا میں تشریف لائے۔ تو آپ اونٹنی پر سوار تھے۔ اسی سے نیچے اترے۔ آپ کے مداحوں نے بھی اونٹنی کے بارے میں اشعار کہے۔ مذکورہ حوالہ جات کی روشنی میں اونٹنی کی بجائے اب بھی کوئی "گھوڑا گھوڑا" ہی کی رٹ لگائے۔ تو پھر اس ضد کا کوئی علاج نہیں۔

میں ان حضرات کو مشورہ دیتا ہوں۔ کہ اگر تم نے میدان کربلا میں سواری امام عالی مقام کی شبیہ ضرور نکالنی ہے۔ تو وہ اونٹ یا اونٹنی ہونی چاہیئے۔ دلدل یا ذوالجناح کا کوئی ثبوت نہیں۔ خود تمہارے شیعہ مورخین اور محققین نے گھوڑے کا ثبوت نہ پیش کیا۔ بلکہ اونٹنی ذکر کی۔ "دلدل" لغت کے اعتبار سے ایک قسم کا خچر ہے۔ جس کا رنگ سفید مائل بہ سیاہی ہوتا ہے۔ جیسا کہ غیاث اللغات میں اس کی وضاحت ہے تو پھر بھی تمہیں اس رنگ کا کوئی خچر تلاش کرنا چاہیئے۔ بہر صورت گھوڑا نکالنے کی کوئی

صورت نہیں بن سکتی۔

اول تو امر ثابت ہے۔ کہ میدان کربلا میں امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس اونٹ یا اونٹنی تھی۔ گھوڑا نہ تھا۔ جیسا کہ معتبر کتب شیعہ سے ثابت کیا جا چکا ہے۔ اگر بفرض محال میدان کربلا میں آپ کے پاس گھوڑا بطور سواری مان لیا جائے۔ تو پھر تمہارے اس گھوڑے کو جسے محرم میں ذوالجناح کا نام دے کر جلوس نکالتے ہو۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی تشبیہ قرار دینا انتہائی گستاخی اور بے ادبی ہے۔ چہ نسبت خاک را بعالم پاک۔ اپنے ہاں ایک پالتو گھوڑے کو امام حسین رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی شبیہ قرار دینا کس قدر توہین ہے۔

قرآن پاک کی "سورۃ الفیل" کا شان نزول بھی کچھ تمہارے ذوالجناح کی طرح کا ایک واقعہ نظر آتا ہے۔ وہ اس طرح کہ ابرہہ نے یمن میں ایک کعبہ کی شبیہ تیار کروائی۔ جس کے مینار وغیرہ سونے کے بنوائے گئے تھے۔

تفسیر مجمع البیان

ثُمَّ اَنَّهُ بَنٰى كَعْبَةً فِى الْيَمَنِ فَجَعَلَ فِيْهَا قُبَابًا مِنْ ذَهَبٍ۔

(تفسیر مجمع البیان جلد ۵ جز ۳۰ ص ۵۴۰)

ترجمہ:

یعنی ابرہہ نے یمن میں کعبہ اس شان سے بنوایا۔ کہ اس کے گنبد سونے کے تھے۔

ابرہہ نے تو گویا کعبہ سونا کا بنا دیا۔ لیکن شیعہ لوگ گھوڑے کو بہت زیادہ مزین تو کرتے ہیں۔ لیکن سامری کی طرح سونے کا نہ بنا سکے۔ بہر حال

ابرہہ کہنے لگا۔ کعبہ تو یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کو اس کا یہ فعل پسند نہ آیا۔ کیونکہ اگرچہ اس کا بنایا ہوا کعبہ قیمتی ضرور تھا۔ لیکن اسے کعبہ کہنے سے اصلی کعبہ کی توہین تھی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کو بمعہ اس کے لشکر کے ابابیلوں سے مروا دیا۔

اس واقعہ سے شیعہ لوگوں کو بھی سبق سیکھنا چاہیئے۔ میں انہیں یہی مشورہ دوں گا۔ کہ تمہارا گھوڑا امام عالی مقام کے گھوڑے کے قدموں کی خاک کے برابر بھی نہیں۔ (اگر آپ کی سواری کے طور پر گھوڑا ثابت ہو جائے) تو پھر اس کو امام حسین رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی شبیہ کہنا دراصل امام موصوف کے گھوڑے کی توہین ہے۔

علاوہ ازیں ایک بدیہی امر ہے۔ کہ آپ کے روضہ کی نقالی بناوٹی طور پر لکڑیوں اور کاغذوں سے حاصل کی گئی۔ کوئی سنگِ مرمر یا دوسرے اینٹ پتھروں کا روضہ بنا کر اُسے اٹھائے تو تعزیہ کا جلوس نہیں نکالا جاتا۔ اسی طرح ضریح اور مہندی سب تعزیہ ان اصل اشیاء کی شبیہ کے طور پر اپنے ہاتھوں سے بنا کر پیش کی جاتی ہیں تو اس طرح خود ذوالجناح کے بارے میں بھی یہی طریقہ ہونا چاہیئے تھا۔ کہ لکڑیوں اور بانس وغیرہ کی مدد سے ایک گھوڑے کا ڈھانچہ تیار کیا جاتا۔ پھر اسے مختلف کاغذوں سے مناسب طور پر کانٹ چھانٹ کر گھوڑا بنایا جاتا۔ اور جس طرح تعزیہ اور ضریح کو آدمی کندھوں پر اٹھا کر جلوس میں چلتے ہیں۔ اسی طرح گھوڑا بھی دو چار آدمی کسی پھٹے پر رکھ کر جلوس میں لے کر چلتے۔ یہ لمبا تڑنگا تازی نسل کا گھوڑا جس کی رکھوالی پر سالانہ لاکھوں روپے اٹھتے ہیں۔ اور اس کی خدمت کے لیے کئی ایک خدمتگار مقرر ہوتے ہیں۔ مربع اس کے نام پر الاٹ ہیں۔ ایک مر جائے۔ تو دوسرا اسی نسل کا شبیہ ذوالجناح بن جاتا ہے۔ یہ تو خود ایک مستقل اور اصل گھوڑا ہے۔ امام عالی مقام کے گھوڑے کی شبیہ کیسے بن گیا۔ کتنی بے وقوفی ہے۔ اللہ نے دماغ اتنا ماؤف کر دیا کہ جسے خود قیمت ادا کر کے خریدیں۔ اس کے ماں باپ بھی ہوں۔ اور اس کی

نسل باقاعدہ موجود ہو۔ اُسے امام حسین کی شبیہہ کہہ رہے ہو۔

وما یخدعون الا انفسھم وما یشعرون

ان تمام باتوں کو چھوڑ کر انہیں چاہیئے۔ کہ امام عالی مقام کی باتوں اور آپ کے کارناموں کو اپنے لیے شبیہہ بنائیں۔ اُن پر عمل کریں۔ اس طرح امام حسین رضی اللہ عنہ کے ہاں ان کی قدر و منزلت ہو گی۔ اور آپ کی شفاعت نصیب ہونے کی قوی امید ہو سکتی ہے۔ بڑا آسان راستہ ہے۔ برخلاف اس کے کہ گھوڑا نکالو گے۔ تو اس کی خاطر لائسنس کی ضرورت پڑے گی۔ ورنہ پولیس گھوڑا نہ نکالنے دے گی۔ اس میں دنگا فساد کا شدید خطرہ بھی ہے۔ لیکن امام عالی مقام کے اسوۂ حسنہ پر عمل پیرا ہونے کے لیے نہ کسی لائسنس کی ضرورت نہ پولیس کی گرفتاری کا خطرہ اور نہ دنگا فساد کا خطرہ د احتمال۔ دنیا بھی آسان اور آخرت بھی بھلی ہو جائے گی۔

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ

حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ

÷

باب دوم

مصنفہ غلام حسین نجفی ماتم اور صحابہ کے جواب میں

باب دوم

حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے اثبات ماتم کے متعلق غلام حسین شیعی کی دغابازیاں۔

"ماتم اور صحابہ" نامی کتاب جو غلام حسین نجفی شیعی کی تصنیف ہے۔ جو بزعم خود "حجۃ الاسلام" بھی کہلواتے اور لکھواتے ہیں۔ اس کتاب کا ہم نے بغور مطالعہ کیا۔ جیسا کہ کتاب کے نام سے ہی ظاہر ہے۔ اس میں مصنف نے حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اسماء گرامی لے کر ان کے بعض افعال کو "اثبات ماتم" کے طور پر پیش کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ ماتم کوئی بری بات نہیں۔ بلکہ یہ تو سنت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اجلہ صحابہ کرام کا پسندیدہ طریقہ رہا ہے۔ سنی خواہ مخواہ "ماتم" کا ماتم کرتے ہیں۔ اس بظاہر بھولے بھالے انداز اور بباطن دجل و فریب سے سرشار طریقہ سے عوام کے ذہن میں ایک جستجو، ایک پریشانی اور ایک حل طلب معمہ ابھرتا ہے۔ وہ یہ کہ ان حضرات نے اگر واقعی ماتم کیا ہے۔ تو "جواز ماتم" کے لیے اس سے بڑھ کر اور دلیل کیا ہو گی؟

راقم الحروف اگرچہ مولوی اسماعیل شیعہ وغیرہ کے اعتراضات من وعن نقل

کرکے اس مسئلہ پر کافی گفتگو کر چکا ہے۔ لیکن اس کتاب کے چند اعتراضات ایسے تھے۔ جن کا مستقل جواب ہونا ضروری تھا۔ اور دوسری وجہ یہ بھی تھی۔ کہ کتاب ہذا میں مولوی غلام رسول ناروالی (اہل سنت) اور قاضی مظہر حسین چکوال (دیو بندی) کے نام سے کہ ان کے استدلالات کا جواب اس انداز سے دیا گیا تھا۔ کہ جس سے پڑھنے والے کو تاثر یہ ملتا تھا۔ کہ یہ دونوں جھوٹے ہیں اور غلام حسین نجفی شیعی سچا ہے۔ چونکہ نجفی شیعی نے جو حوالہ جات "اثبات ماتم" کے طور پر پیش کیے۔ وہ سراسر دغا بازیاں ہیں۔ حقائق سے اُن کا دُور کا واسطہ بھی نہیں۔ اس لیے میں نے اس کے سوالات کو "دغا بازیوں" سے موسوم کر کے پیش کیا ہے۔ اب اپنے اصل موضوع کی طرف آتا ہوں۔

نجفی شیعی کی دغا بازی نمبر (۱)

قرآن پڑھو اور نبی بن جاؤ۔

ماتم اور صحابہ

وَمَنْ قَرَأَ ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ اُعْطِیَ ثُلُثَ النُّبُوَّةِ وَمَنْ قَرَاَ ثُلُثَیِ الْقُرْاٰنِ اُعْطِیَ ثُلُثَیِ النُّبُوَّةِ وَمَنْ قَرَاَ الْقُرْاٰنَ كُلَّهٗ اُعْطِیَ النُّبُوَّةَ كُلَّهَا۔

ترجمہ:

خلیفہ زادہ ابن عمر راوی ہے۔ جو ایک تہائی قرآن پڑھے گا اسے ایک تہائی نبوت ملے گی۔ اور جو دو تہائی قرآن پڑھے گا اسے دو تہائی نبوت ملے گی۔ جو سارا قرآن پڑھے وہ درجہ نبوت پر فائز ہوگا۔

قارئین دیکھا آپ نے خلیفہ زادے نے کس طرح عقیدہ نبوت کو ختم کیا۔ ارباب انصاف غور کا مقام ہے۔ نہ نماز نہ روزہ نہ حج نہ جہاد صرف قرآن کے الفاظ رٹ کر نبی بن جاؤ۔ اہل سنت کو اندھے حافظانِ قرآن مبارک ہوں۔ کیونکہ یہ ان کے نبی ہیں۔ اگر اہل سنت قرآن رٹنے سے نبی بن سکتے ہیں۔ تو شیعہ امام حسین کی عزاداری کرنے سے مومن کیوں نہیں بن سکتے؟

(ماتم اور صحابہ تصنیف غلام حسین نجفی ص ۱۰

مطبوعہ لاہور)

جواب اوّل:

غلام حسین نجفی نے موضوع کتنا بھیانک اور چونکا دینے والا منتخب کیا "قرآن پڑھو نبی بن جاؤ"۔ پھر جابک دستی بلکہ دغا بازی یہ کی۔ کہ اس کی تائید میں جو عربی عبارت پیش کی۔ اور ترجمہ کرتے وقت خلیفہ زادہ ابن عمر (عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ) کو راوی قرار دیا۔ اس عربی عبارت کو کس کتاب سے لیا۔ پھر ابن عمر رضی اللہ عنہ تک جو سند ہے۔ اس کا نام ونشان نہیں۔ جیسا کہ کسی روایت کی اہمیت یا عدم اہمیت اس کے روایت کرنے والوں پر ہوتی ہے۔ مگر روایت موجود لیکن نہ اس کی سند اور نہ ہی اس کتاب کا نام کہ جس سے یہ منقول ہوئی۔ اور ایسا نجفی نے جان بوجھ کر کیا۔ تاکہ اس حقیقت کو مخفی رکھا جائے۔ اور اپنا الو سیدھا کیا جائے۔ آئیے اس روایت کی سند اور اُس کتاب کا حوالہ جس میں یہ موجود ہے۔ دیکھتے چلیں۔

تاریخ بغداد:

اخبرنا القاضی ابوالعلاء محمد بن علی ابوالحسن علی بن عمر بن محمد الحربی و ابوالعباس الحسین بن محمد بن علی الحلبی قالا حدثنا قاسم بن ابراہیم الملطی حدثنا لوین حدثنا مالک بن انس عن نافع عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی علیہ و سلم الخ

(تاریخ بغداد للخطیب بغدادی۔ جلد ۱۲ ص ۴۴۶ مطبوعہ مدینہ شریف طبع جدید)

ترجمہ:

خبر دی ہمیں قاضی ابوالعلی محمد بن علی ابوالحسن علی بن عمر بن محمد حربی اور ابوالعباس حسین بن محمد بن علی حلبی سے دونوں نے کہا کہ حدیث بیان کی ہمارے سامنے قاسم بن ابراہیم ملطی نے کہ بیان کیا لوین نے بیان کیا مالک بن انس نے کہ حدیث بیان کی حضرت نافع نے حضرت ابن عمر سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے الی آخرہ

حدیث بالا کا پہلا راوی "محمد بن علی" ضعیف، منکر اور موضوع احادیث روایت کرنے والا ہے۔

میزان الاعتدال:

محمد بن علی القاضی ابو العلاء الواسطی المقری ضعیف .... و قال الخطیب رَأیْتُ لَهٗ اُصُوْلاً مُضْطَرِبَةً وَاَشْیَاءَ سَمَاعُهٗ فِیْهَا مَفْسُوْدٌ..... وَرَوٰی حَدِیْثًا مُسَلْسَلاً بِاَخْذِ الْیَدِ.......... قَالَ الْخَطِیْبُ فَاسْتَنْکَرْتُهٗ وَقُلْتُ لَهٗ اَرَاهُ بَاطِلاً قَالَ الْمُصَنِّفُ وَسَاقَ لَهُ الْخَطِیْبُ حَدِیْثًا اٰخَرَ اِتَّهَمَ فِیْ اَسْنَادِهٖ وَقَالَ الْخَطِیْبُ اَمَّا حَدِیْثُ اَخْذِ الْیَدِ فَاتُّهِمَ بِوَضْعِهٖ فَاَنْکَرْتُ عَلَیْهِ فَامْتَنَعَ بَعْدُ مِنْ رِوَایَتِهٖ وَرَجَعَ عَنْهُ وَذَکَرَ الْخَطِیْبُ اَشْیَاءَ تُوْجِبُ وَهْنَهٗ۔

(میزان الاعتدال فی نقد الرجال تصنیف امام ذہبی۔ جلد سوم ص ۱۰۶ حرف المیم مطبوعہ مصر طبع قدیم)

ترجمہ:

محمد بن علی القاضی ابوالعلا رالواسطی المقری ضعیف ہے۔ خطیب کا کہنا ہے۔ کہ میں نے اس کے اصول مضطرب پائے۔ اور ایسی روایات سُنیں۔ جن کی سماعت فاسد تھی۔ (یعنی اس نے اپنے شیخ سے جو روایت میں مذکور ہوا اس سے وہ حدیث نہیں سنی) اخذیدوالی حدیث مسلسل بیان کی۔ خطیب نے کہا۔ کہ میں نے اس روایت (اخذیدِ) کو منکر قرار دیا۔ اور کہا۔ کہ میرے خیال میں یہ باطل ہے۔ مصنف کتاب امام ذہبی نے کہا۔ کہ خطیب نے ایک اور اس راوی کی حدیث بیان کی۔ جس کی سند میں تہمت تھی۔ اور خطیب نے اخذیدوالی حدیث کے بارے میں کہا۔ کہ میں نے محمد بن علی کو اس کے موضوع ہونے کا اتہام لگایا۔ اور میں نے اسے منکر کہا۔ جس کی وجہ سے اُس نے اس روایت کو پھر روایت کرنا بند کر دیا۔ اور اُس سے رجوع کر لیا۔ اس کے علاوہ خطیب نے محمد بن علی کے متعلق اور بہت سی ایسی باتیں ذکر کیں۔ جن سے اس کی روایت میں کمزوری واجب ہو جاتی ہے

"محمد بن علی الواسطی" کے متعلق آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ کہ خود خطیب بغدادی نے اسے بعض روایات کا واضع قرار دیا۔ اور پھر ان روایات سے اس کا رجوع بھی ثابت کیا۔ اسی خطیب بغدادی کی کتاب سے اس کی روایت کو ذکر کر کے نجفی نے اپنا اُلّو سیدھا کرنے اور اہل سنت پر اعتراض کرنے کی کوشش کی تھی۔ لہٰذا ایسے راوی کی روایت کا کیا درجہ ہے۔ کہ اُس سے استدلال پکڑا جائے۔ اور پھر اُس سے الزام تراشی کی جائے۔ نجفی صاحب! کان کھول کر سُن لو۔ تمہاری دغا بازی بالکل ننگی ہو رہی ہے۔ کیونکہ یہی حدیث جو تم نے پیش کی۔ اور محمد بن علی

واسطی کی سند سے ذکر کی۔ اس حدیث کا گھڑنے والا اصل شخص "قاسم بن ابراہیم ملطی" ہے جسے خطیب بغدادی نے ان محدثین و علماء کرام کی سوانح کے دوران لکھا۔ جو بغداد میں پیدا ہوئے۔ یا بغداد میں تشریف لاکر قرآن و حدیث کی خدمات سرانجام دیں۔ خطیب بغدادی نے اسی شخص کے حالات زندگی بیان کرتے ہوئے اس روایت کو ذکر کیا۔ یہی قاسم بن ابراہیم ہے۔ کہ جس کو کتب اسمائے رجال کذاب اور باطل کہتی ہیں۔ بلکہ اسی حدیث کے حوالہ سے اس کو حدیثیں گھڑنے والا بھی کہا گیا ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

مذکورہ حدیث "قاسم بن ابراہیم ملطی" نے گھڑی اور یہ کذاب تھا

لسان المیزان

قاسم بن ابراهيم الملطى عن لوين قال الدار قطنى كذابٌ قُلتُ اَتى بَطامة لاَتُطاق فقَالَ حَدَّثنَا لوين ثنا سويد بن عبد العزيز عن حميد عن انس رضى الله عنه عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمَّا اُسرِىَ بِيْ رَاَيْتُ رَبِّي بَيْنِيْ وَبَيْنَهٗ حِجَابًا مِنْ نَارٍ فَرَاَيْتُ كُلَّ شَيْءٍ مِنْهُ حَتّٰى رَأَيْتُ تَاجًا الحديث۔ وَاَكمَلُ منه مَا رَوى عَنْ لُوين عَنْ مَالِكٍ عن نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عمر رضى الله عنهما

عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَرَأَ ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ اُعْطِیَ ثُلُثَ النُّبُوَّۃِ الْحَدِیْث ۔۔ اِلٰی اَنْ قَالَ وَمَنْ قَرَءَ الْقُرْاٰنَ کُلَّہٗ اُعْطِیَ النُّبُوَّۃَ کُلَّھَا وَھٰذَا بَاطِلٌ وَضَلَالٌ کَالَّذِیْ قَبْلَہٗ اِنْتَھٰی وَقَالَ الْخَطِیْبُ رَوٰی عَنْہُ الْفِرْیَابِیُّ عَنْ اَبِیْ رَمْیَۃَ الْمُبَارَکِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ وَعَنْ لُوَیْنٍ عَنْ مَالِکٍ عَجَائِبَ مِنَ الْاَبَاطِیْلِ وَقَالَ عَبْدُ الْغَنِیِّ بْنُ سَعِیْدٍ لَیْسَ فِی الْمَلْطِیِّیْنَ ثِقَۃٌ۔

(لسان المیزان تصنیف ابن حجر عسقلانی۔ جلد ۴ ص ۴۵۶ حرف القاف مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

قاسم بن ابراہیم ملطی لوین سے روایت کرتا ہے۔ دارقطنی نے قاسم کو کذاب کہا۔ قاسم نے ایک حدیث بیان کی۔ کہ ہمیں سوید بن عبد العزیز اس نے حمید اور اس نے حضرت انس رضی اللہ عنہ اور انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔ فرمایا۔ جب مجھے معراج کی رات سیر کرائی گئی۔ میں نے اپنے اور اپنے رب کے درمیان ایک آگ کا پردہ دیکھا۔ پھر میں نے ہر شئی کو دیکھا۔ یہاں تک کہ ایک تاج دیکھا الخ۔ اس حدیث سے زیادہ کامل وہ ہے۔ جو لوین نے امام مالک انہوں نے جناب نافع اور انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت کی۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

جو شخص قرآن کا تیسرا حصہ پڑھے گا۔ اُسے گویا نبوت کا تیسرا حصہ عطا کیا گیا۔ (الحدیث) یہاں تک فرمایا۔ کہ جس نے پورا قرآن پڑھا۔ اس کو کامل نبوت عطا ہوئی۔ اور یہ (روایت) باطل اور گمراہی ہے۔ جیسا کہ اس سے پہلی (ثلث القرآن مراجع والی) باطل اور گمراہ کن ہے۔ انتھی خطیب نے کہا۔ کہ اس قاسم سے فریابی اور یہ ابوامیہ المبارک سے اور اس نے ورین سے ایسی روایات کیں۔ جو باطل ہونے میں عجوبہ تھیں۔ اور عبدالغنی بن سعید نے کہا۔ کہ ملطی لوگوں میں کوئی بھی ثقہ نہیں۔ (قاسم بن ابراہیم بھی ملطی ہے)

لمحہ فکریہ:

نجفی شیعی کی مکاری اور فریب دہی آپ نے ملاحظہ کر لی۔ کتنا عجیب و پُر فریب عنوان تھا۔ "قرآن پڑھو اور نبی بن جاؤ۔" لیکن جب اس روایت کی حقیقت کی چھان بین کی گئی۔ تو سرے سے موضوع پائی۔ ہم نے اس روایت کا آخری اور پہلا راوی (آخری محمد بن علی واسطی اور پہلا قاسم بن ابراہیم ہے) فن اسماء الرجال میں دیکھا۔ دونوں وضاع اور کذاب ہیں۔ علامہ ذہبی اور ابن حجر عسقلانی نے ان کے وضاع اور کذاب ہونے کو بالتصریح بیان فرمایا۔ اور روایت زیر بحث بھی ان کی اختراعات میں سے ایک ہے۔ اس لیے نجفی نے کس ہوشیاری سے اور چالاکی سے ایک موضوع حدیث کے ذریعہ اہل سنت کو کو سنے اور اپنے ماتم کو ثابت کرنے کی سعی لاحاصل کی۔ یہ تو تھا اس روایت کا حال کہ جس کو نجفی نے لیا۔ اس کے ساتھ استدلال کو عجیب طریقہ پر چسپاں کیا گیا۔ وہ یہ کہ وہ اگر اہل سنت قرآن رٹنے سے نبی بن سکتے ہیں۔ تو شیعہ حضرات امام حسین کی عزاداری سے مومن کیوں نہیں بن سکتے؟"

ان دونوں باتوں میں باہم کیا تعلق ہے؟ جہاں تک پہلے جملے کا معاملہ تھا۔ وہ تو نکلا موضوع۔ اور اس کے راوی من گھڑت روایات کے سرخیل۔ اب انہی دونوں باتوں کو ذرا نجفی کے انداز سے جوڑو۔ اور معنی نکالو۔

کسی شخص کا قرآن رٹنے سے نبی بننا باطل اور بے ایمانی ہے۔ اس لیے امام حسین کی عزاداری کرنے سے کسی کا مومن رہنا بھی باطل اور گمراہ کن بات ہے لہٰذا ماتم اور رونے پیٹنے کو جائز سمجھنے والا گمراہ اور بے دین ہے۔ ہم تو اس سے قبل یہ نقل کر چکے ہیں۔ کہ وہ ماتم کرنے والا کتے کی شکل میں اٹھایا جائے گا اور اس کی دُبر سے آگ داخل کر کے منہ سے نکالی جائے گی۔ کیا مومن کی یہی سزا ہو گی؟ اگر یہی سزا مقرر و مقدر ہے۔ تو ایسے ایمان سے توبہ۔ اور نجفی وغیرہ مومنین کو یہ مبارک ہو۔۔۔۔۔۔۔

جوابِ دوم:

نجفی نے تو ایک من گھڑت روایت سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی۔ کہ ثلث قرآن کے پڑھنے سے تیسرا حصہ نبوت کا مل جاتا ہے۔ مکمل سے پوری نبوت مل جاتی ہے۔ اس من گھڑت روایت پر خوش ہونا کوئی عقل مندی نہیں۔ آؤ۔ ہم تمہیں صحیح روایات بتلاتے ہیں۔ اگر واقعی (معاذاللہ) نبی بننے کا شوق ہے۔ تو ہم اہل سنت تمہیں تمہارے گھر کی لکھی ترکیب بتلاتے ہیں۔ اس معمولی سی کوشش سے امام حسن و حسین اور نبی تک بن جاؤ گے۔

بقول شیعہ متعہ کرو

کیونکہ متعہ کرنے والا حسنین علی اور نبی کا درجہ حاصل کر لیتا ہے

منہج الصادقین

قال النبی من تمتع مرۃً درجتہ کدرجۃ الحسین۔ ومن تمتع مرتین درجتہ کدرجۃ الحسن (ع) ومن تمتع ثلث مرات درجتہ کدرجۃ علی ومن تمتع اربع مرات درجتہ کدرجتی

ہر کہ یکبار متعہ کند۔ درجہ او چوں درجہ حسین باشد و ہر کہ دو بار متعہ کند درجہ او چوں درجہ حسن (ع) باشد و ہر کہ سہ بار متعہ کند درجہ او چوں درجہ علی ابن ابی طالب (ع) باشد و ہر کہ چہار بار متعہ کند درجہ او چوں درجہ من باشد۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد دوم ص ۴۹۳، الجزء الخامس مطبوعہ تہران)

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو ایک مرتبہ متعہ کرے گا۔ وہ درجہ

حسین پائے گا۔ جو دو مرتبہ متع کرے گا۔
درجۂ امام حسن پائے گا۔ جو تین مرتبہ کرے گا۔ تو
درجۂ علی بن ابی طالب کو پہنچے گا۔ اور جو چار مرتبہ متعہ کرے گا۔ وہ میرے
درجہ کو پالے گا۔ (العیاذ باللہ)

صاحب تفسیر نے حدیث نقل کر کے اس کا ترجمہ بھی کیا۔ لیکن اس پر کوئی جرح وغیرہ نہ کی۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ مذکورہ روایت ان کے معیار کے مطابق درست ہے۔ تو اس صحیح روایت سے یہی ثابت ہوا۔ کہ ایک مرتبہ متعہ سے مقام حسینیت دو مرتبہ سے مرتبہ حسنیت اور تین مرتبہ سے مقام علی پر متعہ کرنے والا ووفائنر،، ہو جاتا ہے۔ اور اگر پھر بھی باز نہ آئے۔ بلکہ مزید ترقی درجات چاہتا ہو۔ تو تین کے بعد ایک ہی جست میں مرتبۂ نبوت پالے گا۔ آگے نہ جانے کون سا سانپ سونگھ گیا۔ کہ پانچ چھ سات الآخر مرتبہ متعہ کرنے والا کہاں جائے گا کس مقام کو حاصل کرے گا۔ یہ نہ بیان کیا۔ دیکھا! مذہب ہو تو ایسا۔ آم کے آم گٹھلیوں کے دام۔

"متعہ" کی تفصیلی بحث ہم کر چکے ہیں۔ مختصر یہ کہ متعہ کے لیے نہ گواہی کی ضرورت نہ حق مہر کی پابندی۔ اور نہ ہی اس فعل سے حصول اولاد کا مقصد۔ بلکہ اس کے لیے عورت کا پاک دامن ہونا بھی کوئی ضروری نہیں۔ مجوسیہ تک سے یہ ہو سکتا ہے۔ اور آدمی ہزار عورتوں سے متعہ کر سکتا ہے۔ چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

٭

بقول شیعہ امام جعفر صادق نے ہزار عورت کے ساتھ متعہ کرنے کی اجازت دی

تہذیب الاحکام

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ ذُکِرَ لَہُ الْمُتْعَۃُ اَھِیَ مِنَ الْاَرْبَعِ قَالَ تَزَوَّجْ مِنْھُنَّ اَلْفًا فَاِنَّھُنَّ مُسْتَاجَرَاتٌ

(تہذیب الاحکام جلد ۷ ص ۲۵۹ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے حضور متعہ کا ذکر ہوا۔ اور پوچھا گیا۔ کہ کیا متعہ صرف چار عورتوں سے ہی جائز ہے۔ (زیادہ سے نہیں)؟ فرمایا۔ تو ایسی ہزار عورتوں سے نکاح متعہ کرے۔ (یہ جائز ہے) کیونکہ وہ تو کرایہ پر لی گئی ہیں۔

بقول شیعہ شادی شدہ عورت سے بھی امام جعفر نے متعہ کرنے کی اجازت دی

تہذیب الاحکام:

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ قُلْتُ اِنِّیْ تَزَوَّجْتُ اِمْرَاَۃً مُتْعَۃً فَوَقَعَ فِیْ نَفْسِیْ اَنَّ لَہَا زَوْجًا فَفَتَّشْتُ عَنْ ذَالِکَ فَوَجَدْتُ لَہَا زَوْجًا فَقَالَ..... وَلِمَ فَتَّشْتَ؟

(تہذیب الاحکام جلد ۷ ص ۲۵۳)

ترجمہ:

راوی کا بیان ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ حضرت: میں نے ایک عورت سے نکاح متعہ کیا۔ اور میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا۔ کہ کہیں خاوند والی نہ ہو۔ تو میں نے تفتیش کی۔ پتہ چلا کہ واقعی اس کا خاوند موجود ہے۔ (تو کیا میں نے یہ غلط کیا یا درست کیا؟) امام فرمانے لگے.... تو نے تفتیش کیوں کی؟ (یعنی اس کی کیا ضرورت تھی۔ کہ تحقیق کی جائے کہ یہ خاوند والی ہے یا بغیر خاوند کے ہے۔ جب متعہ کرنے کے لیے اس قسم کی کوئی پابندی نہیں۔ تو تیری تفتیش بیکار تھی۔ اور جو کچھ کیا۔ تو نے جائز کیا۔)

بقولِ شیعہ فاسقہ فاجرہ سے بھی امام جعفر صادق نے متعہ کرنے کی اجازت دے دی

تہذیب الاحکام

عَنْ زُرَارَةَ قَالَ سَأَلَ عَمَّارٌ وَاَنَا عِنْدَهُ عَنِ الرَّجُلِ يَتَزَوَّجُ الْفَاجِرَةَ مُتْعَةً قَالَ لَا بَأْسَ۔

(تہذیب الاحکام ص ۲۵۳ جلد ۷)

ترجمہ:

زرارہ کہتا ہے۔ کہ عمار نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو پوچھا۔ کہ ایک آدمی کسی فاجرہ سے نکاحِ متعہ کرتا ہے۔ (تو یہ کیا ہے؟) میں (زرارہ) بھی وہاں موجود تھا۔ امام موصوف نے اس کے جواب میں فرمایا۔ کوئی حرج نہیں۔

بقول شیعہ نصرانیہ اور یہودیہ سے بھی امام موصوف نے متعہ کی اجازت دی

تہذیب الاحکام :

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ لَا بَاْسَ اَنْ یَتَمَتَّعَ الرَّجُلُ بِالْیَھُوْدِیَّۃِ وَالنَّصْرَانِیَّۃِ وَعِنْدَہٗ حُرَّۃٌ۔

(تہذیب الاحکام جلد ۷ ص ۲۵۶)

ترجمہ :
امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ اگر کوئی شخص آزاد عورت کے نکاح میں ہوتے ہوئے کسی یہودن، اور عیسائی عورت سے متعہ کر لیتا ہے۔ تو ایسا کرنے میں کوئی گناہ اور حرج نہیں ہے۔

بقول شیعہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے ہاں نکاح متعہ کے لیے نہ گواہی نہ اعلان

تہذیب الاحکام

وَلَیْسَ فِی الْمُتْعَۃِ اِشْھَادٌ وَلَا

إِعْلَانٌ۔

(تہذیب الاحکام جلد ۷ ص ۲۶۱)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ متعہ کے نکاح میں نہ کسی کو گواہ بنانے کی ضرورت ہے۔ اور نہ اعلان کی حاجت ہے۔

مٹھی بھر گندم کے عوض متعہ کرسکتے ہیں

(امام جعفر)

تہذیب الاحکام:

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْاَحْوَلِ قَالَ قُلْتُ لِاَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ اَدْنٰی مَا یَتَزَوَّجُ بِهِ الْمُتْعَةَ؟ قَالَ كَفٌّ مِنْ بُرٍّ۔

(تہذیب الاحکام جلد ۷ ص ۲۶۰)

ترجمہ:

ابو سعید احول کا کہنا ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ کہ متعہ کے لیے کم از کم کتنی مالیت ہونی چاہیئے۔ فرمایا مٹھی بھر گندم کے عوض متعہ کرنا جائز ہے۔

متعہ خالص زنا ہے

اور

اگر نہیں تو مذہب شیعہ کے مطابق دنیا میں سرے سے زنا کا وجود ہی نہیں ہے

ناظرین کرام! متعہ کے بارے میں مندرجہ بالا حوالہ جات سے آپ نے اس کے چیدہ چیدہ چند مسائل معلوم کر لیے۔ چار مرتبہ اس فعل کا مرتکب مقام نبوت پر فائز ہو جاتا ہے۔ نہ گواہی کی ضرورت نہ خطیر رقم کی۔ بس اپنی بیگانی جس پر جی للچایا اُس غریب کی شام لوٹ لی۔ ایک نہیں ہزار سے کریں حتی کہ خاندان والی سے کریں میدان آپ کے ہاتھ میں ہے۔ اگر کوئی زنا کا الزام دھرے تو امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب روایات سے اس کا منہ موڑ دیں۔ بلکہ توڑ دیں۔ کبھی بھی کسی شیعہ پر حد زنا نافذ نہیں کی جا سکتی۔ کیونکہ محل وموقعہ پر پکڑے جانے کے باوجود وہ اس کو "متعہ" کہہ کر جان چھڑا لے گا۔ حالانکہ "زنا" اور اس میں کوئی فرق نہیں تھا۔ دونوں ایک ہی فعل کے دو نام ہیں۔

متعہ یعنی زنا کا مرتکب شیعہ بجائے سو کوڑے یا رجم کے اس قدر محترم ہو گیا۔ کہ چار مرتبہ ارتکاب سے درجہ نبوت پا گیا۔ اس قدر قبیح اور قابل حد فعل سے لوگوں کو

درجۂ نبوت پر فائز کر کے کیا نجفی صاحب کا عقیدۂ ختم نبوت باقی رہا۔ ہم پر ایک موضوع روایت کے ذریعہ الزام دھرا۔ لیکن کچھ ہاتھ نہ آیا۔ اب آپ اپنے گھر کی خبر تو لیں۔ کتنے بدمعاش اور حرامی لوگوں کو آپ کے مذہب نے پیغمبر بنا دیا۔ بالفرض اگر وہ روایت قاسم بن ابراہیم کذاب کی بیان کی گئی۔ درست قرار پاتی۔ تو پھر بھی موازنہ کر لیجئے۔ کہ کس کا پلڑا بھارا ہے۔ تلاوتِ قرآن آخر ایک نیک فعل ہے۔ اور متعہ بالتحقیق زنا ہونے کی وجہ سے حرام اور شنیع فعل ہے۔ نبوت کا حصول نیک فعل اور حرام فعل سے ذرا تبلایئے۔ کونسا اچھا اور موافق نظر آتا ہے۔ (ویسے ہم تو مرتبہ نبوت کو بذریعہ کسب کسی کے لیے حاصل ہو جانا مانتے ہی نہیں۔)

حقیقت یہ ہے۔ کہ شیعہ مسلک خواہشات نفسانیہ کے پورا کرنے کا دوسرا نام ہے۔ متعہ ہو یا سرِعام سر ننگے ماتم کرنا، موسیقی ہو یا مرثیہ خوانی یہ سب ایک ہی شجر ممنوعہ کے پھل ہیں۔ اس کی تفصیل ہم بیان کر چکے ہیں۔ کہ یہ سب . . ا کی طرف بلانے کی صورتیں ہیں۔ آخر مرتبہ نبوت کا حصول ہر ایک کی تمنا ہوتی ہے۔ خدا سمجھے۔!

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ

نجفی شیعی کی دغابازی نمبر ۲

اہل سنت پر الزام کہ وہ ذکر حسین ممنوع سمجھتے ہیں

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک تحریر سے نجفی شیعی نے دھوکہ دیتے ہوئے یہ باور کرانا چاہا۔ کہ اہل سنت کو امام غزالی نے عاشورا کے دن ذکر حسین کرنے سے اس لیے روکا ہے۔ کہ اس کے کرنے کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں حضرات صحابہ کرام سے بغض و عداوت پیدا ہوتی ہے۔ وہ اس طرح کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے ماتم سے یزید کا ظالم ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اور اس کے ظلم کا رُخ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف ہو جاتا ہے۔ کہ انہوں نے اسے خلیفہ مقرر کیا تھا۔ اور امیر معاویہ سے اس ظلم کا انتقال دیگر صحابہ کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ انہوں نے شام کا گورنر امیر معاویہ کو مقرر کیا تھا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ ماتم حسین جائز تو ہے۔ لیکن اس سے نقصان بہت بڑا ہو جاتا ہے۔ جو سنیوں کو منظور و قبول نہیں۔ نجفی شیعی کی اصل عبارت ملاحظہ ہو۔

ماتم اور صحابہ

"اہل سنت کی معتبر کتاب صواعق محرقہ خاتمہ ص ۲۲۱"

صواعق محرقہ:

قَالَ الْغَزَالِيُّ وَغَيْرُهُ وَيَحْرُمُ عَلَى الْوَاعِظِ وَغَيْرِهِ

رِوَايَةُ مَقْتَلِ الْحُسَيْنِ وَالْحَسَنِ وَ حِكَايَاتُهُ وَمَا جَرٰى بَيْنَ الصَّحَابَةِ مِنَ التَّشَاجُرِ وَالتَّخَاصُمِ فَاِنَّهُ يُهَيِّجُ عَلٰى بُغْضِ الصَّحَابَةِ وَالطَّعْنِ فِيْهِمْ۔

(صواعق محرقہ خاتمہ ص ۲۲۱)

ترجمہ:

امام غزالی لکھتے ہیں۔ کہ امام حسین اور امام حسن (علیہما الصلوٰۃ والسلام) کی شہادت کا ذکر کرنا حرام ہے۔ کیونکہ ذکرِ شہادتِ حسین صحابہ کرام کے بغض کی آگ بھڑکاتا ہے۔

لیجئے قارئین کرام معاملہ صاف ہو گیا۔ قابل غور یہ بات ہے۔ کہ شہادت حسین سننے سے صحابہ کی دشمنی کیوں پیدا ہوتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ جو شخص وہ مظالم جو امام مظلوم پر ہوئے ہیں سنے گا تو قاتل کی تلاش کرے گا۔ اور قاتل یزید ہے پھر وہ یہ تلاش کرے گا۔ کہ یزید کو کس نے بادشاہ بنایا۔ یزید کو معاویہ نے بادشاہ بنایا۔ پھر وہ سوچے گا۔ کہ امیر معاویہ کو شام کی گورنری کس نے دی اور اس کے پاؤں کس نے مضبوط کیے اور معاویہ پر نوازشات کی بارش خلافت راشدہ کے زمانہ میں ہوئی۔

پس بات ساری کھل جائے گی اور بزرگوں کے کارنامے آشکارا ہو جائیں گے۔ اسی بات کو مدنظر رکھتے ہوئے فتوٰی دے دیا۔ کہ ذکرِ حسین کرنا ہی حرام ہے۔"

(ماتم اور صحابہ تصنیف غلام حسین نجفی شیعی ص۱۲
مطبوعہ لاہور۔)

جواب اوّل:

معترض نے اپنی کتاب میں تاثر دینے کی کوشش کی۔ بلکہ فتویٰ جڑ دیا۔ کہ اہل سنت عاشورا کے دن ذکر حسین کو حرام سمجھتے ہیں۔ ذرا اس عبارت کو اور یوم عاشورا کو موجود محافلِ شہادت اور مصائب و آلام امام حسین کو دیکھیں۔ دونوں میں کیا فرق نظر آئے گا۔ اہل سنت محرم الحرام کے پورے مہینہ اور خاص کر پہلے دس دن اور بالخصوص یوم عاشورا پر ذکر حسین کی بڑی بڑی محافل منعقد کرتے ہیں۔ کانفرنسیں ہوتی ہیں۔ جلسے کیے جاتے ہیں۔ تحریر و تقریر کے ذریعہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ پیش آنے والا واقعہ اور اس کی تفصیل بیان کرتے ہیں۔ پھر اس کے سامعین میں جذبۂ جہاد اور شوق شہادت کو پروان چڑھایا جاتا ہے۔ تو مشاہدہ ہی نجفی شیعی کی دغابازی کا بھانڈا چوراہے میں پھوڑ دیتا ہے۔ اور یہ سب کچھ نجفی بھی دیکھتا سنتا رہا ہے۔ اس لیے دھوکہ اور فریب ہی کے سوا اس عبارت میں کچھ بھی نہیں ہے۔

رہا دوسرا امر جو امام غزالی کی عبارت سے ثابت کرنے کی کوشش کی گئی۔ یعنی یہ کہ اس سے یزید کا ظلم اور یزید کے ظلم سے امیر معاویہ پھر دیگر صحابہ کرام کا ظلم کھل کر سامنے آجاتا۔ یہ بھی ایک دھوکہ ہی ہے۔ اور فریب دہی کی کوشش ہے۔ کیونکہ یزید سے ظلم کا امیر معاویہ کی طرف منتقل ہونا اور پھر آگے چلتے جانا اس وقت متصور ہوتا۔ جب ان حضرات کی خواہش اور تمنا کے مطابق واقعہ کربلا ہوتا۔ اور ان لوگوں کا منصوبہ اس میں کارفرما ہوتا اور اگر ان حضرات کا واقعہ کربلا سے دُور کا بھی تعلق نہیں۔ اور نہ ہی کوئی خفیہ منصوبہ کارفرما تھا۔ تو پھر یہ حضرات موردِ الزام کیوں ٹھہرائے جائیں۔

آپ تمام قارئین اس امر کو بخوبی جانتے ہیں۔ کہ ہر باپ کی دلی تمنا ہوتی ہے

کہ اُس کی اولاد نیک اور فرمانبردار نکلے۔ اور بڑے ہو کر وُہ سُکھ چین کا ذریعہ بنے لیکن یہ خواہش کبھی پوری ہوتی ہے۔ اور کبھی ادھوری ہی رہ جاتی ہے۔ اب اولاد کا بڑے ہو کر فاسق و فاجر بن جانا باپ کے لیے باعث الزام کیوں ہو جائے۔؟
اسی طرح ہر باپ اپنے بیٹے کی شادی پر ہزاروں لاکھوں خرچ کرتا ہے۔ اور اُس کا گھر آباد کرنے کی تقریب میں دُور و قریب کے رشتہ داروں کو بُلا کر خوشیاں مناتا ہے لیکن یہی بچہ کچھ عرصہ گزرنے پر باپ کے لیے باعث صدمہ بن جاتا ہے اور پریشان کرنے لگتا ہے۔ تو کیا بچہ کی اسی حرکت سے اس کے باپ کو یہ الزام دیا جائے گا۔ کہ تو نے اس کی شادی کیوں کی تھی الخ؟

کچھ یہی معاملہ نجفی کا ہے۔ کیونکہ اس کا کہنا ہے۔ کہ "اہل سنت یوم عاشورا کو ذکر امام حسین اس لیے نہیں کرتے کہ کہیں امیر معاویہ کا ظلم ظاہر نہ ہو جائے"۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے۔ کہ جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کو ولی عہد مقرر کیا تھا۔ تو اللہ کے حضور دعا مانگی تھی "یا اللہ! میں نے عوام کی بھلائی کے پیش نظر یزید کو ولی عہد بنایا ہے۔ تو قبول فرما۔ اور اگر میں نے اس کی نااہلی کے ہوتے ہوئے اور اقربا پروری کے خیال سے ایسا کیا ہے۔ تو اُس کو جلد دنیا سے اٹھا لے"۔ اب ایسے امیر کے متعلق کہ فلاح و بہبودِ عوام جس کے پیش نظر ہو۔ یہ کیونکر الزام دیا جا سکتا ہے۔ کہ انہوں نے یہ ظالمانہ حرکت کی تھی۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت سے بھی نجفی نے غلط استدلال کیا۔ اور اس کے ذریعہ بھی فریب دینے کی کوشش کی۔ امام موصوف نے جو واعظین کرام کو تنبیہ کی۔ کہ انہیں شہادتِ امام حسین کی روایات بیان نہ کرنا چاہئیں۔ اور حضرات صحابہ کرام کے مابین واقع ہونے والے مخاصمات و مشاجرات (جھگڑے) عوام کے سامنے بیان نہیں کرنے چاہئیں۔ تو گزارش ہے۔ کہ امام موصوف نے مطلقاً ایسا کرنے سے

منع نہیں فرمایا۔ بلکہ من گھڑت اور ادھر اُدھر کی اڑتی اڑاتی باتیں ذکر کرنے سے منع فرمایا ہے۔ جیسا کہ کچھ واعظین کا رویہ بن چکا ہے۔ اور صحابہ کرام کے مابین رونما ہونے والے اختلافات سے چونکہ عوام الناس کا ان کے بارے میں عقیدہ متزلزل ہونے کا خطرہ تھا۔ اس لیے آپ نے ان حالات میں ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اگر نجفی شیعی امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی پوری عبارت نقل کر دیتا۔ تو بات صاف ہو جاتی۔ اور امام موصوف کا مدعا قاری پر واضح ہو جاتا۔ لیکن اس نے محض دھوکہ دینے کے لیے اپنے مطلب کا کلام لے لیا۔ اور سابق لاحق کو چھوڑ دیا۔ اگر ایسی خیانت اور بددیانتی نہ کی جاتی۔ تو یہ کہنا مشکل ہو جاتا۔ کہ امام غزالی نے اہل سنت کو یوم عاشورا کے دن ذکر حسین کرنے سے منع کیا۔ تاکہ اس سے مظالم معاویہ اور صحابہ کرام ظاہر نہ ہو جائیں۔ آئیے امام موصوف کی مکمل عبارت دیکھیں۔ اور پھر نجفی کے نتیجہ سے موازنہ کریں۔

امام غزالی کا مقصد یہ ہے کہ جھوٹی روایات سے ذکر حسین رضی اللہ عنہ کیا جائے

صواعق محرقہ

قَالَ الْغَزَالِیُّ وَغَیْرُہٗ وَیَحْرُمُ عَلَی الْوَاعِظِ وَغَیْرِہٖ رِوَایَۃُ مَقْتَلِ الْحُسَیْنِ وَحِکَایَاتِہٖ وَ مَا جَرٰی بَیْنَ الصَّحَابَۃِ مِنَ التَّشَاجُرِ وَالتَّخَاصُمِ فَاِنَّہٗ یُھَیِّجُ عَلٰی بُغْضِ الصَّحَابَۃِ وَالطَّعْنِ فِیْھِمْ

وَهُمْ اَعْلَامُ الَّذِيْنَ تَلَقَّى الْاَئِمَّةُ الَّذِيْنَ عَنْهُمْ
رِوَايَةً وَنَحْنُ تَلَقَّيْنَاهُ مِنَ الْاَئِمَّةِ دِرَايَةً فَالطَّاعِنُ
فِيْهِمْ مَطْعُوْنٌ طَاعِنٌ فِيْ نَفْسِهٖ وَدِيْنِهٖ
قَالَ ابْنُ الصَّلَاحِ وَالنَّوَوِيُّ اَلصَّحَابَةُ كُلُّهُمْ
عُدُوْلٌ وَكَانَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مِائَةُ اَلْفٍ وَاَرْبَعَةَ عَشَرَ اَلْفَ صَحَابِيٍّ عِنْدَ
مَوْتِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْقُرْاٰنُ
وَالْاَخْبَارُ مُصَرِّحَانِ بِعَدَالَتِهِمْ وَجَلَالَتِهِمْ
وَلِمَا جَرٰى بَيْنَهُمْ مَحَامِلُ لَا يَحْتَمِلُ ذِكْرَهَا
هٰذَا الْكِتَابُ اِنْتَهٰى مُلَخَّصًا وَمَا ذُكِرَ مِنْ حُرْمَةِ
رِوَايَةِ قَتْلِ الْحُسَيْنِ وَمَا بَعْدَهَا لَا يُنَافِيْ مَا
ذَكَرْتُهٗ فِيْ هٰذَا الْكِتَابِ لِاَنَّ هٰذَا الْبَيَانَ الْحَقَّ
الَّذِيْ يَجِبُ اِعْتِقَادُهٗ مِنْ جَلَالَةِ الصَّحَابَةِ وَبَرَاءَتِهِمْ
مِنْ كُلِّ نَقْصٍ بِخِلَافِ مَا يَفْعَلُهُ الْوُعَّاظُ الْجَهَلَةُ
فَاِنَّهُمْ يَاْتُوْنَ بِالْاَخْبَارِ الْكَاذِبَةِ الْمَوْضُوْعَةِ
وَنَحْوِهَا وَلَا يُبَيِّنُوْنَ الْمَحَامِلَ وَالْحَقَّ الَّذِيْ
يَجِبُ اِعْتِقَادُهٗ فَيُوْقِعُوْنَ الْعَامَّةَ فِيْ بُغْضِ الصَّحَابَةِ
وَتَنْقِيْصِهِمْ بِخِلَافِ مَا ذَكَرْنَاهُ فَاِنَّهٗ لِغَايَةِ اِجْلَا
لِهِمْ وَتَنْزِيْهِهِمْ هٰذَا وَقَدْ بَتَرَ عُمَرُ بِيَزِيْدَ
لِسُوْءِ مَا فَعَلَهٗ وَاِسْتِجَابَةِ دَعْوَةِ اَبِيْهِ فَاِنَّهٗ
لِيَمُرَّ عَلٰى عَهْدِهٖ اِلَيْهِ فَغَضِبَ وَقَالَ اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ

اِنَّمَا عَامَدْتُ لِيَزِيْدَ لَمَّا رَأَيْتُ مِنْ فِعْلِهٖ
فَبَلِّغْهُ مَا أَمْلَتُهٗ وَأَعِنْهُ وَاِنْ كُنْتُ اِنَّمَا حَمَلَنِيْ
حُبُّ الْوَالِدِ لِوَلَدِهٖ وَاِنَّهٗ لَيْسَ لِمَا صَنَعْتُ بِهٖ
اَهْلًا فَاقْبِضْهُ قَبْلَ اَنْ يَبْلُغَ ذَالِكَ فَكَانَ
كَذَالِكَ لِاَنَّ وِلَايَتَهٗ كَانَتْ سَنَةَ سِتِّيْنَ وَمَاتَ
سَنَةَ اَرْبَعٍ وَسِتِّيْنَ۔

(صواعق محرقہ ص ۲۲۳، ۲۲۴ مطبوعہ
ازہر مصر)

ترجمہ:

امام غزالی وغیرہ علماء نے فرمایا۔ کہ واعظ وغیرہ پر امام حسین کے قتل کے واقعات اور حکایات کی روایات سے اجتناب کرنا چاہیئے۔ اور ان جھگڑوں کے بارے میں روایات سے بھی بچنا چاہیئے جو حضرات صحابہ کرام کے درمیان ہوئے۔ کیونکہ ایسا کرنے سے صحابہ کرام کے بارے میں بغض اور طعن کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ حالانکہ یہ دین کے ستون تھے اور ائمہ کرام نے ان حضرات سے دین بطور روایت حاصل کیا اور ہم نے حضرات ائمہ کرام سے درایت کے طور پر دین سیکھا۔ لہٰذا ان کے بارے میں طعن کرنے والا خود اپنے دین اور اپنی ذات کو مطعون کر رہا ہے۔ ابن الصلاح اور النووی نے کہا۔ تمام صحابہ کرام عدول تھے۔ (یعنی گناہ کبیرہ سے بچے ہوئے اور صغیرہ پر اصرار نہ کرنے والے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے وقت ایک لاکھ اور چودہ ہزار صحابہ کرام موجود تھے۔ قرآن کریم اور احادیث ان کی عدالت کی تصریح

اوران کی بزرگی پر مہر تصدیق ثبت کرتی ہیں۔ اور جو باہم ان حضرات کے درمیان جھگڑے اور اختلافات ہوئے۔ یہ کتاب ان کے ذکر کرنے کی متحمل نہیں ہے۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے واقعات کو ذکر کرنا "حرام سمجھنا"، اور اس کے ساتھ ساتھ میرا اس کتاب میں ان واقعات کو ذکر بھی کرنا ان دونوں باتوں میں کوئی منافات اور تناقض نہیں۔ (جو بادی النظر میں معلوم ہوتا ہے۔) وہ اس طرح کہ حضرات صحابہ کرام کی جلالت اور ہر نقص سے ان کو بری سمجھنا یہ بات "بیان حق" کے ضمن میں آتی ہے۔ اور اس کا عقیدہ رکھنا واجب ہے (لہذا ایسی باتوں کا ذکر کرنا ضروری ہے) بخلاف ان روایات و واقعات کے جو جاہل واعظین بیان کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ اکثر ایسی باتیں بیان کر گزرتے ہیں۔ جو جھوٹی من گھڑت اور باطل ہوتی ہیں اور جن کا ذکر کرنا ضروری اور واجب ہوتا ہے۔ انہیں ذکر نہیں کر پاتے۔ لہذا ان کے ایسے کرنے سے عوام کے ذہن حضرات صحابہ کرام کے متعلق بغض اور ان کی عظمتِ شان میں کمی کی طرف سوچنا شروع کر دیتے ہیں۔ برخلاف ان باتوں کے جو ہم نے ذکر کیں۔ کیونکہ اُن کی بزرگی اور پاکیزگی کا اعلیٰ مقام دل میں جاگزیں ہوتا ہے۔

اور یہ حقیقت ہے۔ کہ یزید کی عمر اُس کی بدعملی اور اس کے والد گرامی کی دُعا کی قبولیت کی وجہ سے کم ہو گئی۔ سو جب کچھ لوگوں نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو یزید کے ولی عہد بنانے پر کوسا۔ تو آپ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا۔

"اے اللہ! اگر میں نے یزید کو ولی عہد ان باتوں کی بنا پر بنایا۔ جو میں نے اس کی دیکھیں۔ تو اس کو میری تمناؤں کے پورا کرنے تک عمر عطا فرما۔ اور اس کی مدد بھی کر۔ اور اگر ایسا میں نے اس لیے کیا۔ کہ میں اس کا باپ اور وہ میرا بیٹا ہے اور محبت پدری سے ایسا ہوا۔ اور وہ اس منصب کا اہل نہیں۔ تو اُسے دنیا سے اٹھا"

لہٰذا حالات گواہ ہیں۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی دعا کے مطابق ہی ہوا۔ کیونکہ یزید ساٹھ ہجری میں مسند خلافت پر بیٹھا۔ اور چار سال کے اندر مر گیا۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت سے نجفی شیعی کی دھوکہ دہی کی اصل بنیاد

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت اور اس کا ترجمہ آپ نے ملاحظہ کیا۔ امام موصوف نے اس میں دو الگ الگ باتیں ذکر فرمائیں۔ ایک یہ کہ واعظین کو امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بارے میں من گھڑت اور غلط روایات ذکر کرنے سے اجتناب کرنا چاہیئے۔ دوسری بات یہ کہ حضرات صحابہ کرام کے درمیان رونما ہونے والے اختلافات اور جھگڑوں کو عوام کے سامنے بیان کرنا حرام ہے۔ کیونکہ ان کے باہم اختلاف کو بیان کرنے سے کم علم اور جاہل لوگ کسی ایک فریق کو سچا اور دوسرے کو جھوٹا سمجھنا شروع کر دیں گے۔ (مثلاً جنگ جمل کا واقعہ سن کر عام آدمی یا تو حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کے متعلق بغض رکھے گا۔ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو حق پر سمجھے گا۔ یا اس کے اُلٹ اُس کا تصور ہوگا۔ حالانکہ تمام صحابہ کرام عادل ہیں۔ ان واقعات سے یہ عقیدہ قائم نہیں رہ سکتا۔) ان حضرات کے مابین جو کچھ ہوا۔ وہ اجتہادی خطا کے ضمن میں آتا ہے ہم جنگ صفین اور جنگ جمل میں اس پر سیر حاصل بحث کر چکے ہیں۔

لیکن نجفی شیعی نے چالاکی یہ چلی۔ کہ پہلی بات کو دوسری بات کا نتیجہ بنا کر پیش کیا۔ اور کوشش کی۔ کہ یہ ثابت کیا جائے۔ کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے ذکر شہادت سے چونکہ صحابہ کرام کے بارے میں بغض پیدا ہوتا ہے۔ لہٰذا ایسا نہیں کرنا چاہیئے۔ حالانکہ امام غزالی نے امام حسین کی شہادت کے بارے میں غلط اور من گھڑت روایات سے

منع فرمایا۔ اور اس کے ساتھ ساتھ خود شہادتِ امام کے متعلق روایات لکھی ہیں۔ کہ جن کا ذکر کرنا از روئے عقیدہ واجب ہے۔ کہاں امام حسین کے بارے میں جھوٹی روایات سے منع کرنا اور کہاں صحابہ کرام کے مابین مخاصمات کے ذکر سے منع کرنا۔ مخاصمات صحابہ کا ذکر عوام کے سامنے اس لیے منع کیا گیا۔ کہ اس سے بغض صحابہ پیدا ہونے کا خطرہ تھا۔ اور شہادت کے متعلق غلط واقعات ویسے ہی منع ہیں۔ ان کو منع اس لیے نہیں کیا گیا کہ ان سے بھی وہی خرابی پیدا ہوتی ہے۔ جو نجفی نے بیان کی۔ لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ نجفی کا یہ الزام لگانا قطعاً کوئی وزن نہیں رکھتا۔ کہ "ذکر حسین سے بغض صحابہ پیدا ہوتا ہے"۔ ان دونوں باتوں کو خلط ملط کر کے اس نے فریب دہی اور عیاری کا کمال مظاہرہ کیا۔

جواب دوم:

نجفی شیعی نے اہل سنت پر پُر فریب الزام دھرنے کی کوشش کی۔ کہ اہل سنت بغض حسین کی وجہ سے ان کا ذکر اور ان کی شہادت کے واقعات بیان نہیں کرتے ذرا اسی موضوع پر اپنے مسلک کی بھی خبر لی ہوتی۔ اپنی کتب کی ورق گردانی کی ہوتی اور پھر دل پر ہاتھ رکھ کر بتلاتے۔ کہ جو کچھ بھونڈے طریقہ سے ہم سُنیوں کو کہہ رہے ہیں۔ اس سے بڑھ کر تو ہماری کارستانی ہے۔ آیئے! ذرا آئینہ دیکھیں۔ عنوان ہمارا مضمون اہل تشیع کا ملاحظہ ہو۔

شیعہ مجتہد کا فتویٰ

امام حسین رضی اللہ عنہ کے ذکر کے دوران غناء، نوحہ کرنا اور مونہہ پیٹنا حرام اور شیطانی عمل ہے

منتہی الآمال:

پس شائستہ است کہ شیعیان عموماً و ذاکرین خصوصاً ملتفت شدہ دریں سوگواری و عزاداری بروجہی سلوک کنند کہ زبان نواصب دراز نشود و اقتصار بر واجبات و مستحبات کردہ از استعمال محرمات از قبیل غنا کہ غالباً نوحہ ہائے لطمہ خالی از آں نیست و از اکاذیب منقولہ حکایات ضعیفہ مظنونۃ الکذب کہ در جملہ ای از کتب غیر معتبرہ بلکہ نقل از کتبی کہ مصنف آنہا از متدینین اہل علم و حدیث نیست احتراز نمایند و شیطان را دریں عبادت بزرگ اعظم شعائر اللہ است راہ ندہند و از معاصی کثیرہ کہ روح عبادت را میبرد بپرہیزد خصوصاً ریا و کذب و غناء کہ دریں عمل ساری جاری شدہ است۔

(منتہی الآمال از شیخ قمی جلد اول
صفحہ نمبر ۴۴۵ خاتمہ مطبوعہ تہران
طبع جدید)

ترجمہ:

پس مناسب ہے کہ تمام شیعہ بالعموم اور ذاکرین بالخصوص جو امام حسین رضی اللہ عنہ کی عزاداری اور سوگواری میں شرکت کرتے ہیں ان مجالس میں ایسا طریقہ اپنائیں۔ کہ نواصب (اہل سنت) کو اعتراض کرنے کا موقع ہاتھ نہ آ سکے۔ وہ یوں کہ صرف وہی باتیں بیان کریں۔ جو واجب اور مستحب ہوں۔ اور محرمات سے کلی اجتناب کریں۔ جیسا کہ گانا بجانا ہے۔ کیونکہ غالباً ماتمی لوگ نوحہ خوانی ضرور کرتے ہیں۔ اور جھوٹی روایات اور کمزور حکایت سے بھی اجتناب کرنا چاہیے۔ اس قسم کی باتیں عام طور پر غیر معتبر کتب میں ملتی ہیں۔ اور ان میں جھوٹ کا ظن غالب ہوتا ہے۔ بلکہ کسی ایسی کتاب سے کوئی بات نقل کرنے سے بھی احتراز کرنا چاہیے۔ کہ جس کا مصنف دین داری میں مشہور نہ ہو۔ اور اسے عالم اور حدیث دان نہ سمجھا گیا ہو۔ اور یہ بھی مناسب ہے۔ کہ امام حسین کی یاد میں منعقد ہونے والی مجالس ایسی بزرگ عبادت کو شیطانی کاموں سے بچایا جائے۔ کیونکہ ایسی مجالس شعائر اللہ میں سے بہت اہم درجہ رکھتی ہیں۔ اس کے علاوہ بہت سے دوسرے گناہ والے کاموں سے بھی پرہیز کرنا چاہیے۔ کہ جن کی وجہ سے عبادت کا روح جاتا رہے۔ بالخصوص دکھلاوا، جھوٹ اور گانا بجانا جو کہ ذکر حسین کی مجالس میں ہر طرف اہل تشیع نے جاری و ساری کر رکھا ہے (ان سے ضرور اجتناب کرنا چاہیے)

بقول شیعہ مجتہد

غلط اور جھوٹے واقعات کے ذریعہ شہادت حسین

کو بیان کرنا اپنی ماں سے ستر مرتبہ زنا کرنے

سے بد تر ہے

منتہی الامال

در جامع الاخبار از رسول خدا (ص) روایت کردہ کہ فرمودہ ہر گاہ دروغ گوید مومن بدوں عذر لعنت کند او را ہفتاد ہزار ملک و از دل او بوئے گندے بیروں آید و بالا رود تا بعرش رسد لیس لعنت، کنند او را حملۂ عرش و حق تعالیٰ بواسطۂ آں یک دروغ ہفتاد زنا براو نویسد کہ آساں تر آنہا مثل آنست کہ کسی با مادر خود زنا کند۔

(منتہی الامال جلد اول ص ۵۴۵
خاتم الکتاب۔ مطبوعہ تہران
طبع جدید)

ترجمہ:

جامع الاخبار میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا۔
جو مومن عذر کے بغیر جھوٹ کہتا ہے۔ اس پر ستر ہزار فرشتے لعنت بھیجتے
ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ اس ایک جھوٹ کی وجہ سے ستر زنا کا گناہ اس کے
نامۂ اعمال میں درج فرماتا ہے۔ کہ ان میں سے سب سے کم تر زنا وہ
جو کسی نے اپنی ماں سے کیا ہو۔

"تحفۃ الاسلام" نجفی شیعی نے اہل سنت پر امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت سے جو اعتراض کرنے کی کوشش کی۔ ہمارے دو عدد جوابات سے اس کی قلعی کھل گئی۔ اور دغا بازی اور فریب دہی کا بھانڈا سر راہ پھوٹ گیا۔ درحقیقت بات یہ ہے کہ جب کسی شخص کو کسی سے عداوت اور بغض حسد کی بیماری لگ جائے۔ تو رات دن وہ بیچارا اسی میں جلتا رہتا ہے۔ اور خود خرید کردہ یہ آگ اس کو دنیا کے علاوہ قبر و حشر میں بھی چھوڑنے کا نام نہیں لیتی۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت سے جو استدلال کیا گیا۔ اس کے پیش نظر یہی کہا جا سکتا ہے۔ کہ نجفی یا تو اس استعداد سے خالی ہے۔ جس کی بدولت کسی عبارت کو صحیح سمجھا جا سکے۔ یا استعداد تو ہوگی۔ لیکن ابھی نابالغ ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ذکر کو مطلقاً حرام و ممنوع نہیں فرمایا۔ بلکہ ایسے واقعات و روایات کے ذکر سے منع کیا۔ کہ جو من گھڑت اور جھوٹ کا پلندہ ہوں۔ اور واعظین و ذاکرین کو تنبیہ کی کہ اس عظیم واقعہ میں رنگ بھرنے کے لیے جھوٹی موٹی روایات سے اجتناب کرنا چاہیے۔ اور اسی طرح حضرات صحابہ کرام کے مابین رونما ہونے والے جھگڑوں کو بیان کرنا بھی مطلقاً منع نہ فرمایا۔ بلکہ حقائق کے بیان کی اجازت دی۔ ذرا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد مبارک کے

بارے میں بھی ایسے "حجۃ الاسلام کیا کہیں گے ۔

اِیَّاکُمْ وَعَمَّا شَجَرَ بَیْنَ اَصْحَابِی ؕ

خبردار! میرے صحابہ کے درمیان رونما ہونے والے اختلافات (کے بیان)
سے پرہیز کرو۔

اگر جھوٹے اور من گھڑت واقعات بیان کرنا خود تمہارے اکابر کے نزدیک زنا سے بدتر اور شیطانی فعل شمار ہوتے ہیں۔ تو کیا اس سے وہی نتیجہ نکالو گے۔ جو امام غزالی کی عبارت سے نکالا ہے۔ یعنی یہ کہ امام حسین کی شہادت کا ذکر اپنی ماں سے زنا کرنے سے بڑھ کر شیطانی فعل ہے۔ (معاذ اللہ) مجالس حسین میں نوحہ کرنا اور غناء حرام ہیں۔ اور یہی حرام فعل بقول شیخ قمی اہل تشیع میں جاری و ساری ہے۔ حرام خود کرتے ہو اور وہ بھی محافل و مجالسِ شہادت حسین میں۔ اور الزام دھرتے ہو سُنّیوں پر؟ "شرم تم کو مگر نہیں آتی۔"

نجفی شیعی کی تیسری دغابازی

ناصبی (سنی) قتل حسین پر خوشی کرتے ہیں اور شیعہ ماتم ۔۔۔۔

ماتم اور صحابہ:

حضرت امام حسین کی شہادت کے دن ناصبی کیا کرتے تھے؟ اہل سنت کی معتبر کتاب البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۲۰۲۔

البدایہ والنہایہ:

وَقَدْ عَاكَسَ الرَّافِضَةَ وَالشِّيْعَةَ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ النَّوَاصِبُ مِنْ اَهْلِ الشَّامِ فَكَانُوْا فِيْ يَوْمِ عَاشُوْرَاءَ يَطْبَخُوْنَ الْحُبُوْبَ يَغْتَسِلُوْنَ وَيَتَطَيَّبُوْنَ وَيَلْبَسُوْنَ اَفْخَرَ ثِيَابِهِمْ وَيَتَّخِذُوْنَ ذَالِكَ الْيَوْمَ عِيْدًا يَصْنَعُوْنَ فِيْهِ الْاَطْعِمَةَ وَيُظْهِرُوْنَ السُّرُوْرَ وَالْفَرَحَ يُرِيْدُوْنَ بِذَالِكَ عِنَادَ الرَّوَافِضِ مَعَاكِسَتَهُمْ۔

(البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۲۰۲)

ترجمہ:

شیعہ کے برعکس اہل شام ناصبی روز عاشورا دیگیں پکاتے تھے غسل کرتے تھے خوشبو لگاتے تھے۔ فاخرہ لباس پہنتے تھے۔ اس روز کو عید قرار دیتے تھے۔ قسم قسم کے کھانے تیار ہوتے تھے۔ خوشی اور سرور ظاہر کرتے تھے۔ اور اس سے غرض ان کی شیعوں سے (ضد) اور شیعہ کے اُلٹ کرنا تھا۔

حضرت امام حسینؓ کی شہادت کے دن شیعہ کیا کرتے تھے؟ اہل سنت کی معتبر کتاب البدایہ والنہایہ

البدایہ والنہایہ

وَقَدْ اَسْرَفَتِ الرَّافِضَةُ فِيْ دَوْلَةِ بَنِيْ بُوَيْهِ فِيْ حُدُوْدِ الْاَرْبَعِمِائَةِ فَكَانَتِ الدَّبَادِبُ تُضْرَبُ بِبَغْدَادَ وَنَحْوِهَا مِنَ الْبِلَادِ فِيْ يَوْمِ عَاشُوْرَاءَ وَيُذَرُّ الرَّمَادُ وَالتِّبْنُ فِي الطُّرُقَاتِ وَالْاَسْوَاقِ وَتُعَلَّقُ الْمُسُوْحُ عَلَى الدَّكَاكِيْنِ وَيُظْهِرُ النَّاسُ الْحُزْنَ وَالْبُكَاءَ وَكَثِيْرٌ مِنْهُمْ لَا يَشْرَبُ الْمَاءَ لَيْلَتَئِذٍ مُوَافَقَةً لِلْحُسَيْنِ لِاَنَّهُ قُتِلَ عَطْشَانًا ثُمَّ تَخْرُجُ النِّسَاءُ حَاسِرَاتٍ عَنْ وُجُوْهِهِنَّ يَنُحْنَ وَيَلْطِمْنَ وُجُوْهَهُنَّ وَصُدُوْرَهُنَّ حَافِيَاتٍ فِي الْاَسْوَاقِ ...... وَاِنَّمَا يُرِيْدُوْنَ بِهٰذَا وَاَشْبَاهِهٖ اَنْ يُشَنِّعُوْا عَلٰى دَوْلَةِ بَنِيْ اُمَيَّةَ لِاَنَّهُ قُتِلَ فِيْ دَوْلَتِهِمْ۔

(البدایہ والنہایہ جلد نمبر ۸ صفحہ نمبر ۲۰۲)

ترجمہ:

چار سو ہجری کے حدود میں بنی بویہ کی سلطنت کے دوران شیعہ حد سے بڑھ گئے۔ بغداد اور اس جیسے شہروں میں عاشورا کے دن نقارے بجائے جاتے تھے۔ بازاروں اور راہوں میں بھوسہ اور راکھ پھینکی جاتی تھی۔ دوکانوں پر سیاہ پردے لٹکائے جاتے تھے۔ اور گریہ کرتے تھے۔ اور بہت سے لوگ عاشورا کی رات پانی پینا چھوڑ دیتے تھے کیونکہ اس روز امام حسین پیاسے شہید ہوئے۔ اور عاشورا کے دن شیعہ کی عورتیں کھلے سر اور ننگے پاؤں نکلتی تھیں۔ نوحہ کرتیں اور منہ کوبی کرتیں اور یہ سب کچھ بنی امیہ کو بدنام کرنے کی خاطر کیا جاتا تھا کیونکہ حسین بنی امیہ کے دور حکومت میں شہید ہوئے۔

قارئین! اہل تشیع کا عاشورا کے دن ماتم اور اپنے بدن سے خون بہانا یہ معاویہ اور اولاد معاویہ کے خلاف اس ظلم کا احتجاج ہے۔ جو انہوں نے اپنی حکومت کے دوران اولادِ نبی اور شیعانِ علی پر کیا ہے۔ ظلم کے خلاف مظلوموں کا احتجاج قیامت تک جاری رہے گا۔ اور ظالم اُسے روکنے کی کوشش کرتے رہیں گے۔

(رسالہ "ماتم اور صحابہ" تصنیف نجفی شیعی ص ۱۴ تا ۱۶
مطبوعہ ماڈل ٹاؤن لاہور)

جواب:

"ماتم اور صحابہ" کے مصنف نجفی علیہ ما علیہ نے البدایہ والنہایہ کی عبارت نقل کر کے اور اس میں لفظ "ناصبی" کا غلط ترجمہ کر کے دھوکہ دہی اور بد دیانتی میں ایک اور مثال قائم کی۔ اور پھر اس پر مزید یہ کہ اسی کتاب کے اسی مقام پر جو حافظ ابن کثیر نے اہل سنت کی عزاداری کا طریقہ ذکر کیا۔ نجفی اُسے سرے سے ہضم کر گیا۔ بلکہ ہڑپ کر گیا۔ عبارات کر

الٹ پلٹ کرا ور لفظوں کا خود ساختہ ترجمہ کر کے اس فریب کی بنیاد ہموار کی گئی لیکن ایسا سب کچھ اُسے کرنا چاہیئے تھا تاکہ "مافی الضمیر" کی نشاندہی ہو سکے۔ "وہناں کے ماندآں رازے کزو سازند محفلہا"

صاحب البدایہ والنہایہ نے عبارات مذکورہ اس موضوع کے تحت لکھیں۔ کہ "شیعہ اور ناصبی یوم عاشورا کو دونوں ہی خلافِ شرع اور قابلِ مذمت طریقہ اپناتے ہیں"۔

ناصبی کون ہیں؟

ناصبی وہ لوگ ہیں۔ جو جنگ صفین میں حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر سے لڑنے کی تیاری کر چکے تھے۔ لیکن ہوا یہ کہ جب دونوں طرف سے حضرت ابوموسٰی اشعری اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کو ثالث اور حکم مقرر کیا گیا۔ اور دونوں طرف (حضرت علی اور حضرت امیر معاویہ) صلح کی بات مکمل ہو گئی۔ تو یہی لوگ جو حضرت علی المرتضٰی کے ساتھ تھے۔ فوراً حضرت علی المرتضٰی کے خلاف ہو گئے۔ اور کہا۔ اے علی! تم نے قرآن کے اصول کی مخالفت کی ہے کیونکہ قرآن میں ہے۔ اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ حکم صرف اللہ ہی کا ہے۔ اور تم نے تو انسانوں میں سے حکم مقرر کر لیا ہے۔ اسی اختلاف کی وجہ سے ان (ناصبی) لوگوں نے حضرت علی المرتضٰی پر کفر کے فتوے بھی لگائے۔ اور کچھ عرصہ بعد ان کی حضرت علی المرتضٰی کے ساتھ مقام "نہرواں" پر جنگ بھی ہوئی۔ اس جنگ میں حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے ان کا خوب صفایا کیا۔ ناصبی جو شروع میں حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کے پیروکار اور مرید تھے۔ ان میں سے ہی ایک مرید "عبدالرحمٰن بن ملجم"

بھی تھا۔ جس نے بعد میں موقعہ پا کر حضرت علی المرتضیٰ کو شہید کر دیا۔ مزید تسلی کے لیے اہل تشیع کی معتبر کتاب "تہذیب المتین فی تاریخ امیر المومنین" جلد دوم ص ۱۸۵ از زیر عنوان تذکرہ صحیفہ صلح (مطبوعہ یوسفی دہلی) کی طرف رجوع کریں۔

دراصل "ناصبی" وہ ٹولہ تھا۔ جو شروع میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا خیر خواہ اور مرید با صفا تھا۔

لیکن جنگ صفین میں مسئلہ تحکیم پر اختلاف کی وجہ سے آپ کا دشمن بن گیا۔ اور بالآخر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ اب "ناصبی" ایسے لوگوں کو کہا جاتا ہے۔ جو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے بغض اور کینہ رکھتے ہیں۔ اور آپ کی مخالفت میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

لسان العرب

وَالنَّوَاصِبُ قَوْمٌ يَتَدَيَّنُوْنَ بِبُغْضِيَةِ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

(لسان العرب جلد اول ص ۷۶۲ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

"ناصبی" وہ لوگ ہیں۔ جو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے بغض و عناد رکھنے کو اپنا دینی فرض سمجھتے ہیں۔

اس گروہ نواصب کی دشمنی کا یہ عالم ہے۔ کہ عقل کے اندھوں نے یہاں تک کہنا شروع کر دیا۔ کہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کے ساتھ محاذ آرائی کر کے جرم عظیم کا ارتکاب کیا تھا۔ کیونکہ حسین نے اس طرح امت کو تفرقہ بازی کی نذر کر دیا تھا۔

اور احادیث مقدسہ میں تفرقہ باز کے لیے سخت وعید مذکور ہے۔ اس خیال و فاسد عقیدہ کی وجہ سے "نواصب" یہ سمجھتے اور کہتے ہیں۔ کہ امام حسین کو قتل کرنا درست فعل تھا۔ اعتبار نہ آئے۔ تو اس دور کے کچھ لوگوں کی تحریرات پڑھ لیں۔ جو اُن نواصب کے ہی دُم چھلے ہیں محمود احمد عباسی اور محمد بن بٹ اُسی گروہ کے کارکن ہیں۔ "رشید بن رشید" نامی کتاب میں یزید کو "علیہ السلام" بلکہ "صلی اللہ علیہ وسلم" کے تعریفی اور مدحیہ الفاظ سے یاد کیا گیا۔ لیکن اس کے بالمقابل حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو "باغی" قرار دیا گیا پھر اسی کتاب کے مضامین پر مطلع ہو کر کچھ ناعاقبت اندیشوں نے اپنی تقاریظ لکھیں۔ اور یُوں وُہ بھی اُسی تالاب کی مچھلیاں بن گئے۔ جس میں نواصب کا بسیرا تھا۔

حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ اور امام عالی مقام کے بارے میں مذکورہ اعتقادات نواصب (خارجیوں) کے ہیں۔

بحمداللہ اہل سنت وجماعت ان کے اِن عقائد باطلہ کی نہ تائید کرتے ہیں۔ اور نہ ہی انہیں حق گردانتے ہیں۔ اور جو تائید و توثیق کرتے ہیں۔ ہم تو انہیں بھی "نواصب" کی ہی ایک شاخ تصور کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ صاحب البدایہ والنہایہ نے جب اہل تشیع کی محرم الحرام بالخصوص یوم عاشورا میں ہونے والی خرافات اور واہی تباہی باتوں کا ذکر کیا۔ اسی کے ساتھ "ناصبی" (خارجیوں) کے باطل عقائد کی پُرزور تردید کی۔ اور پھر آخر میں اہل سنت وجماعت کا "عزاداری حسین" کے بارے میں مؤقف بیان کیا۔

حافظ ابن کثیر صاحب البدایہ والنہایہ کی یا تو عبارت کو "نجفی" سمجھ نہ سکا۔ اور اگر سمجھ گیا۔ تو پھر غلط بیانی کرنے سے باز نہ آیا۔ کیونکہ ایسا کرنا اس کی فطرت ثانیہ ہے اہل سنت پر الزام دھرنا اور اس الزام کو ثابت کرنے کے لیے "کہیں کی اینٹ کہیں کا گارا" لیا۔ اور حقیقت کو چھپانے کی کوشش کی۔ صاحب البدایہ والنہایہ نے

ان من گھڑت واقعات کی سرکوبی کی۔ اور رد بلیغ فرمایا۔ جو شیعوں نے اپنے طور پر گھڑ رکھے تھے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ خارجیوں (ناصبی) کا طرز عمل بھی بیان کر دیا۔ کیونکہ ایک طرف "محبت علی" کے دعوے داروں کا بیان تھا۔ اور دوسری طرف "دشمنان علی" کا وطیرہ اور عمل کا تذکرہ تھا۔ دونوں طرف کے یوم عاشورا کے معمولات بیان کیے۔ تاکہ محبت علی" کے نام سے غلو کرنے اور "بغض علی" کے ضمن میں تنقیص کرنے والوں کی نشاندہی کر دی جائے۔ اور پھر ان دونوں کی افراط و تفریط کو چھوڑ کر "صراط مستقیم" پر گامزن ہونے کی صورت بتلائی جا سکے۔ اور ثابت کیا جائے۔ کہ ان دونوں میں امام حسین رضی اللہ عنہ کی سیرت و کردار اور آپ کی شہادت کے واقعات بیان کرنے میں اہل سنت کا راستہ ہی "میانہ اور مستقیم" راستہ ہے۔ اور اہلسنت کی ان دونوں میں منعقدہ محافل اس امر کا بین ثبوت ہیں۔ ان محافل میں اور ان دنوں میں نہ تو ہم اہل تشیع کی طرح جزع و فزع اور سینہ کوبی وغیرہ محرمات کا ارتکاب کرتے ہیں اور نہ ہی یزید وغیرہ کو حق پر ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ بلکہ شہادت امام کے واقعات سے حزن و ملال کا اظہار کرتے ہیں۔ اور خوشیوں کا ماحول پیدا کرنے اور مرد و زن کا باہم اختلاط اس سے کوسوں دور بھاگتے ہیں۔

ان تمام باتوں کے پیش نظر ضروری ہے۔ کہ البدایہ والنہایہ کی مکمل عبارت درج کر دی جائے۔ تاکہ ہر قاری اُسے پڑھ کر ان حقائق سے مطلع ہو جائے۔ جو ہم گزشتہ سطور میں پیش کر چکے ہیں۔ اور دودھ اور پانی دونوں الگ الگ دیکھ سکیں۔ اصل عبارت پڑھیئے۔ اور نجفی کی دھوکہ دہی پر مطلع ہو جایئے۔

البدایہ کی اصل عبارت جس سے دھوکہ دیا گیا۔

البدایہ والنہایہ

وقد اسرف الرافضة فی دولة بنی بویه فی حدود الاربعمائة وما حولها فکانت الدبادب تضرب ببغداد ونحوها من البلاد فی یوم عاشوراء ویذر الرماد والتبن فی الطرقات والاسواق وتعلق المسوح علی الدکاکین ویظهر الناس الحزن والبکاء وکثیر منهم لایشرب الماء لیلتئذ موافقة للحسین لانه قتل عطشانا ثم تخرج النساء حاسرات عن وجوههن ینحن ویلطمن وجوههن وصدورهن حافیات فی الاسواق الی غیر ذالك من البدع الشنیعة والاهواء الفظیعة والهتائك المخترعة وانما یریدون بهذا واشباهه ان یشنعوا علی دولة بنی امیة لانه قتل فی دولتهم۔

وقد عاکس الرافضة والشیعة یوم عاشوراء النواصب من اهل الشام فکانوا الی یوم عاشوراء

يَطْبَخُوْنَ الْحُبُوْبَ وَيَغْتَسِلُوْنَ وَيَتَطَيَّبُوْنَ
وَيَلْبَسُوْنَ اَفْخَرَ ثِيَابِهِمْ وَيَتَّخِذُوْنَ ذَالِكَ
الْيَوْمَ عِيْدًا يَصْنَعُوْنَ فِيْهِ اَنْوَاعَ الْاَطْعِمَةِ
وَيُظْهِرُوْنَ السُّرُوْرَ وَالْفَرْحَ يُرِيْدُوْنَ بِذَالِكَ
عِنَادَ الرَّوَافِضِ وَمُعَاكَسَتِهِمْ۔

وَقَدْ تَاَوَّلَ عَلَيْهِ مَنْ قَتَلَهٗ اَنَّهٗ جَاءَ لِيُفَرِّقَ
كَلِمَةَ الْمُسْلِمِيْنَ بَعْدَ اِجْتِمَاعِهَا وَلِيَخْلَعَ مَنْ
بَايَعَهٗ مِنَ النَّاسِ وَاجْتَمَعُوْا عَلَيْهِ وَقَدْ وَرَدَ
فِيْ صَحِيْحِ الْمُسْلِمِ الْحَدِيْثُ بِالزَّجْرِ عَنْ ذَالِكَ
وَالتَّحْذِيْرِ مِنْهُ وَالتَّوَعُّدِ عَلَيْهِ وَبِتَقْدِيْرِ
اَنْ تَكُوْنَ طَائِفَةٌ مِّنَ الْجَهَلَةِ قَدْ تَاَوَّلُوْا عَلَيْهِ
وَقَتَلُوْهُ وَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ قَتْلُهٗ بَلْ كَانَ يَجِبُ
عَلَيْهِمْ اِجَابَتُهٗ اِلٰى مَا سَاَلَ مِنْ تِلْكَ الْخِصَالِ
الثَّلَاثَةِ الْمُتَقَدَّمِ ذِكْرُهَا فَاِذَا ذَمَّتْ طَائِفَةٌ
مِّنَ الْجَبَّارِيْنَ تُذَمُّ الْاُمَّةُ كُلُّهَا بِكَمَالِهَا
وَتُتَّهَمُ عَلٰى نَبِيِّهَا (ص) فَلَيْسَ الْاَمْرُ كَمَا ذَهَبُوْا
اِلَيْهِ وَلَا كَمَا سَلَكُوْهُ بَلْ اَكْثَرُ الْاَئِمَّةِ قَدِيْمًا
وَحَدِيْثًا كَارِهَةٌ مَّا وَقَعَ مِنْ قَتْلِهٖ وَقَتْلِ اَصْحَابِهٖ
سِوٰى شِرْذِمَةٍ قَلِيْلَةٍ مِّنْ اَهْلِ الْكُوْفَةِ
قَبَّحَهُمُ اللّٰهُ وَاَكْثَرُهُمْ كَانُوْا قَدْ كَاتَبُوْهُ
لِيَتَوَصَّلُوْا بِهٖ اِلٰى اَغْرَاضِهِمْ وَمَقَاصِدِهِمْ

الْفَائِدَةِ .... فَكُلُّ مُسْلِمٍ يَنْبَغِیْ لَهٗ اَنْ يَحْزُنَهٗ قَتْلُهٗ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فَاِنَّهٗ مِنْ سَادَاتِ الْمُسْلِمِيْنَ وَعُلَمَاءِ الصَّحَابَةِ وَابْنُ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ (ص) الَّتِیْ هِیَ اَفْضَلُ بَنَاتِهٖ وَقَدْ كَانَ عَابِدًا وَشُجَاعًا وَسَخِيًّا وَلٰكِنْ لَا يُحَسِّنُ مَا يَفْعَلُهُ الشِّيْعَةُ مِنْ اِظْهَارِ الْجَزْعِ وَالْحُزْنِ الَّذِیْ لَعَلَّ اَكْثَرَهٗ تَصَنُّعٌ وَرِيَاءٌ وَقَدْ كَانَ اَبُوْهُ اَفْضَلُ مِنْهُ فَقُتِلَ وَهُمْ لَا يَتَّخِذُوْنَ مَقْتَلَهٗ مَاتِمًا كَيَوْمِ مَقْتَلِ الْحُسَيْنِ فَاِنَّ اَبَاهُ قُتِلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَهُوَ خَارِجٌ اِلٰى صَلٰوةِ الْفَجْرِ فِی السَّابِعِ عَشَرَ مِنْ رَمَضَانَ سَنَةَ اَرْبَعِيْنَ ...... وَاَحْسَنُ مَا يُقَالُ عِنْدَ ذِكْرِ هٰذِهِ الْمَصَائِبِ وَاَمْثَالِهَا مَا رَوَاهُ عَلِیُّ بْنُ الْحُسَيْنِ عَنْ جَدِّهٖ رَسُوْلِ اللّٰهِ (ص) اَنَّهٗ قَالَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُصَابُ بِمُصِيْبَةٍ فَيَتَذَكَّرُهَا وَاِنْ تَقَادَمَ عَهْدُهَا فَيُحْدِثُ لَهَا اِسْتِرْجَاعًا اِلَّا اَعْطَاهُ اللّٰهُ مِنَ الْاَجْرِ مِثْلَ يَوْمِ اُصِيْبَ مِنْهَا۔

(رواہ الامام احمد وابن ماجہ)

(البدایہ والنہایہ جلد نمبر ۸ صفحہ نمبر ۲۰۲ و ۲۰۳ ثم دخلت سنۃ احدی و ستین۔

مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ: سنہ ۳۵۲ھ کے لگ بھگ بنی بویہ کی سلطنت میں رافضیوں (شیعوں)

نے (ماتم امام حسین رضی اللہ عنہ میں۔) بڑی زیادتی کی بس بغداد اور دوسرے شہروں میں عاشوراء (دسویں محرم) کے دن نقارے بجائے جاتے۔ سڑکوں اور بازاروں میں راکھ اور گھاس پھوس بکھیری جاتی۔ دوکانوں پر سیاہ پردے لٹکائے جاتے، لوگ غم کا اظہار کرتے اور گریہ کرتے اور اکثر لوگ اس رات امام حسین رضی اللہ عنہ کی موافقت میں پانی تک نہ پیتے۔ اس لیے کہ آپ کو اس دن پیاسا شہید کیا گیا۔ عورتیں ننگے منہ نکلتیں، نوحہ کرتیں، چہرہ اور سینہ پیٹتیں، بازاروں میں ننگے پاؤں چلتیں۔ اس کے علاوہ اور بھی بدعات سیئہ، خواہشات مذمومہ اور خود ساختہ رسوا کن باتوں کا ارتکاب کرتے۔ اور اس قسم کے افعال سے وہ بنی امیہ کی سلطنت کے خلاف اپنی ناراضگی کا اظہار کرتے تھے کیونکہ امام حسین رضی اللہ عنہ ان کی حکومت میں شہید کیے گئے۔

شامی نواصب (خارجی لوگ) یوم عاشوراء کو شیعوں اور رافضیوں کے برعکس کرتے۔ یہ لوگ اس دن مختلف کھانے پکاتے، غسل کرتے، خوشبوئیں لگاتے۔ فخریہ لباس پہنتے اور عید کا سماں باندھتے۔ وہ اس روز طرح طرح کے کھانے پکاتے اور کھاتے۔ اور خوشی و مسرت کا اظہار کرتے اس طرح کے افعال سے ان کا مقصد یہ تھا۔ کہ رافضیوں کی اس دن میں مخالفت کی جائے۔

جن لوگوں نے امام عالی مقام کو شہید کیا۔ ان کی تاویل یہ تھی۔ کہ امام موصوف مسلمانوں میں تفریق و انتشار کا سبب بنے ہیں۔ اور ان کی یہ بھی غرض تھی کہ لوگ اس شخص (یزید) کی بیعت توڑ دیں۔ جس کی بیعت پر تمام کا اجماع ہو چکا تھا۔ حالانکہ صحیح مسلم شریف میں ایسا کرنے پر بڑی سخت ڈانٹ

اور قرینہ نیز موجود ہے۔
اس تقدیر و تاویل پر جاہل لوگوں کے ایک گروہ نے امام حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ ارادہ کر لیا۔ کہ انہیں شہید کر دیا جائے۔ اور آپ کو شہید کر دیا گیا۔ لیکن (اس تاویل غلط کی بنا پر) وہ لوگ امام موصوف کو شہید کرنے کے مجاز نہ تھے۔ بلکہ ان پر واجب تھا۔ کہ آپ کی پیش کردہ تین شرائط قبول کر لیتے۔ پس جب جابرین اور ظالموں کے ایک گروہ کی مذمت ہوئی۔ تو گویا اس سے تمام امت کی مذمت ہو گی۔ اور وہ لوگ اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پاک کو تکلیف پہنچانے کی وجہ سے متہم ہو گئے۔ حالانکہ معاملہ اس طرح کا نہ تھا۔ جس طرح ان رافضیوں نے سمجھ رکھا تھا۔ بلکہ اکثر ائمہ متقدمین و متاخرین سبھی امام عالی مقام اور ان کے رفقاء کے شہید کرنے کو ناپسند جانتے ہیں۔ صرف کوفیوں کی ایک چھوٹی سی جماعت تھی۔ جو اس شہادت کے حق میں تھی۔ اللہ تعالیٰ ان کا برا کرے۔ حالانکہ حقیقت یہ تھی۔ کہ اہل کوفہ کی اکثریت نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو خطوط لکھ کر بلوایا تھا۔ تاکہ وہ اپنے غلط مقاصد اور باطل خیالات کی تکمیل کر سکیں۔
لہٰذا ہر مسلمان کو چاہیئے۔ کہ وہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت پر غمگین ہو۔ کیونکہ آپ خاندان سادات میں سے اور ان صحابہ کرام میں سے تھے۔ جو علماء و مقتداء تھے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بیٹی کی اولاد تھے۔ جو دوسری بیٹیوں سے افضل تھیں۔ آپ بڑے بہادر، سخی اور عبادت گزار تھے۔ لیکن اہل تشیع جو جزع و فزع اور درد غم (مروجہ ماتم) کرتے ہیں۔ یہ ہرگز اچھا نہیں۔ کیونکہ ایسا اکثر بناوٹ

اور دکھلاوے کا مظہر ہوتا ہے۔ اُدھر دیکھئے کہ امام موصوف کے والد بزرگوار حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جو یقیناً ان سے افضل تھے۔ انہیں شہید کر دیا گیا۔ لیکن عجیب معاملہ ہے کہ اہل تشیع ان کی شہادت پر ماتم و جزع و فزع نہیں کرتے۔ جس طرح امام حسین کی شہادت کے موقعہ پر کرتے ہیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بروز جمعہ مطابق سنہ ۴۰ ہجری صبح کی نماز پڑھنے کے لیے جب مسجد کی طرف جا رہے تھے۔ آپ کو شہید کر دیا گیا۔

اس قسم کے مصائب اور اندوہ ناک واقعات پر بہتر یہ ہے۔ کہ وہ کام کیا جائے۔ جو امام زین العابدین نے اپنے نانا جان حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔ آپ کا ارشاد گرامی ہے جس کو کوئی مصیبت اور دُکھ پہنچا۔ اور وہ اس کو یاد کرتا رہا۔ باوجود اس کے کہ وہ پریشانی گزر چکی ہو۔ یاد کر کے استرجاع (یعنی انا للہ وانا الیہ راجعون) پڑھتا ہو۔ تو اللہ تعالیٰ اُسے اتنا ہی اجر و ثواب عطاء فرماتا ہے کہ جتنا اُسے بروز مصیبت عطاء کیا گیا۔" اس حدیث کو امام احمد بن حنبل اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

لمحہ فکریہ:

البدایہ والنہایہ کی مکمل عبارت ہم نے پیش کر دی۔ اور اس سے آپ قارئین حضرات کو اندازہ ہو گیا ہوگا۔ کہ نجفی شیعی نے اپنے مطلب کی خاطر اس عبارت کو کس قدر توڑ مروڑ کر پیش کیا ہے۔ اگر وہ پوری عبارت درج کر دیتا۔ تو بجائے ثبوتِ ماتم اور جزع فزع کے اُلٹا اس کی ممانعت سامنے آتی۔ صاحب البدایہ والنہایہ کی مذکورہ عبارت سے ثابت ہوا کہ۔

۱ ۔ یوم عاشوراء کو خوشیاں منانا نواصب (خارجیوں) کا کام تھا۔
۲ ۔ یہی نواصب (خارجی لوگ) امام عالی مقام کی شہادت کو جائز قرار دیتے ہیں۔
۳ ۔ امام موصوف کا کربلا تشریف لے جانا ان کے نزدیک تفریق بین المسلمین کی ایک صورت تھی۔

ان عقائد و خیالات باطلہ کے ذکر کرنے کے بعد صاحب البدایہ والنہایہ نے ان کے حق میں بددعا کی۔ اس کے برخلاف اہل تشیع کا معمول یہ تھا کہ

۱ ۔ سڑکوں بازاروں میں راکھ بکھیرتے۔ دوکانوں پر سیاہ پردے لٹکاتے
۲ ۔ ماتم اور جزع و فزع کرتے۔ اور دسویں محرم کی رات کو پانی نہ پیتے۔
۳ ۔ ان کی عورتیں ننگے سر اور ننگے پاؤں روتی کرلاتی اور بین کرتی سینہ کوبی کرتی ہوئیں باہر نکلتیں۔
۴ ۔ ان افعال مذمومہ سے ان کا مقصد بنی امیہ کے خلاف زہر اگلنا اور ناراضگی کا اظہار کرنا تھا۔

امام عالی مقام کے ساتھ محبت اور عشق کا ان افعال کے وقوع سے کوئی تعلق نہ تھا۔

اس افراط و تفریط سے بچ کر میانہ روی اور صحیح طریقہ جو اہل سنت کا ہے ابن کثیر نے وہ ذکر کیا۔ کہ

۱ ۔ یوم عاشورا کو امام عالی مقام کی شہادت کے واقعات بیان کرنے اور سننے چاہئیں۔ تاکہ ان کے ذریعہ شہادت کی یاد تازہ ہو۔ اور غم حسین کا اظہار ہو سکے۔

☆

غمِ حسین کا انوکھا طریقہ؟

راقم الحروف کو ۱۹۵۷ء میں بغداد شریف جانے کا اتفاق ہوا۔ اس دوران بغداد شریف کے نزدیک منطقہ مسجد براسہ میں دس محرم الحرام کو اہلِ تشیع کا ایک جلوس دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ اس جلوس میں ساز اور باجے بجائے جا رہے تھے۔ پوچھنے پر معلوم ہوا۔ کہ یہ لوگ جلوس کی صورت میں غمِ حسین منا رہے ہیں۔ بتلایئے۔ کہ ان رافضیوں اور اُن خارجیوں میں کیا فرق ہے۔ جن خوارج کا تذکرہ صاحب البدایہ والنہایہ نے کیا۔ وہ بھی خوشیاں مناتے اور عید کا سماں دیکھنے میں آتا۔ اور یہ رافضی بھی انہی کے نقشِ قدم پر چل رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہدایت عطا کرے۔

ابن کثیر اور تمام اہل سنت وجماعت حضرات کا عقیدہ ہے۔ کہ امام عالی مقام کو ظلماً شہید کیا گیا۔ اور ان کے ساتھیوں پر زیادتیاں کی گئیں۔ جن لوگوں نے یہ سب کچھ کیا۔ اور اس ظلم میں شرکت کی۔ وہ اس دنیا میں ہی باعث عبرت بنے۔ اور طرح طرح کے مصائب اور آفات میں گھرے۔ بلکہ کتے کی موت مرے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

البدایہ والنہایہ

وَاَمَّا مَارُوِیَ مِنَ الْاَحَادِیْثِ وَالْفِتَنِ الَّتِیْ اَصَابَتْ مَنْ قَتَلَہٗ فَاَکْثَرُھَا صَحِیْحٌ فَاِنَّہٗ قَلَّ مَنْ نَجَا مِنْ اُولٰئِكَ الَّذِیْنَ قَتَلُوْہُ مِنْ آفَۃٍ وَعَاھَۃٍ

فِی الدُّنْیَا فَلَمْ یَخْرُجْ مِنْهَا حَتّٰی اُصِیْبَ بِمَرَضٍ اَکْثَرُ هُمْ اَصَابَهُمُ الْجُنُوْنَ۔

(البدایہ والنہایہ جلد نمبر ۸ ص ۲۰۱-۲۰۲)

ترجمہ:

بہر حال وہ احادیث و روایات جو ان لوگوں کے بارے میں مذکور ہوئیں جنہوں نے امام حسین کو شہید کیا۔ تو ان میں سے اکثر صحیح ہیں۔ اس لیے کہ ان لوگوں میں کہ جنہوں نے امام موصوف کو شہید کیا۔ بہت کم ایسے لوگ تھے۔ جو کسی آفت اور مصیبت میں گرفتار نہ ہوئے ہوں۔ دنیا سے جانے سے پہلے ان میں سے ہر ایک کو کوئی نہ کوئی بیماری لگی۔ اور اکثر تو جنون کا نشانہ بنے۔

خلاصہ:

نخعی شیعی نے دو عنوان باندھے تھے۔ ۱۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دن ناصبی کیا کرتے تھے۔ ۲۔ آپ کی شہادت کے روز شیعہ کیا کرتے تھے۔ ان دونوں عنوان میں پرلے درجے کی بددیانتی سے کام لیا گیا۔ اور حقیقت کو چھپانے کی ہر ممکن مکاری کی۔ لیکن صاحب البدایہ والنہایہ کی مکمل عبارت پیش کر کے ہم نے اس غبارے کی ہوا نکال دی۔ اور ثابت ہو گیا۔ کہ امام حسین کی شہادت کے دن ڈھول باجے بجانا اور سینہ کوبی وغیرہ کرنا حرام ہے۔ جیسا کہ شیعہ کرتے ہیں۔ اور اس دن خوشی منانا اور عید کا سا ماحول بنانا بھی ناجائز ہے۔ جو خارجیوں اور نواصب کا کام ہے۔ بلکہ ان دونوں طریقوں سے بچ کر درمیانہ راستہ اختیار کرنا مستحسن ہے۔ اور یہی اہل سنت وجماعت کا طریقہ ہے۔ ہم اہل سنت یوم عاشورا ر

بلکہ پورے محرم الحرام میں امام حسین رضی اللہ عنہ کے فضائل اور آپ کے ساتھیوں کی جانثاری کے واقعات بیان کرتے ہیں۔ جگہ جگہ ایسی محافل ہوتی ہیں۔ اور ان حضرات کے حضور ایصال ثواب کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کے افعال و کردار پر عمل پیرا ہونے کی تبلیغ کرتے ہیں۔ اور ان کی شجاعت و جوانمردی پر سلام بھیجتے ہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

نجفی شیعی کی چوتھی دغابازی

یادِ حسین میں ماتم کے بجائے قرآن خوانی کرنا سنت یزید ہے

نجفی شیعی نے اپنی تصنیف "ماتم اور صحابہ" میں ایک عنوان یہ بھی باندھا ہے۔ "دسویں محرم الحرام کو عزاداری کی بجائے قرآن خوانی سنتِ یزید ہے" اس بات کے ثبوت کے لیے ایک کتاب "معالی السبطین" کا حوالہ بھی ذکر کیا۔ گویا کہ یہ بتانا چاہا۔ کہ یزید پلید نے یومِ عاشوراء پر قرآن خوانی اس لیے شروع کی تاکہ اسی دن لوگ ذکرِ حسین رضی اللہ عنہ سے باز رہیں۔ عبارت ملاحظہ ہو۔

ماتم اور صحابہ

معالی السبطین

وَفِی التَّاسِخِ اِنْتَبَہَ اَھْلُ الشَّامِ مِنْ تِلْكَ الرَّقْدَۃِ وَاسْتَیْقَظُوْا مِنْہَا وَعَطَّلَتِ الْاَسْوَاقُ وَجَعَلُوْا یَعُوْدُوْنَ ھٰذَا رَاْسُ الْحُسَیْنِ ابْنِ بِنْتِ نَبِیِّنَا

مَا عَلِمْنَا بِذَالِكَ اِنَّمَا قَالُوْا هٰذَا رَأْسُ خَارِجِيٍّ خَرَجَ بِأَرْضِ الْعِرَاقِ فَبَلَغَ ذَالِكَ الْخَبَرُ اِلٰى يَزِيْدَ فَاسْتَعْمَلَ لَهُمُ الْاَجْزَاءَ مِنَ الْقُرْاٰنِ وَفَرَّقَهَا فِى الْمَسَاجِدِ وَكَانُوْا اِذَا صَلَّوْا وَفَرَغُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ وُضِعَتِ الْاَجْزَاءُ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ فِىْ مَجَالِسِهِمْ حَتّٰى يَشْتَغِلُوْا بِهَا عَنْ ذِكْرِ الْحُسَيْنِ۔

(معالی السبطین ص ۴۸ ج ۲)

ترجمہ:

ناسخ التواریخ میں ہے۔ کہ شہادت امام حسین علیہ السلام کے بعد اہلِ شام خوابِ غفلت سے بیدار ہوئے تو کہنے لگے۔ کہ یزید نے تو ہمیں بتایا تھا۔ کہ یہ خارجی کا سر ہے۔ جس نے عراق میں خروج کیا۔ دمشق میں لایا گیا۔ یہ بات غلط ہے۔ یہ نواسۂ رسول امام حسین کا سر ہے (اور یزید کے متعلق ان کے دلوں میں نفرت پیدا ہونے لگی) جب اس کی اطلاع یزید کو پہنچی تو اس نے قرآن کو چھوٹے چھوٹے جزوں میں تقسیم کرایا۔ اور پھر ان اجزاء کو مساجد میں بانٹ دیا گیا۔ تاکہ جب لوگ نماز سے فارغ ہوں تو ذکر حسین نہ کریں۔ اور تلاوت میں مشغول رہیں۔

قارئین: اب جو لوگ مسجدوں میں یوم عاشوراء تلاوت اور ختم شریف پر زور دیتے ہیں۔ اور مجلسِ حسین سے منع کرتے ہیں۔ عزاداری کی ڈٹ کر مخالفت کرتے ہیں۔ ایسے لوگ فیصلہ کریں۔ کہ کس کی سنت پر عمل کر رہے ہیں؟۔

(ماتم اور صحابہ تصنیف غلام حسین نجفی ص ۱۶ مطبوعہ لاہور)

جواب اول: معالی السبطین یہ کتاب شیعوں کی ہے۔ کیونکہ اس کا مصنف شیخ محمد مہدی مازندرانی مشہور شیعوں کا امام ہے۔ لیکن غلام حسین نجفی نے مرف دغابازی کی خاطر مالی السبطین کو مہمل چھوڑ دیا اور یہ لکھا کہ شیعوں کی معتبر مجالس کی کتاب ہے۔ تاکہ وہ اس کو سنیوں پر بطور حجت اور دلیل پیش کر سکے۔ اس لیے اس نے اس کتاب کی عبارت سے ثابت کیا کہ اہل سنت ذکر حسین کو پسند نہیں کرتے تو یہ دغابازی نہیں تو اور کیا ہے۔

علاوہ ازیں اس کتاب کی عبارت براہِ راست نقل نہیں کی گئی۔ بلکہ ناسخ التواریخ کے حوالہ سے درج ہوئی۔ ناسخ التواریخ اہل تشیع کی مایہ ناز کتاب ہے۔ اس لیے یہ حوالہ ہمارے خلاف کسی طور بھی دلیل و حجت نہیں بن سکتا۔

انتہائی افسوس کا مقام ہے۔ کہ نجفی شیعی نے جو استدلال کیا۔ اس سے نہ قرآن کریم کی حیاء آسے آئی۔ اور نہ ہی حضرات ائمہ اہل بیت کی شرم۔ بلکہ جس طرح ہو سکا۔ اپنا اُلو سیدھا کرنے کی فکر کی۔ ذرا استدلال تو ملاحظہ فرمائیں۔ جو لوگ دسویں محرم کو اپنی مساجد میں تلاوت قرآن کریم کرتے ہیں۔ اور ختم دلاتے ہیں۔ اور عزاداری سے منع کرتے ہیں۔ تو ایسا کرنے والے بھلا سوچیں تو کہ وہ کس کی سنت ادا کر رہے ہیں۔ ؟ یعنی عزاداری کی بجائے یوم عاشورا کو تلاوت کرنا اور ختم دلانا یزید اور اس کے ہم نواؤں کا شیوہ ہے۔

آیئے ذرا اس موضوع پر کتب شیعہ سے پوچھیں۔ کہ محرم الحرام کی دسویں شب امام عالی مقام اور ان کے ساتھیوں نے کیا عمل کیا تھا؟ کتب اہل تشیع میں یہ بات صراحت کے ساتھ مذکور ہے۔ کہ شب عاشورا امام حسین اور ان کے رفقاء نے تلاوت قرآن میں بسر کی۔ تسبیح و تہلیل میں رات گزاری۔ یہ باتیں اُن کتب میں مذکور ہیں۔ کہ ان کے مصنفین کے سامنے نجفی شیعی کی حیثیت پرکاہ کی بھی نہیں ہے۔ مزید یہ کہ امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے جہاں اور بہت سی وصیتیں فرمائیں۔ ان میں سے ایک وصیت

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو یہ فرمائی۔ کہ میرے بعد دیکھنا ماتم نہ کرنا، بال نہ نوچنا، سینہ کوبی نہ کرنا۔ ایسا نہ ہو کہ تمہارے صبر وعلم کو شیطان اڑا لے جائے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ شب عاشورا اور یوم عاشور قرآن خوانی اور تسبیح و تہلیل کرنا وصیت حسینی ہے۔ اور ماتم و سرکوبی کرنا شیطانی فعل ہے۔

"یوم عاشوراء پر قرآن خوانی سنت شبیری ہے"

اور

ماتم کرنا، بے صبری سے کام لینا طریقہ شیطانی ہے

ناسخ التواریخ

فَقَالَ ارْجِعْ اِلَيْهِمْ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تُؤَخِّرَهُمْ وَتَدْفَعَهُمْ عَنَّا الْعَشِيَّةَ لَعَلَّنَا نُصَلِّيْ لِرَبِّنَا اللَّيْلَةَ وَنَدْعُوْهُ وَنَسْتَغْفِرُوْهُ فَهُوَ يَعْلَمُ اِنِّيْ قَدْ اُحِبُّ الصَّلٰوةَ لَهٗ وَتِلَاوَةَ كِتَابِهٖ وَكَثْرَةَ الدُّعَاءِ وَالْاِسْتِغْفَارِ۔

(ناسخ التواریخ۔ حالاتِ سید الشہداء جلد دوم ص ۲۱۷ تا ۲۱۸ مطبوعہ تہران طبع جدید)

(۲- ارشاد شیخ مفید ص۲۳۰ فی ورود شمر بن ذی الجوشن بارض کربلا مطبوعہ قم طبع جدید)

ترجمہ:

(محرم الحرام کی دسویں رات کو امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عباس بن علی سے فرمایا) ان یزیدیوں کی طرف جاؤ۔ اور اگر ہو سکے۔ تو آج کی رات ان کو ہم سے دور رکھنے کی کوشش کرو۔ اگر ایسا ہو جائے تو آج رات ہم اپنے رب کی جی بھر کر عبادت کریں گے۔ اُس سے دعائیں مانگیں گے۔ اس سے گناہوں کی معافی کی درخواست کریں گے۔ اللہ تعالیٰ بخوبی جانتا ہے۔ کہ میں صرف اُسی کی رضا کی خاطر نماز پڑھنا محبوب رکھتا ہوں۔ اُسے ہی راضی کرنے کے لیے قرآن کریم کی تلاوت کرتا ہوں۔ اور کثرتِ دُعا اور استغفار محض اس کی خوشنودی کے لیے سرانجام دیتا ہوں۔

ذبح عظیم:

تمام مؤرخین اور محدثین کا اس پر اتفاق ہے۔ کہ شب عاشورہ جناب امام حسین رضی اللہ عنہ نے شب بیداری اور عبادت گزاری میں کاٹی۔ یہی وہ رات تھی۔ جس کی مہلت نہایت مشکل سے عمر بن سعد نے امام عالی مقام کو دی تھی۔ علامہ ابو اسحاق مدائنی اسفرائنی "ضیاء العینین فی مقتل الحسین" میں لکھتے ہیں کہ جناب امام حسین علیہ السلام اور آپ کے تمام اصحاب نے یہ رات عبادت میں گزاری۔ ان کی تسبیح کی آوازیں ایسی آتی تھیں۔ جیسے شہد کی مکھیوں کی

آوازیں اڑنے کے وقت پیدا ہوتی ہیں۔ تمام شب کوئی قیام میں تھا۔ کوئی رکوع میں اور کوئی سجود میں۔ (دیکھو ترجمہ ص ۸۴)

امام طبری بھی لکھتے ہیں۔ کہ اس رات کو جناب امام حسین علیہ السلام اور آپ کے اہل بیت واصحاب تمام شب نماز ومناجات میں مشغول رہے۔ (دیکھو صلاح النشائین باسناد طبری ص ۳۶) اور مقتل ابو مخنف میں ہے۔

مقتل ابی مخنف

ثُمَّ فِی اللَّیْلَۃِ التَّاسِعَۃِ مِنَ الْمُحَرَّمِ کَانَ لِاَصْحَابِہٖ دَوِیٌّ کَدَوِیِّ النَّحْلِ مِنَ الصَّلٰوۃِ وَالتِّلَاوَۃِ۔

ذبح عظیم تصنیف مولوی اولاد حیدر فوق بلگرامی شیعی ص ۲۱۵ مطبوعہ لاہور)

ترجمہ:

نویں محرم کی رات جناب امام حسین علیہ السلام اور آپ کے اصحاب نے ذکر عبادت اور تلاوت قرآن میں صرف فرمائی۔ ان کی آوازیں ایسی تھیں جیسی شہد کی مکھیوں کی آوازیں آیا کرتی تھیں۔

ارشاد شیخ مفید

فَقَالَتْ وَاثُکْلَاہُ لَیْتَ الْمَوْتَ اَعْدَمَنِی الْحَیَاۃَ الْیَوْمَ مَاتَتْ اُمِّیْ فَاطِمَۃُ وَاَبِیْ عَلِیٌّ وَاَخِی الْحَسَنُ عَلَیْہِمُ السَّلَامُ یَاخَلِیْفَۃَ الْمَاضِیْنَ وَثِمَالَ الْبَاقِیْنَ

فَنَظَرَ اِلَيْهَا الْحُسَيْنُ (ع) فَقَالَ لَهَا يَا اُخَيَّةُ لَا يَذْ
هَبَنَّ حِلْمَكِ الشَّيْطَانُ وَ تَرَقْرَقَتْ عَيْنَاهُ بِالدُّمُوعِ
وَ قَالَ (لَوْ تُرِكَ الْقَطَا لَنَامَ) فَقَالَتْ يَا وَيْلَتَاهُ
أَفَتَغْتَصِبُ نَفْسَكَ اِغْتِصَابًا فَذَاكَ اَقْرَحُ لِقَلْبِي
وَ اَشَدُّ عَلَى نَفْسِي ثُمَّ لَطَمَتْ وَجْهَهَا وَ هَوَتْ
اِلَى جَيْبِهَا فَشَقَّتْهُ وَخَرَّتْ مَغْشِيًّا عَلَيْهَا
فَقَامَ اِلَيْهَا الْحُسَيْنُ (ع) فَصَبَّ عَلَى وَجْهِهَا الْمَاءَ
وَقَالَ لَهَا اَيُّهَا يَا اُخْتَاهُ اِتَّقِي اللّٰهَ وَ تَعَزِّي بِعَزَاءِ اللّٰهِ
وَ اعْلَمِي اَنَّ اَهْلَ الْاَرْضِ يَمُوْتُوْنَ وَ اَهْلَ السَّمَاءِ
لَا يَبْقُوْنَ وَ اَنَّ كُلَّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَ اللّٰهِ الَّذِي
خَلَقَ الْخَلْقَ بِقُدْرَتِهٖ وَ يَبْعَثُ الْخَلْقَ وَيُعِيْدُهُمْ
وَهُوَ فَرْدٌ وَحْدَهٗ جَدِّي خَيْرٌ مِنِّي وَ اَبِي خَيْرٌ
مِنِّي وَ اُمِّي خَيْرٌ مِنِّي وَ لِي وَ لِكُلِّ مُسْلِمٍ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ اُسْوَةٌ فَعَزَّاهَا بِهٰذَا وَ
نَحْوِهٖ وَ قَالَ لَهَا يَا اُخَيَّةُ اِنِّي اَقْسَمْتُ عَلَيْكِ
فَاَبِرِّي قَسَمِي لَا تَشُقِّي عَلَيَّ جَيْبًا وَ لَا تَخْمِشِي
عَلَيَّ وَجْهًا وَ لَا تَدْعِي عَلَيَّ بِالْوَيْلِ
وَ الثُّبُوْرِ۔

(الارشاد للشیخ المفید ص۲۳۲ فی
مکالمۃ الحسین علیہ السلام مع اختہ زینب
مطبوعہ قم طبع جدید)

ترجمہ:

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے (میدان کربلا میں جب دیکھا۔ کہ وقتِ شہادت آن پہنچا ہے۔ تو از راہِ افسوس انہوں نے) کہا۔ ہائے افسوس! کاش موت آج میری زندگی کا خاتمہ کر دیتی۔ میری والدہ فاطمہ میرے والد علی المرتضیٰ اور بھائی حسن رضی اللہ عنہم سب دنیا سے رخصت ہو چکے۔ اے خلیفۃ الماضیین (گزرے ہوئے لوگوں کے خلیفہ) اے پسماندگان کے سہارا! (یعنی امام حسین رضی اللہ عنہ) جب یہ الفاظ امام حسین رضی اللہ عنہ نے سُنے۔ تو آن کی طرف دیکھتے ہوئے فرمایا۔ اے بہن! شیطان تیرے صبر و حلم کو نہ چھین لے۔ اس جملہ کے ساتھ ہی امام کی آنکھیں آنسوؤں سے تر ہو گئیں۔ اور ڈبڈباتی آنکھوں کے ساتھ فرمایا اگر قطا پرندے کو رات کے وقت بند کر دیا جائے۔ تو وہ اپنے گھونسلے میں آرام سے سو جاتا ہے۔"

حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے کہا۔ افسوس! کیا آپ اپنی جان کو ہم سے جُدا کرنا اور چھیننا چاہتے ہیں۔ اگر ایسا ہے۔ تو یہ بات تو میرے دل کو اور زیادہ چھلنی کر دینے والی ہے۔ میرے لیے بڑی ناگوار بات ہے۔ پھر حضرت زینب نے اپنے منہ پر طمانچہ مارا۔ اپنا گریبان چاک کر ڈالا اور بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑیں۔ امام عالی مقام ان کی طرف بڑھے۔ اِن کے چہرہ پر پانی کا چھینٹا کیا۔ اور فرمایا۔ اے بہن! خدا کا خوف کرو۔ اور اس کے حکم کے مطابق افسوس بجا لاؤ۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ تمام اہل زمین مر جائیں گے۔ اور تمام آسمان والے باقی نہ رہیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا ہر شئی

فنا ہونے والی ہے۔ وہ اللہ کہ جس نے اپنی قدرتِ کاملہ سے مخلوق بنائی وہی اس مخلوق کو دوبارہ اُٹھائے گا۔ اور اپنی طرف لوٹائے گا۔ وہ اکیلا و تنہا ہے۔ میرے نانا جان، والد محترم، والدہ صاحبہ اور بھائی جان مجھ سے سبھی بہتر تھے۔ میرے اور سبھی مسلمانوں کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی بہترین نمونہ ہے۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس قسم کی باتوں سے جناب زینب رضی اللہ عنہا کو دلاسا اور تسلی دی۔ اور یہ بھی فرمایا۔ اے بہن! میں تجھے قسم دلاتا ہوں۔ اور دیکھو میری قسم کو پورا کرنا۔ قسم اس بات کی کہ مجھ پر اپنا گریبان چاک نہ کرنا۔ میرے شہید ہونے کے بعد اپنا چہرہ زخمی نہ کرنا۔ اور نہ ہی چیخ و پکار اور واویلا کرنا۔

مقتل ابی مخنف

قَالَ ثُمَّ حَمَلَ عَلَى الْقَوْمِ وَلَمْ يَزَلْ يُقَاتِلُ حَتَّى قَتَلَ خَمْسِيْنَ فَارِسًا وَخَشِيَ اَنْ تَفُوْتَهُ الصَّلٰوةُ مَعَ الْحُسَيْنِ فَرَجَعَ وَقَالَ يَا مَوْلَايَ اِنِّي خَشِيْتُ اَنْ تَفُوْتَنِي الصَّلٰوةُ فَصَلِّ بِنَا قَالَ فَقَامَ الْحُسَيْنُ وَصَلّٰى بِاَصْحَابِهٖ صَلٰوةَ الظُّهْرِ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ صَلٰوتِهٖ وَقَالَ اِنَّ هٰذِهِ الْجَنَّةَ قَدْ فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَاتَّصَلَتْ اَنْهَارُهَا وَاَيْنَعَتْ ثِمَارُهَا وَزُيِّنَتْ قُصُوْرُهَا۔

(مقتل ابی مخنف ص ۶۷ مبارزۃ الاصحاب
مطبوعہ نجف اشرف طبع قدیم)

ترجمہ:

ابو مخنف نے کہا۔ کہ میدان کربلا میں امام حسین رضی اللہ عنہ کے ایک ساتھی زہیر نے یزیدی لشکر پر حملہ کیا۔ اور پچاس کے قریب گھڑسواروں کو جب قتل کر چکا تو فکرمند ہوئے کہ کہیں لڑائی میں مشغولیت کی وجہ سے امام حسین رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز پڑھنا فوت نہ ہو جائے۔ یہ سوچ کر واپس پلٹے۔ اور امام حسین رضی اللہ عنہ سے عرض کی۔ اے میرے مولا! مجھے آپ کی اقتداء میں نماز پڑھنے کے بارے میں خطرہ لاحق ہوا۔ کہ کہیں یہ سعادت مجھ سے چھوٹ نہ جائے۔ اس لیے آپ ہمیں باجماعت نماز پڑھا دیجئے۔ یہ سن کر امام موصوف اٹھے۔ اور اُن موجود ساتھیوں کو نماز ظہر پڑھائی۔ نماز سے فراغت پر فرمایا۔ دیکھو! جنت کے دروازے کھول دیئے گئے۔ اس کی نہروں کو قریب کر دیا گیا۔ اس کے پھلوں کو پختہ کر دیا گیا۔ اور اس کے محلات کو (ہمارے لیے) آراستہ کر دیا گیا ہے۔ (یعنی اب ہماری شہادت کا وقت بالکل قریب ہے۔ اس کے لیے تیاری کر لو)

لمحہ فکریہ:

قارئین کرام! اہل تشیع کی کتب معتبرہ سے ہم نے جو چند حوالہ جات درج کیے ہیں۔ ان میں امام عالی مقام اور آپ کے رفقاء کے وہ معمولات مذکور ہیں جو شب عاشور کو میدانِ کربلا میں ان حضرات نے کیے۔ اور آنے والوں کو بھی ان پر عمل پیرا ہونے کی تلقین فرمائی۔ صاف ظاہر کہ ان حضرات کی سنت اور طریقہ عزاداری نہیں۔ بلکہ تسبیح و تہلیل اور تلاوت و نوافل ہے۔ خود امام موصوف نے دسویں

شب محرم تلاوتِ قرآن میں بسر فرمائی۔ نوافل ادا کیے۔ اور اپنے ساتھیوں کو بھی ایسا ہی کرنے کا حکم دیا۔ پھر یوم عاشور یعنی محرم الحرام کی دسویں تاریخ بوقتِ صبح آپ نے اپنی ہمشیرہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو وصیت فرماتے ہوئے کہا۔ کہ ماتم اور سینہ کوبی نہ کرنا اور آہ و فریاد سے باز رہنا۔

نجفی شیعی کے بقول یہ سب باتیں "سنت یزید" تھیں۔ اس دغاباز کی منطق سے صاف ظاہر کہ امام حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے رفقاء کار اس طریقہ پر گامزن تھے۔ جو "طریقہ یزیدی" تھا۔ کیا اس سے بڑھ کر بھی کوئی گستاخی ہو سکتی ہے؟ تاریخی حوالہ جات سے یہ بات بھی صاف طور پر موجود ہے۔ کہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے دسویں محرم کی رات اپنے بھائی عباس بن علی کو یہ فرمایا۔ کہ جاؤ اور یزیدی لشکر سے ہمارے لیے ایک رات کی مہلت طلب کرو۔ تاکہ اس رات ہم اللہ تعالیٰ کے حضور خوب گڑگڑا کے توبہ کریں۔ استغفار کریں اور اس کی عبادت بجا لائیں۔ کیونکہ یہ افعال خدا جانتا ہے مجھے بہت محبوب ہیں۔

معلوم ہوا۔ کہ شب عاشورا اور یوم عاشور قرآن خوانی، نوافل کی ادائیگی اور توبہ و استغفار "سنت حسینی" ہے۔ اور اس کو "سنت یزیدی" کہنے والا کتنا ناعاقبت اندیش اور دشمنِ اہل بیت ہے۔ اس خاسر و خائب کو بخوبی علم بھی ہے۔ کہ سینہ کوبی ماتم کرنا اور واویلا و فریاد کرنا خود مذہب شیعہ میں بھی حرام و ناجائز ہے۔ لیکن اگر اس حقیقت کو بیان کرتا ہے۔ تو پھر خطرہ موجود کہ مجالس و محافل شیعہ سے مجھے کوڑی تک ہاتھ نہ آئے گی۔

اعترافِ حقیقت:

آج سے قریباً تیس سال قبل جبکہ راقم الحروف لاہور میں تکیہ سادھواں میں

مقیم تھا۔ تو شیعہ مسلک کے ایک "مولوی" بنام نور محمد جو اپنے مسلک کا اچھا خاصا عالم تھا۔ سے بہت سے مسائل پر میری اور اس کی باہم بحث و تمحیص ہوتی رہی۔ تو جب کبھی مروجہ ماتم کی بات آتی۔ تو وہ صاف صاف کہتا۔ اگر ہم اس ماتم کو بند کرنے کی تحریک شروع کریں۔ جیسا کہ ہمارا مسلک بھی ہے۔ تو ہمارے ساتھی شیعہ ہی ہمیں قتل کر دیں گے۔

اسی طرح ۱۹۵۷ء میں جب سفر حجاز کے دوران میں منطقہ مسجد براسہ میں قیام پذیر تھا۔ یہ جگہ اہل تشیع کا مرکز بھی تھی۔ اس دوران دسویں محرم کو اہل تشیع کے معمولات دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ انہوں نے اس دن ڈھول بجائے۔ سارنگیاں استعمال کیں۔ تو میں نے اس مسجد کے خطیب (جو شیعہ تھا) سے پوچھا۔ کہ دسویں محرم کو امام حسین رضی اللہ عنہ کے غم کے طور پر ان ڈھول اور سارنگیوں کا استعمال کیا حقیقت رکھتا ہے۔؟ ان کا کوئی جواز ہے۔؟ تو خطیب موصوف کہنے لگا۔ ہم شیعہ علماء بے بس ہیں۔ مجبور ہیں۔ کیونکہ اگر ہم ان خرافات کو روکنے کی کوشش کریں۔ تو ہم قتل کر دیئے جائیں۔ حالانکہ درحقیقت یہ سب کچھ ہمارے مسلک و مذہب میں بھی حرام ہے۔

واقعی یہ حقیقت ہے۔ اور اس کا تمام شیعہ علماء کو پورا پورا علم ہے۔ کہ مروجہ سینہ کوبی، زنجیر زنی اور بال نوچنا مذہب شیعہ میں بھی حرام ہیں۔ اس کی تائید و توثیق پر احادیث صریحہ اس سے پہلے ہم لکھ چکے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بوقتِ وصال سیدہ فاطمہ کو وصیت فرمائی۔ کہ میرے بعد بال نہ نوچنا۔ واویلا نہ کرنا۔ سینہ کوبی نہ کرنا، اور نوحہ خوانی کے لیے عورتوں کو ہرگز جمع نہ کرنا۔ اور یہ بھی گزر چکا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف پر فرمایا۔ یا رسول اللہ! آپ کے وصال فرمانے پر جو مصیبت اور پریشانی ہم پر ٹوٹی۔

دنیا میں کسی پردادائی ہوگی۔ تمام دنیا آپ کے وصال پر دلگیر ہے۔ اگر آپ صبر کا حکم نہ فرماتے اور جزع وفزع سے منع فرماتے۔ تو اس مصیبت پر ہماری آنکھوں اور ہمارے دماغوں کی تمام رطوبتیں ختم ہو جاتیں۔ (نیرنگ فصاحت ص ۲۲۰)

اب آپ حضرات خود فیصلہ کرنے کی پوزیشن میں ہیں۔ کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت علی المرتضےٰ اور امام حسین رضی اللہ عنہما نے مروجہ ماتم اور عزاداری کے طریقوں سے منع فرمایا۔ اور نجفی شیعی یہ کہہ رہا ہے۔ کہ ماتم نہ کرنا اور قرآن پڑھنا "وسنتِ یزیدی" ہے۔ کیا اس عنوان اور موضوع کے ذریعہ اس شیعہ نے حدیث پیغمبر، ارشاداتِ علی وحسین کو چیلنج نہیں کیا؟

پھر ہم یہ پوچھنے میں حق بجانب ہیں۔ کہ دسویں محرم الحرام کو اہل تشیع صبح صادق سے بعد عشاء تک ہزاروں کی تعداد میں ماتم اور عزاداری میں مشغول رہتے ہیں۔ اس دوران کتنے وہ شیعہ ہیں۔ جو نماز بروقت ادا کرتے ہیں۔ امام عالی مقام نے آخر دم تک نماز ترک نہ فرمائی۔ کیا ان شیعہ لوگوں کی مصیبت اور پریشانی امام عالی مقام کی آزمائش وابتلاء سے بڑھ کر ہے۔ آپ کے ایک جاں نثار زہیر کا واقعہ آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔

امام موصوف نے دوران جنگ نماز باجماعت ادا فرمائی۔ شیعوں اور ان کے بڑے ایجنٹ نجفی سے ہم پوچھ سکتے ہیں۔ کیا تم نے بھی دورانِ جلوس یوم عاشورہ کبھی نماز باجماعت ادا کی؟ سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کی پابندیٔ نماز کا یہ عالم تھا۔ کہ آپ کے ایک جانثار ساتھی زہیر نے آواز دی۔ مولا! مجھے خطرہ ہے کہ دوران لڑائی ہماری نماز قضا نہ ہو جائے۔ یہ سن کر امام حسین رضی اللہ عنہ نے لڑنا چھوڑ کر فوراً نماز ادا فرمائی۔ اتنی عظیم پریشانی کے عالم میں امام عالی مقام نے نماز کو قضا کرنا گوارا نہ فرمایا۔ اور باجماعت نماز ادا فرمائی۔ ماتمی شیعو! عزادارو! اور محبتِ حسین میں

واویلا و شور مچانے والو! ذرا انصاف سے بتانا۔ کہ کیا تمہارا یہ کردار امام حسین رضی اللہ عنہ سے محبت اور عشق کی دلیل ہے؟ کیا اہل بیت کی سنت پر اسی طرح چلا جاتا ہے؟ منہ پیٹنے اور مروجہ ماتم کی ترغیب دینے والو! اگر واقعی یہ سنتِ اہل بیت ہے۔ تو تم خود اس سے محروم کیوں رہتے ہو؟ دس محرم الحرام کو یا اس کے قریب قریب کتنے ذاکر اور کتنے مجتہد ہیں۔ جو اپنا منہ پیٹتے، سینہ کوبی کرتے اور زنجیر مارتے نظر آتے ہیں؟ آخر اس سنت سے انہیں اتنی نفرت کیوں۔ اور دوسروں کو اس کی اتنی شدید رغبت کیوں؟

فاعتبروا یا اولی الابصار

غلام حسین نجفی کے رسالہ "ماتم اور صحابہ" کے ص ۸۱ سے ص ۸۳ تک کا مطالعہ کیا جائے۔ تو ان میں اوراق کا خلاصہ کچھ یوں ہے۔

(۱): شہداء کو ہر سال یاد کرنا سنتِ پیغمبر و صحابہ ہے۔

(۲): محرم کی پہلی دس تاریخیں فضیلت والی ہیں۔

(۳): خدائی دنوں کی یاد کرنی چاہیئے۔

(۴): خدائی دن کون سے اور کیا ہیں؟

(۵): خدائی دنوں میں یوم عاشورہ بھی ہے۔

(۶): روز عاشورہ کے بارے میں غوث الاعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اس دن کا روزہ رکھنا چاہیئے۔ اور اپنے اہل و عیال پر بکثرت خرچ کرنے سے روزی میں برکت ہوتی ہے۔

(۷): حضرت عمر کے انتقال پر لوگوں کو کھانا بھول گیا۔

(۸): امام حسین کو گرتے ہوئے دیکھ کر حضور اس پر صبر نہ سکے۔

(۹): امام حسین کے غم اور اپنے بیٹے جناب ابراہیم کے انتقال پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کی آنکھیں پرنم ہو گئیں

(۱۰): ابو طالب کی وفات پر حضور کا رو پڑنا۔

(۱۱): حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے دادجان کے وصال پر رو دینا وغیرہ۔

نجفی کی کتاب کا نام ذکر جس کے ثبوت کے لیے یہ بیس ورق کالے کیے گئے) اوران مضامین کا باہم موازنہ کریں۔ کیا ان میں سے کوئی ایک بات، مروجہ ماتم، کی تائید کرتی ہے؟ بس خواہ مخواہ سوادِ قلب کی طرح اِس غلام نے اوراقِ کتاب سیاہ کیے۔

بکھرے خیالات اور پریشان تحریر کے دوران اسی کتاب کے ص ۴۷ پر نہج البلاغہ کے ذریعہ حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ پر ایک جھوٹ باندھا حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب قول کی عبارت یہ ہے۔

اِنَّ الصَّبْرَ لَجَمِيْلٌ اِلَّا عَلَيْكَ وَاِنَّ الْجَزَعَ لَقَبِيْحٌ۔

ترجمہ:

(یعنی یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم) آپ (کی وفات) پر بے صبری کا اظہار کوئی بُرا نہیں۔ اور جزع و فزع آپ کے سوا کسی دوسرے کے لیے بہت بُرا فعل ہے)

نہج البلاغہ کو ہم نے بار بار پڑھا۔ کہ کہیں سے اس عبارت کا ثبوت مل جائے۔ لیکن کوششِ بسیار کے باوجود یہ عبارت نہ مل سکی۔ پھر نجفی سے بالواسطہ اس عبارت کا اتہ پتہ پوچھا گیا۔ تو جواب ملا۔ ہم تلاش کر رہے ہیں۔

خدا گواہ ہے۔ تلاش ختم ہو گئی۔ لیکن اس عبارت کا ثبوت وہ نہ دے سکا جب ان حروف کو قلم بند کرنے والا ہی نہ ڈھونڈ سکا۔ کسی دوسرے کو کہاں سے

نظر آئیں گے۔ جس سے صاف ظاہر ہوا کہ مذکورہ عبارت نہج البلاغہ کی نہیں تھیں۔ بلکہ نجفی نے اس کی طرف منسوب کر دی۔ چلو ہم بالفرض اسے نہج البلاغہ کی ہی عبارت تسلیم کریں۔ تو اسی نہج البلاغہ کے ترجمہ نیرنگِ فصاحت سے جو قولِ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پیش کیا جا چکا ہے وہی اس کی تردید کر رہا ہے۔ قول یہ ہے۔ "اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں جزع و فزع سے منع نہ فرماتے تو ہم اپنی آنکھوں اور دماغ کی رطوبتیں ختم کر لیتے۔"

اس سے معلوم ہوا۔ کہ نجفی نے نہج البلاغہ کا نام محض اپنا غلط مقصد اور غلط عقیدہ ثابت کرنے کے لیے استعمال کیا ہے۔ یہ دنیائے تصنیف اور میدانِ تحقیق کی بہت بڑی دغابازی اور فریب دہی ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

غلام حسین نجفی کی پانچویں دغا بازی

"وفات سیدہ زہرا پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا صبر نہ کرنا"

ماتم اور صحابہ

نہج البلاغہ

قَلَّ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ عَنْ صَفِيَّتِكَ صَبْرِيْ وَرَقَّ عَنْهَا تَجَلُّدِيْ۔

(نہج البلاغہ ص ۱۸۲ مطبوعہ مصر)

ترجمہ:

حضرت علی علیہ السلام (جناب فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے دنیا سے وصال کے وقت) فرماتے ہیں۔

یا رسول اللہ آپ کی بیٹی کی مصیبت پر میرا صبر و تحمل ختم ہو گیا۔

(رسالہ ماتم اور صحابہ ص ۲۹)

جواب اوّل:

کیا حضرت علی(ع) بے صبرے آدمی تھے

"ماتم اور صحابہ" نامی کتاب کے مؤلف و مصنف نجفی شیعی نے اپنے اس موضوع سے تمام اہل بیت کرام، سادات عظام کی بالعموم اور مولائے کائنات حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ذات والاصفات کو بالخصوص ایسی صفات کا حامل ثابت کیا ہے۔ جو قرآن و حدیث کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں۔ ہر شخص جانتا ہے۔ کہ کتاب و سنت میں جزع و فزع یعنی بے صبری کی مذمت اور اس کی ضد یعنی صبر کی تعریف بہت سے مقامات پر کی گئی ہے۔ قرآن کریم میں صاحبانِ ایمان کو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ۔ ترجمہ۔ اے مومنو! صبر اور نماز کے ذریعہ اپنے مصائب اور پریشانیوں پر امداد طلب کرو۔

صبر ہی کے بارے میں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی کے آخری لمحات میں سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کو ارشاد فرمایا۔

بحار الانوار

قَالَ لِفَاطِمَۃَ اِذَا اَنَا مُتُّ لَا تَخْمِشِیْ عَلَیَّ وَجْھًا وَلَا اَنْرِخِیْ عَلَیَّ شَعْرًا وَلَا تُنَادِیْ بِالْوَیْلِ وَالْعَوِیْلِ وَلَا تُقِیْمِیْ عَلَیَّ نَائِحَۃً۔ (بحار الانوار جلد ۲۲ ص ۶۰۲ مطبوعہ طہران طبع جدید)

ترجمہ:
نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ کو فرمایا۔ اے فاطمہ! میری وفات پر اپنا منہ نہ پیٹنا، بال نہ کھولنا، ویل وعویل کر کے نہ چیخنا اور نوحہ کرنے والی عورتوں کو اکٹھا نہ کرنا۔

بحار الانوار

فقال لها رسول الله صلى الله عليه وسلم لا كرب على ابيك بعد اليوم يا فاطمة ان النبي صلى الله عليه وسلم لا يشق عليه الجيب ولا يخمش عليه الوجه ولا يدعى عليه بالويل ولكن قولى كما قال ابوك على ابراهيم تدمع العينان وقد يوجع القلب ولا نقول ما يسخط الرب وانا بك يا ابراهيم لمحزونون۔

(بحار الانوار جلد ۲۲ ص ۴۸۵ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:
نبی پاکؐ نے حضرت فاطمہؓ کو فرمایا۔ کوئی تکلیف نہیں تیرے باپ پر آج کے بعد اے فاطمہ نبی پاکؐ نے فرمایا نہ گریبان چاک کرنا اس پر اور نہ منہ چھیلنا اور نہ اس پر وا ویلا کرنا اور لیکن تو وہی کہنا جو تیرے باپ نے ابراہیم پر آنسو بہاتے ہوئے کہا تھا۔ اور تحقیق تکلیف ہوتی ہے۔ دل کو اور ہم نہیں کہتے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ

ناراض ہو اور بے شک ہم اسے ابراہیم آپ کی وجہ سے غمگین ہیں)
آیت کریمہ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد گرامی کی روشنی میں "صبر" کا مقام اور اہمیت واضح ہو گئی۔

اللہ رب العزت نے صبر کو بروئے کار لانے کا حکم دیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بے صبری اور اس کی علامتوں سے منع فرمایا۔ لیکن نجفی نے یہ قسم اٹھا رکھی ہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شخصیت کو داغدار کر کے دکھایا جائے۔ اور اللہ تعالیٰ کے حکم کا نافرمان اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا منکر ثابت کیا جائے۔ ذرا اس کو رباطن کے عنوان کو ملاحظہ کریں۔ "حضرت علی کا صبر ختم ہو گیا" یعنی وہ خوبی اور وصف جو اللہ اور اس کے رسول کو پسند ہے۔ وہ "علی" کے ہاتھوں سے جاتی رہی۔ کیسا حق خدمت ادا کیا ہے۔ اور کیسی محبت کا ثبوت فراہم کیا ہے۔

ے برایں عقل و دانش بباید گریست

جواب دوم:

نہج البلاغہ کی عبارت نقل کرنے میں خیانت

صاحب ماتم اور صحابہ نے نہج البلاغہ کی عبارت، اور اس کے ترجمہ میں دوہری خیانت کا ارتکاب کیا ہے بیچارہ ایسا کرنے پر مجبور تھا۔ بصورت دیگر اپنے دعوای کی دلیل نہ بن سکتی تھی۔ اگر یقین نہ آئے۔ تو نہج البلاغہ کی اصل عبارت اور اس کا ترجمہ (ذاکر حسین شیعی کے قلم سے) ملاحظہ فرمائیں۔

نہج البلاغہ

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ رُوِيَ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ عِنْدَ دَفْنِ سَيِّدَةِ النِّسَاءِ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ كَالْمُنَاجِيْ بِهِ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ قَبْرِهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ عَنِّيْ وَعَنِ ابْنَتِكَ النَّازِلَةِ فِيْ جِوَارِكَ وَالسَّرِيْعَةِ اللِّحَاقِ بِكَ قَلَّ يَا رَسُوْلَ اللهِ عَنْ صَفِيَّتِكَ صَبْرِيْ وَرَقَّ عَنْهَا تَجَلُّدِيْ إِلَّا أَنَّ فِي التَّأَسِّيْ لِيْ بِعَظِيْمِ فُرْقَتِكَ وَفَادِحِ مُصِيْبَتِكَ مَوْضِعَ تَعَزٍّ فَلَقَدْ وَسَّدْتُكَ فِيْ مَلْحُوْدَةِ قَبْرِكَ وَفَاضَتْ بَيْنَ نَحْرِيْ وَصَدْرِيْ نَفْسُكَ فَإِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

(نہج البلاغہ ص ۲۱۹-۲۲۰ خطبہ نمبر ۲۰۲ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت سیدہ نساء العالمین کے دفن کے وقت آپ نے فرمایا۔ جس طرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنے راز کی باتیں عرض کیا کرتے تھے۔ سلام ہو آپ پر اے رسول خدا میری طرف سے اور آپ کی اس دختر کی طرف سے جو آپ کے پہلو میں وارد ہونے والی ہے۔ اور آپ سے ملحق ہونے کے لیے جلدی کر رہی ہے۔ یا رسول اللہ آپ کی برگزیدہ دختر کے انتقال سے میرا صبر کم ہو گیا اس کی مصیبت کی

وجہ سے میری چستی اور چالاکی جاتی رہی۔ (میں ضعیف ہوگیا) مگر ہاں میرے واسطے اسی امر کی پیروی موجود ہے۔ کہ آپ کی بزرگ فرقت پر صبر کیا۔ آپ کی سنگین اور سخت مصیبت کے وقت صبر و شکیبائی سے کام لیا۔ میں نے اپنے ہاتھوں سے آپ کو لحد میں رکھا۔ اور میرے ہی گلے اور سینے کے درمیان آپ کی روح روانہ ہوئی۔ (بوقت انتقال آپ کا سر میرے سینہ پر تھا۔) پھر جب میں نے اس مصیبت پر صبر کیا۔ تو اب بھی صبر کروں گا۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون

(نیرنگ فصاحت ترجمہ نہج البلاغہ ص ۲۹۱ مطبوعہ مطبع یوسفی دہلی طبع قدیم)

لمحہ فکریہ!

نہج البلاغہ کے درج بالا ترجمہ کو غور سے پڑھیئے۔ اور نجفی کے قائم کردہ موضوع کو دیکھیئے پھر صاف ظاہر ہو جائے گا۔ کہ اس موضوع کا ترجمہ میں کوئی نام و نشان نہیں۔ موازنہ کے لیے دونوں باتوں کو ہم لکھ لیتے ہیں۔ موضوع میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا قول یہ مذکور تھا۔ "میرا صبر ختم ہوگیا"۔ انہیں الفاظ کا ترجمہ مترجم نے یوں کیا ہے "میرا صبر کم ہوگیا"۔ صبر ختم ہو جانا اور صبر میں کمی آجانا کیا ہم معنی الفاظ ہیں؟ ان میں فرق اگر محسوس نہ ہو۔ "تو صبر کی کمی" کی تفسیر و تشریح اسی عبارت سے ملاحظہ کیجئے۔ وہ یہ کہ میری چستی و چالاکی جاتی رہی۔ کہاں چستی اور چالاکی معدوم ہونا۔ اور کہاں اس سے ماتم کا ثبوت اور بے صبری کا اظہار؟ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے خود اپنی کیفیت اور استقلال ان الفاظ میں بیان فرمایا۔ یارسول اللہ! آپ کا وصال میرے لیے سب سے بڑی پریشانی اور مصیبت کا سبب تھا۔ آپ کا وصال میری گود میں ہوا۔ اتنی بڑی مصیبت

پر جب میں نے صبر و استقلال کا دامن نہ چھوڑا۔ تو اس سے کم درجہ مصیبت (حضرت خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کا وصال) پر میرے لیے صبر و تحمل آسان ہو گا۔

شیعہ مترجم نے دراصل حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا یہ ایک عہد ذکر کیا ہے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عہد و پیمان کر رہے ہیں۔ کہ میں آپ کی لختِ جگر اور حسنین کریمین کی والدہ کے وصال پر انشاء اللہ صبر و تحمل سے کام لوں گا۔ اور ایسا کرنا میرے لیے نسبتاً آسان ہو گا۔ اب ہم دریافت کر سکتے ہیں۔ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا یہ وعدہ پورا کیا تھا۔ یا نہیں؟ اگر جواب (از طرف نجفی) یہ ہو کہ یہ وعدہ پورا نہ کیا گیا۔ (جیسا کہ نجفی کے موضوع سے بھی ثابت ہوتا ہے۔) تو "میرا صبر ختم ہو گیا"، درست لیکن حضرت علی المرتضیٰ صبر و شکر کے پیکر نہ رہے۔ اور ان جیسی صابر و شاکر شخصیت کو بے صبر و شکر ثابت کرنا ان کی انتہائی گستاخی اور ان سے عداوت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اور اگر جواب یہ ہے۔ کہ آپ نے اپنا کیا گیا وعدہ نبھایا۔ جو کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شایانِ شان ہے۔ تو اس سے شانِ علی تو اجاگر ہو گی۔ لیکن مدعائے نجفی پر پانی پھر جائے گا۔

قارئین کرام! ہم نے نجفی کو دوراہے پر لا کھڑا کر دیا ہے۔ یہاں سے آسے کوئی سا ایک راستہ اختیار کرنا پڑے گا۔ کیونکہ دونوں باتوں میں کوئی وجہ اشتراک نہیں ہے سو معلوم ہوا۔ کہ نجفی نے مذکورہ موضوع اور اس کے ذیل میں نہج البلاغہ کی عبارت سے یا تو جاہل شیعوں کے دل بہلانے کے لیے چال چلی ہے۔ یا پھر کوئی پرانی دبی ہوئی عداوتِ علی تھی جس کو "محبت" کے رنگ میں ڈھال کر دھوکہ دینے کی کوشش کی۔ اور قرینِ قیاس ہے۔ کہ یہ دونوں ہی مقصد اس مصنف کے پیشِ نظر ہوں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

نجفی کی طرف سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سیدہ زہرا پر ماتم کرنے کا ثبوت

ماتم اور صحابہ

مروج الذہب

وَلَمَّا قُبِضَتْ جَزَعَ عَلَيْهَا بَعْلُهَا عَلِيٌّ جَزَعًا شَدِيدًا وَاشْتَدَّ بُكَاءُهُ وَظَهَرَ أَنِينُهُ وَحَنِينُهُ

(اہل سنت کی معتبر کتاب مروج الذہب جلد ثانی ص ۲۹۱)

ترجمہ:

جب سیدہ زہرہ نے وفات پائی۔ تو جناب کی وفات پر آپ کے شوہر حضرت علی نے بہت جزع کی اور بہت روئے۔

قارئین کرام! بقول چار یاری مذہب کے قاضی کے قرآن میں ستر بار صبر کا ذکر آیا ہے۔ تو کیا جس بزرگ کی شان میں نبی نے یہ فرمایا ہے۔ عَلِيٌّ مَعَ الْقُرْآنِ وَالْقُرْآنُ مَعَ عَلِيٍّ اس نے کوئی ایک مقام پر صبر بھی نہیں دیکھا ہوا تھا۔ جزع پر بہت زور دیا گیا ہے۔

فروع کافی کی ضعیف روایات جزع کے متعلق بار بار پیش کی جاتی ہیں۔ تو کیا اس قاضی اور قادری کو یہ روایات نظر نہیں آئیں جن میں امام کے خود جزع کرنے کا

ذکر ہے۔ ارباب انصاف بین الروایات کا یہ طریقہ نہیں جو ان دونوں نے اختیار کیا ہے
(ماتم اور صحابہ ص ۲۹-۴۰ مطبوعہ ماڈل ٹاؤن لاہور)

جواب اوّل:

انین اور حنین کا معنی کتب لغت سے

کہتے ہیں چور چوری چھوڑ سکتا ہے لیکن ہیرا پھیری نہیں چھوڑ سکتا۔ یہی کہاوت نجفی علیہ ما علیہ پر صادق آتی ہے۔ جب مذہب ہی ہیرا پھیری اور تقیہ کی پیداوار ہو۔ تو اس کے پجاری اور ماننے والے کب سیدھی بات کریں گے۔ اگر سیدھی اور سچی بات کریں تو شیعہ نہ ہوئے۔ حوالہ مذکورہ سے بھی دغا و فریب کا سہارا لے کر حقیقت پر پردہ ڈالنے کی کوشش ہوئی ہے۔ اور ایسا اس لیے کرنا پڑتا تا کہ ان کی مجالس ماتم بدستور ماتم کناں رہیں اور اس ضرب و حرب سے منہ میٹھا اور پیٹ کے دوزخ کا ایندھن ملتا رہے۔ مروج الذہب سے ذکر کردہ عبارت کا اگر صحیح ترجمہ کر دیا جاتا۔ تو دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جاتا۔ عبارت مذکورہ سے مروجہ ماتم کی تردید ہو رہی ہے۔ نہ کہ اس کا ثبوت "ماتم اور صحابہ" نامی کتاب کے مصنف کا پورا زور قلم اس پر صرف ہو رہا ہے کہ مروجہ سینہ کوبی، زنجیر زنی اور ران پیٹنا ثابت ہے۔ آیئے حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے سیدہ خاتون جنت کے وصال پر جو کچھ کیا۔ اس کا اور ان دعوؤں کا موازنہ کریں۔

حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے سیدہ خاتون جنت کے وصال پر جو "جزع" کیا صاحب مروج الذہب نے اس کی تفسیر و تشریح ساتھ ہی ذکر کر دی ہے۔

وَظَهَرَ اَنِيْنُهٗ وَحَنِيْنُهٗ۔ یعنی آپ کے جزع کا یہ عالم تھا۔ یا آپ کا جزع اس رنگ میں تھا۔ کہ وصالِ خاتونِ جنت کی پریشانی اور تکلیف اور دکھ درد کی وجہ سے آپ کے رونے کی آواز سنائی دی۔ اور "آہ" منہ سے نکل گئی۔ ان دونوں الفاظ کا کتب لغات سے معنی ملاحظہ کریں۔

المنجد

اَنَّ۔ اِنِيْنًا وَاِنًّا وَاِنَانًا وَتَاْنَانًا۔

(المنجد مترجم ص ۸۱ مطبوعہ کراچی)

ترجمہ:

کراھنا۔ درد اور دکھ کی وجہ سے آہ نکالنا۔

المنجد

حَنَّ حَنِيْنًا۔ آواز نکالنا خوشی یا غمی سے۔

(المنجد مترجم ص ۲۸۶ مطبوعہ کراچی)

عربی ڈکشنری

حنین کا معنی ہے رونا۔ پھوٹ پھوٹ کر رونا۔ سسکیاں بھرنا۔

(عربی ڈکشنری ص ۲۰۸ چھوٹا سائز)

لغت کی کتب سے ان الفاظ کا معنی آپ نے ملاحظہ فرما لیا۔ جو حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے بوقت جزع نکالے۔ لیکن ان الفاظ کے مفہوم کو ماتم (جس کو ثابت کرنے کے لیے کتاب لکھی گئی) سے کیا تعلق ہے؟ آپ اگر غور

فرمائیں۔ تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی بوقت پریشانی یہ کیفیت دراصل اہل سنت کے نظریہ کی تائید کرتی ہے۔ یعنی بوقت وصال غم میں آنسوؤں کا بہہ جانا اور سسکیاں بھرنا جائز ہے۔ اور اس کی تائید و تصدیق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل شریف سے یوں ملتی ہے۔ کہ جب آپ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم کا وصال ہوا۔ تو آپ کے آنسو بہہ نکلے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! یہ کیا ہے؟ فرمایا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر مومن کو عطاء کی گئی رحمت ہے۔ تو اس سے صاف ظاہر کہ حضرت علی المرتضیٰ نے جو کچھ کیا ہے وہ از روئے شرع ہرگز قابل اعتراض نہیں۔ بلکہ وہ اللہ کی طرف سے عطاء کردہ رحمت کا مظاہرہ تھا۔ لیکن دغا باز نے کیسی چالاکی سے اس سنت اور جائز عمل کو "مروجہ ماتم" کے رنگ میں پیش کیا۔ لفظ "رانین" اور "حنین" کا جو ترجمہ شیعہ مترجم نے کیا۔ اور جو ارباب لغات نے کیا۔ اُسے دیکھیں۔ اور نجفی نے جو اس کی تفسیر لکھی۔ اُسے بھی دیکھیں۔ تو آپ کو معلوم ہو جائے گا۔ کہ نجفی نے ترجمہ کیا ہی نہیں محض تفسیر پر اکتفا کیا۔ تاکہ اپنا مدعا ثابت کرنے میں آسانی رہے۔ ورنہ ترجمہ کرتا۔ تو بات کھل کر سامنے آجاتی۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے سیدہ خاتون جنت کے وصال پر جو کچھ کیا۔ وہ اس صدمہ میں آنسو بہنے تھے۔ اور کچھ آہ و زاری یہ معمولی سی دکھ بھری آواز تھی۔ انہوں نے نہ سینہ کوبی کی، نہ کپڑے پھاڑے اور نہ ہی زنجیر زنی کی۔

خدا کا غضب! اس نام نہاد "محب علی" نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے محبت کا کیا خوب حق ادا کیا۔ محبت کے نام سے اِن کی شخصیت کو بے صبر اور ماتمی ثابت کر کے اپنا اور اپنے مسلک کا رونا رو دیا۔ وہ کہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں مقام صبر و استقلال عطا فرمایا۔ اور یہ کہے کہ انہوں نے بے صبری اور بزدلی کا مظاہرہ کیا۔ وہ فرمائیں کہ ہمارا گھرانا مصائب اور تکالیف کے برداشت کرنے میں "کوہ عظیم"؛

ہے۔ یہ کیسے کہ عالمِ پریشانی میں وہ ایک تنکا سے بھی زیادہ کمزور تھے۔ بہر حال آسمانِ صبر واستقامت پر تھوکنے سے اُس میں داغ آنا تو ناممکن لیکن خود تھوکنے والے کا منہ اور شخصیت آلودگی سے نہیں بچ سکتی۔ یہی حال بروزِ حشر اس "نام نہاد محب" کا ہوگا۔ اللہ سمجھنے کی توفیق دے۔

جوابِ دوم:

مروج الذہب شیعوں کی اپنی کتاب ہے

"مروج الذہب" کو صاحب ماتم" نے اہل سنت کی "معتبر کتاب" کے طور پر پیش کیا ہے۔

آئیے! ذرا اس کتاب کے بارے میں حقائق تلاش کریں۔ تاکہ مصنف کے مسلک و مذہب کا صحیح علم ہو جائے۔ سو عرض ہے۔ کہ مروج الذہب نامی کتاب کا مصنف "علی بن حسین مسعودی" ہے۔ (اگر بقول و تحقیق نجفی یہ شخص سنی ہے۔ تو جامع الاخبار وغیرہ کی روایات کے مطابق یہ بھی کتّ اور سور ہوا۔ کیونکہ ان کی کتب کی عبارات تمام اہل سنت کو اسی نام کا مستحق گردانتی ہیں) اس مصنف کے بارے میں شیعہ مؤرخین اور محدثین کی سنیئے کہ مسلک و مشرب کے اعتبار سے یہ کون تھا۔

الکنیٰ والالقاب

علامہ مجلسی در مقدمہ و پیش گفتار بحار فرمودہ و مسعودی را نجاشی در فہرستش از راویانِ شیعہ شمردہ و گفتہ او راست کتاب اثبات الوصیۃ

علی ابن ابی طالب علیہ السلام و کتاب مروج الذہب در سال ۳۳۳ برابر ثلج از دنیا رفت۔

ترجمہ: علامہ باقر مجلسی نے مسعودی (علی بن حسین صاحب مروج الذہب) کو اپنی کتاب بحار الانوار کے مقدمہ میں اور نجاشی نے اپنی فہرست میں شیعہ راویوں میں شمار کیا ہے۔ اور یہ بھی کہا۔ کہ اس کی ایک کتاب "اثبات الوصیۃ لعلی بن ابی طالب" اور دوسری "مروج الذہب" تھی۔ مقام ثلج میں ۳۳۳ھ میں اس نے انتقال کیا۔

منتخب التواریخ

مورخ ہرگاہ متعصب بود ہر چہ مقتضائے طبع او باشد انجام می دہد اما خداوند نہی فرمودہ است۔ قولہ تعالیٰ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ؕ اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى۔ و دشمنی شما با قومی شما را برآں ندارد کہ از عدل منحرف شوید عدل ورزید کہ بہ پرہیزگاری نزدیک تر است۔

یکے از علمائے معروف عجم در بارہ مسعودی صاحب مروج الذہب گوید او شیعی بود بعلت آنکہ در اخبار خلفائے بنی عباس وغیرہ اقتصار بر مثالب و عیوب و طعن و لعن نکردہ است و از محاسن اعمال آنان لختی بر شمردہ با آنکہ مسعودی مردی شیعی و امامی بود و در نقل تاریخ وظیفہ مورخ را انجام دادہ است نہ ابراز تعصب مذہبی کردہ و ہر کس داند کہ شقی ترین مردم روزگار نیز بعض نیک صفات داشتند۔

(منتخب التواریخ تصنیف محمد ہاشم بن محمد علی خراسانی شیعی مقدمہ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

تاریخ دان اور تاریخ نویس جب متعصب ہوتا ہے۔ تو جو کچھ اس کی طبیعت کے مطابق ہوتا ہے۔ وہی تحریر کرتا ہے۔ لیکن خالق کائنات نے ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اس کا ارشاد گرامی ہے۔ "اے لوگو! تمہیں کسی قوم کی عداوت اور دشمنی اس روش پر آمادہ ہرگز نہ کرے۔ کہ تم عدل و انصاف کا دامن ہی چھوڑ دو۔ (دیکھو) عدل و انصاف کیے جاؤ یہی پرہیزگاری کے بہت نزدیک ہے۔"

ایک غیر عرب مشہور عالم نے مسعودی کے بارے میں کہا۔ کہ وہ شیعہ نہ تھا جس کی دلیل اس نے یہ پیش کی۔ کہ مسعودی نے بنی عباس کے خلفاء وغیرہ کے متعلق صرف اور صرف ان کے نقائص، مظالم اور لعن طعن پر اکتفا نہ کیا۔ بلکہ ان کے بعض ایسے افعال کا تذکرہ بھی کیا جو قابل تحسین تھے۔ (لیکن اس عالم کا یہ کہنا درست نہیں۔) کیونکہ مسعودی ان تمام باتوں کے باوجود شیعی اور امامی تھا اور اس نے تاریخ نویسی میں وہ راستہ اختیار کیا۔ جو ایک مؤرخ کے شایان شان تھا اس نے مذہبی تعصب کا اظہار نہ کیا۔ اور ہر شخص اس سے بخوبی آگاہ ہے۔ کہ بدترین شخص بھی اپنے اندر بعض اچھی صفات رکھتا ہے۔

یہ دو حوالہ جات مسعودی کے نظریہ اور مسلک کی واضح نشاندہی کرنے کے لیے ہم نے درج کیے ہیں۔ اب ایک عدد حوالہ خود مسعودی کا اپنے بارے میں بھی ملاحظہ ہو جائے۔ کہ وہ اپنا مسلک کیا بتلاتا ہے؟

مروج الذہب

وَقَدْ اَتَيْنَا عَلَى الْكَلَامِ فِىْ ذَالِكَ عَلَى الشَّرْحِ

وَالْاِيْضَاحِ فِيْ كِتَابِنَا الْمُسْتَرْجَمِ وَبِكِتَابِ الصَّفْوَةِ فِي الْاِمَامَةِ. وَفِيْ كِتَابِ الْاِسْتِبْصَارِ وَفِيْ كِتَابِ الزَّاهِيْ، وَغَيْرِهٖ مِنْ كُتُبِنَا فِيْ هٰذَا الْمَعْنٰى۔

(مروج الذہب للمسعودی ص ۲۷۷ جلد دوم ذکر مبعثہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ مطبوعہ بیروت۔ طبع جدید۔)

ترجمہ:

(حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کی بالنص امامت کے متعلق) ہم نے اپنی کتاب "الصفوۃ فی الامامت" اور الاستبصار و الزاہی نامی کتابوں میں بہت شرح اور وضاحت کے ساتھ اس کو ذکر کیا۔ اور اس پر طویل کلام لکھا۔

ان حوالہ جات سے (جس میں مسعودی کا خود اپنا مسلک بھی درج ہوا۔) معلوم ہوا کہ یہ شخص مسلک و مشرب کے اعتبار سے شیعہ تھا۔ اور ان کے ایک فرقہ "امامیہ" کے عقائد رکھتا تھا۔ اور اسی کی تبلیغ و تشریح بھی کیا کرتا تھا۔ جب غیر عربی ایک عالم نے اس کی تاریخ نویسی پر اعتراض کیا۔ کہ وہ اپنی تاریخی کتب میں درج شدہ واقعات اور حالات کی بنا پر شیعہ نظر نہیں آتا۔ تو اس کے شیعہ ثابت کرنے کے لیے صاحب منتخب التواریخ نے اپنی کتاب کے مقدمہ میں اس امر کی وضاحت اور صفائی پیش کی۔ کہ آخر اس کا قصور یہی ہے۔ کہ اس نے بنی عباس کے خلفاء کی اچھی باتیں بھی اپنی تاریخ میں درج کر دیں۔ تو ایسا کرنا از روئے قرآن ایک مؤرخ کے لیے درست بلکہ لازم ہے۔ لہٰذا اس اعتراض کی بنا پر ایک کٹر امامی شیعہ ہی نہ ماننا ہرگز درست نہیں۔ یعنی پکا شیعہ تھا۔

نجفی شیعی کا خود اپنے بڑے کو سُنّی قرار دینا اور اس کی کتاب کو اہل سنت کی کتاب کہنا اس کی دو ہی توجیہات ہو سکتی ہیں۔ اول یہ کہ نجفی اپنے ہی اکابر اور ان کی تحریروں سے ناواقف ہے۔ بیچارہ اپنے بیگانے کا امتیاز نہیں کر سکتا۔ یا پھر جانتے بوجھتے محض اپنے مقصد کو ثابت کرنے کے لیے ایک اچھے خاصے شیعہ کو اٹھا کر سنیوں تک پھینک دیا۔ تاکہ عوام شیعہ ہی سمجھیں۔ کہ نجفی صاحب نے کمال کر دیا ہے۔ خود سنیوں کے عالم کی کتاب سے ماتم ثابت کر دکھایا۔ جہاں تک اس کتاب کی عبارت سے مروجہ ماتم اور جامہ دری وغیرہ ثابت کرنے کی جسارت کی گئی ہم اس کی بھی وضاحت کر چکے۔ اور اس پر مزید یہ کہ مذکورہ کتاب اور اس کا مصنف ان کے بڑوں کی نظر میں شیعہ امامی تھا اس کی عبارت بالفرض اگر مطلوبہ دعویٰ کی تائید بھی کرتی۔ تو ہم پر حجت ہرگز نہ بن سکتی تھی۔ امید ہے۔ کہ قارئین کرام اس دوغلا پن سے بخوبی آگاہ ہو گئے ہوں گے۔

فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِي الْاَبْصَارْ

غلام حسین نجفی شیعی کی چھٹی دغابازی

نجفی شیعی نے پہلے کی طرح اپنی تصنیف کے صفحہ ۴۰ تا ۴۶ پر بھی وہی انداز اختیار کیا ہے۔ جو فضولیات اور لاحاصل باتوں پر مشتمل ہے۔ کتاب کے نام کے مطابق، "مروجہ ماتم" کے ثبوت پر جو عنوان باندھے ہیں۔ وہ کچھ اس طرح ہیں۔

۱۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ میدانِ کربلا کو دیکھ کر صبر نہ کر سکے۔ بَکٰی حَتّٰی بَلَّ الْاَرْضَ مِنْ دُمُوْعِہٖ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اتنے روئے کہ آنسوؤں سے زمین تر ہو گئی۔

۲۔ وفاتِ نبی پر ثلاثہ کی بے صبری۔ حضرت عمر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال پر حواس باختہ ہو گئے۔

۳۔ حضرت عثمان وفاتِ نبی پر حواس کھو بیٹھے۔

۴۔ صحابی کا وفاتِ نبی پر بے صبری کرنا اور بینائی کھو بیٹھنا۔

۵۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ قبرِ نبی کو دیکھ کر صبر نہ کر سکی۔ اور قبر پر لیٹ گئی۔

(ماتم اور صحابہ صفحہ نمبر ۴۰ تا ۴۶ مطبوعہ لاہور۔)

جواب:

مقام غور ہے۔ کہ ان مذکورہ عنوانات میں سے کوئی ایک بھی اس امر کو ثابت نہیں کر سکتا۔ کہ اہل تشیع کے ہاں "مروجہ ماتم" درست اور فعلِ صحابہ کرام ہے۔ جس طرح پچھلے اعتراض کے جواب میں ہم نے گزارش کی تھی۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

کا سیدہ خاتونِ جنت کے وصال پر "ابنین وحسنین" کرنا قطعاً خلاف شریعت نہیں۔ اور یہ بھی کہ اس سے مروجہ ماتم کے ثبوت کی بجائے اس کی بیخ کنی ہوتی ہے۔ اسی طرح ان تمام عنوانات سے اگر ثابت ہوتا ہے۔ تو یہ کہ ان حضرات نے بوجہ مصیبت اور کسی دوست کے انتقال پر وہی کچھ کیا۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بیٹے ابراہیم کی وفات پر کیا تھا۔ گفتگو تو اس مسئلہ پر ہو رہی تھی۔ کہ کیا مروجہ شیعی ماتم اور زنجیر زنی وغیرہ افعال شرعیہ ہیں۔ اور ان کے جواز کا کوئی شاہد ہے؟ ان شواہد و واقعات سے جو کچھ ثابت ہوتا ہے وہ اور مروجہ ماتم دو مختلف امر ہیں۔ ان حوالہ جات سے مروجہ ماتم اور زنجیر زنی کا ثبوت ہرگز ہرگز نہیں ملتا۔ حضرات صحابہ کرام کا غمِ رسول میں نڈھال ہو جانا اور روتے روتے بینائی سے محروم ہونا اور سیدہ عائشہ صدیقہ کا قبرِ مصطفیٰ پر لیٹ جانا کس طرح مروجہ ماتم اور کپڑے پھاڑنے سے مشابہت رکھتا ہے۔ زنجیر مار مار کر لہولہان ہو جانا اور آنکھوں سے آنسو بہہ نکلنا کیا ایک جیسے ہی دو فعل ہیں؟ اگر اللہ تعالیٰ نے نجفی کے عقل و فراست پر تالے ڈال دیئے ہیں۔ تو اس سے دوسرے لوگ اندھے بہرے نہیں ہو گئے۔ سبھی جانتے ہیں کہ ان چار یا پانچ باتوں کے ذریعہ نجفی نے دھوکہ و فریب دینے کی کوشش کی ہے جسے ہم نے واضح کر دیا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

دغابازی نمبر ۲

حضرت ابوبکر کے بیٹے پر بی بی عائشہ کا جزع کرنا۔

ماتم اور صحابہ — اہل سنت کی معتبر کتاب تاریخ ابوالفداء جلد ۱ ص ۱۷۹

تاریخ ابوالفداء:

وَاَقْبَلَ مُحَمَّدٌ يَمْشِيْ حَتّٰى اِنْتَهٰى اِلٰى خَرْبَةٍ نَقَبَضَ عَلَيْهِ وَاَتَوْا بِهٖ اِلٰى مُعَاوِيَةَ ابْنِ خَدِيْجٍ فَقَتَلَهٗ وَاَلْقَاهُ فِيْ جِيْفَةِ حِمَارٍ وَاَحْرَقَهٗ بِالنَّارِ وَدَخَلَ عَمْرٌو مِصْرَ وَبَايَعَ اَهْلَهَا لِمُعَاوِيَةَ وَلَمَّا بَلَغَ عَائِشَةَ قَتْلُ اَخِيْهَا مُحَمَّدٍ جَزَعَتْ عَلَيْهِ وَقَنَتَتْ فِيْ دُبُرِ كُلِّ صَلٰوةٍ تَدْعُوْا عَلٰى مُعَاوِيَةَ وَعَمْرِو بْنِ الْعَاصِ وَضَمَّتْ عِيَالَ اَخِيْهَا مُحَمَّدٍ اِلَيْهَا وَلَمَّا بَلَغَ عَلِيًّا مَقْتَلُهٗ جَزِعَ عَلَيْهِ۔

(اہل سنت کی معتبر کتاب تاریخ ابوالفداء جلد ۱ ص ۱۷۹)

ترجمہ:

جب جناب محمد بن ابی بکر کو اسیر کر کے معاویہ ابن خدیج کے پاس لایا گیا۔ تو اس نے محمد کو گدھے کی کھال میں بند کر کے جلایا۔ جب بی بی عائشہ کو

اپنے بھائی کے قتل کی خبر پہنچی تو اس مصیبت پر جزع کیا۔ اور ہر نماز کے بعد قنوت میں معاویہ اور عمرو عاص پر بددعا کرتی تھیں۔ اور جب محمد کے قتل کی خبر حضرت علی کو پہنچی تو حضرت علی نے بھی جزع کیا۔

قارئین۔ مولوی لوگ جزع کے معنی پر پڑا زور دیتے ہیں۔ جزع کے معنی خواہ منہ پیٹنا ہو یا بال نوچنا جو بھی معنی کیا جائے یہ جزع حضرت عائشہ نے محمد بن ابی بکر پر کیا اور اگر یہ بدعت ہے۔ تو اس کی ابتدا ام المؤمنین نے فرمائی۔

اگر بی بی عائشہ کا بھائی مر جائے تو جزع جائز ہے۔ اور اگر اولادِ رسول بھوکی، پیاسی ذبح کر دی جائے۔ اور تین روز تک فاطمہ زہرا کے جگر پاروں کی لاشیں دفن نہ ہونے پائیں۔ تو اُن کی مصیبت پر حرام کیوں ہے؟

(رسالہ ماتم اور صحابہ تصنیف غلام حسین نجفی ص۴۵، ۴۶
— مطبوعہ لاہور)

جوابِ اوّل:

مذکورہ حوالہ کی سند غیر معروف ہے۔

غلام حسین نجفی شیعی نے تاریخ ابوالفداء کے حوالہ سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے محمد بن ابی بکر کی وفات پر جزع بمعنی منہ پیٹنا اور بال نوچنا کیا۔ اور اس روایت کو اپنے مدعا پر قوی دلیل کے طور پر پیش کیا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ جزع کے معنی جو اس مدعی نے کیے۔ (منہ پیٹنا، بال نوچنا) وہ سرے سے اس لفظ کے معنی ہی نہیں ہیں۔ بے چارہ جزع کے معنی اگر اپنی طرف سے نہ کرتا۔ تو مروجہ ماتم کس طرح ثابت کرتا۔ لہٰذا اس نے

پہلے خود لفظ جزع کا معنی متعین کیا۔ اور پھر اس کی روشنی میں مروجہ ماتم پر اس روایت کو دلیل قوی کے طور پر پیش کیا ہے۔ بہرحال اس روایت کو بطور درایت پرکھا جائے تو ناقابل اعتبار و استناد روایت بنے گی۔ تاریخ ابوالفداء کی مذکورہ روایت کی کوئی سند ذکر نہ کی گئی۔ اور بے سند روایت کے متعلق خود نجفی بھی مقر ہے۔ کہ ایسی ہر روایت ناقابل حجت اور بے اصل ہوتی ہے۔ پھر نجفی شیعی نے بے سند روایت کا سہارا لے کر دوسرے پر حجت قائم کرنے کی ناکام کوشش کیوں کی ؟ لہٰذا بے سند روایت اُس کی طرح ہمیں بھی تسلیم نہیں ہے۔

جواب دوم:

اس کی غیر معروف سند میں اصل راوی شیعہ ہے

روایت مذکورہ کے بارے میں میں نے کئی ایک کتب کو دیکھا بھالا۔ تاریخ کامل اور ابن خلدون میں اس کی سند ناپید تھی۔ ہاں تاریخ طبری میں یہ باسناد مذکور ہے۔ جو یہ ہے۔

تاریخ طبری:

قال ابو مخنف حدثنی محمد بن یوسف بن ثابت الانصاری عن شیخ من اھل المدینۃ۔

(تاریخ طبری جلد ششم ص ۵۸ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

ابومخنف نے کہا کہ حدیث بیان کی مجھ سے محمد بن یوسف بن انصاری نے انصاری نے اہل مدینہ میں سے اپنے کسی شیخ سے۔

اس روایت کا راوی اول ابومخنف لوط بن یحییٰ ہے جس کے بارے میں کتب اسمائے رجال میں سے بارہا یہ تحریر کیا جا چکا ہے کہ اس کی روایت معتبر نہیں۔ (لسان المیزان) اور بقول ابن عدی کے یہ حاسد اور متعصب شیعہ تھا۔ اور ان کا مخبر تھا اس قسم کے کٹر شیعہ کی روایت اپنے مسلک کے لیے تو مفید ہو سکتی ہے لیکن ہمارے لیے حجت اور دلیل ہرگز نہیں بن سکتی۔

جواب سوم:

تاریخ ابوالفداء کے علاوہ راقم الحروف نے تاریخ ابن خلدون جلد دوم ص ۲۴۲ اور تاریخ طبری جلد ۶ ص ۶۰ پر مذکورہ روایت پائی۔ ان دونوں کتابوں میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا جناب محمد بن ابی بکر کے قاتل پر قنوت پڑھنے کا تو ذکر ہے۔ لیکن "وجزعت" کا لفظ نہیں تھا۔ جس سے یہ تأثر ملتا ہے۔ کہ لفظ مذکور شاید من گھڑت ہو۔ اور ایسے لفظ کا سہارا لے کرام المؤمنین رضی اللہ عنہا پر جزع فزع کا حکم صادر کرنا بہتان کے زمرے میں آتا ہے۔

جواب چہارم:

روایت مذکورہ میں محمد بن ابی بکر کو جلانے کا تذکرہ ہے۔ لیکن قرائن و شواہد سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ بھی غلط ہے۔ کیونکہ علامہ خیرالدین زرکلی نے اپنی شہرۂ آفاق تصنیف "الاعلام" میں اس واقعہ کو ان الفاظ سے نقل کیا ہے۔

الاعلام:

لَمْ يُحْرَقْ وَدُفِنَتْ جُثَّتُهُ مَعَ رَأْسِهِ فِي مَسْجِدٍ يُعْرَفُ بِمَسْجِدِ "زِمَامٍ" خَارِجَ الْمَدِينَةِ الْفُسْطَاطِ قَالَ ابْنُ سَعِيْدٍ وَقَدْ زُرْتُ قَبْرَهُ فِي الْفُسْطَاطِ۔

(الاعلام جلد ۶ ص ۸۹ تذکرہ محمد بن ابی بکر)

ترجمہ:

محمد بن ابی بکر کو جلایا نہیں گیا تھا۔ آپ کی لاش بمعہ ان کے سر کے ایک مسجد میں دفن کر دی گئی۔ جو مسجد زمام کے نام سے معروف و مشہور ہے۔ شہر فسطاط سے باہر واقع ہے۔ ابن سعید کہتے ہیں۔ کہ میں نے محمد بن ابی بکر کی قبر کی شہر فسطاط میں زیارت کی ہے۔

تو جس شخص کی قبر موجود ہو۔ اور اس کی زیارت بھی کی گئی ہو۔ اور اس کا مقام بھی معروف و مشہور ہو۔ تو اس کے بارے میں یہ کہنا کہ "ان کو گدھے کی کھال میں ڈال کر جلایا گیا تھا" قطعاً درست نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جل کر راکھ بن جانے والے کا سر اور دھڑ نہیں رہتا۔ اور نہ ہی اُسے قبر کی ضرورت باقی رہتی ہے۔

جواب پنجم:

لفظ جزع کا معنیٰ مروجہ ماتم نہیں

نجفی شیعی نے اپنی پرانی روش پر چلتے ہوئے لفظ "جزع" سے مروجہ ماتم اور کپڑے پھاڑنا وغیرہ ثابت کرنے کی قابلِ مذمت کوشش کی ہے۔ معلوم ہوتا

ہے۔ کہ بے چارہ اس لفظ کے معنی اور استعمال تک سے ناواقف ہے یہی لفظ قرآن و حدیث میں کئی ایک مرتبہ استعمال ہوا۔ اور اس کو صبر کے مقابل کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے۔

أَجَزِعْنَا أَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِيصٍ۔

یعنی کیا ہم جزع کریں یا صبر کریں الخ۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے جزع اور صبر کو ایک دوسرے کے مقابل کے طور پر ذکر کیا۔ (اگرچہ یہ براہ راست اللہ تعالیٰ کا قول نہیں۔ بلکہ کسی کا قول نقل کیا ہے لیکن پھر بھی مدعا ثابت کہ جزع اور صبر دو متقابل لفظ ہیں۔)

عربی لغت کی مشہور کتاب "لسان العرب"، میں مذکور ہے۔

لسان العرب

اَلْجَزْعُ نَقِيْضُ الصَّبْرِ۔

ترجمہ: "جزع" صبر کی نقیض ہے۔ (لسان العرب جلد ۸ ص ۴۷)

المنجد میں یوں تحریر ہے۔

المنجد

جزع کا معنی صبر نہ کرتے ہوئے اظہار غم کرنا۔

(المنجد ص ۸۷ ا مطبوعہ کراچی)

ان شواہد سے معلوم ہوا۔ کہ "جزع" صبر کی ضد اور نقیض ہے۔ یعنی صبر نہ کرنے کو جزع کہتے ہیں۔ عدم صبر یا صبر نہ کرنا ایک ایسا مفہوم ہے۔ جس میں کمی بیشی اور کثرت و قلت کا پایا جانا بالکل واضح ہے۔ یعنی معمولی بے صبری ہو یا کچھ زیادہ

ہو یا انتہائی درجہ کی بے صبری ان سب صورتوں میں "جزع" کا اطلاق آتا ہے
پھر بے صبری تمام حالات میں حرام وممنوع نہیں ہے۔ بلکہ بعض حالات میں حرام،
بعض میں مکروہ اور خلافِ اولیٰ ہے۔ دیکھئے ایک شخص روٹی کے ٹھنڈا ہونے تک
انتظار و صبر نہیں کرتا۔ یہ بھی بے صبری ہے۔ پانی کو تین سانس سے کر پینے کی بجائے
ایک ہی دفعہ سارا پی جانا بھی بے صبری کا مظاہرہ ہے۔ روزہ رکھ کر بوقتِ افطار
جلدی کرنا کہ ابھی سورج اندر یا باہر ہوا اور روزہ کھول لیا جائے اسی طرح خواہشاتِ
نفسانیہ کے پورا کرنے کے لیے کسی عورت سے زنا کا ارتکاب بھی بے صبری
کے زمرے میں آتا ہے۔ ان میں بے صبری تو ہے۔ لیکن سبھی کا حکم ایک سا نہیں ہے
گویا۔ "بے صبری" حلال وحرام دونوں قسم کے افعال پر بولا جاتا ہے۔ ان حقائق
کے پیشِ نظر شیعی نجفی کا اس لفظ سے "مروجہ ماتم" ثابت کرنا ایک ناپاک جسارت
ہے۔ خود ان کے مسلک کی کتب میں بھی اس لفظ کا معنی رونا، پیٹنا، سینہ کوبی کرنا ہی
نہیں بلکہ بے قراری بھی آیا ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

فروع کافی

فَقَالَ نَحْنُ اَهْلُ الْبَيْتِ اِنَّمَا نَجْزَعُ قَبْلَ الْمُصِيْبَةِ فَاِذَا وَقَعَ اَمْرُ اللّٰهِ رَضِيْنَا بِقَضَائِهٖ وَسَلَّمْنَا لِاَمْرِهٖ۔

(فروع کافی جلد سوم ص ۲۱۷)

ترجمہ:
فرمایا (امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے) ہم اہل بیت بے قرار ہوتے

ہیں۔ قبل مصیبت لیکن جب مصیبت آجاتی ہے۔ تو قضائے الٰہی پر راضی ہو جاتے ہیں۔ اور اس کے حکم کو تسلیم کر لیتے ہیں۔

نجفی صاحب! ذرا بتلائیے تو کہاں آپ کا جزع سے مطلب اور معنی مروجہ ماتم اور بال نوچنا وغیرہ اور کہاں بے قراری؟ کیا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد سے بھی آپ وہی کچھ ثابت کریں گے۔ جو آپ ثابت کرنے کے درپے ہیں۔؟ ویسے میرا دل گواہی دیتا ہے۔ کہ اگر نجفی شیعی کو امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا یہ قول یاد ہوتا۔ تو اس سے بھی وہی ثابت کر دکھاتا۔ جو اسی طرح کے دوسرے حضرات کے اقوال سے ثابت کر دکھایا۔ بہر حال "بے قراری" کوئی حرام و ممنوع نہیں کہ اس قسم کے جزع کرنے پر حضرات اہل بیت کی طرف سے کسی جواب کی ضرورت درپیش ہو۔ مزید سنیئے! اس فروع کافی میں "جزع" کا معنی بال نوچنا اور منہ پیٹنا بھی مذکور ہے۔ اور اس قسم کے جزع کو خود امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے حرام فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

امام جعفر نے مروجہ ماتم کو ناجائز قرار دیا ہے۔

فروع کافی

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ قُلْتُ مَا الْجَزَعُ قَالَ اَشَدُّ الْجَزَعِ الصُّرَاخُ بِالْوَیْلِ وَالْعَوِیْلِ وَلَطْمُ الْوَجْهِ وَالصَّدْرِ وَجَزُّ الشَّعْرِ مِنَ النَّوَاصِیْ وَاَقَامَ النَّوَاحَةَ فَقَدْ تَرَكَ الصَّبْرَ وَاَخَذَ فِیْ غَیْرِ

طَرِيْقِهٖ وَمَنْ صَبَرَ وَاسْتَرْجَعَ وَحَمِدَ اللّٰهَ عَزَّ
وَجَلَّ فَقَدْ رَضِيَ بِمَا صَنَعَ اللّٰهُ وَوَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ
وَمَنْ لَمْ يَفْعَلْ ذَالِكَ جَرٰى عَلَيْهِ الْقَضَاءُ وَهُوَ ذَمِيْمٌ
وَاَحْبَطَ اللّٰهُ اَجْرَهٗ۔

(فروع کافی جلد ۳ ص ۲۲۲ کتاب الجنائز

باب الصبر والجزع والاسترجاع)

ترجمہ:

فرمایا حضرت (امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ) نے جب میں نے پوچھا۔ جزع کیا ہے۔ اشد جزع زور سے رونا پیٹنا منہ پر طمانچے مارنا، سینہ کوٹنا سر کے بال نوچنا اور نوحہ کرنا ہے۔ یہ صورت ترک صبر کی ہے۔ اور صحیح طریقہ کو چھوڑنا ہے۔ اور جس نے صبر کیا اور انا للّٰہ وانا الیہ راجعون کہا اور اللہ کی حمد کی تو وہ اللہ کی مشیت پر راضی ہوا۔ اور اجر اپنا اللہ پر رکھا اور جس نے ایسا نہ کیا حکم خدا تو جاری ہو کر رہا۔ اور وہ قابل مذمت قرار پاتا ہے۔ اور اس کا اجر ختم کر دیا جاتا ہے۔

(الشافی ترجمہ فروع کافی جلد سوم صفحہ

نمبر ۱۸۶، ۱۸۷)

اسی طرح لفظ "جزع" کا اطلاق اُن آنسوؤں کے بہنے پر بھی ہوتا ہے۔ جو کسی مصیبت اور دکھ کی وجہ سے بہتے ہوں۔ لیکن اس کو کوئی بھی ناجائز نہیں کہتا۔ لیکن اگر کسی شخص نے بوقتِ مصیبت بال نوچے اور سینہ کوبی کی۔ تو یہ جزع امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے نزدیک ناجائز و حرام ہے۔ بلکہ امام موصوف نے مصیبت پڑنے کے بعد اس قسم کے جزع کو "کافرانہ جزع" فرمایا ہے۔ امام موصوف کا قول ہے۔

جامع الاخبار

اِنَّ الْجَزْعَ وَالْبَلَاءَ يَسْتَبِقَانِ اِلَى الْكَافِرِ۔

(جامع الاخبار ص ۱۳۲ مطبوعہ نجف اشرف)

ترجمہ:

جزع اور مصیبت کافر کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ نیز آپ ہی کا ارشاد گرامی ہے۔

جامع الاخبار

اَلصَّبْرُ مِنَ الْاِيْمَانِ بِمَنْزِلَةِ الرَّأْسِ مِنَ الْجَسَدِ وَلَا اِيْمَانَ لِمَنْ لَا صَبْرَ لَهٗ۔

(جامع الاخبار ص ۱۳۲ مطبوعہ نجف اشرف)

ترجمہ:

صبر کا ایمان میں وہ مقام ہے۔ جو جسم انسانی میں سر کا ہے۔ اور جو بے صبرا ہے۔ وہ ایمان سے خالی ہے۔

ان ارشادات وشواہد کی روشنی میں یہ بات بالکل عیاں ہو گئی۔ کہ "جزع" ایک ایسا مفہوم ہے۔ جس میں کمی بیشی پائی جاتی ہے۔ اور اسی وجہ سے اس کی کچھ اقسام جائز اور بعض دوسری ناجائز ہیں۔ اب جبکہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے ارشاد کے مطابق جزع کی وہ صورت کہ جس میں بال نوچنا، سینہ کوبی کرنا وغیرہ ہو۔ حرام ہے۔ اور کافرانہ فعل ہے۔ تو پھر اس لفظ سے یہی معنی ثابت کرنا اور شرعاً اسے جائز قرار دینا کوئی ذی فہم ہرگز نہیں مانے گا۔ اس جواز کی شکل میں نجفی شیعی اُن صفات کو ذکر نہ

سے لفظ جزع کا صدور ہوا۔) بقول امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کافرانہ فعل کا مرتکب بنا رہا ہے۔ اگر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے وصال پر ہی جزع کیا، حضرات صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال پر ہی جزع کیا۔ تو آن کے بارے میں وہی فتوے دو گے جو امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسا کرنے پر فتویٰ دیا۔؟

معلوم ہوا۔ کہ یہ نجفی شیعی کے اندھے پن کی علامت ہے۔ کہ وہ اپنے بیگانے سبھی کو کافر بنانے پر تُلا ہوا ہے۔ ہمارا یہ اعلان ہے۔ کہ اگر کسی ایک صحیح مرفوع حدیث سے نجفی شیعی یہ ثابت کر دے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بوقتِ مصیبت سینہ کوبی کی، بال نوچے، گریبان پھاڑا اور زنجیر زنی کی۔ تو فی حوالہ تیس ہزار روپے نقد حاصل کرلو۔ یہ اکیلا نہیں اس کی پوری برادری کو چیلنج ہے۔

هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ

نجفی شیعی کی اٹھویں دغابازی

حضرت علی کا قول ہے وفات نبی پر صبر نہیں چاہیئے

ماتم اور صحابہ

اہل سنت کی معتبر کتاب تذکرۃ الخواص الامہ صفحہ نمبر ۹ - نہج البلاغہ ص۲۰۲ مطبوعہ مصر

وَقَالَ الشَّعْبِیُّ بَلَغَنِیْ اَنَّ اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَقَفَ عَلٰی قَبْرِ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَقَالَ اِنَّ الْجَزْعَ لَیَقْبَحُ اِلَّا عَلَیْکَ فَاِنَّ الصَّبْرَ یَحْمَلُ اِلَّا عَنْکَ

ترجمہ:

شعبی بیان کرتے ہیں کہ حضرت امیرالمؤمنین علی بن ابی طالب قبر نبی پر آئے۔ تو فرمایا یا رسول اللہ جزع کرنا آپ کی مصیبت پر قبیح نہیں ہے اور صبر کرنا آپ (کی مصیبت) پر اچھی چیز نہیں۔

قارئین کرام! حرمت جزع کی رٹ لگانے والے یہ قاضی اور قادری اپنی

کتابوں کا مطالعہ کرتے تو ان کو اپنے چوتھے خلیفہ کا جزع کرنا نظر آ جاتا۔ شاید یہ لوگ جن صحابہ کی سیرت حجت ہے ان میں حضرت علی کو شمار نہیں کرتے۔ کیونکہ علی کی ذات تو وہ ہے۔ کہ نبی کریم نے فرمایا۔ علی مع القرآن والقرآن مع علی۔ علی مع الحق والحق مع علی جب علی نے جزع فرمائی تو جزع از روئے قرآن بھی ثابت ہو گئی۔ اور جزع کرنا حق بھی ہو گیا۔ لیکن ان دونوں مولویوں کو جزع سے ضد ہے۔

(ماتم اور صحابہ ص ۲۸، ۲۹)

جواب اول:

تذکرۃ الخواص کی عبارت نقل کرنے میں خیانت

نہج البلاغہ سے حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کا منقول کلام نجفی نے پیش کر کے "مروجہ ماتم" ثابت کرنا چاہا۔ قول یہ ہے۔ "صبر اچھا ہے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اچھا نہیں۔ اور جزع قبیح ہے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر قبیح نہیں" لیکن اس قول سے نجفی شیعی کا مدعا ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا۔ اس کی پہلی وجہ یہ ہے کہ "مروجہ ماتم" کی ہیئت و صورت اور ہے۔ اور حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کے فرمان کا دوسرا مفہوم ہے۔ ہر شخص جانتا ہے۔ کہ "مروجہ ماتم" سینہ کوبی، زنجیر زنی اور بال نوچنے وغیرہ افعال پر مشتمل ہے۔ اس قسم کا ماتم صرف یہی نہیں کہ ہم ہی اسے حرام و ممنوع کہتے ہوں۔ بلکہ احادیث بھی اس کی ممانعت میں بالتصریح موجود ہیں حضرت علی المرتضٰے کے فرمان کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک کا انتقال فرمانا ایسا شدید صدمہ کا باعث ہے۔ کہ اس سے پہلو تہی نہیں کی جا

سکتی۔ دوسرے لوگوں کا وصال و انتقال اتنا شدید نہیں۔ اس لیے وہاں صبر اچھا اور جزع قبیح ہے۔

نجفی نے فریب دہی اور دھوکہ سے کام لے کر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مذکور قول سے مُراد لی ہے۔ کہ عدم صبر اور جزع "مروجہ ماتم" کا ہم معنی ہیں لہٰذا "مروجہ ماتم" کے جواز کا ثبوت حضرت علی المرتضیٰ کے قول سے مل گیا۔ لیکن ان دونوں معانی میں ترادف اور مساوات صرف نجفی کی اختراع ہے۔ اس کے بڑے اس مفہوم کو ہرگز نہیں مانتے۔ ان بڑوں نے قولِ شیرِ خدا میں جزع کا معنی "ذکر کرنا" اور صبر کا مفہوم "غفلت برتنا" لیا ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

ابن میثم:

وَالْجَزْعُ عَلَيْهِ غَيْرُ قَبِيْحٍ لِاَنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ اَصْلُ الدِّيْنِ وَالْقُدْوَةُ فِيْهِ فَالْجَزْعُ فِي الْمُصِيْبَةِ بِهٖ يَسْتَلْزِمُ دَوَامَ تَذَكُّرِهِ الْمُسْتَلْزِمِ لِدَوَامِ ذِكْرِ اَخْلَاقِهٖ وَسُنَنِهٖ وَسِيْرَتِهٖ فَكَانَ غَيْرَ قَبِيْحٍ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ ..... وَاَمَّا الصَّبْرُ فَاِنَّهُ يَؤُلُ اِلَى سَلْوَانِهٖ وَالْغَفْلَةِ عَنْهُ فَكَانَ غَيْرَ جَمِيْلٍ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَقَدْ تَعَرَّضَ لِفَضِيْلَةِ الْقَبِيْحِ مِنْ بَعْضِ الْاِعْتِبَارَاتِ وَلِرَذِيْلَةِ الْحَسَنِ مِنْ وَجْهٍ۔

(شرح نہج البلاغہ ابن میثم جلد ۵ ص ۲۹۲ مطبوعہ تہران)

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم (کے انتقال کے وقت) پر جزع کرنا بُرا نہیں ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دین کا اصل اور اس کے مقتدا ہیں۔ لہذا آپ کی مصیبت میں جزع کرنا آپ کے ذکر کو ہمیشہ جاری رکھنے کے لیے لازم ہے۔ اور آپ کا ذکر خیر کرتے رہنا اس کو لازم ہے۔ کہ آپ کے اخلاق حسنہ آپ کی تعلیمات اور سیرت طیبہ کا ہر وقت ذکر ہوتا رہے۔ لہذا اس وجہ سے آپ پر جزع کرنا بُرا نہیں۔

البتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مصائب سُن کر اُن پر صبر نہ کرنا اس لیے بہتر ہے کہ اس قسم کے صبر کرنے کا نتیجہ یہ نکلے گا۔ کہ آپ کی طرف سے غفلت اور عدم توجہی برتی جائے۔ اور آپ سے غفلت، اور عدم توجہی چونکہ بری بات ہے۔ اس لیے اس کے محرکات (صبر کرنا) بھی اچھے نہ رہے۔ دکیا آپ دیکھتے نہیں) کہ کبھی ایسا ہے کہ ایک بُرائی (بے صبری) بعض اعتبارات کی وجہ سے اچھائی بن سکتی ہے۔ اور اچھائی کچھ دوسرے اعتبارات، سے برائی میں شمار ہونے لگتی ہے۔

فیض الاسلام:

(شکیبائی نیکو است مگر از جدائی تو و بے تابی زشت است مگر بر مرگ تو ذیرا آنحضرت اصل دین و پیشوائے آں بود پس بے تابی در مصیبت او زشت نیست چوں ایں بے تابی مستلزم آں ست کہ ہمیشہ از خو باو روش آں بزرگوار یاد شود و شکیبائی در آں نیکو نمی باشد چوں مستلزم بے خبری از آں ست۔ (ترجمہ و شرح نہج البلاغہ فیض الاسلام ص ۱۲۳۸ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

صبر اچھا ہے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی پر (اچھا نہیں) اور بے تابی واضطراب بُرا ہے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر (بُرا نہیں) اس لیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اصلِ دین اور پیشوائے دین تھے۔ لہٰذا ان کی مصیبت میں بے تابی بُری نہیں۔ کیونکہ اس بے تابی سے آپ کی عادت اور سیرت پاک ہر وقت سامنے رہتی ہے۔ اور صبر کرنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اچھا نہیں رہتا۔ کیونکہ اس پر عمل کرنے سے آپ کی ذات اقدس سے بے خبری لازم آتی ہے۔

لمحہ فکریہ:

نجفی شیعی کو بھی معلوم تھا۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے قول میں بے صبری اور جزع کا مفہوم "مروجہ ماتم" ہرگز نہ تھا۔ لیکن اس قول کی صحیح تشریح و تفسیر (جو اس کے بڑوں نے بیان کی) اگر بیان کرتا۔ تو اس کے مسلک کے خلاف پڑتا۔ یہ کس قدر بددیانتی اور فریب دہی ہے۔ چلو۔ ہم اہل سنت تو اس کے مخالف ٹھہرے۔ لیکن افسوس کہ ظالم نے اپنوں کی بات بھی نہ مانی۔ اور بڑی ڈھٹائی سے حضرت شیر خدا رضی اللہ عنہ کے قول کو وہ معنی پہنائے۔ جو کسی طور بھی درست نہیں ہو سکتے تھے اور اپنوں کی ذہانت اور علمیت پر گھوڑا چلا دیا۔ ان کی تشریح و تفسیر کو سیاہ چادر تلے دبا کر "مروجہ ماتم" کے ثبوت کا علم بلند کر دیا۔ مختصر یہ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے قول میں موجود لفظ جزع کا مطلب "حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر کرنا اور آپ کا اسوہ حسنہ بیان کرنا" اور بے صبری کا مفہوم "آپ سے غفلت برتنا" ہے۔ ان دونوں باتوں کو ہم اہل سنت کب منع کرتے ہیں۔ ہم تو اس قسم کی باتوں کو عین ایمان قرار دیتے ہیں۔ ہم یہ سے

کوئی معمولی آدمی بھی اس کے ناجائز ہونے کا تصور نہیں کرے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یاد میں آنسو بہانا اور اوصاف حمیدہ کا تذکرہ ہمارا اوڑھنا بچھونا ہے۔

اب دوسری کتاب کی طرف آیئے۔ اس کتاب کی عبارت مکمل درج نہ کی تاکہ قلعی نہ کھل جائے اور دجل و فریب کا پردہ نہ چاک ہو جائے۔ چلو! جس قدر اسے مطلوب تھی اس سے بھی تو مقصد برآری نہیں ہوتی۔ "جزع کرنا آپ کی مصیبت پر قبیح نہیں"، اس ترجمہ سے "مروجہ ماتم" کی کوئی بو آتی ہے جس کے ثابت کرنے کے لیے نجفی ادھار کھائے بیٹھا ہے۔ اس میں "جزع کرنا" مذکور ہے جس کی بہت سی جائز اور ناجائز صورتیں ہیں۔ خواہ مخواہ اس سے وہ مطلب لینا جو امام جعفر صادق کے نزدیک شیوہ کفر ہے۔ کہاں کی دینداری اور عقلمندی ہے؟ اب پوری عبارت نقل کر کے ہم اس کے دجل و فریب اور مکاری کو آشکارا کرتے ہیں۔

تذکرۃ الخواص الامہ:

وَقَالَ الشَّعْبِيُّ اَنَّ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَقَفَ عَلٰى قَبْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَقَالَ اِنَّ الْجَزَعَ لَيَقْبَحُ اِلَّا عَلَيْكَ وَاِنَّ الصَّبْرَ لَيَجْمَلُ اِلَّا عَنْكَ ثُمَّ قَالَ مَافَاضَ دَمْعِيْ عِنْدَ نَازِلَةٍ اِلَّا جَعَلْتُكَ لِلْبُكَاءِ سَبَبًا وَاِذَا ذَكَرْتُكَ سَامَحْتُكَ بِهٖ مِنِّي الْجُفُوْنَ فَفَاضَ وَانْسَكَبَا۔

(تذکرۃ الخواص الامہ ص ۱۶۷ تذکرہ مختارات من شعرہ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

شعبی نے کہا۔ مجھے یہ خبر ملی۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرانور پر حاضر ہوئے۔ اور عرض کرنے لگے۔ یارسول اللہ!
جزع کرنا آپ کے سوا کسی دوسرے پر بہت بُرا ہے۔ اور ہر مصیبت
پر صبر کرنا بہت خوبصورت ہے۔ لیکن آپ کی جدائی پر صبر نہیں ہو سکتا
پھر فرمایا۔ میری آنکھوں سے جب بھی آنسو بہے۔ تو میں نے آپ کی ذات
کو رونے کا سبب بنالیا۔ اور جب بھی آپ کی یاد مجھے آئی۔ تو آپ کی
جُدائی میں رونے سے میری آنکھوں نے تحمل نہ کیا۔ بلکہ خوب کھل
کر روئیں۔

فقط آنسوؤں سے رونا سنّتِ رسولِ کریم ہے۔ جیسا کہ احادیث میں وارد ہے
کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے صاحبزادے جناب ابراہیم کے وصال پر آنسو
بہہ نکلے تھے۔ کچھ یہی کیفیت حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کی بھی مذکور ہوئی۔ حضرت
علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کا آنسو بہا کر رونا کون اِسے ناجائز کہتا ہے۔ لیکن اس رونے
سے جزع بمعنی مروجہ ماتم کہاں سے ثابت ہو گیا۔ سینہ کوبی کی اِس سے شہادت
کیونکر مل سکتی ہے۔ اور زنجیر زنی کا اِس سے کہاں تعلق ہو سکتا ہے؟

کہاں کفار کا فعل اور کہاں حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کا عمل شریف؟ نجفی کو خدا کا خوف کھانا چاہیئے۔ اور اپنی اِس ناپاک جسارت
پر اپنے رب کے حضور توبہ کرنی چاہیئے۔

جوابِ دوم:

تذکرۃ الخواص کا مصنف سنی نہیں شیعہ ہے

نجفی شیعی کا "تذکرۃ الخواص الامہ" کو اہل سنت کی معتبر کتاب کہنا بھی محل نظر ہے بلکہ حقیقت یہ ہے۔ کہ سبط ابن جوزی (مصنف کتاب تذکرۃ الخواص الامہ) کو ہمارے اہل سنت حضرات شیعہ رافضی کہتے ہیں۔ ہماری بات پر یقین نہ ہو۔ تو اپنے ہی شیخ عباس قمی کی زبانی سن لیجئے۔

الکنیٰ والالقاب:

سبط ابن جوزی۔ ابوالمظفر یوسف بن قزغلی بغدادی عالم فاضل مؤرخ و کمال است واز اوست کتاب تذکرۃ الخواص الامۃ در ذکر خصائص ائمہ علیہم السلام ومرأت الزمان در تاریخ اعیان در صدو چہل مجلد ذہبی گفتہ ورأس حکایتہا سے باور نکردنی آوردہ وگمان ندارم ثقہ باشد نارواگو وگزافہ پرداز است وبایں ہمہ رافضی است پایان۔

(الکنیٰ والالقاب جلد سوم ص ۲۹۷ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

سبط ابن جوزی ابوالمظفر یوسف بن قزغلی بغدادی ایک عالم فاضل اور مورخ کامل ہو گزرا ہے اس کی تصانیف میں سے ایک کتاب تذکرۃ الخواص الامہ

ہے۔ جو حضرات ائمہ (اہل تشیع کے بارہ امام) کے خصائص میں لکھی گئی ہے۔ اور دوسری کتاب مرآۃ الجنان ہے۔ جو مشہور و معروف اشخاص کی سوانح پر مشتمل ہے۔ اس کی تقریباً چالیس جلدیں ہیں۔ علامہ ذہبی کا کہنا ہے کہ ابن جوزی نے اس کتاب میں ایسی حکایات بھی درج کر دی ہیں۔ جن پر یقین نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ وہ ذکر کرنے کے قابل ہی نہ تھیں) اس کے ثقہ ہونے کا مجھے گمان نہیں۔ اور یہ شخص فضول باتیں کہنے والا اور نامناسب الفاظ ادا کرنے والا تھا۔ اس کے باوجود یہ پکا رافضی (شیعہ) ہے۔

مختصر یہ کہ نجفی شیعی نے مروجہ ماتم اور سینہ کوبی ثابت کرنے کے لیے ہر حربہ استعمال کیا۔ اگر عبارت میں خیانت کرنا پڑی۔ تو ذرا شرم محسوس نہ کی۔ اگر شیعوں کی کتاب کو سنیوں کی کتاب کہنا پڑا۔ تو بے حیائی سے ایسا کر دکھایا۔ اگر کسی اپنے بڑے کو شیعیت سے نکالنے پر کام بنتا دیکھا۔ تو فوراً اس کی ٹانگ پکڑی۔ اور سنیوں میں پھینک دیا۔ اگر ائمہ اہل بیت میں سے کسی کو استعمال کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ تو اپنے مقصد کی خاطر ان کی امامت کو داؤ پر لگا دیا۔ آخر ایسا کیوں نہ کرتا بے چارہ "وحجۃ الاسلام" جو ہوا۔ آخر حجت بازی سے کب ٹل سکتا ہے۔ یہی ایک حربہ ہے۔ جس کے ذریعہ عام شیعہ اس کے فریب کی نذر ہو جاتے ہیں۔ اس کے برعکس اگر حقیقت کو مدنظر رکھا جائے۔ تو ان کتب اور ان مصنفین کی عبارات سے قطعاً یہ ثابت نہیں ہو سکتا۔ کہ وہ مروجہ ماتم اور سینہ کوبی وغیرہ کے مؤید تھے۔ اس کی تائید وہ کیوں کرتے۔ کیونکہ بقول امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ یہ جزع تو افعالِ کفار میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرما دے۔ حق و باطل کا امتیاز کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور دغا بازی و مکاری سے بیزاری عطا کرے۔ آمین

لفظ بکاء اور جزع کے متعلق ایک

متفق علیہ اور مصدقہ ضابطہ

نجفی نے کتاب مذکورہ میں لفظ جزع اور نوحہ سے مروجہ ماتم ثابت کرنے کی کوشش کی۔ اس سلسلہ میں کتب شیعہ اور کتب لغت سے ایک ضابطہ تحریر کرنا ہم ضروری سمجھتے ہیں۔

جیسا کہ گزشتہ اوراق میں المنجد اور لسان العرب کے حوالہ جات سے یہ ذکر ہو چکا ہے۔ کہ جزع کا ہر جگہ ایک معنی نہیں ہوتا۔ بلکہ کسی مقام پر فقط آنسو بہا کر رونا، دکھیا ہونا بے قرار ہونا اور کسی مقام پر منہ پیٹنا، سینہ کوبی کرنا اور بال نوچنا وغیرہ ہے۔ نہ یہ سارے افعال حلال ہیں۔ اور نہ ہی حرام۔ بلکہ جزع کی بعض صورتیں جائز اور بعض حرام ہیں۔ اب دوسرا لفظ نوحہ لیجئے۔ کہ جس سے مروجہ ماتم ثابت کرنے کی نجفی نے قسم کھا رکھی ہے۔ لغت میں اس کا معنی ملاحظہ ہو۔

المنجد:

نَاحَتْ تَنُوْحُ نَوْحًا وَنَوَاحًا وَنِيَاحًا وَنِيَاحَةً وَمَنَاحَةً الْمَرْاَةِ الْمَيِّتَ وَعَلَى الْمَيِّتِ۔ عورت کا مردہ پر نوحہ کرنا۔ بین کرنا، واویلا کرنا۔ نِيَاحَةُ الْحَمَامَةِ۔ فاختہ کا کوکو کرنا۔ اِسْتَنَاحَتْ اِسْتِنَاحَةُ الْمَرْاَةِ۔ عورت کا رونا،

اِسْتِنَاحَ الذِّئْبُ بھیڑیئے کا بھونکنا۔ النوحۃ۔ میت پر بین کرنا المناح رونے کی جگہ۔ المناحۃ عورتیں جو میت پر رونے کے لیے جمع ہوں۔

(المنجد ص ۹۳۰ مطبوعہ کراچی طبع جدید)

لسان العرب:

وحمامۃ نائحۃ ونواحۃ واستناح الرجل کناح واستناح الرجل بکی حتی استبکی غیرہ۔

(لسان العرب جلد دوم ص ۶۲۷ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

نائحۃ کوکو کرنے والی۔ آدمی رویا ہے۔ ایک شخص اتنا رویا کہ اس نے دوسرے کو بھی رلا دیا ہو۔

ان حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ جزع کی طرح نوحہ بھی کسی ایک معنی میں ہی استعمال نہیں ہوتا۔ آنسو بہانا۔ بین کرنا، اور رونا اسی لفظ کے مختلف معانی ہیں۔ لہٰذا جہاں کہیں آنسو بہانے اور رونے کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ یہ نوحہ جائز ہے اور جہاں بین کرنے کے معنی میں آیا ہے۔ وہ حرام ہے۔ اور اس پر شدید وعیدیں موجود ہیں المنجد اور لسان العرب کتب لغت سے ان دو لفظوں کے معانی ہم نے ذکر کیے۔ اب اس کی تصدیق کتب شیعہ سے ملاحظہ ہو۔

من لا یحضرہ الفقیہ:

وَقَالَ الصَّادِقُ عَلَیْہِ السَّلَامُ لَمَّا مَاتَ اِبْرَاھِیْمُ ابْنُ

رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ حَزَنَّا عَلَیْکَ یَا اِبْرَاھِیْمُ وَ اِنَّا لَصَابِرُوْنَ یَحْزَنُ الْقَلْبُ وَ تَدْمَعُ الْعَیْنُ وَلَا نَقُوْلُ مَا یُسْخِطُ الرَّبَّ۔

(۱۔من لایحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۱۱۲ فی التعزیۃ والجزع عند المصیبۃ مطبوعہ تہران طبع جدید)
(۲۔منتہی الآمال مصنفہ شیخ قمی جلد اول صفحہ نمبر ۱۲۶ دربیان احوالِ اقربا رحضرت رسولﷺ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے ابراہیم کا انتقال ہوا۔تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔اے ابراہیم! ہم تم پر غمگین ہیں۔اور بے شک ہم صابر ہیں۔دل مغموم ہے۔اور آنکھیں آنسو بہا رہی ہیں۔لیکن ہم کوئی ایسا کام نہ کریں گے۔جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب ہو۔

من لایحضرہ الفقیہ

وَقَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ حِیْنَ جَاءَتْہُ وَفَاۃُ جَعْفَرَ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ عَلَیْہِمَا السَّلَامُ وَزَیْدِ بْنِ حَارِثَۃَ کَانَ

إِذَا دَخَلَ بَيْتَهُ كَثُرَ بُكَاءُهُ عَلَيْهِمَا جِدًّا وَيَقُولُ كَانَا يُحَدِّثَانِي وَيُؤَانِسَانِي فَذَهَبَا جَمِيعًا۔

(من لا يحضره الفقيه جلد اول ص ۱۱۳
فی التعزیة والجزع عند المصيبة
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت جعفر بن ابی طالب اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما کے انتقال کی خبر پہنچی۔ اس خبر کے بعد جب آپ گھر تشریف لاتے۔ تو ان دونوں کی یادیں بہت زیادہ رویا کرتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے۔ کہ وہ دونوں مجھ سے گفتگو کیا کرتے تھے۔ اور پیار و محبت تھا۔ ان دونوں کو مجھ سے وہ اکٹھے ہی دنیا سے انتقال کر گئے۔

من لا یحضرہ الفقیہ:

وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِنَّ الْبَلَاءَ وَالصَّبْرَ يَسْتَبِقَانِ إِلَى الْمُؤْمِنِ فَيَأْتِيهِ الْبَلَاءُ وَهُوَ صَبُورٌ وَإِنَّ الْجَزَعَ وَالْبَلَاءَ يَسْتَبِقَانِ إِلَى الْكَافِرِ فَيَأْتِيهِ الْبَلَاءُ وَهُوَ جَزُوعٌ۔

(من لا یحضرہ الفقیہ جلد اوّل ص ۱۱۳ فی التعزیة الخ)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ بے شک جزع اور مصیبت مومن

کو چھوتے ہیں۔ سو جب اُسے مصیبت (بلاء) چھوتی ہے۔ تو وہ بڑے صبر سے اُس کا مقابلہ کرتا ہے۔ اور بے شک جزع اور مصیبت کافر کی طرف بڑھتی ہے۔ سو جب اُسے کوئی مصیبت آجاتی ہے۔ تو وُہ بہت زیادہ جزع کرنے والا نظر آتا ہے۔

امالی طوسی:

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا مَاتَ اِبْرَاهِيْمُ بَكَى النَّبِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ حَتّٰى جَرَتْ دُمُوْعُهُ عَلٰى لِحْيَتِهٖ فَقِيْلَ لَهٗ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تَنْهٰى عَنِ الْبُكَاءِ وَاَنْتَ تَبْكِيْ فَقَالَ لَيْسَ هٰذَا بُكَاءً اِنَّمَا هٰذِهٖ رَحْمَةٌ وَمَنْ لَا يَرْحَمْ لَا يُرْحَمْ۔

(امالی طوسی جلد اول ص ۳۹۸
الجزء الثالث عشر مطبوعہ قم
طبع جدید)

ترجمہ:

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے جناب ابراہیم نے وصال فرمایا۔ تو ان کی وفات پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر روئے۔ کہ آپ کی داڑھی مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ (بعد میں) آپ سے دریافت کیا گیا۔ یا رسول اللہ! آپ تو ہمیں رونے سے منع فرماتے ہیں۔ اور خود اپنے بیٹے کی وفات پر روتے رہے؟ آپ نے فرمایا۔ جو کچھ تم نے دیکھا۔ وہ رونا نہیں تھا۔

یہ آیتیں اللہ تعالیٰ کی رحمت تھی اور جو کسی پر رحم نہیں کرے گا۔ اس پر بھی رحم نہیں کیا جائے گا۔

خلاصہ:

کتب لغت اور ان کی تائید کے طور پر کتب شیعہ کے حوالہ جات آپ حضرات ملاحظہ کر چکے۔ اس وضاحت کے بعد ہر ذی عقل تسلیم کرے گا۔ کہ جزع اور نوحہ دو ایسے لفظ ہیں۔ جو جائز اور ناجائز دونوں قسم کے افعال پر بولے جاتے ہیں۔ آنکھوں سے آنسوؤں کو بہانا اور رونا اگرچہ جزع اور نوحہ ہے۔ لیکن حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا صدور موجود ہونے کی صورت میں ایسے کوئی بھی ناجائز نہیں کہہ سکتا ہے خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اللہ کی رحمت قرار دیا ہے۔ اپنے بیٹے اور جناب جعفر و زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم کی وفات پر آپ کا ایسا جزع اور نوحہ مروی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ نے جزع اور نوحہ کر جو اس سے بڑھ کر ہو۔ یعنی سینہ کوبی گریبان چاک کرنا اور منہ پر طمانچے مارنا اس کو آپ نے اللہ تعالیٰ کے غضب کا ذریعہ فرمایا ہے۔ لہٰذا اس قسم کا جزع و نوحہ ممنوع و حرام ہے۔ اور من لایحضرہ الفقیہ کے مطابق یہ جزع اور نوحہ کفار کے افعال میں داخل ہے۔ پھر امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے مومن اور کافر کا مصیبت کے وقت جزع اور نوحہ کرنا متعین کر دیا ہے۔ ان تصریحات کے بعد کوئی بھی ذی ہوش امام جعفر صادق، حضرت علی المرتضیٰ حتیٰ کہ خود حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے مقابلہ میں ایک گھسے پٹے دغا باز کی باتوں اور گپّوں پر کس طرح مطمئن ہو سکتا ہے۔

ہماری اس تحقیق سے یہ بات بھی واضح ہو گئی۔ کہ اس جعلی "حجۃ الاسلام" کو لغتِ عربی اور اپنے مسلک کی کتب دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ اور اگر ان دونوں لفظوں

کے معنی اور استعمال کو جانتا تھا۔ تو پھر ان کا غلط معنی پیش کر کے میدانِ تالیف و تصنیف میں رُسوائے زمانہ کردار اپنایا۔ جس پر دُنیائے شیعیت کو ماتم کرنا چاہیئے تھا۔ اور "حجۃ الاسلام" کا لقب دے کر اپنا منہ لپیٹ لینا چاہیئے تھا۔ یہ اس سے کہیں بہتر ہوتا۔ کہ حضرات ائمہ اہل بیت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو غلط رنگ میں پیش کیا جاتا۔

بہرحال نجفی اور اس کے ساتھی بخوبی آگاہ ہیں۔ کہ تعلیماتِ حضرات ائمہ اہل بیت رضی اللہ عنہم یہی ہیں۔ کہ سینہ کوبی، زنجیر زنی، بال نوچنے اور گریبان چاک کرنا ایسے افعال ہیں۔ جو شرعاً ناجائز اور حرام ہیں۔ ان کے جواز کے حق میں نہ تو ان حضرات سے کوئی صحیح مرفوع سند روایت موجود ہے۔ اور نہ ان کا خود فعل اس کی تائید و تصدیق میں پیش کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ ان سے اس ناجائز صورت کا صدور ناممکن ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

غلام حسین نجفی کی نوبن دغابازی

ماتم اور صحابہ	"ملاں غلام رسول ناروالی کی عیاری"

ملاں موصوف نے اپنے رسالہ "ابتدائے ماتم" کے صفحہ ۱۲ پر ایک مجہول اور جھوٹی روایت لکھی ہے۔

"نوحہ کرنا کارِ شیطان ہے اور نوحہ کرنے والا کتے کی شکل میں قیامت کے دن آئے گا" یہ روایت اوّلاً تو غلط اور جھوٹی ہے۔ اور دوسرا یہ کہ اس میں امام حسینؑ پر نوحہ کرنے کا کوئی ذکر نہیں۔ حالانکہ ہم شیعہ تو صرف امام حسینؑ پر اور آپ کے ان متعلقین پر جو نشانۂ ظلم وجور بنے نوحہ کرتے ہیں۔

یہ ملاں شیعہ دشمنی کی بنا پر نوحہ کی رٹ لگاتا ہے۔ اور ضعیف ومجہول اور غلط روایات کا سہارا لیتا ہے۔ حالانکہ معتبر کتبِ اہل سنت سے ثابت ہے (جیسا کہ اس کا ذکر ابھی آئے گا۔) کہ ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام اور ام البشر جناب حوّا نے بھی نوحہ فرمایا ہے۔ اور مزید برآں حضرت ابوبکر کی دختر نیک اختر اور رسول اللہ کی چہیتی زوجہ بی بی عائشہ نے بھی نوحہ فرمایا ہے۔

اگر اس ملاں کو عزادارانِ حسین کا کوئی پاس لحاظ نہ تھا۔ تو کم از کم اپنے باپ آدم اور اپنی ماں حوا اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ہی کچھ خیال کر لیا ہوتا۔

آدم وحوا کا نوحہ

اہل سنت کی معتبر کتاب سے تاریخ یعقوبی جلد اول صفحہ نمبر ۳۰

تاریخ یعقوبی:

وَمَكَثَ اٰدَمُ وَحَوَّا يَنُوْحَانِ عَلٰى هَابِيْلَ دَهْرًا طَوِيْلًا حَتّٰى يُقَالُ اِنَّهُ خَرَجَ مِنْ دُمُوْعِهِمَا كَالنَّهْرِ۔

(تاریخ یعقوبی جلد ۱ ص ۳۰)

ترجمہ:

آدم وحوا ایک مدت دراز تک ہابیل پر نوحہ کرتے رہے۔ یہاں تک کہا گیا ہے۔ کہ ان کے آنسوؤں سے (پانی) مانند نہر جاری ہوا۔

قادری جی! آدم آپ کا باپ ہے۔ اور حوا آپ کی ماں ہے۔ اور ان دونوں نے نوحہ کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ نوحہ کرنے والے روز قیامت مانند سگ آئیں گے۔ اب بتائیے ماں باپ کے بارے میں کیا حکم ہے؟

اگر آدم وحوا کا اپنے پارہ جگر ہابیل پر نوحہ کرنا جائز ہے۔ تو شیعہ حضرات کا بھی حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر نوحہ و بکا کر کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پرسا دینا جائز ہے۔

اور یاد رہے کہ مظلوم کی عزاداری ملاں کے فتوؤں سے نہیں

دے گی۔

(ماتم اور صحابہ تصنیف غلام حسین نجفی شیعی ص ۴۷، ۴۸ مطبوعہ لاہور)

جواب:

رسالہ ماتم اور صحابہ کے مصنف نجفی شیعی نے اس عبارت میں بھی کئی طرح سے دغا بازی کی۔ اور دجل و فریب سے کام لے کر اپنا مدّعا ثابت کرنے کی کوشش کی۔ میں کوشش کروں گا۔ کہ اس حوالہ میں مذکور ہر ایک فریب کا مستقل جواب تحریر کروں۔ تاکہ حق و باطل نکھر کر سامنے آجائے۔

وباللہ التوفیق

نارووالی کی روایت کو ملاں باقر مجلسی معتبر اور نجفی غیر معتبر قرار دیتا

دغا بازی نمبر ۱

"ملاں غلام رسول نارووالی کی عیاری" کے عنوان سے نجفی نے کہا۔ کہ "حلیۃ المتقین" سے جو عبارت مولوی نارووالی نے پیش کی (جو یہ ہے۔ نوحہ کار شیطان ہے اور نوحہ کرنے والا بروز قیامت کتے کی شکل میں اٹھایا جائے گا۔) یہ عبارت جھوٹی ہے۔ سو گزارش ہے۔ کہ کسی روایت کو جھوٹا کہہ دینے سے اس کا جھوٹا ہونا ہرگز قابل تسلیم نہیں ہوتا۔ یہ اس وقت ہوگا۔ جب اس کے جھوٹے ہونے پر دلائل تو یہ پیش کیے جائیں جب اس روایت کے متعلق اس قسم کے دلائل نجفی نے پیش کیے۔ اور نہ ہی ہیں۔ تو پھر اس کے جھوٹا اور موضوع ہونے کا حکم لگانا کب درست ہوگا۔ بلکہ اس کے برعکس خود اہل تشیع کے ایک نامور مجتہد ملاں باقر مجلسی سے بسند صحیح اس مفہوم کی روایت موجود ہے۔ ملاحظہ فرمادیں۔

حیات القلوب

بسند معتبر از حضرت صادق علیہ السلام...... زنی را دیدم بر صورت سگ و آتش در دبرش داخل میکردند و از دہانش بیروں می آمد و ملائکہ سر و بدنش را

بگزرہائے آہنیں میزدند فاطمہ صلوات اللہ علیہا گفت اسے پدر بزرگوار من مرا خبردہ کہ عمل وسیرت ایشاں چہ بود کہ حق تعالیٰ ایں نوع عذاب برایشاں مسلط گردانید حضرت گفت ای دخترگرامی۔۔۔۔۔ آنکہ بصورت سگ بود و آتش درد برش میکردند او خوانندہ و نوحہ کنندہ وحسود بود۔

(حیات القلوب جلد دوم ص ۲۴۲ ۵ باب بست و چہارم در معراج آنحضرت مطبوعہ لکھنؤ طبع قدیم)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے معتبر سند کے ساتھ مروی ہے۔۔۔۔ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) کہ میں نے ایک عورت دیکھی۔ جس کی شکل کتے کی تھی۔ اور فرشتے اس کی دُبر میں آگ داخل کرکے اُس کے مُنہ سے نکالتے تھے۔ اور کچھ دوسرے فرشتے اس کے سَر اور جسم کو لوہے کی گرزوں سے پیٹ رہے تھے۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا ابا جان! بتلایئے کہ ان (سزا پانے والوں) کے کیا کرتوت تھے۔ جن کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے اس قسم کے عذاب میں انہیں گرفتار کیا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے نیک بیٹی! ۔۔۔۔۔ جو کتے کی شکل میں تھی اور فرشتے اس کی دُبر میں آگ داخل کرکے اُس کے منہ سے نکال رہے تھے۔ وہ واویلا کرنے والی۔ نوحہ کرنے والی اور حسد کھانے والی تھی۔

قارئین کرام! معتبر سند کے ساتھ مروی روایت آپ نے ملاحظہ کی۔ اس میں صاف صاف موجود ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج عالم برزخ

میں نوحہ کرنے والی کو کُتیّا کی شکل میں دیکھا۔ عالم برزخ یا عالم مثال درحقیقت قیامت سے پیش آنے والے واقعات و حالات کی ابتداء ہے۔ تو بروز قیامت نوحہ کرنے والی کی شکل کتے کی شکل میں تبدیل ہو جانا بسندِ صحیح ثابت ہوگیا۔ اور اس روایت کو بسندِ صحیح روایت کرنے کی بات وہ شخص کر رہا ہے۔ جو عباس قمی شیعی کی نظر میں بے مثل محقق اور یکتا مبلغ تھا۔

الکنی والالقاب

مجلسی ...... برائے این شیخ قرینی در عصراو و قبل از او نہ بود و بے مثل بود در ترویج دین و احیاء شریعت سید المرسلین علیہ السلام بسبب تصنیف و تالیف و امرونہی

(الکنی والالقاب جلد چہارم ص ۷۹ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

ملا باقر مجلسی ...... اس شیخ کا نہ اس سے پہلے اور نہ ہی اس کے دور میں کوئی ہمسر و برابر ہوا۔ دین کی ترویج اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے احیاء میں بے مثل تھا۔ یہ مقام اس نے اپنی تصنیف و تالیف اور امرونہی کے ذریعہ پایا۔

اسی شیخ کے متعلق عباس قمی مزید لکھتا ہے۔

الکنی والالقاب

و بہ برکت ہمت او احادیث اہل البیت علیہم السلام منتشر گردیدہ مروی مؤید از نزد خدا و مسدد بودہ و بیشتر علماء اعلام مانند آقا حسین خونساری

واستاد ما ملا محمد باقر بلکہ سائر فضلا را حیا نیکہ قبل از ایں طبقہ بودند از شاگردان او نید وازاد اخذ فقہ و حدیث و تفسیر کردہ واجازت حدیث گرفتہ اند۔

(کتاب الکنی والالقاب جلد ۳ ص ۸۲ تذکرہ علامہ مجلسی مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

علامہ ملا باقر مجلسی کی ہمت اور محنت کی بدولت اہل بیت رضوان اللہ علیہم کی احادیث لوگوں تک پہنچیں۔ اور یہ شخص اللہ تعالیٰ کا تائید یافتہ اور اس کی طرف سے راہ راست پر گامزن تھا۔ اور بہت سے مشہور و معروف علماء جیسا کہ آقا حسین خونساری اور ہمارے استاد ملا محمد باقر بلکہ اس طبقہ سے پہلے کے تمام نامی گرامی فضلاء انہیں کے شاگرد تھے۔ اور ان سے ہی فقہ و حدیث اور تفسیر کے علوم سیکھے۔ اور حدیث کی اجازت بھی انہیں سے حاصل کی۔

شیخ عباس قمی کے بقول ملا باقر مجلسی کی شان و شوکت آپ نے ملاحظہ کی۔ ایک طرف ان کا یہ عظیم مجتہد، مفسر اور معلم اور دوسری طرف غلام حسین نجفی شیعی ذرا موازنہ کریں اور پھر انصاف سے کہیں۔ کہ نجفی نے جو کچھ لکھا۔ وہ درست ہے۔ یا جو ملاں باقر مجلسی نے کہا وہ؟

لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ مولوی غلام رسول ناروالی نے جو کچھ لکھا۔ وہ درست ہے۔ اور اہل تشیع کے ایک نامی گرامی عالم نے اس جیسی روایت بھی کی ہے۔ برخلاف اس کے کہ نجفی نے جو اس روایت کو غلط اور جھوٹا کہا۔ یہ کہنا خود غلط اور اور جھوٹ ہے۔

دغابازی نمبر ۱۱

نجفی شیعی نے مروجہ ماتم ثابت کرنے کے لیے ایک عجیب چال چلی۔ وہ یہ کہ "ہم امام حسین رضی اللہ عنہ پر اور آپ کے ان متعلقین پر جو نشانۂ ظلم و جور بنے ماتم کرتے ہیں الہٰذا ہم ماتم کرنے والے اُس روایت کے مصداق نہیں بنتے جس میں کتے کی شکل کا ذکر ہے" مولوی غلام رسول ناروالی نے جو روایت پیش کی ہے۔ نجفی نے بصورت تسلیم اس میں مذکور نوحہ سے نوحہ امام حسین خارج کر دیا ہے۔ یعنی مقصد یہ ہے۔ کہ ہر نوحہ کرنے والا کتے کی شکل میں اٹھایا جائے گا۔ مگر امام حسین اور آپ کے مظلوم ساتھیوں پر نوحہ کرنے والا اس وعید و سزا میں شامل نہیں۔ لہٰذا امام حسین وغیرہ ساتھیوں پر نوحہ کرنا جائز ہے۔

ہم نجفی سے دریافت کرتے ہیں۔ کہ روایتِ مذکورہ جو کہ عام نوحہ کرنے والوں کے لیے ہے۔ تم نے امام حسین وغیرہ پر نوحہ کرنے والوں کو اس سے کس دلیل کے ذریعہ نکالا۔ بغیر دلیل کے تخصیص ہرگز قابل قبول نہیں۔ اگر اس میں امام حسین وغیرہ پر نوحہ کرنے کا ذکر نہیں۔ تو پھر کسی دوسرے کا نام بتلا دو۔ کہ جس کے متعلق یہ وعید صادق سمجھی جائے۔ امام حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں پر نوحہ کو اس عموم سے نکال کر وعید میں شامل نہ کرنا اس کی بظاہر دو ہی وجوہات ہو سکتی ہیں۔ اول وجہ یہ کہ شہادت امام عالی مقام ایک اندوہ ناک اور باعثِ صدمہ واقع ہے۔ کہ اتنا اندوہناک کوئی دوسرا واقعہ نہیں ہوا۔ اور نہ ہی ہونا ممکن ہے۔ لہٰذا اسے مخصوص ہونا چاہیئے۔ اور اس پر نوحہ درست اور جائز ہونا چاہیئے۔ اگر وجہ تخصیص یہ ہے۔ تو یہ درست نہیں۔ کیونکہ کتب شیعہ میں ایک ایسا صدمہ اور غم ہے۔ جو اس سے بلکہ تمام صدمات سے بڑا ہے۔ فروع کافی کو دیکھ لیجئے۔

فروعِ کافی:

عِدَّةٌ مِنْ اَصْحَابِنَا عَنْ سَهْلِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحَكَمِ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ عَمْرٍو النَّخَعِيِّ عَنْ اَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ مَنْ اُصِيْبَ بِمُصِيْبَةٍ فَلْيَذْكُرْ مُصَابَهُ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ فَاِنَّهُ مِنْ اَعْظَمِ الْمَصَائِبِ۔

(فروع کافی جلد سوم صفحہ نمبر ۲۲۰ کتاب الجنائز التعزی
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

(بحذف اسناد) ہمارے بہت سے اصحاب نے سہل بن زیاد کے واسطے سے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے ایک روایت کی۔ آپ نے فرمایا۔ جس کو بھی کوئی مصیبت آئے۔ تو اُسے اپنی مصیبت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مصیبتوں پر پیش کر کے مطمئن ہونا چاہیے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اسے بہ نسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم چھوٹی اور معمولی مصیبت میں ڈالا ہے۔) یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر آنے والی ہر مصیبت اس قسم کی تمام مصیبتوں سے بہت بڑی تھی۔

لہٰذا بڑا صدمہ ہونا اگر تخصیص کی وجہ ہوتا۔ تو اس کے مستحق حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہوتے۔ اور اہل تشیع کو صرف اور صرف آپ کا ماتم کرنا چاہیئے تھا۔ حالانکہ ایسا نہیں تو صاف معلوم کہ امام حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھی مظلومین کی تخصیص کا سبب یہ نہیں۔ اب دوسری وجہ کی طرف آئیے۔

وہ یہ ہے۔ کہ آپ کو بلا وجہ مظلومانہ شہید کیا گیا تھا۔ یعنی آپ کی مظلومانہ شہادت تخصیص کی وجہ ہے۔ تو دریافت کیا جا سکتا ہے۔ کہ حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کو کس جُرم کی پاداش میں شہید کیا گیا تھا؟ کیا آپ کی شہادت مظلومانہ شہادت نہیں؟ یقیناً آپ کو بلا وجہ ظلماً شہید کیا گیا اور مرتبہ و مقام کے اعتبار سے آپ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے کہیں ارفع و اعلیٰ ہیں۔ پھر تو صرف اور صرف حضرت علی المرتضےٰ کا ماتم ہونا چاہیئے تھا لیکن شیعہ لوگ ایسا نہیں کرتے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ یہ دونوں وجوہات، علتِ تخصیص نہیں بن سکتیں۔ کوئی اور وجہ ہوگی۔ تلاش بسیار کے بعد ہمیں کوئی تیسری وجہ بجز اس کے کوئی نظر نہ آئی۔ کہ یہ سب کچھ اس لیے کیا جا رہا ہے۔ کہ اہل تشیع نے خود امام مظلوم کو کربلا بلایا اور اپنے ہی ہاتھوں انہیں شربتِ شہادت نوش کروایا۔ اس پر سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے ان کے حق میں بد دعا کی۔ جو مقبول ہوئی۔ مروجہ ماتم، سینہ کوبی، زنجیر زنی، اور کپڑے پھاڑنا اسی کا نتیجہ ہیں۔

دغا بازی نمبر ۱۲

نجفی شیعی نے تیسری مکاری یہ کی۔ کہ حضرت آدم علیہ السلام و حوّا کے اپنے بیٹے ہابیل پر نوحہ کرنے سے مروجہ ماتم ثابت کرنے کی کوشش کی۔ حالانکہ ہم کتب لغت اور اسکی تائید میں کتب شیعہ سے یہ ثابت کر آئے ہیں۔ کہ نوحہ کا معنی مروجہ ماتم ہی نہیں۔ بلکہ آنسو بہانا، غمگین ہونا۔ فاختہ کی کوکو کی آواز اور بھیڑیئے کی آواز کو بھی "نوحہ" کہتے ہیں۔ نجفی شیعی نے خواہ مخواہ اس سے مراد "مروجہ ماتم" لے لی۔ اس کی تفصیل و تحقیق گذشتہ اوراق میں ہم کر چکے ہیں۔

دغا بازی نمبر ۱۲

تاریخ یعقوبی کو اہل سنت کی کتاب قرار دینا بڑی دھوکہ بازی ہے

پہلی تین مکاریوں اور دغا بازیوں کی طرح "ماتم اور صحابہ" کے مصنف نے چوتھی مکاری یہ کی کہ "تاریخ یعقوبی" کو اہل سنت کی معتبر کتاب کے طور پیش کیا ہے۔ حالانکہ اس کا مصنف پکا امامی شیعہ ہے۔ اپنے گھر کی گواہی ملاحظہ ہو۔

الکنی والالقاب:

احمد بن ابی یعقوب بن جعفر بن وہب بن واضح کاتب و نویسندہ عباسی و شیعہ امامی است جدش از موالی و طرفداری منصور دوانیقی بود و او مرد سپاہی بود کہ مسافرت را دوست می داشت و در شرق و غرب بلاد اسلامی گردش کردہ و در سال ۲۶۰ وارد ارمینہ شد آنگاہ مسافرت بہند نمود و از آنجا برگشت بمصر و بلاد مغرب و در سے یا حش کتاب بلدان را تالیف کرد بنام تاریخ یعقوبی و غیر اینہا در سال ۲۸۴ وفات نمود۔

ترجمہ:

احمد بن ابی یعقوب بن جعفر خاندانِ عباسیہ کا کاتب اور منشی تھا۔ اور مسلک کے اعتبار سے امامی شیعہ تھا۔ اس کا دادا منصور دوانیقی کے طرف داروں اور آزاد کردہ غلاموں میں سے تھا۔ سیر و سیاحت کا شوقین تھا۔ مشرق و مغرب کے اسلامی ممالک میں گھومتا پھرتا رہا۔ ۲۶۰ھ میں آرمینیہ آیا۔ پھر یہاں سے ہندوستان کے لیے رختِ سفر باندھا۔ وہاں سے واپس مصر کی طرف لوٹا۔ اور کچھ مغربی ممالک کی سیر و سیاحت کی سیاحت کے موضوع پر "بلدان" نامی کتاب اس نے تالیف کی۔ اور ایک تاریخ کے موضوع پر "تاریخ یعقوبی" کے نام سے اس کی تصنیف ہے۔ ۲۸۴ھ میں فوت ہوا۔

شرم تم کو مگر نہیں آتی :-

نجفی شیعی نے ابو البشر اور ام البشر علیہما السلام کا جس انداز سے نام لیا۔ یوں معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ ان کی اولاد میں سے نہیں۔ مولوی غلام رسول ہی ان کی اولاد میں سے ہے۔ اگر اسے آدم کی اولاد ہونا ذرا بھر بھی تصور میں ہوتا۔ تو کبھی ایسی جسارت نہ کرتا کہ ان کے متعلق وہ فعل ثابت کرے۔ جس کی وجہ سے کل قیامت میں ان کی شکل و صورت معاذ اللہ کتے سے ملتی جلتی ہوتی۔ لیکن اس ناعاقبت اندیش اور شیطان کے ساتھی نے اپنی ہٹ دھرمی نہ چھوڑی۔ اور اپنے حقیقی باپ اور ماں کو قیامت میں شکل انسانی سے محروم کر دیا۔ اگر نجت اچھے ہوتے۔ تو صاف صاف کہہ دیتا۔ کہ آدم و حوا علیہما السلام نے اپنے بیٹے ہابیل کی وفات پر نوحہ (بمعنی رونا، آنسو بہانا) کیا۔ لہٰذا ایسا نوحہ جائز ہے لیکن بدبختی نے اس کو کہیں کا بھی نہ چھوڑا۔ حضرت آدم و حوا علیہما السلام کے بارے میں۔

گستاخی کی۔ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی توہین کی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو "ماتمی" ثابت کیا۔ صحابہ کرام کو "مروجہ ماتم" کرتے دکھایا۔ ہم آخر میں پھر وہی اعلان دہراتے ہیں۔ کہ نجفی صاحب! تم اور تمہارے اکابر و اصاغر ان حضرات میں سے کسی ایک کے بارے میں کوئی ایک مسند صحیح روایت بالصراحت دکھا دیں کہ انہوں نے مروجہ ماتم، سینہ کوبی، زنجیر زنی وغیرہ کیا تھا۔ تو فی حوالہ منہ مانگا انعام دوں گا۔ اور اگر نہ پیش کر سکیں۔ تو پھر ان گستاخانہ و کفریہ عقائد سے توبہ کی دعوت دیتا ہوں۔ اللہ غفور و رحیم ہے۔ اس نے ابھی در توبہ بند نہیں کیا۔

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ

دغابازی نمبر ۱۴

حضرت ابوبکر صدیق پر ام المؤمنین بی بی عائشہ کا نوحہ

ماتم اور صحابہ: اہل سنت کی معتبر کتاب عقد الفرید جلد ثانی ص ۲۰۶ مؤلف شہاب الدین مالکی

عقد الفرید:

قَالَ لَمَّا تُوُفِّيَ اَبُوْبَكْرٍ اَقَامَتْ عَلَيْهِ عَائِشَةُ النَّوْحَ۔

ترجمہ: راوی کہتا ہے کہ جب ابوبکر نے وفات پائی۔ تو جناب عائشہ صدیقہ نے ان پر نوحہ کرنے والی عورتوں کو اکٹھا کیا۔

قادری صاحب: آپ کہتے ہیں کہ نوحہ کرنے والا قیامت کے دن مانند سگ آئے گا۔ فرمایئے یہ مدینہ کی عورتیں جنہوں نے بحکم ام المؤمنین عائشہ حضرت ابوبکر پر نوحہ کیا۔ روز قیامت کس طرح آئیں گی؟ شرم تم کو مگر نہیں آتی۔

لہٰذا اگر بی بی عائشہ کا اپنے باپ پر نوحہ کرنا جائز ہے۔ تو پھر شیعوں کا بھی اولاد نبی کی مصیبت کو یاد کر کے حضور نبی کریم کو پرسا دینا جائز ہے۔ باقی رہی صورت سگ والی بات تو اگر ام المؤمنین بی بی عائشہ بچ گئیں تو شیعہ عورتیں بھی بچ جائیں گی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر حضرت سیدہ زہرا کا نوحہ

کتاب وسائل الشیعہ

رَوَى الشَّيْخُ زَيْنُ الدِّيْنِ فِيْ مُسَكِّنِ الْفُوَائِدِ اَنَّ فَاطِمَةَ نَاحَتْ عَلٰى اَبِيْهَا وَ اَنَّهُ اَمَرَ

بِالنَّوْحِ عَلٰی حَمْزَةَ۔

(کتاب وسائل الشیعہ، کتاب الطہارہ باب جواز النوح والبکاء علی المیت (چھاپہ قدیم)

ترجمہ:

شیخ زین الدین نے اپنی کتاب مسکن الفوائد میں روایت کی ہے۔ کہ تحقیق فاطمہ زہرا نے اپنے باپ پر نوحہ کیا۔ اور نبی پاک نے جناب حمزہ پر نوحہ کرنے کا حکم دیا ہے۔

جس طرح بی بی زہرا نے اپنے بابا محمد مصطفےٰ کا نوحہ کیا۔ اسی طرح شیعہ اولادِ زہرا کے مصائب کی یاد میں نوحہ کر کے جناب زہرا کو پرسا دیتے ہیں۔

"جناب امام حسین پر جنات کا نوحہ کرنا"

کتاب فضائل الخمسہ:

قَالَ حَدَّثَنِی الْجَصَّاصُوْنَ قَالُوْا کُنَّا اِذَا خَرَجْنَا اِلَی الْجَبَّانَةِ بِاللَّیْلِ عِنْدَ مَقْتَلِ الْحُسَیْنِ سَمِعْنَا الْجِنَّ یَنُوْحُوْنَ عَلَیْهِ وَیَقُوْلُوْنَ مَسَحَ الرَّسُوْلُ جَبِیْنَهٗ فَلَهٗ بَرِیْقٌ فِی الْخُدُوْدِ۔ اَبَوَاهُ مِنْ عُلْیَا قُرَیْشٍ جَدُّهٗ خَیْرُ الْجُدُوْدِ۔

(کتاب فضائل الخمسہ ص ۲۹۲)

ترجمہ:

راوی کہتا ہے کہ ہم شہادت حسین کے بعد رات کے وقت مقام جبانہ

کی طرف نکلے تو سنا کہ جنات نوحے پڑھ رہے ہیں۔ اور وہ نوحہ مذکور پڑھ رہے ہیں۔

البدایہ والنہایہ:

عَنْ اُمِّ سَلَمَۃَ قَالَتْ سَمِعْتُ الْجِنَّ یَنُحْنَ عَلَی الْحُسَیْنِ وَ ھُنَّ یَقُلْنَ اَیُّھَا الْقَاتِلُوْنَ جَھْلًا حُسَیْنًا اَبْشِرُوْا بِالْعَذَابِ وَ التَّنْکِیْلِ۔

(اہل سنت کی معتبر کتاب البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۲۰۱)

ترجمہ:

حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں۔ کہ میں نے سنا کہ امام حسین پر جنات نوحہ کر رہے ہیں۔

(ماخوذ از رسالہ ماتم اور صحابہ مصنفہ غلام حسین شیعی نجفی صفحہ ۴۹ تا ۵۱ مطبوعہ لاہور)

جواب اوّل:

سیدہ عائشہ کے ماتم کی روایت کئی لحاظ سے ضعیف ہے

مذکورہ سطور میں نجفی شیعی نے مروجہ ماتم اور پیٹنا وغیرہ ثابت کرنے کے لیے پہلی دلیل حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا اپنے والد گرامی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر نوحہ کرنا پیش کی ہے۔ بلکہ اس کے بعد والی دو دلیلوں میں بھی "نوحہ"

کو ہی مروجہ ماتم وغیرہ پر بطور دلیل پیش کیا ہے۔ تو اس سلسلہ میں ہم پہلے ہی بیان کر چکے ہیں کہ "نوحہ" سے مراد اگر صرف اور صرف مروجہ ماتم اور زنجیر زنی ہی ہوتی۔ تو استشہاد درست ہوتا۔ لیکن یہ لفظ حلال و حرام دونوں اقسام نوحہ پر بولا جاتا ہے۔ اس لیے اس سے مروجہ ماتم ثابت کرنا بے عقلی اور ہٹ دھرمی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ ہاں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے انتقالِ صدیق اکبر پر آنسو بہائے۔ اور ایسا کرنا کوئی معیوب فعل نہیں۔ معیوب یہ تھا کہ سیدہ ام المومنین کے بارے میں یہ ثابت ہوتا کہ انہوں نے مجلس ماتم بلائی۔ جس میں شریک عورتوں نے سینہ کوبی کی۔ زنجیریں ماریں اور کپڑے پھاڑے لیکن یہ ثابت ہرگز نہیں ہو سکتا۔

اسی سلسلہ میں دوسری بات قابلِ ذکر ہے۔ کہ "عقد الفرید" سے عبارت نقل تو کر دی۔ لیکن اس روایت کی سند کا کوئی اتہ پتہ نہ دیا۔ یعنی یہ روایت سند کے بغیر ذکر کر دی لہٰذا اس طریقہ سے بھی یہ قابلِ حجت نہ بنی۔ بہر حال ہم نے اپنی تحقیق کی خاطر اس روایت کی سند تلاش کی۔ صرف تاریخ طبری میں وہ ہاتھ آئی۔ یہاں اس کی دو سندیں مذکور ہیں۔

سند اوّل:

حَدَّثَنِیْ یُوْنُسُ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ وَھْبٍ قَالَ اَخْبَرَنَا یُوْنُسُ بْنُ یَزِیْدَ عَنْ اِبْنِ شِھَابٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ سَعِیْدُ بْنُ مُسَیِّبٍ قَالَ لَمَّا تُوُفِّیَ اَبُوْ بَکْرٍ اَقَامَتْ عَائِشَۃُ عَلَیْہِ النَّوْحَ الخ

(تاریخ طبری جلد دوم جز چہارم ص ۴۹)

سند مذکور ایک نہیں بلکہ کئی وجوہ سے قابلِ حجت نہیں ہے۔ دیکھئے "یونس بن یزید" وہ شخص ہے جس کے بارے میں ہم گزشتہ صفحات میں کتب اسماء رجال سے

حوالہ سے یہ واضح کر چکے ہیں۔ کہ اس کی اکثر روایات منکر ہوتی ہیں۔ لہٰذا یہ حدیث "منکر" ہونے کی بنا پر ہمارے خلاف حجت نہیں ہو سکتی۔

دوسری وجہ یہ کہ اس روایت کے آخری راوی "سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ" ہیں جن کی زبانی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں یہ واقعہ مذکور ہوا۔ حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ نے وہ وقت نہیں پایا۔ جس وقت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تھا۔ کیونکہ جناب سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ خلافتِ فاروقی کے تیسرے سال پیدا ہوئے۔ گویا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو انتقال فرمائے دو سال سے اوپر کا عرصہ گزر چکا تھا۔ کہ حضرت سعید بن مسیب پیدا ہوتے ہیں۔ اب ان کی روایت میں اتصال نہ ہونے کی بنا پر یہ روایت ہمارے خلاف حجت نہیں ہو سکتی۔

سند ثانی:

حَدَّثَنِیْ حَارِثٌ عَنِ ابْنِ سَعْدٍ قَالَ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْبَکْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ اَبِیْ سَبْرَۃَ عَنْ عَمْرٍو ابْنِ اَبِیْ عَمْرٍو الخ

(تاریخ طبری جلد ۴ ص ۴۹ جز ۳)

اس سند میں مذکور تین راوی یعنی محمد بن عمر، ابوبکر بن عبداللہ، عمرو بن ابی عمرو وہ ہیں۔ جن کے متعلق بھی ہم گذشتہ صفحات میں یہ لکھ چکے ہیں۔ کہ یہ کذاب، وضاع اور ضعیف ہیں۔ اس لیے اس سند کے اعتبار سے بھی یہ روایت قابلِ حجت نہیں ہے۔ جب یہ بات تحقیق ہو چکی کہ یہ روایت ناقابلِ حجت ہے۔ تو پھر اس میں مذکور لفظ نوحہ سے نجفی شیعی کا مروجہ ماتم ثابت کرنا پرلے درجے کی حماقت ہے۔ اور ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بہت بڑی گستاخی ہے۔ اور ان سے گستاخی ایسا گناہ ہے جس کی معافی نہیں ہو سکتی۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

تفسیر منہج الصادقین: ابن عباس را روزے عرفہ ازیں آیت سوال کردند فرمود کہ

مَنْ اَذْنَبَ ذَنْبًا ثُمَّ تَابَ مِنْہُ قُبِلَتْ تَوْبَتُہٗ اِلَّا مَنْ خَاضَ فِیْ اَمْرِ عَائِشَۃَ

یعنی گاہ کسی گناہے۔ کند واز آں توبہ نماید توبہ او مقبول است مگر آں کسیکہ در امر عائشہ خوض کردہ و بر او افک کردہ و بدانکہ حق تعالیٰ تبرئہ سہ کس نمودہ بسہ چیز یوسف را تبرئہ فرمود بلسان شاہد کہ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا و تبرئہ مریم کردہ بانطاق ولد او کہ در دامن او گفت اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ و تبرئہ عائشہ کردہ بایں عظام بجہت عظیم سید انام علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد ۶ ص ۲۶۱ سورۃ النور مطبوعہ تہران۔)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بروز عرفہ لوگوں نے اس آیت (آیت براۃ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جو سورۃ نور میں ہے) کے بارے میں پوچھا۔ آپ نے فرمایا۔ جس نے کوئی گناہ کیا۔ اور پھر اللہ تعالیٰ سے اس کی معافی چاہی تو اس کو معافی مل جائے گی۔ مگر اس شخص کا یہ گناہ ناقابل معافی ہے۔ کہ جس نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں ادھر ادھر کی باتیں سوچیں۔ اور آپ پر زنا کا الزام دھرا۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں تین اشخاص کی تین چیزوں سے پاکدامنی ذکر فرمائی۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی ایک بچے کی زبان سے پاکدامنی بیان کروائی۔ جیسا کہ قرآن کریم میں آیا ہے۔ وشہد شاھد الخ یعنی زلیخا کے گھر میں سے ہی ایک بچہ حضرت یوسف کی پاکدامنی کا گواہ بن گیا۔ دوسری حضرت مریم ہیں۔ کہ ان کی پاکدامنی خود ان کے بیٹے (عیسیٰ علیہ السلام) نے گود یا پنگھوڑے میں دی۔ اور کہا۔ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ میں اللہ کا بندہ ہوں۔ اور تیسری پاکدامنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی سورۂ نور کی ان با عظمت آیات سے فرمائی۔ یہ اس لیے کہ آپ جناب سید المرسلین

صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ نہیں۔

جوابِ دوم:

الذریعہ عقد الفرید کو اہلسنت کی معتبر کتاب قرار دے کر اہلسنت پر حجت قائم کرنا کہ ماتم مائی صاحبہ عائشہ صدیقہ نے کیا یہ انتہائی بے شرمی اور دغابازی کی بات ہے عقد الفرید اہلسنت کی معتبر کتاب تو کجا اہلسنت کی کتاب ہی نہیں ثبوت ملاحظہ فرمائیں۔ اِنَّ اٰیَۃً یَدُلُّ کَلَامُہٗ عَلٰی تَشَیُّعِہٖ (الذریعہ فی التصانیف الشیعہ جلد ۱۵ ص ۲۸۶)

یعنی صاحب عقد الفرید کی کلام اسی پر دلالت کرتی ہے کہ وہ شیعہ ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ یہ شیعہ کی اپنی من گھڑت روایت ہے جو اہلسنت پر حجت نہیں بن سکی۔

خلاصہ کلام نجفی شیعی نے "ماتم اور صحابہ" میں درج شدہ عبارت میں ایک دغا اور فریب یہ کیا کہ لفظ "نوحہ" سے مراد "مروجہ ماتم" لیا۔ جو کہ جہالت اور بے عقلی کی دلیل ہے۔ کیونکہ گذشتہ اوراق میں کتب لغت کے حوالہ جات اور پھر اس کی تائید میں کتب اہل تشیع سے ہم یہ ثابت کر آئے ہیں۔ کہ اس لفظ کے ایک نہیں کئی معانی ہیں۔ اگر اس سے مراد محض رونا اور آنسو بہانا ہو۔ تو یہ جائز بلکہ سنت خیر الانام ہے۔ اور اگر سینہ کوبی اور زنجیر زنی مراد ہو تو اس کے لیے احادیث میں وعید شدید ہے۔ کہ بروز قیامت اس کی شکل کتے کی سی ہوگی۔ اور آگ اس کی دُبر سے داخل ہو کر منہ سے نکالی جائے گی۔ دوسری فریب کاری یہ کی گئی کہ روایت وہ ذکر کی جس کی اوّل تو سند ہی نہ لکھی۔ پھر ہم نے جو تاریخ طبری میں اس کی دو عدد سندیں پائیں۔ دونوں ناقابل حجت ہیں بالغرض اگر اس روایت کے تمام راوی معیار کے مطابق مجروح نہ بھی ہوتے۔ تو بھی اس سے "مروجہ ماتم" کا ثبوت ہرگز ہرگز نہیں کیا جا سکتا۔ یہ سب کچھ نجفی نے اس لیے کیا تاکہ سیدھے سادھے شیعوں کی آنکھوں میں دھول جھونک کر ان کو "مروجہ ماتم" کا قائل کر سکے۔ لیکن ہم نے اس کے دجل و فریب پر سے پردہ ہٹا دیا ہے۔ اب مراط مستقیم پر چلانا اللہ تعالیٰ

کے اختیار میں ہے۔

وَاللّٰہُ یَہْدِیْ مَنْ یَّشَاءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ

غلام حسین نجفی کی دغابازی نمبر ۱۵

قتلِ حسین کی خبر پر مدینہ میں نساءِ بنی ہاشم نے نوحہ کیا اور اموی امیر نے اسے قتلِ عثمان کا بدلہ قرار دیا

ماتم اور صحابہ: البدایہ والنہایہ:

ثُمَّ کَتَبَ ابْنُ زِیَادٍ اِلٰی عَمْرِو بْنِ سَعِیْدٍ اَمِیْرِ الْحَرَمَیْنِ یُبَشِّرُہٗ بِمَقْتَلِ الْحُسَیْنِ فَاَمَرَ مُنَادِیًا فَنَادٰی بِذٰلِکَ فَلَمَّا سَمِعَ نِسَاءُ بَنِیْ هَاشِمٍ اِرْتَفَعَتْ اَصْوَاتُهُنَّ بِالْبُکَاءِ وَالنَّوْحِ فَجَعَلَ عَمْرُو بْنُ سَعِیْدٍ یَقُوْلُ هٰذَا بِبُکَاءِ نِسَاءِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ۔

(اہل سنت کی معتبر کتاب البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۱۹۷)

ترجمہ:

ابن زیاد نے امام معصوم کی شہادت کی خبر خادم الحرمین عمرو ابن سعید کو بھیجی۔ اس نے منادی کو حکم دیا۔ کہ اس خوشخبری کی مدینہ میں ندا کر دے۔ جب یہ خبر مستورات

بنی ہاشم نے سنی۔ تو انہوں نے آنجناب پر نوحہ وگریہ کیا۔ جب خادم الحر بن اموی گورنر نے خاندان نبوی کی مستورات کا گریہ سنا۔ تو کہنے لگا یہ گریہ اور رونا بدلہ ہے اس گریہ ورونے کا جو روز قتل عثمان ہوا۔

فائدہ۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام حسین کی شہادت سے بنو امیہ نے خونِ عثمان کا انتقام لیا ہے۔

(ماخوذ از رسالہ "ماتم اور صحابہ" ص۱۵۰، مطبوعہ لاہور)

جواب: "البدایہ والنہایۃ" سے نجفی شیعی نے مروجہ ماتم ثابت کرنے کے لیے وہی انداز اختیار کیا۔ جو پچھلی مثالوں میں تھا۔ گذشتہ حوالہ جات میں بددیانتی اور فریب دہی کی طرح اس حوالہ کے ذریعہ بھی عوام کو دھوکہ دینے کی کوشش کی گئی روایت بالا کے متعلق سب سے اوّل ہم یہ کہتے ہیں۔ کہ اس کی سند تحریر نہ کرکے نجفی نے اپنا اُلو سیدھا کرنے کی کوشش کی۔ اسے بخوبی علم تھا۔ (یا انتہائی اعلیٰ درجہ کی بددیانتی پیش نظر تھی) کہ اگر اس روایت کی سند ذکر کردی جاتی تو معاملہ الٹ جاتا۔ کیونکہ اس کی روایت میں "ابو مخنف لوط بن یحییٰ" بھی ایک راوی ہے۔ جو پکا شیعہ بلکہ غالی رافضی تھا۔ روایت کی سند یہ ہے۔ قال ھشام عن ابی مخنف حدثنی ابو حمزۃ الثمالی عن عبد اللہ الثمالی عن القاسم بن نجیب الخ۔

لہٰذا یہ روایت از روئے روایت بالکل ناکارہ اور ناقابل عمل ہے۔ اور ماتم ونوحہ کی تائید میں اس کی روایت ہرگز تسلیم نہیں کی جاسکتی۔ کیونکہ یہ راوی خود ہی اسی مسلک کا ہے۔ دوسرا دھوکہ وہی پہلے والا کہ لفظ نوحہ اور بکا سے "مروجہ ماتم" ثابت کرنے کی کوشش کی گئی۔ حالانکہ بنی ہاشم کی عورتوں کے نوحہ سے مراد رونا اور آنسو بہانا خود روایت سے مترشح ہے۔ "ارتفعت اصواتھن" کا معنی نجفی نے تو کیا ہی نہیں۔ لیکن روایت کے آخری الفاظ کا معنی خود اس کی زبانی ملاحظہ کیجئے۔ اور پھر اس سے اس کی

مروجہ ماتم ثابت کرنے کی جسارت بلکہ حماقت دیکھئے۔ ترجمہ کے الفاظ یہ ہیں "جب خادم عمر بن نے خاندان نبوی کی مستورات کا گریہ سُنا۔" اب آپ نے اندازہ لگا لیا ہو گا۔ کہ عناد و بغض نے عقل پر کس طرح پردہ ڈال دیا تھا۔ خود ہی ان الفاظ کا معنی "گریہ اور رونا کر رہا ہے۔ اور خود ہی ان الفاظ سے "مروجہ ماتم" ثابت کر رہا ہے۔ اسے کہتے ہیں۔ اسلام میں حجت کرنے پر "حجۃ الاسلام" کا خطاب ملنا۔ برایں عقل و دانش بباید گریست۔

باقی رہا قتلِ حسین پر ابن زیاد کی مبارکبادی اور عمر بن سعید کا یہ کہنا کہ بنی ہاشم کی عورتوں کا رونا قتلِ عثمان پر رونے والی عورتوں کا بدلہ ہے۔ ان باتوں سے مروجہ ماتم کا کیا تعلق؟ ابنِ زیاد سے ہم اہلسنت کا کوئی تعلق نہیں کہ اس کی خوشی اور مبارک بادی کو اہلسنت کے کھاتے میں ڈالا جائے۔ ہم تو اس پر لعنت بھیجتے ہیں۔ اس کی خوشی سے ہمارا کیا تعلق؟ لہٰذا اس کی خوشی سے ہم پر کوئی اعتراض اور نہ ہی نجفی کا دعویٰ ثابت

فاعتبروا یا اولی الابصار

غلام حسین نجفی کی دغابازی نمبر ۱۶

ماتم اور صحابہ: فضائل حق کا ذکر نوحہ ممنوعہ نہیں ہے

البدایہ والنہایہ:

فَالَ حَمَّادٌ فَكَانَ ثَابِتٌ إِذَا حَدَّثَ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ
بَكٰى حَتّٰى تَخْتَلِفَ اَضْلَاعُهُ وَهٰذَا لَا يُعَدُّ
نِيَاحَةً بَلْ هُوَ مِنْ بَابِ ذِكْرِ فَضَائِلِهِ الْحَقِّ۔

(۱) اہلسنت کی معتبر کتاب سنن ابن ماجہ ص۱۱۶
اہلسنت کی معتبر کتاب البدایۃ والنہایہ
جلد ۵ ص۲۷۳۔

ترجمہ:

حماد کہتے ہیں کہ جناب ثابت سیدہ زہرا کے نوحہ کو نبی کریم پر جب بیان کرتے تھے تو روتے تھے۔ اور اس طرح روتے تھے۔ کہ ان کی پسلیاں ہلتی تھیں۔ ابن کثیر دمشقی لکھتا ہے کہ جس طرح سیدہ زہرا نے نبی کریم کی نوحہ خوانی کی یہ نوحہ ممنوعہ نہیں ہے۔ بلکہ فضائل حقہ کا ذکر ہے۔

قارئین۔ ہم شیعہ ایام محرم میں نوحہ پڑھتے ہیں وہ بھی امام حسین کے فضائل کا ذکر ہوتا ہے۔ لہذا وہ بھی نوحہ ممنوعہ میں داخل نہیں۔ (از رسالہ ماتم اور صحابہ" ص۵۳ مطبوعہ لاہور)

جواب: کتب اہل سنت "سنن ابن ماجہ اور البدایۃ والنہایۃ" کے مذکورہ حوالہ کے ساتھ بھی یوں دغا کیا گیا۔ اس کی ایک جھلک ہم ناظرین آپ کو دکھاتے ہیں۔ سب سے پہلے اس حوالہ کے عنوان پر نظر ڈالیے۔ عنوان یہ باندھا گیا۔ "فضائل حق کا ذکر نوحہ ممنوعہ نہیں۔" یعنی ثابت یہ کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے کہ کسی کے فضائل کا ذکر کرنا "نوحہ" ہے۔ لیکن یہ نوحہ وہ نہیں۔ جو ممنوعہ ہو۔ بلکہ جائز ہے۔ قطع نظر اس کے کہ اس طرح خود نجفی نے بھی نوحہ کے جائز اور ناجائز اقسام کو تسلیم کر لیا۔ جس کا بادلائل ہم تذکرہ کر چکے ہیں۔ عنوان اور دلیل کا باہم کوئی تعلق و ربط نہیں۔ عنوان آپ نے دیکھ لیا۔ اب حدیث پاک کے آخری الفاظ کہ جن سے یہ عنوان اخذ کیا گیا۔ ان کو ملاحظہ فرمائیں۔ وَهٰذَا لَا يَعُدُّ نِيَاحَةً۔ ان الفاظ کا سیدھا سادھا اور صحیح ترجمہ یہ ہے کہ یہ (یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم انور پہ دفن کرتے وقت مٹی ڈالنے کا واقعہ بیان کرتے ہوئے اتنا رو دینا کہ آپ کی پسلیاں ہل جاتی تھیں) نوحہ نہیں شمار کیا جا سکتا۔ یعنی یہ نوحہ ہے ہی نہیں۔ حدیث پاک تو اس کے نوحہ کو تسلیم ہی نہیں کرتی۔ اور نجفی اسے نوحہ مان کر "نوحہ ممنوعہ" شمار کر رہا ہے۔ کیا یہ دھوکہ دہی اور دغابازی نہیں؟

آئیے ذرا ایک اور فریب کی طرف آپ کو متوجہ کروں۔ حدیث یہ ہے۔ "یبکی حتی تختلف اضلاعہ" یعنی حضرت ثابت رضی اللہ عنہ اتنا روتے کہ آپ کی پسلیاں بھی ہل جاتی تھیں۔ لفظ "بکی" کا معنی رونا ہے۔ لفظ "نوحہ" جب الفاظ حدیث میں مذکور ہی نہیں۔ تو "نوحہ" کی تائید میں اس حدیث کو پیش کرنا حماقت نہیں؟ پھر حماقت در حماقت یہ کہ "بکی" کو نوحہ کے معنی میں لیا اور نوحہ کو مروجہ ماتم کے معنی پہنائے کیا دھوکہ دہی ہے؟

تیسری جھلک بھی ملاحظہ ہو جائے۔ لکھا ہے۔ کہ "ہم شیعہ ایام محرم میں نوحہ پڑھتے ہیں

وہ بھی امام حسین کے فضائل کا ذکر ہوتا ہے ۔ ا لخ " " نوحہ پڑھنا " اس کا کیا مفہوم ہے اگر یہ کہ امام عالی مقام کی شان اور فضائل حضہ کا ذکر کرنا نوحہ پڑھنا ہے ۔ تو یہ اختلافی عمل سے ہی نہیں ۔ ایسا تو اہل سنت بھی کرتے ہیں ۔ لیکن اس کو " نوحہ " پڑھنا کہنا ایک نئی اصطلاح ہوگی ۔ جس کا حدیث زیر بحث سے کوئی تعلق نہیں ۔ جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں ۔ اور اگر " نوحہ پڑھنا " سے مراد امام حسین کی یاد میں رو رو کر جس سے پسلیاں ہل جاتی ہیں ۔ تو عرض ہے " مروجہ ماتم " اسی کیفیت تک محدود ہے ؟ دونوں ہاتھوں کو زور زور سے چھاتی پر مارنا ، زنجیریں چلانا ، عورتوں کا چھول کر سینہ کوبی کرنا اور آنسوؤں کی بجائے ہائے حسین ہائے حسین پکارنا ایک طرف یہ اور دوسری طرف روتے روتے پسلیاں ہل جانا کیا دونوں برابر ہیں ۔

فاعتبروا یااولی الابصار

غلام حسین نجفی کی دغا بازی نمبر ۱۷

امام جعفر اپنی اولاد کے فوت ہونے پر سال سال تک نوحہ کرتے تھے

ماتم اور صحابہ: شیعہ مذہب میں نوحہ کا جواز

وسائل الشیعہ:

عَنْ حُسَيْنِ ابْنِ زَيْدٍ قَالَ مَاتَتِ الْبِنْتَةُ لِاَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ فَنَاحَ عَلَيْهَا سَنَةً ثُمَّ مَاتَ لَهُ وَلَدٌ اٰخَرُ فَنَاحَ عَلَيْهِ سَنَةً ثُمَّ مَاتَ اِسْمَاعِيْلُ فَجَزَعَ عَلَيْهِ جَزْعًا شَدِيْدًا فَقَطَعَ النَّوْحَ قَالَ فَقِيْلَ لِاَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ اَيُنَاحُ فِيْ ذَالِكَ فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمَّا مَاتَ حَمْزَةُ لٰكِنَّ حَمْزَةَ لَا بَوَاكِيَ لَهٗ۔

(کتاب وسائل الشیعہ باب جواز النوح والبکا کتاب الطہارت باب دوم

ماتم وصحابہ ص ۵۴)

ترجمہ:

حسین ابن زید راوی ہے کہ امام جعفر صادق کی ایک بچی فوت ہوئی۔ اس پر جناب نے سال بھر نوحہ کیا۔ پھر ایک بچہ اور فوت ہوا۔ تو سال بھر نوحہ کیا پھر جناب کے بیٹے اسماعیل فوت ہوئے تو آپ نے ان کی موت پر سخت جزع کیا۔

راوی کہتا ہے۔ کہ جناب سے پوچھا گیا کہ اس محل مورد میں نوحہ کیا جا سکتا ہے۔ فرمایا ہاں جب حضرت حمزہ شہید ہوئے تو نبی پاک نے فرمایا۔ کہ حمزہ پر کوئی نوحہ اور گریہ کرنے والی عورتیں نہیں۔

قارئین کرام۔ اگر نوحہ شیعہ مذہب میں گناہ ہوتا تو امام پاک کے گھرانے کے بچوں کا نوحہ نہ کیا جاتا۔ رسول خدا اپنے بچوں کا نوحہ کرنے کا حکم نہ دیتے۔ حضرت زہرا رسول اللہ پر نوحہ نہ فرماتیں۔ ان تمام ہستیوں کے افعال و فرامین نوحہ کے جواز کا بین ثبوت ہیں۔

جواب اول:

محض لفظ نوحہ دلیل ماتم نہیں

نجفی اور اس کے دوسرے ہم نوا ادہم پیالہ لوگوں کے ساتھ جو ہم اہل سنت کا اختلاف ہے۔ ایک بار پھر اس کی وضاحت کر دیتے ہیں۔ تاکہ گفتگو آگے چل سکے جھگڑا یہ نہیں کہ "نوحہ اور ماتم" ہوا ہے کہ نہیں۔ کیونکہ نوحہ کے کئی ایک معانی ہیں۔ جیسا کہ گزشتہ صفحات میں کتب لغت اور کتب اہل تشیع سے تحریر ہو چکا ہے۔ اسی طرح ماتم کا معنی کسی مجلس میں جمع ہونا آیا ہے۔ یہ اجتماع خوشی کا ہو یا غم کا۔ (دیکھئے مرج البحرین وغیرہ) لیکن اختلاف اس امر میں ہے کہ "مروجہ ماتم" ہوا ہے؟ اگر ہوا تو اس کی دلیل کیا ہے؟ اگر اس پر لفظ نوحہ دلیل پیش کی جائے۔ تو اس پر پوچھا جا سکتا ہے۔ کہ کون سی لغت کی کتاب یا شیعہ مسلک کی کتاب میں لفظ "نوحہ" کا معنی "مروجہ ماتم" آیا ہے۔؟ اسی لیے ہم کہتے ہیں۔ کہ جب کہ کسی لغت اور شیعہ کتاب میں یہ معنی موجود نہیں تو اسی لفظ سے یہی معنی مراد لینا دغا بازی ہے اور بہت بڑا دھوکہ دینا ہے۔

لفظ نوحہ کی طرح لفظ "جزع" کے بھی ایک سے زائد

معنی ہیں۔ ایک روٹی پر صبر نہ کرنا۔ کسی کی بات برداشت نہ کرنا اور پانی ایک ہی سانس میں پی جانا "جزع" کہلائے گا۔ لیکن "مروجہ ماتم" پر اس لفظ کا کسی نے (بجز نجفی کے) اطلاق نہیں کیا۔ لہٰذا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے کلام میں مذکورہ لفظ "نوحہ اور جزع" کو مروجہ ماتم کے معنی میں لینا دغا بازی اور فریب ہی ہے۔ ہمارا چیلنج ہے۔ کہ نجفی شیعی اور اس کے سارے ساتھی بارہ اماموں میں سے کسی ایک امام سے ایک ہی روایت جو کہ مسند صحیح اور مرفوع ہو اس پر پیش کر دیں۔ کہ اے شیعو! منہ پیٹو، سینہ کوبی کرو، کپڑے پھاڑو، زنجیریں مارو اور آگ پر ماتم کرو۔ تو فی روایت بیس ہزار روپیہ نقد انعام لیں۔

جوابِ دوم

اس روایت کا راوی بقول شیعہ کافر ہے

روایتِ مذکورہ خود ساختہ شیعہ مسلک کے اصول و ضوابط کے تحت ناقابل اعتبار ہے۔ وہ اس طرح کہ اس میں ایک راوی "حسین ابن زید بن علی" ہے۔ یہ وہی شخص ہے۔ جس نے عبداللہ بن معاذ کے دو بیٹوں محمد اور ابراہیم کے ساتھ خروج کیا تھا۔ عبداللہ بن معاذ کے ان دونوں بیٹوں نے دعویٔ امامت کیا تھا۔ تو ان دونوں کے دعویٔ امامت کو تسلیم کر کے ہی جناب حسین ابن زید نے ان کے ساتھ خروج کیا یہ خروج اور اقرارِ امامت کس کا؟ عبداللہ بن معاذ کے دونوں بیٹے بارہ اماموں میں سے نہیں۔ اس لیے ان کی امامت کا اقرار ائمہ اہل بیت کے مقابلہ میں کسی دوسرے کی امامت کا اقرار ہوا۔ کتب شیعہ میں یہ تصریح موجود ہے۔ کہ جس نے بھی بارہ اماموں

کے سوا دعویٰ امامت کیا۔ وہ کافر ہے۔ لہٰذا کافر کے ساتھ خروج اور اسی کی امامت کا اقرار کرنے والا مسلک شیعہ میں کب قابل اعتبار ہو سکتا ہے۔ مسلک شیعہ کے اس قانون و اصل پر حوالہ ملاحظہ ہو۔

اصول کافی

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ مَنِ ادَّعَی الْاِمَامَۃَ وَلَیْسَ مِنْ اَھْلِھَا فَھُوَ کَافِرٌ۔

(اصول کافی جلد اول ص ۳۷۲ کتاب الحجۃ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ جس نے بھی امامت کا دعویٰ کیا حالانکہ وہ اس کا اہل نہ تھا۔ تو وہ کافر ہے اصول کافی میں درج شدہ امام موصوف کی اس روایت کی شرح کرتے ہوئے ملا قزوینی لکھتا ہے۔ وَاِنْ کَانَ مِنْ وُّلْدِ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ بِلَا وَاسِطَۃٍ مِثْلُ مُحَمَّدِ بْنِ حَنِیْفَۃَ یعنی ائمہ اہل بیت کے سوا دعویٰ امامت کرنے والا اگرچہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا بلاواسطہ فرزند ہو تب بھی وہ کافر ہے۔

(دیکھئے۔ صافی شرح اصول کافی جلد ۱ باب ۱۴۴ ص ۱ طبع قدیم لکھنؤ)

اصول کافی

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ سَمِعْتُہٗ

يَقُوْلُ ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ مَنِ ادَّعٰى اِمَامَةً مِنَ اللّٰهِ لَيْسَتْ لَهُ وَمَنْ جَحَدَ اِمَامًا مِنَ اللّٰهِ وَمَنْ زَعَمَ اَنَّ لَهُمَا فِي الْاِسْلَامِ نَصِيْبًا۔

(اصول کافی جلد اول ص ۳۷۳ کتاب الحجۃ الخ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تین آدمیوں سے اللہ تعالیٰ بروز قیامت کلام نہ فرمائے گا۔ اور نہ ہی ان کو پاک فرمائے گا اور ان کے لیے سخت ترین عذاب ہوگا۔ پہلا وہ شخص جس نے اللہ کی طرف سے امام ہونے کا دعویٰ کیا۔ حالانکہ وہ اس کا اہل نہ تھا۔ دوسرا وہ جو کسی امام برحق کی امامت کا انکار کرے اور تیسرا وہ جو یہ سمجھتا ہو کہ مذکورہ دونوں آدمیوں کا اسلام میں کچھ حصہ ہے۔ یعنی وہ مسلمان ہیں۔

تنقیح المقال:

وَعَدَّ الْحَاوِيْ اِيَّاهُ فِي الضُّعَفَاءِ كَمَا تَرَى اَللّٰهُمَّ اِلَّا اَنْ يَكُوْنَ خُرُوْجُهُ مَعَ مُحَمَّدٍ وَاِبْرَاهِيْمَ ابْنَيْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَسَنِ وَمُحَارَبَتُهُ مَعَهُمَا قَادِحًا فِيْهِ وَقَدْ رَوٰى اَرْبَابُ السِّيَرِ عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ شَهِدَ مَعَ مُحَمَّدِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَرْبَعَةٌ وُلْدِ الْحُسَيْنِ اَنَا وَاَخِيْ عِيْسٰى وَمُوْسٰى وَعَبْدُ اللّٰهِ

اَبْنَا جَعْفَرَ ابْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ اَبُوْ الْفَرَجِ فِي الْمَقَاتِلِ الْحُسَيْنُ بْنُ زَيْدِ بْنِ عَلِيٍّ يُكْنٰى اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ شَهِدَ حَرْبَ مُحَمَّدٍ وَاِبْرَاهِيْمَ ابْنَيْ عَبْدِ اللّٰهِ ثُمَّ تَوَارٰى

(تنقیح المقال جلد اول ص ۳۲۸ باب الحسین من

ابواب الحاء مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ

حاوی نے حسین بن زید کو ضعیف راویوں میں شمار کیا ہے۔ جیسا کہ تم کو معلوم ہے۔ ممکن ہے کہ اس کی وجہ یہ ہو۔ کہ اس نے محمد اور ابراہیم کے ساتھ خروج کیا۔ جو عبداللہ بن حسن کے بیٹے تھے۔ ان دونوں کے ساتھ مل کر لڑنا حاوی کے نزدیک باعث اعتراض بن گیا۔ ارباب سیر نے حسین بن زید سے روایت کی ہے۔ کہ اس نے کہا۔ کہ محمد بن عبداللہ کے ساتھ امام حسین کی اولاد میں سے چار آدمیوں نے شریک ہو کر لڑائی لڑی۔ ایک میں دوسرا میرا بھائی عیسیٰ اور بقیہ دو موسیٰ اور عبداللہ ہیں۔ جو امام جعفر صادق کے بیٹے ہیں۔ ابوالفرج نے اپنی تصنیف "مقاتل الطالبین" میں تحریر کیا ہے۔ کہ حسین بن زید بن علی کہ جن کی ابوعبداللہ کنیت تھی یہ محمد اور ابراہیم کے ساتھ جنگ میں شریک ہوئے۔ پھر روپوش ہو گئے۔

لمحہ فکریہ:

حضرات قارئین! اہل تشیع کی اسمائے رجال کے موضوع پر سب سے زیادہ معتبر کتاب "تنقیح المقال" کی درج بالا عبارت آپ نے ملاحظہ کی۔ حسین ابن زید

کو ضعیف "راوی" کہنے کی وجہ وہی تھی۔ جو ہم ذکر کر چکے ہیں۔ اور یہ حقیقت ہے۔ کہ اس کتاب کے مصنف نے یہاں نرم رویہ اختیار کیا ہے۔ جو مسلک شیعہ کے خلاف ہے۔ کیونکہ اس سے قبل آپ اصول کافی کے دو عدد حوالہ جات ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ جن میں صراحت کے ساتھ ذکر ہے۔ کہ جو منصب امامت کا اہل نہ ہوتے ہوئے دعویٰ امامت کرے وہ بھی اور جو کسی امام برحق کی امامت کو تسلیم نہ کرے وہ بھی دونوں کافر ہیں۔ اب جبکہ یہ حقیقت ہے کہ حسین بن زید نے امام جعفر کے مقابلہ میں محمد بن ابراہیم کی امامت کو تسلیم کر کے ان کے ساتھ شریک ہو کر امام جعفر کے خلاف خروج کیا۔ تو کفر کی دونوں وجوہات اس راوی میں پائی گئیں لہٰذا مسلک شیعہ کے مطابق ایک کافر شخص کی روایت کس طرح حجت و دلیل بن سکے گی۔ جب یہ روایت ناقابلِ قبول اور ناقابلِ عمل ٹھہری۔ تو پھر اس سے "مروجہ ماتم" کو ثابت کرنا بالکل لایعنی اور دھوکہ ہے۔

جوابِ سوم:

کتاب وسائل الشیعہ سے نجفی نے "مروجہ ماتم" کے جواز کے لیے جو دلیل پیش کی ہے اس میں لفظ نوحہ ہی مذکور ہے۔ جس کے متعلق ایک نا ئدمرتبہ عرض کیا جا چکا ہے۔ کہ اس لفظ کا معنی سینہ کوبی کرنا، منہ پیٹنا اور زنجیر مارنا نہیں ہے۔ بلکہ رونا، آنسو بہانا اور غمگین ہونا ہے۔ اگر نجفی کو ضد ہو۔ کہ نوحہ کا معنی اس روایت میں "بین کرنا" ہے۔ تو پھر ملا باقر مجلسی سے مروی روایت میں وعید کس کے لیے ہوگی۔ "حیات القلوب" کے الفاظ ہیں۔
وآنکہ بصورت سگ بود وآتش در دبرش میکردند واو خوانندہ و نوحہ کنندہ۔ یعنی کتے کی شکل و صورت والی عورت کہ جس کی دبر کی طرف سے آگ داخل کی جا رہی تھی۔ وہ "نوحہ کرنے والی" تھی۔ اور مزے کی بات یہ ہے۔ کہ روایت ہذا بھی امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ امام جعفر صادق رضی

نے" نوحہ کرنے والی" کے بارے میں اس شدید وعید کے ہوتے ہوئے خود اس فعل کا ارتکاب کیا۔ اور اس وعید کا مستحق بنایا؟ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔ ہذا بہتان عظیم۔ تو معلوم ہوا کہ امام موصوف کے کلام سے نوحہ بمعنی مروجہ ماتم ثابت کرنا بہت بڑا دھوکہ ہے۔

فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِي الْاَبْصَارِ

غلام حسین نجفی کی دغابازی نمبر ۱۸

حضرت ام المؤمنین کے گھر ڈھول پر ندبہ ہوا۔

ماتم اور صحابہ: بخاری شریف:

عن ربیع بنت معوذ بن عفراء قالت جاء النبی .... فجعلت جویریات لنا یضربن بالدف ویندبن من قتل من اباءی یوم البدر۔

(۱۔ اہل سنت کی معتبر کتاب صحیح بخاری جلد سوم ص ۱۷۹)

(۲۔ اہل سنت کی معتبر کتاب ترمذی شریف جلد اول ص ۵)

(۳۔ مشکوٰۃ شریف جلد دوم کتاب النکاح ص ۵)

ترجمہ:

ربیع بنت معوذ فرماتی ہیں۔ کہ نبی پاک میرے پاس آئے اور کچھ لڑکیاں دف بجانے لگیں۔ اور میرے آباؤ اجداد جو بدر میں مارے گئے ان پر ندبہ کرنے لگیں۔

قارئین۔ دور کا تنکا تو نظر آتا ہے۔ اور قریب کا شہتیر بھی ہو تو نظر نہیں آتا۔ ام المؤمنین ربیع بنت معوذ کے گھر ڈھول پر ندبہ ہو رہا ہے۔ اور ماں جی خود بھی

سُن رہی ہیں۔ اور نبی پاک کو بھی سنوار رہی ہیں۔

تمام تنظیمیں اہل سنت کی کتاب اور روایت کے خلاف خاموش کیوں ہیں۔ اس لیے کہ گھر کی بات ہے۔ اور جب اہل تشیع امام حسین مظلوم پر بغیر ڈھول کے بھی ندبہ کرتے ہیں تو شریعت کی توپ کا دہانہ کھل جاتا ہے۔ کیونکہ نام حسین مٹانا ان کا مقصد ہے۔ خواہ جس طرح بھی ہو۔

(ماخوذ از رسالہ ماتم اور صحابہ ص ۵۵، ۵۶ مطبوعہ لاہور)

جواب:

ندبہ کا معنیٰ ہے میت کے محاسن بیان کرنا نہ کہ مروجہ ماتم کرنا۔

بخاری شریف، ترمذی شریف اور مشکوٰۃ شریف کے حوالہ سے مذکورہ حدیث سے اپنا مدعیٰ ثابت کرنے کی اسی طرح بھونڈی کوشش کی گئی۔ جو نجفی کا پرانا طریقہ چلا آ رہا ہے۔ ذرا فریب دہی کا انداز دیکھئے۔ حدیث مذکور کو جس باب کے تحت ان محدثین کرام نے نقل فرمایا۔ اگر اُسی کو نجفی دیکھ لیتا۔ تو اپنے کیے پر ندامت کے آنسو بہاتا۔ باب الاحادیث یہ ہے۔

بَابُ إِعْلَانِ النِّكَاحِ وَالْخِطْبَةِ۔

یعنی نکاح کے موقعہ پر اور منگنی کے وقت اعلان کرنے کے بارے میں احادیث۔

ناظرین! شادی اور منگنی کے وقت "مروجہ ماتم" کیا جاتا ہے۔ یا خوشی کا اظہار کیا جاتا ہے؟

حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا اپنی شادی کا واقعہ بیان کر رہی ہیں۔ اور فرماتی ہیں کہ بوقت شادی نابالغ بچیاں میرے آں آبا ؤ اجداد کا تذکرہ شعروں کے رنگ میں دف بجا کر کر رہی تھیں۔ جو جنگ بدر میں شہید ہو گئے تھے۔ اس سے "مروجہ ماتم" نجفی کو کس طرح نظر آیا۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ حدیث مذکورہ کو "مروجہ ماتم" سے دور کا بھی تعلق نہیں۔

ہاں! یہ ضرور ہوا کہ بے چارہ لفظ "یَنْدُبْنَ" سے دھوکہ میں پڑ گیا۔

اور اس دھوکہ کی وجہ سے سنیوں پر الزام دھر مارا۔ کہ سنی ڈھول کے ساتھ ماتم کرنے کو جائز کہتے ہیں۔ پھر اس پر ایک زیب جڑا۔ کہ دور کا تنکا تو نظر آجاتا ہے۔ لیکن قریب کا شہتیر نظر نہیں آتا۔ یعنی ہم (شیعہ) اگر بغیر ڈھول پیٹے پیٹتے ہیں۔ تو اس پر اعتراض اور خود ان کے بڑے ڈھول بجا کر ماتم کریں۔ تو خاموشی؟

اس ترجمہ اور انداز سے صاف ظاہر کہ نجفی کے نزدیک "ندبہ" کا ترجمہ ماتم ہے۔ اور اسی سے یہ تانا بانا تیار کیا گیا ہے۔ اب یہ تو نہیں ہو سکتا۔ کہ الفاظ کے معنی ایک شخص کی مرضی پر چھوڑ دیئے جائیں۔ وہ جو چاہے معنی کرے۔ درست تسلیم کر لیا جائے۔ اس کے لیے لغت کی کتابوں سے استفادہ کرنا پڑتا ہے۔ لفظ "ندبہ" کے بارے میں کتب لغت کیا کہتی ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

المنجد:

الندبۃ۔ میت کے محاسن اور خوبیاں بیان کرنا۔ عَرَبِیٌّ نَدْبَۃٌ خوش بیان عرب۔

(المنجد ص ۱۲۶۴ مطبوعہ کراچی)

"میت کے محاسن اور خوبیاں بیان کرنا" کیا ماتم اسی کو کہتے ہیں؟ کسی شخص کا خوش بیانی سے کچھ پڑھنا یا گانا کیا یہ "ماتم" ہے؟ اگر یہی ماتم ہے۔ تو پھر نجفی کی عقل کا

ماتم ضرور ہو گیا۔ حدیث پاک میں ندبہ سے مراد یہی ہے۔ کہ معصوم بچیاں حضرت ربیع بنت معوذ کے آباؤ اجداد کے زریں کارنامے، ان کی بہادری و شجاعت اور سخاوت میں کہے گئے اشعار پڑھ رہی تھیں۔ اور اس میں ترنم اور خوش بیانی بھی تھی۔ اس انداز سے اعلان شادی بھی ہو رہا تھا۔ اور عظمتِ اسلام بھی اجاگر کی جا رہی تھی۔

مرقات:

فِيْهِ دَلِيْلٌ عَلٰى جَوَازِ ضَرْبِ الدَّفِّ عِنْدَ النِّكَاحِ وَالزِّفَافِ لِلْاِعْلَانِ وَاَلْحَقَ بَعْضُهُمُ الْخِتَانَ وَالْعِيْدَيْنِ وَالْقُدُوْمَ مِنَ السَّفَرِ وَمُجْتَمَعَ الْاَحْبَابِ لِلسُّرُوْرِ وَقَالَ الْمُرَادُ بِهِ الدَّفُّ الَّذِيْ كَانَ فِيْ زَمَنِ الْمُتَقَدِّمِيْنَ وَاَمَّا مَا عَلَيْهِ الْجَلَاجِلُ فَيَنْبَغِيْ اَنْ يَكُوْنَ مَكْرُوْهًا بِالْاِتِّفَاقِ (وَيَنْدُبْنَ) بِضَمِّ الدَّالِ مِنَ النُّدْبِ وَهُوَ عَدُّ خِصَالِ الْمَيِّتِ وَمَحَاسِنِهِ اَيْ يَقُلْنَ مَرْثِيَةً (مَنْ قُتِلَ مِنْ اٰبَائِيْ) وَشُجَاعَتِهِمْ فَاِنَّ مُعَوِّذًا وَاَخَاهُ قُتِلَا يَوْمَ بَدْرٍ۔

(مرقات جلد ۶ ص ۲۱۰ باب اعلان النکاح مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

ترجمہ:

اس حدیث پاک میں نکاح اور زفاف کے وقت اعلان کی خاطر دف بجانے کے جواز کی دلیل ہے۔ اور بعض علماء نے اس میں ختنہ عیدین کسی کا سفر سے واپس آنا اور احباب کا خوشی کے لیے اکٹھا ہونا بھی

شامل کیا ہے۔ (یعنی ان مواقع پر بھی دف بجانا جائز کہتے ہیں۔)
انہوں نے کہا۔ کہ اس دف سے مراد وہ دف ہے۔ جو پہلے بزرگوں کے دور میں ہوتا تھا۔ لیکن ایسا دف جس پر گھنگھرو بندھے ہوئے ہوں تو اس کا بجانا۔ مکروہ ہونا چاہیئے۔ بالاتفاق۔ لفظ یندبن حرفِ دال کے ضمہ کے ساتھ ندبہ سے مشتق ہے۔ اور ندبہ عربی میں میت کے محاسن اور عمدہ باتیں بیان کرنے کو کہتے ہیں۔ یعنی وہ بچیاں مرثیہ پڑھ رہی تھیں۔ یہ اُن لوگوں کا تھا۔ جو حضرت ربیع کے آباؤ اجداد میں سے شہید ہو گئے تھے اور ان کی شجاعت کے واقعات بیان کر رہی تھیں۔ کیونکہ معوذ اور ان کے بھائی بدر کے دن جامِ شہادت نوش فرما چکے تھے۔

لغت عربی اور حدیث مذکور کی شرح سے آپ حضرات اس امر کو بخوبی جان گئے ہوں گے۔ کہ "ندبہ" سے مراد خوشی کا اظہار اور فوت شدہ شخص کی خوبیاں بیان کرنا ہے گویا وہ لڑکیاں دف بجا کر خوشی کے موقعہ پر رواج کے مطابق خوشی منا رہی تھیں۔ اور بوقتِ نکاح ایسا کرنا جائز ہے۔ اس میں کیا اعتراض؟

لیکن تعجب کی بات یہ ہے۔ کہ اس سے "مروجہ ماتم" ثابت کیا جا رہا ہے اور پھر اس قابلِ مذمت رویہ کو اپنانے والا حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کی شان میں جس انداز سے سوقیانہ انداز اپنائے ہوئے ہے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ایمان نام کی کوئی شئی اس کے پاس ہی نہیں "اماں جی خود بھی ڈھول پر ندبہ سنتی رہیں۔ اور نبی پاک کو بھی سنواتی رہیں" خدا لگتی کہیئے کہ یہ انداز شریفانہ اور مؤمنانہ ہے؟ پھر برعم خویش اس ظالم نے بیک قلم حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ام المؤمنین ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا کو ندبہ بمعنی مروجہ ماتم سننے والا ثابت کر دکھایا۔

"اماں جی" کے الفاظ بتلا رہے ہیں۔ کہ انہیں نخیمی اپنی روحانی ماں ماننے کے لیے

تیار نہیں۔ اور اس سے اہل سنت پر طنزیہ انداز سے یہ وار کیا جارہا ہے۔ کہ سنیو! دیکھو جنہیں تم تمام مومنوں کی ماں کہتے ہو۔ وہ تو ندبہ سنتی رہیں۔ اور تم اس کو منع کہتے ہو۔ کیا ایک روحانی بیٹے کا اپنی روحانی ماں کے ساتھ یہی سلوک ہونا چاہیئے ؟

ہم اس جگہ صاف صاف عرض کیے دیتے ہیں۔ کہ حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا امہات المؤمنین میں شامل نہیں ہیں۔ اور انہوں نے اپنی شادی کے موقع پر جو ندبہ سنا ہم اس کے جواز کے قائل ہیں۔ حرام زدگی تو تم نے کی۔ انہیں ام المومنین تسلیم کیا۔ اور ان پر طنزیہ حملہ کیا۔ اور پھر ان کی تعلیمات کو درست معنی پہنانے کی تمہیں توفیق نہ ہوئی۔ آؤ نے آؤ۔ اپنے تمام ماتمیوں کو۔ اور ثابت کر دکھاؤ کہ حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا امہات المؤمنین کی فہرست میں شامل ہیں۔ خواہ مخواہ ان کے بارہ میں غلط معلومات پھیلا رہے ہو۔ نہ خوفِ خدا نہ شرم پیغمبر۔ وہ بھی نہیں یہ بھی نہیں۔

نوٹ:

نجفی شیعی نے اپنی تصنیف ”ماتم اور صحابہ“ کے ص ۵۶ تا ۵۸ مروجہ ماتم کے ثبوت و جواز پر چھ دلائل ذکر کیے۔ ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔

۱۔ ندبۂ عائشہ۔ (یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال پُر ملال پر ندبہ کیا)۔

۲۔ ندبۂ حضرت ابو بکر وفات نبی پر۔

۳۔ نبی کریم اور حضرت ابو بکر کا رونا اور عمر کا رونے کی شکل بنانا۔

۴۔ حضرت ابو بکر کا حکم کہ رونے کی شکل بناؤ۔

۵۔ حضرت عمر اور حضرت ابو بکر کے رونے سے پڑوسیوں کا بے چین ہونا۔

۶۔ حضرت ابو بکر و عمر کے گریہ کی آواز جناب عائشہ نے اپنے محلہ میں پہچانی۔

یہ ہیں وہ چھ عنوانات کہ جن کے ذریعہ نجفی علیہ ما علیہ نے ”مروجہ ماتم“ ثابت کرنے

کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ تمام قارئین اس بات سے بخوبی آگاہ و آشنا ہیں۔ کہ "مروجہ ماتم" سینہ کوبی، زنجیر زنی، تعزیہ سواری، بال نوچنے، اور واویلا کرتے ہوئے ہائے حسین ہائے حسین کرنے کا نام ہے۔ اوپر درج شدہ چھ عنوانات میں سے پہلے دو میں سیدہ عائشہ صدیقہ اور ان کے والد گرامی صدیق اکبر رضی اللہ عنہما کے "ندبہ" کا ذکر ہے۔ ندبہ کیا ہے؟ ابھی ابھی ہم اس کی تحقیق لکھ چکے۔ تو ان دونوں شخصیتوں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال پر آپ کے محامد و محاسن بیان کرنے میں اور مروجہ ماتم میں کیا تعلق ہے۔ تاکہ ان کے ندبہ سے اسے ثابت کرنے کی سعی کی جائے۔ ان دو عنوانات کے بعد متواتر چار عنوانات میں "رونے اور گریہ کی آواز" مذکور ہے۔ رونے اور گریہ سے کون منع کرتا ہے۔ ہم اس بارے میں بھی لکھ چکے ہیں۔ کہ ایسا تو سنت نبوی ہے۔ لیکن "مروجہ ماتم" سے اس کا کیا تعلق ہے۔؟

حضرت عائشہ صدیقہ، ابو بکر صدیق، عمر فاروق رضی اللہ عنہم نے جو کچھ کیا۔ نجفی صاحب تم بھی کرو۔ تمہارے اکابر واصاغر کریں۔ کوئی سنی منع کرے۔ تو پھر اعتراض کرو۔ لیکن یہ سب آنسو بہائیں۔ تم زنجیریں مارو، ہائے حسین کے الفاظ کہتے جاؤ۔ اور آنسو کا ایک قطرہ بھی ٹپکنے نہ پائے۔ اور پھر اس پر واویلا کرو سنی ہمیں وہ کچھ نہیں کرنے دیتے۔ جو حضرات صحابہ کرام بلکہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کرتے رہے۔ ایسا واقعی قابل اعتراض ہے۔ اور یہی ہم بار بار کہتے ہیں۔ کہ ان پاکیزہ شخصیات پر "مروجہ ماتم" کرنے کا الزام مت دھرو۔ وہ اس سے کوسوں دور تھے۔ اور دوسرے حضرات کو اس سے دور رہنے کی تبلیغ و تلقین کرتے رہے۔ لیکن حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی بددعا جن کے حصہ میں تھی۔ انہیں یہ برائی، برائی نظر نہ آئے گی۔ بلکہ شیطان اس کو سجا سجا کر پیش کرتا رہے گا۔ اور اس کے بھائی وساتھی اس پر فخر کریں گے۔ اور دوسروں کو اس طرح کرنے کی دعوت دیں گے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

دغابازی نمبر۱۹

ماتم اور صحابہ

حضرت عمر نے مارا بھی خود اور روئے بھی خود

تاریخ الخمیس:

فَلَمَّا كَانَ اٰخِرُ السَّوْطِ سَقَطَ الْغُلَامُ مَيِّتًا فَصَاحَ ثُمَّ جَعَلَ رَأْسَهٗ فِيْ حِجْرِهٖ وَجَعَلَ يَبْكِيْ وَيَقُوْلُ بِاَبِيْ مَنْ لَمْ يَرْحَمْ فَنَظَرَ النَّاسُ اِلَيْهِ فَاِذَا هُوَ قَدْ فَارَقَ الدُّنْيَا فَلَمْ نَرَ يَوْمًا اَعْظَمَ مِنْهُ وَضَجَّ النَّاسُ بِالْبُكَاءِ وَالنَّحِيْبِ۔

(اہل سنت کی معتبر کتاب تاریخ الخمیس جلد ثانی ص ۲۵۲ مؤلف شیخ حسین الدیار بکری)

ترجمہ:

جب حضرت عمر نے اپنے بیٹے ابوشحمہ پر حد جاری کی۔ اور آخری کوڑا اس کو لگا۔ تو وہ گر پڑا۔ حضرت عمر نے اس کا سر اپنی گود میں رکھا اور رونے لگے۔ اور عمر کی یہ حالت دیکھ کر سب لوگ رونے لگے۔

قادری صاحب۔ رونا ایک فطری چیز ہے۔ جیسا کہ عمر اپنے بیٹے پر روئے۔ اور نعقلہ بھی یاد رہے کہ مارا بھی خود اور رو بھی خود رہے ہیں۔ شاید تم اپنے بزرگوں پر بہانا تیاس کرتے ہو۔ کہ شیعوں نے مارا بھی خود ہے۔ اور روتے بھی خود ہیں۔ اور لفظ نحیب بھی یاد رکھنا جس کے معنی سخت گریہ ہے۔ پھر حضرت عمر سے ہی روایت نقل کی جاتی ہے۔ کہ میت پر گریہ سے میت کو عذاب ہوتا ہے۔ (ماتم اور صحابہ ص ۶۲)

جواب:

حوالہ مذکورہ میں نجفی کے مطلب کی بات ایک ہی تھی۔ وہ یہ کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے جناب ابوشحمہ کے بوجہ سنگساری انتقال پر آنسو بہلئے۔ اور انہیں دیکھ کر دوسرے لوگ بھی رو دیئے۔ اور سخت گریہ کناں ہوئے۔ دو لفظ "بکا اور نحیب" سے "مروجہ ماتم" ثابت کیا جارہا ہے۔ اور مزے کی بات یہ ہے۔ کہ خود ان دونوں لفظوں کا معنی بھی "رونا" ہی کیا ہے۔ تو بتلایئے رونا اور مروجہ ماتم برابر ہیں۔ دونوں میں کیا مشابہت ہے۔؟

اسی واقعہ کو جو سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا اپنے بیٹے پر حد شرعی جاری کرنے پر ثابت قدمی کا شاہکار ہے۔ کس بے دردی کے ساتھ ایک فعل حرام (مروجہ ماتم) کے طور پر پیش کیا جا رہا ہے۔ ہم اہل سنت کا عقیدہ ہے۔ کہ اگر کوئی مسلمان ارتکاب زنا کرنے کے بعد خود ہی اُس کا اقرار کرلے۔ اور پھر اس پر حد جاری ہو جائے۔ تو اس کا مقام بہت بلند اور رتبہ بڑا عالی ہے۔ بخاری اور مسلم میں حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کا واقعہ اس پر شاہد ہے۔ کہ انہوں نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر اس غلطی کا اقرار کیا۔ انہیں رجم کی سزا دی گئی۔ ان کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ کہ اگر ماعز کی توبہ اہل مدینہ پر بانٹ دی جائے۔ تو سب کی مغفرت ہو جائے۔ اسی طرح حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے سامنے جب ان کے بیٹے ابوشحمہ

نے زنا کا اقرار کیا۔ تو آپ نے اس کو مارنا شروع کر دیا۔ مار کھانے کے دوران بار بار پانی مانگا لیکن فاروق اعظم نے یہ مطالبہ نہ مانا۔ حد پوری ہوئی۔ تو ابو شحمہ کا انتقال ہو گیا۔ تو عمر فاروق نے ان کا سر اپنی گود میں رکھا۔ اور روتے ہوئے کہا۔ اسے بیٹا! جب تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری دو۔ تو میرا اسلام عرض کرنا۔ اور کہنا حضور! آپ کا غلام عمر آپ کی قائم کردہ حدود پر عمل پیرا ہے۔ "ریاض النضرہ" میں بالتفصیل یہ واقعہ ہے۔ یہاں تک کہ کچھ لوگوں نے آپ سے سفارش کی۔ کہ اس کو چھوڑ دیا جائے لیکن آپ نے ان میں سے کسی کی نہ سنی۔

قارئین کرام! اسلامی عدل و مساوات کی یہ عظیم مثال ہے۔ کہ ایک وقت کا خلیفہ اپنے ہاتھوں سے اپنے بیٹے پر حد زنا جاری کر رہا ہے۔ لیکن نجفی کو یہ دکھائی دیا۔ کہ باپ نے خود اپنے ہاتھوں سے اپنے بیٹے کو مارا۔ اور پھر خود ہی اس کو گود میں لے کر رونا شروع کر دیا کیا کوئی ذی ہوش اس واقعہ سے یہی کیفیت اخذ کرتا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی حدود کا نفاذ کیا بندے کا فعل متصور ہو گا؟ اگر یہی منطق درست ہو تو پھر حدود اللہ کا نفاذ کون کرے گا۔ جو بھی کرے گا وہ قاتل شمار ہو گا۔ اور پھر اسے قصاص میں دھر لیا جائے گا۔ عداوت فاروق نے نجفی کو اندھا بنا دیا۔ وہ بدکاری کی سزا نافذ فرما رہے ہیں۔ جو خلیفہ ہونے کی وجہ سے ان کی ذمہ داری تھی۔ اور یہ ان کو اس سزا کے نفاذ پر قاتل بنانے پر تلا ہوا ہے۔ اور پھر بے حیائی سے دو قدم اور آگے اٹھائے اور کہا۔ "یہ نقطہ بھی یاد رہے کہ مارا بھی خود اور رو بھی خود رہے ہیں۔ شاید تم اپنے بزرگوں پر ہمارا قیاس کرتے ہو۔ کہ شیعوں نے مارا بھی خود ہے اور روتے بھی خود ہیں" نجفی صاحب بتلائیے اکس سنی نے آپ سے یہ کہا کہ شیعوں نے امام عالی مقام کو زنا کی حد لگا کر شہید کیا تھا۔ لہٰذا "خود مارنے" میں دونوں واقعات میں کون سی مشابہت ہے؟ ہمیں اپنے بزرگوں پر تمہیں قیاس کرنے کی ضرورت ہے؟ کیا ان کی طرح تمہاری بزرگی ثابت کرنے کے ہم خواہش مند ہیں۔ حاشا و کلا ہم

ان پر تمہیں تیاس نہیں کرتے۔ بلکہ ہم تو دو ٹوک انداز میں کہتے ہیں۔ کہ چھوڑ دو بیٹا پاٹی ان کے راستہ پر گامزن ہو جاؤ۔ دنیا و آخرت سنور جائے گی۔

(قاتلان حسین یہی شیعہ تھے)

تمہیں تاقلان حسین ہم کہتے ہیں! اور پھر ماتم کرنے اور سینہ کوبی کرنے پر ہمارا کہنا مانتے ہو؟ نہیں نہیں تمہیں خود اقرار ہے۔ کہ قتل حسین ہمارا اعزازی کارنامہ ہے اور ہمارے بڑے اس عظیم کام کے سرانجام دینے والے تھے۔ ذرا بتلاؤ۔ امام عالی مقام کو ہزاروں خطوط لکھنے والے کون تھے۔؟ امام مسلم کی بیعت کر کے ان کے پیچھے نمازیں پڑھنے والے کون تھے؟ انہیں اور ان کے بیٹوں کو شہید کرنے والے کہاں کے رہنے والے اور کون لوگ تھے۔ اور امام عالی مقام کا پانی بند کرنے والے ان کو اور ان کے ساتھیوں کو پیاسا لاکر شہید کرنے والے کہاں کے باشندے تھے؟ مستورات اہل بیت کو زنجیروں میں جکڑ کر کوفہ و دمشق میں لانے والے کون تھے؟ ہم اس پر سیر حاصل بحث ذکر کر چکے ہیں۔ سر دست حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی زبانی سنیے۔ جو واقعہ کربلا میں موجود تھیں۔ جنہیں گرفتار کر کے زنجیروں میں جکڑ کر کوفہ و دمشق کے بازاروں سے گزارا گیا تھا۔ اور ان کی مظلومانہ حالت کو دیکھ کر جب اہل کوفہ اور دمشق روئے۔ تو آپ نے فرمایا تھا۔ اَتَبْكُوْنَ عَلَيْنَا فَمَنْ قَتَلَنَا غَيْرُكُمْ۔ اے کوفیو! ہماری حالت پر روتے ہو۔ آخر بتلاؤ وہ کون ہیں تمہارے بغیر جنہوں نے ہمارے ساتھیوں کو شہید کیا! خود تمہاری کتاب بحار الانوار جلد ۵ ص ۱۰۹ پر تحریر ہے۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے فرمایا اَتَبْكُوْنَ وَ تَنْتَحِبُوْنَ اِیْ وَاللهِ فَابْكُوْا كَثِيْرًا وَاضْحَكُوْا قَلِيْلًا

کیا اب تم سب کچھ کر گزرنے کے بعد روتے ہو۔ اور خوب گریہ کرتے ہو۔

خدا واحد کی قسم! تم بہت روؤ اور ہنسنا تمہیں کم ہی نصیب ہو۔ یہ ہیں وہ الفاظ جو تمہاری کتابوں میں قاتلانِ حسین کے بارے میں مذکور ہیں۔ ہمیں کیا ضرورت ہے۔ کہ تمہیں قتلِ حسین کا مجرم گردانیں۔

اس کے ساتھ ساتھ جو اہل تشیع نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی بددعا کے نتیجے کے طور پر رونا دھونا شروع کیا تھا۔ اس میں نت نئے افعال قبیحہ کا دخل ہوتا رہا۔ سینہ کوبی، زنجیر زنی بال نوچنے وغیرہ خود شیعہ علماء کے نزدیک بھی حرام ہیں۔ لیکن اس کے باوجود سب کچھ کیا جا رہا ہے۔ اور اسے جائز ثابت کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ جائز تو ثابت ہونا ناممکن ہے۔ ہاں سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی بددعا کی وجہ سے اس کا ترک کرنا بھی مشکل ہے۔

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ

دغا بازی نمبر ۲

ماتم اور صحابہ | غار میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا رونا

مدارج النبوۃ:

اشک ہائے از رخسار او رواں شد بروئے شریف آنحضرت افتاد بیدار ساخت فرمود یا ابابکر لاتحزن الخ۔

(اہل سنت کی معتبر کتاب مدارج النبوۃ جلد دوم ص ۵۸ مولف شاہ عبدالحق محدث دہلوی)

ترجمہ:

غار میں حضرت ابوبکر صدیق کے آنسو بہنے لگے۔ اور حضور کے رخ انور پر گرے حضور بیدار ہوئے اور فرمایا۔ اے ابوبکر لاتحزن الخ

قادری صاحب! تکلیف ہو تو رونا فطری ہے۔ جس طرح ابوبکر کو سانپ نے ڈسا تو وہ رو پڑے۔ لیکن برا ہو تعصب کا۔ اگر حضرت ابوبکر غار میں روئیں تو یہ ان کی فضیلت اور اگر شیعہ امام حسین کی یاد میں گریہ زاری کریں۔ تو بدعت کے فتوے۔ اعتراض۔ مجمع البیان میں ہے جو شیعہ کی کتاب ہے۔ اِنَّ الْبُكَاءَ لَا يُوْجِبُ صِدْقَ الْبَاكِيْ فِيْ دَعْوٰى رونے والے کا رونا اس کی صداقت کی دلیل نہیں ہو سکتا۔ شیعہ کا امام حسین کے غم میں رونا یہ ان کی صداقت کی دلیل نہیں..... وَجَاءُوْا اَبَاهُمْ عِشَاءً يَّبْكُوْنَ۔ ترجمہ۔ یوسف کے بھائی باپ کے پاس شام کے وقت روتے ہوئے آئے۔ جواب۔ قاضی جی۔ اس

آیت کو شیعہ پرفٹ کیا۔ حالانکہ اس کو یارِ غار پر فٹ کیا جا سکتا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر فٹ ہے۔ (ماتم اور صحابہ ص ۶۴)

جواب: مدارج النبوۃ رکن چہارم ص ۶۰ پر مذکورہ واقعہ یوں تحریر ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے شبِ ہجرت، غارِ ثور میں داخل ہو کر اس میں موجود تمام سوراخ بند کر دیئے تاکہ کوئی کیڑا مکوڑا باعث تکلیف نہ بنے۔ صرف ایک سوراخ باقی رہ گیا۔ اُسے بند کرنے کے لیے جب ابوبکر کو کوئی چیز نہ ملی۔ تو انہوں نے اپنی ایڑی اس پر رکھ دی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اندر آنے کی درخواست کی۔ آپ تشریف فرما ہوئے اور ابوبکر صدیق کی ران پر سر انور رکھ کر آرام فرمانے لگے۔ اُدھر مدت سے اس غار میں ایک سانپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کے لیے بے چین تھا۔ اُس نے اِدھر اُدھر کسی سوراخ سے نکل کر دیدار کی کوشش کی۔ لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔ بالآخر اس نے ایڑی کو ڈسا۔ تاکہ راستہ بن جائے۔ اس کے ڈسنے کی وجہ سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو تکلیف ہوئی۔ اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ یہ آنسو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسارِ انور پر گرے۔ آپ نے ابوبکر سے دریافت فرمایا۔ کیا وجہ ہے۔ انہوں نے سارا ماجرا بیان کیا۔ ”حضرت صلعم درحق ابوبکر دعائے خیر کرد“ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔

قارئین کرام! اس واقعہ سے ”مروجہ ماتم“ ثابت ہو رہا ہے؟ فریب اور دھوکہ دہی کی بھی حد ہوتی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر کی جاں نثاری اور محبت کے صلہ میں دعائے خیر دے رہے ہیں۔ جو کسی مومن کی زندگی کا انمول سرمایہ ہے۔ اور نجفی ہے کہ اس سے وہ فعل ثابت کرنے کے درپے ہے۔ جس کا مرتکب بروزِ حشر کتے کی شکل میں اُٹھے گا کیا قیامت میں کتے کی شکل اُٹھنے والے فعل پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم دعائے خیر کیا کرتے تھے۔

اس کے بعد ایک اعتراض اور جواب سے چند سطور سیاہ کیں۔ اور ایک قانون کا سہارا لے کر اپنا دامن بچانے اور صدیق اکبر کو ملوث کرنے کی حماقت کی۔ برادرانِ یوسف سے اس کا استشہاد پیش کیا۔ تو یہ قانون واقعی اہل تشیع پر فٹ آتا ہے۔ کیونکہ خود بلا کر شہید کرنے والے تم ہی ہو۔ برادرانِ یوسف نے خود کنوئیں میں گرایا اور نام بھیڑیے کا لے لیا۔ اسی طرح "محبان علی" اور "شیعان علی" نے میدانِ کربلا میں گھناؤنا اور ظالمانہ کردار اپنایا۔ پھر اس سے بھاگنے کی کوشش میں ہیں۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

دغا بازی نمبر ۲۱

ماتم اور صحابہ:

ص ۶۴ تا ص ۶۹ پر پھیلے ہوئے عنوانات اور ان کے تحت درج شدہ عبارات کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے۔ اور پھر اس کے بعد مختصر سا جواب سپردِ قلم ہوگا۔ یہ اس لیے کہ ان میں سے کوئی دلیل ایسی نہیں۔ جس کا جواب گزشتہ صفحات میں گزر نہ چکا ہو۔

۱۔ حضرت عثمان کا خون بھرا کرتہ۔ اس عنوان کے تحت نجفی رقم طراز ہے۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو جب شہید کیا گیا۔ تو ان کے خون سے بھرا ہوا کرتہ جب سرزمین شام پہنچا۔ تو لوگ اسے دیکھ کر رو پڑے۔ فَبَكَرُ اعَلَى الْقَمِيْصِ۔ (تاریخ کامل ابن اثیر جلد سوم ص ۱۲۹)

۲۔ جناب عمر نے اپنے بھائی کی موت کو زندگی بھر یاد رکھا۔ مَاهَبَّتِ الصَّبَاءُ اِلَّا ذَكَرَتْنِيْ زَيْدَ بْنَ الْخَطَّابِ۔ جب کبھی باد صبا چلی۔ تو مجھے اپنا بھائی

یاد آتا رہا۔ (البدایۃ والنہایہ جلد ۶ ص ۳۳۶)

۳۔ اپنا مرا تو حضرت عمر بھی روئے۔ جب حضرت عمر کے بھائی زید بن الخطاب جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔ تو اس وقت حضرت عمر کی کیفیت تھی۔ دَمَعَتْ عَيْنَاهُ ان کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں۔ (عقد الفرید جلد دوم ص ۵)

۴۔ ابوبکر کی کمر ٹوٹ گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کی خبر جب ابوبکر صدیق کو پہنچی۔ تو آپ دوڑتے ہوئے یہ الفاظ کہہ رہے تھے۔ وَ اقْطَعَ ظَهْرَاهُ۔ ہائے افسوس! میری کمر ٹوٹ گئی۔ (مسند امام اعظم ص ۱۷۹)

جواب:

عنوان نمبر ۱ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی قمیص دیکھ کر شامی لوگوں نے گریہ کیا۔ کامل ابن اثیر میں یہاں لفظ "بَكَوْا" مذکور ہے۔ جس کا نجفی نے بھی "رونا" ہی معنی کیا ہے۔ تو اس سے "مروجہ ماتم" کا کیا تعلق ہے۔ ہم بارہا لکھ چکے ہیں کہ محض رونا تو سنت نبوی ہے۔ اس سے کون منع کرتا ہے۔ پھر شامیوں کا گریہ یا کوئی اور فعل کسی فعل کے جواز کی دلیل کب بن سکتا ہے۔ لہٰذا اس عنوان کے تحت جو کچھ لکھا گیا۔ وہ فریب اور مکاری کے سوا کچھ نہیں۔

عنوان نمبر ۲ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اپنے بھائی کی موت کو زندگی بھر یاد رکھنا اور ان شیعوں کا سینہ پیٹنا، زنجیریں مارنا، اور گریبان پھاڑنا کیا باہم کوئی مماثلت رکھتے ہیں پھر اس سے مروجہ ماتم کس طرح ثابت ہو گیا۔

عنوان نمبر ۴ کے تحت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کی خبر پر فرمایا "ہائے میری کمر ٹوٹ گئی" یہ اس خبر پر صدیق اکبر کے الفاظ ہیں۔ جس سے بڑھ کر کوئی مصیبت اور دکھ بھری خبر ہو ہی نہیں سکتی۔ اور اسی پر حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی ہے۔ کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں جزع و فزع

سے منع نہ فرماتے۔ تو ہم اپنی آنکھوں سے رو رو کر رطوبت ختم کر دیتے۔ لیکن صبر کے بغیر کوئی چارۂ کار نہیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق اسی طرز کو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنایا۔ کسی کے غم میں کمر ٹوٹ جانا اور کسی کے لیے زنجیریں مار مار کر لہو لہان کر لینا کہاں یہ اور کہاں وہ؟ یہ تھا ان فریب کاریوں اور دھوکہ دہی کی کوششوں کا تذکرہ کہ جن کے ذریعہ نجفی نے مروجہ ماتم ثابت کرنے کی کوشش کی۔

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُوْلِی الْاَبْصَار

۲۲ ویں دغابازی

ماتم اور صحابہ:

غلام حسین نجفی نے اس کے بعد (۹) عدد متواتر ایسے عنوانات قائم کیے ہیں۔ جن سے اسی انداز میں "مروجہ ماتم" ثابت کرنے کی سعی لاحاصل کی۔ ان عنوانات اور ان کے تحت درج شدہ حوالہ جات کا خلاصہ یہ ہے۔

۱۔ حضرت عمر کی موت پر بی بی عائشہ کی مجلس عزا۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے جب انتقال فرمایا۔ تو ان کے صاحبزادے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں اس غرض سے حاضر ہوئے کہ ان کے والد کے لیے حجرۂ رسول میں دفن کی اجازت دی جائے۔ تو اس وقت مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا کو روتے ہوئے پایا۔ فَوَجَدَهَا قَاعِدَةً تَبْكِي۔

۲۔ حضرت عمر کی موت پر بی بی حفصہ کا رونا۔ بخاری شریف میں اس واقعہ کے ذکر کرتے وقت یہ الفاظ مذکور ہیں۔ فَبَكَتْ عَلَيْهِ سَاعَةً۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا اپنے والد گرامی کے پاس کھڑے ہو کر کچھ دیر

تک روتی رہیں۔

۳۔ نواسۂ ابی بکر کی عزاداری۔ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا نے اپنے بیٹے کی جب شہادت کی خبر سنی۔ تو فرمایا۔ اے بیٹے۔ يَبْكِي عَلَيْكَ كُلُّ شَيْءٍ ذِيْ جِسْمِيْ تیری شہادت پر ہر ذی روح رونا ہے۔

۴۔ یوم الخیب۔ تذکرہ خواص الائمہ سے نقل کیا گیا۔ کہ جس دن حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا مکہ شریف سے بصرہ کی طرف روانہ ہوئیں۔ تاکہ وہاں پہنچ کر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے خلاف نبرد آزما ہوسکیں۔ تو اس دن اتنا گریہ ہوا۔ کہ اس سے پہلے ایسا دیکھنے میں نہیں آیا تھا۔

۵۔ امام حسن کے جنازہ پر مروان کا گریہ صواعق محرقہ کے حوالہ سے لکھا ہے۔ کہ امام حسن رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد مروان ان کی نماز جنازہ میں شریک ہوا۔ تو اس نے "وبکا" کیا یعنی وہ رویا۔

۶۔ صحابی کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہے۔ بحوالہ بخاری شریف لکھا ہے۔ کہ جب حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا آزاد ہوئیں۔ تو ان کے خاوند حضرت مغیث رضی اللہ عنہ اتنے غم زدہ ہوئے۔ کہ رو رو کر ان کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئی۔

۷۔ بی بی عائشہ کی اوڑھنی آنسوؤں سے تر ہے۔ الادب المفرد سے یہ اقتباس لکھا ہے۔ کہ ایک دفعہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنے بھانجے سے ناراض ہو گئیں۔ بعد میں جب یہ واقعہ انہیں یاد آتا۔ تو آنسوؤں سے ان کی اوڑھنی تر ہو جاتی تھی۔

۸۔ شکست جنگ جمل کی یاد میں۔ تذکرۃ الخواص و تاریخ بغداد کے حوالہ سے تحریر ہے کہ حضرت ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جنگ جمل میں اپنے مقتول ساتھیوں کو جب یاد کرتیں۔ تو روتے روتے ان کی اوڑھنی تر ہو جایا کرتی تھی۔

۹۔ ابو حنیفہ کی عزاداری بتاریخ خمیس کے حوالے سے لکھا ہے۔ کہ سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کے انتقال کو یاد کر کے ان کے شاگرد رشید جناب امام محمد رویا کرتے تھے۔

(ماخوذ از ماتم اور صحابہ ص ۷۰ تا ۸۰)

جواب:

ان نو عدد متواتر حوالہ جات میں اور ان سے اگلے پچھلے تقریباً تمام دلائل میں دو تین لفظ بار بار آئے ہیں۔ "بکاء، جزع اور نوحہ۔ ان الفاظ کے متعلق گزشتہ اوراق میں ذکر شدہ جوابات کے ضمن میں ایک ضابطہ پیش خدمت ہے۔ تاکہ اس کی روشنی میں مسئلہ زیر بحث کی تحقیق ہو جائے۔ ضابطہ یوں ہے۔

کسی شخص کے انتقال پر بال نوچنا، سینہ پیٹنا، زنجیریں مارنا اور کپڑے پھاڑنا ایسے افعال ہیں۔ جو حرام ہیں۔ ان افعال کے لیے چاہے لفظ بکاء استعمال ہو یا جزع اور نوحہ۔ لہذا بکاء، جزع اور نوحہ وہی حرام ہے جس کی صورت ذکر شدہ افعال پر مبنی ہو اور کسی شخص کے وصال پر افسوس کرنا، آنسو بہانا اور رونا (جب کہ درج بالا افعال سے خالی ہوں) جائز اور سنت رسول ہیں خواہ اس کیفیت کو ان تین الفاظ میں سے کسی سے بیان کیا گیا ہو۔

گزشتہ اوراق میں لفظ نوحہ اور جزع کا لغوی مفہوم اور کتب شیعہ سے اس کی تصدیق مذکور ہو چکی ہے۔ یہاں صرف وضاحت کی خاطر ایک حوالہ پیش خدمت ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ۔ عورتیں معروف میں آپ کی نافرمانی نہ کریں۔ آیت کے اس جملہ کے تحت شیعہ مسلک کی تفاسیر بھی یہی لکھتی ہیں۔ کہ کسی مسلمان عورت کو گریبان چاک نہیں کرنا چاہیے۔ منہ نہیں پیٹنا چاہیے۔ سیاہ کپڑے نہیں پہننے چاہئیں اور بین نہیں کرنے چاہئیں۔ یعنی یہ افعال کرنے والا در اصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نافرمان ہے۔ یا دوسرے طریقہ سے یہ افعال شرعاً ناجائز اور حرام ہیں جب

عام مسلمانوں عورتوں کے لیے یہ حکم ہے۔ تو ازواج مطہرات اور حضرات صحابہ کرام وائمہ اہل بیت کے لیے بطریقہ اولیٰ ان کی ممانعت ہو گی۔ لہٰذا ان افعال پر مشتمل بکاء، جزع اور نوحہ حرام ہے

ان نوعدد عنوانات اور ان کے ضمن میں مذکورہ احادیث وروایات کے الفاظ میں غور کریں۔ تو کہیں بھی کوئی ایسا لفظ نظر نہیں آئے گا۔ جس کا معنی سینہ پٹینا، بال نوچنا اور زنجیریں مارنا ہو۔ ہمارا اور اہل تشیع کا اختلاف صرف یہی ہے۔ کہ کسی حدیث و روایت یا اقوال ائمہ اہل بیت سے یہ ثابت کر دکھاؤ۔ کہ مروجہ ماتم اور تعزیہ داری کبھی ہوئی۔ یا کسی نے کبھی کی؟ محض رونا اور آنسو بہانا مختلف فیہ نہیں۔ ہم اسے جائز قرار دیتے ہیں۔ لیکن اہل تشیع کے ہاں مروجہ ماتم وغیرہ افعال کثرت سے ہیں۔ خواہ مخواہ پانچ دس ورق سیاہ کر دینے سے کوئی دلیل حاصل تو نہیں ہو سکتی۔ مختصر یہ کہ کسی کے انتقال پر جو امور جائز ہیں۔ اُن پر ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔ لیکن جنہیں ہم (بلکہ اہل تشیع بھی ناجائز اور حرام کہتے ہیں اور پھر ان کا ارتکاب بھی کرتے ہیں) حرام کہتے ہیں۔ اُن کے جواز کی کوئی دلیل پیش کی جائے۔ ہم اس کے ثبوت پیش کرنے پر فی حوالہ مبلغ ہزار روپے نقد انعام دینے کو تیار ہیں۔

فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِي الْاَبْصَارِ

دغا بازی نمبر ۲۲

امیر حمزہ پر رونے والی عورتوں کے لیے نبی علیہ السلام کی دُعا

ماتم اور صحابہؓ: "رونے والوں کے لیے نبی کی دُعا۔"

مدارج النبوۃ: اہل سنت کی معتبر کتاب مدارج النبوۃ جلد دوم صفحہ ۱۳۲ مولف شاہ عبدالحق محدث دہلی اہل سنت کی معتبر کتاب سیرت حلبیہ جلد ۲ صفحہ ۲۴۲

آواز گریہ زنان از خانہ حمزہ شنید پرسید کہ ایں چہ آواز است گفتند زنان انصار برعم تو گریند پس دعا کرد وآنحضرت فرمود رضی اللہ عنکن وعن اولادکن واولاد اولادکن

ترجمہ:

نبی کریم نے حمزہ کے گھر سے عورتوں کے رونے کی آواز سنی۔ پوچھا یہ کیا ہے۔ لوگوں نے عرض کیا انصار کی عورتیں آپ کے چچا حمزہ پر رو رہی ہیں۔ تب نے ان عورتوں کے لیے دعا فرمائی۔ کہ اللہ تم پر بھی راضی ہو اور تمہاری اولاد سے بھی راضی ہو اور اولاد کی اولاد سے بھی راضی ہو۔

قارئین۔ حضور کی یہ دُعا ان عورتوں کے حق میں ہے۔ جنہوں نے (حسبِ مذہب قادری حسب ما) صبر والی آیات کی مخالفت کی۔ اور شہید راہِ حق پر گریہ کیا۔ اور نبی کی دعا کی سزاوار

ہو گیا۔ (ماخوذ از رسالہ ماتم اور صحابہ ص ۸۱، ۸۲)

جوابِ اوّل:

"مدارج النبوۃ" میں موجود روایت مذکورہ میں شیخ محقق نے ایک لفظ بھی ایسا درج نہیں فرمایا۔ جس سے مروجہ ماتم کی بُو آتی ہو۔ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ پر رونے والی عورتوں نے نہ سینہ کوبی کی، نہ بال نوچے، نہ زنجیریں ماریں۔ بلکہ صرف روئیں اور آنسو بہائے۔ اسی لیے ان کے حق میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی۔ اگر مروجہ ماتم (کہ جس میں مذکورہ تمام اشیاء موجود ہوتی ہیں۔) ان عورتوں سے وقوع پذیر ہوتا۔ تو ایسے حرام فعل پر اللہ کا پیغمبر دعا ہرگز نہ دیتا۔ بلکہ زجر و توبیخ ہوتی معلوم ہوا۔ کہ نجفی نے بارگاہِ رسالت میں وہ دلیری اور بے حیائی کی۔ کہ جس سے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مقدسہ پر یہ الزام آجاتا ہے کہ آپ اللہ کے پیغمبر ہو کر حرام فعل کے مرتکب کے لیے دعائے خیر فرما رہے ہیں۔ بخدا! کوئی معمولی سا آدمی بھی ایسا کہنا گوارا نہیں کرتا۔

جوابِ دوم:

نجفی نے "مدارج النبوۃ" سے بقدرِ ضرورت حصہ لے لیا۔ اور جس سے اس کے خود ساختہ دعوی کی تردید ہوتی تھی۔ اُسے ذکر نہ کیا۔ آخر ایسا کیوں نہ کرتا۔ جب بد دیانتی کے لیے لنگوٹ کسا ہوا ہے۔ تو پھر جس طرح بھی مطلب حاصل ہو جائے۔ وہ کرنا پڑتا ہے۔ اس کی فریب کاری کو ظاہر اور دھوکہ دہی کو واضح کرنے کے لیے ہم مدارج النبوۃ کی مکمل عبارت درج کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

مدارج النبوۃ

درینجا حکایتے غریب است کہ نقل کردہ اند کہ چوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بمدینہ نزول فرمود از اکثر خانہائے انصار آواز گریۂ زنان شنید مگر از خانۂ

حمزہ فرمود لکن حمزۃ لا بواکی لہ یعنی حمزہ زنانی کہ بروے گریہ کنند ندارد۔ انصار چوں ایں سخن شنیدند زنانِ خویش را گفتند کہ نخست بخانۂ حمزہ روند و بروی بگریند آنگاہ بخانۂ خویش گریہ کنند زنانِ انصار میانِ شام و خفتن بخانۂ حمزہ آمدند و تا نیم شب بروی میگریستند آنحضرت بخواب رفتہ بود چوں بیدار شد آواز گریۂ زنان از خانۂ حمزہ شنید پرسید کہ ایں چہ آواز است گفتند زنانِ انصار بر عم تو گریند پس دعا کرد آنحضرت فرمود رضی اللہ عنکن و عن اولادکن و اولاد اولادکن۔ ایں چنیں است در معارج النبوۃ در روضۃ الاحباب ایں زیادہ کردہ کہ در روایتی آمدہ کہ مقصود من ایں نہ بود کہ زنان بیایند و بر حمزہ گریہ کنند و نہی کرد از نوحہ کردن و مبالغہ و تاکید دراں امر بتقدیم رسانید انتہی گفت بندۂ مسکین ثبتہ اللہ علی طریق الحق والیقین کہ ظاہر آنست کہ گفتن آنحضرت ایں کلمہ را لکن حمزۃ لا بواکی لہ مقصود ازاں تاسف و تالم و غربت و مصیبت حمزہ بود کہ کشتہ شد بحالتے کہ معلوم است و غربت دیگر کہ کسی ہم ندارد کہ بروے گریہ کند و گریستن بے نوحہ ممنوع ہم نیست و انصار بجہت مبادرت باسترضاء و مبالغہ ایشاں دریں باب فہمیدند کہ مگر مقصود آنحضرت آنست کہ زناں بیایند و گریہ کنند و آنحضرت نیز چوں از جانب ایشاں معنی استرضاء و احتمال مشاہدہ کرد و تواند کہ نوحہ گری راہ یافتہ باشد پس منع کرد ازاں حکم مبالغہ نمود دراں و تواند کہ دراں حین نوحہ ہم مباح باشد پس نسخ کردند ایں حکم را۔ واللہ اعلم۔

(مدارج النبوت جلد دوم ص ۱۳۲، ۱۳۳ مطبوعہ سکھر)

ترجمہ:

اس جگہ ایک غریب حکایت ہے۔ کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ

تشریف لائے۔ تو آپ نے اکثر انصار کے گھروں سے عورتوں کے رونے کی آواز سنی۔ صرف امیر حمزہ کے گھر سے کوئی آواز نہیں اٹھتی تھی۔ آپ نے فرمایا۔ کہ حمزہ پر رونے والی کوئی عورت نہیں ہے۔ انصار نے جب آپ کا ارشاد سنا۔ تو انہوں نے اپنی عورتوں سے کہا۔ کہ جاؤ پہلے جا کر امیر حمزہ کے گھر ان پر گریہ کرو۔ پھر اپنے اپنے گھروں میں گریہ کرنا۔ انصاری عورتوں نے مغرب اور عشاء کے درمیان امیر حمزہ کے گھر آ کر گریہ شروع کیا۔ اور آدھی رات تک یہی کیفیت رہی۔ اُدھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم حالت خواب میں تھے۔ جب اُٹھے۔ تو امیر حمزہ کے گھر سے عورتوں کے رونے کی آواز سنی۔ پوچھا۔ یہ کیسی آواز ہے۔ حاضرین نے کہا۔ کہ انصاری عورتیں آپ کے چچا پر گریہ کر رہی ہیں۔ پھر آپ نے دعا کرتے ہوئے فرمایا۔ اے اللہ! تو ان عورتوں سے راضی ہو۔ ان کی اولاد اور اولاد کی اولاد سے راضی ہو۔ معارج النبوۃ میں اسی طرح مذکور ہے۔ لیکن روضۃ الاحباب میں کچھ زیادہ ہے۔ وہ یہ کہ ایک روایت میں آیا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے کہنے کا مقصد یہ تھا کہ عورتیں آئیں۔ اور امیر حمزہ پر آ کر گریہ کرنا شروع کر دیں۔ آپ نے نوحہ کرنے کی سختی سے نہی فرمائی۔ اور اس کو بڑی تاکید کے ساتھ ذکر فرمایا۔ انتہی

بندۂ مسکین اللہ تعالیٰ اس کو حق و یقین پر ثابت رکھے (یعنی مصنف شیخ عبدالحق دہلوی کہتا ہے۔ کہ ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد "ولکن حمزہ لا بواکی لہ" سے مقصد محض افسوس کرنا اور دکھ درد کا اظہار تھا۔ کیونکہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت جیسا کہ معلوم ہے۔ انتہائی غربت اور کس مپرسی کی حالت میں ہوئی۔ اور دوسری غربت یہ کہ ان کے پیچھے کوئی رونے والی نہیں ہے۔ جو ان کی شہادت پر گریہ کرے

اور بغیر نوحہ کے رونا ممنوع نہیں۔ اور انصار نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی اور رضامندی کے حصول کی خاطر اور اس بارے میں مبالغہ کی وجہ سے یہ کہا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے ہیں کہ عورتیں حضرت حمزہ کے گھر آئیں اور گریہ کریں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان عورتوں کی طرف سے یہ دیکھا۔ کہ انہوں نے یہ سب کچھ مجھے خوش کرنے کے لیے کیا ہے۔ اور میرا حکم فوری طور پر مانا ہے۔ تو آپ نے ان کے حق میں دعا کی ہو۔ اور یہ بھی ایک وجہ ہو سکتی ہے۔ کہ اس رونے نے نوحہ ممنوعہ کی صورت اختیار کر لی ہو۔ جس کی بنا پر آپ نے سخت منع فرما دیا۔ اور تیسرا احتمال یہ بھی ہے۔ کہ اس وقت نوحہ کرنا مباح تھا۔ بعد میں آپ نے اس حکم کو منسوخ فرما دیا ہو۔ واللہ اعلم۔

لمحہ فکریہ:

"مدارج النبوت" کی مکمل عبارت بمعہ ترجمہ ہم نے پیش کر دی ہے۔ اب ذرا نجفی کے دعوے ایک مرتبہ پھر ذہن میں حاضر کریں۔

۱۔ شیخ عبدالحق صاحب مدارج النبوت کے نزدیک "مروجہ ماتم" جائز ہے۔

۲۔ مروجہ ماتم حضرت امیر حمزہ پر انصاری عورتوں نے کیا۔

۳۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر ان عورتوں کے حق میں دعا فرمائی۔ نتیجہ یہ کہ ہم اہل تشیع مروجہ ماتم کرتے ہیں۔ تو یہ جائز اور مباح ہے بلکہ سنت ہے۔ اور ہمارے ایسا کرنے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وہی دعا ہمارے شاملِ حال ہو گی۔ جو آپ نے انصاری عورتوں کے لیے فرمائی۔

ایک نہیں کئی طریقوں سے نجفی نے ڈنڈی ماری۔ شیخ عبدالحق صاحب صراحت سے فرما رہے ہیں۔ کہ "نوحہ" ممنوع و حرام ہے۔ اور نجفی ان سے جواز ثابت کر رہا ہے۔ انصاری عورتوں نے مروجہ ماتم نہیں بلکہ صرف آنسو بہا کر اور رو کر حضور نبی کریم

کو نوش کرنے کی کوشش کی۔ اسی پر آپ نے انہیں دعا دی۔ اہل تشیع! ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ انصاری عورتوں کی طرح غم حسین مناؤ۔ اور دعائے پیغمبر کے حق دار ہو جاؤ لیکن یہ تمہاری قسمت میں کہاں؟ پھر بقول روضۃ الاحباب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انصاری عورتوں سے یہ کیفیت دیکھی۔ تو فرمایا۔ تم میرا مطلب غلط سمجھی ہو۔ میرا مقصد یہ تھا۔ کہ امیر حمزہ بڑی کس مپرسی کی حالت میں شہید ہوئے۔ لہذا خبردار! ایسی حرکت آئندہ نہ ہونے پائے۔ میں تمہیں سختی سے منع کرتا ہوں۔ حضور نے تو یہ فرمایا۔ اور نجفی صاحب ثابت کریں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مروجہ ماتم و نوحہ پر ان عورتوں کو دعائیں دیں۔

مختصر یہ کہ شیخ عبدالحق صاحب اس روایت میں مذکور گریہ و زاری کو جائز حد تک تو درست قرار دینے کی تاویل و تفسیر کر رہے ہیں۔ لیکن ناجائز نوحہ کو بڑی شدت کے ساتھ حرام ثابت کرتے ہیں۔ اس لیے نجفی صاحب اگر دیانت داری سے کام لیتے۔ تو بات بالکل ظاہر و باہر تھی۔ کہ مروجہ ماتم حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حرام قرار دیا ہے۔ اور انصاری عورتوں نے اول تو یہ نوحہ کیا ہی نہیں اور اگر یہی تھا۔ تو تبھی آپ نے منع فرمایا۔ لیکن اس صریح حرام کو جائز قرار دینے کے لیے اگر نجفی کو ذات پیغمبر پر الزام دھرنا پڑا۔ تو اس کی پرواہ نہ کی صحابیات اور صحابہ کو استعمال کرنا پڑا۔ تو ذرا بھر شرم و حیاء نہ آئی اور عبارات کے غلط مفہوم وضع کرتے پڑے۔ تو بڑی دیدہ دلیری سے ایسا کر لیا۔

فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِي الْاَبْصَارِ

دغابازی نمبر ۲۴

ماتم اور صحابہ:

غلام حسین نجفی نے اپنی اس تصنیف کے ص ۸۲ تا ۸۹ تک مختلف عنوانات کے تحت درج شدہ حوالہ جات سے "مروجہ ماتم" کو جائز ثابت کرنے کی کوشش کی۔ اور ان حوالہ جات میں بھی وہی طریقہ اور طرز استدلال اپنایا گیا ہے۔ جس کا نمونہ آپ گزشتہ عنوانات اور اس کے تحت درج شدہ حوالہ جات میں ملاحظہ فرما چکے۔ عنوانات اور حوالہ جات مختصر طور پر ملاحظہ ہوں۔

۱۔ غم یعقوب علیہ السلام۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے غم میں حضرت یعقوب علیہ السلام کے تین اعضاء زبان، آنکھ اور دل کمزور ہو گئے۔ (تفسیر کبیر)

۲۔ غم یوسف میں کمر کا جھک جانا۔ غم یوسف میں حضرت یعقوب علیہ السلام کی کمر جھک گئی۔ (خازن)

۳۔ غم یوسف میں بینائی کا ختم ہونا بحوالہ روح المعانی کے حوالہ سے حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی ہجر یوسف میں ختم ہو گئی۔ (روح المعانی)

۴۔ زندہ پر غم سو شہید کے برابر ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کو اپنے فرزند حضرت یوسف علیہ السلام کی گمشدگی پر ستر ماؤں کے صدمہ کے برابر صدمہ ہوا۔ لہٰذا ان کو سو شہیدوں کا ثواب ملا۔ (تفسیر در منثور)

۵۔ ابن عباس غم حسین میں روتے روتے نابینا ہو گئے۔ (تذکرۃ الخواص)

جواب:

ان عنوانات میں سے پہلے چار عنوانات اور پھر ان کی تائید میں تفاسیر کا حوالہ پیش کر کے ثابت کیا گیا کہ "مروّجہ ماتم"، حضرت یعقوب علیہ السلام نے بھی کیا۔ حاشا وکلا حضرت یعقوب علیہ السلام کی ذات اس الزام سے قطعاً بَری ہے۔ خود قرآن گواہ ہے۔ کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے گھر آکر اپنے ابا جان سے کہا۔ یوسف کو بھیڑیا کھا گیا۔ تو آپ نے ان کو فرمایا۔ فَصَبْرٌ جَمِيلٌ الخ۔ اچھا! صبر ہر حال میں اچھا ہے۔ بہت جلد اللہ تعالیٰ ہم سب کو پھر سے اکٹھا فرما دے گا۔ اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر کی زبان سے نکلے حروف قرآن میں ذکر کر رہا ہے جن میں انہوں نے صبر کو اپنانے کا اظہار فرمایا۔ اور نجفی ان ہی کے بارے میں "مروّجہ ماتم" ثابت کر کے بے صبرا ثابت کر رہا ہے

حضرت یعقوب علیہ السلام کے تین اعضاء

(آنکھ، زبان، دل) کا کمزور پڑ جانا کس وجہ سے ہوا۔ خود نجفی بھی مقر ہے۔ کہ اس کی وجہ حضرت یوسف علیہ السلام کا غم تھا۔ غم یوسف کہاں اور سینہ کوبی، زنجیر زنی اور بال نوچنا کہاں؟ کیا حضرت یعقوب علیہ السلام کے تینوں اعضاء "مروّجہ ماتم" کرنے کی وجہ سے متاثر ہوئے تھے۔ نہیں نہیں۔ بلکہ دلی صدمہ تھا۔ اور جدائی یوسف کی پریشانی تھی۔ جس کی وجہ سے آپ کے اعضاء شریفہ متاثر ہوئے۔ اگر "مروّجہ ماتم" سے ایسا ہوتا۔ تو سینے کی ہڈیاں ٹوٹ جاتیں۔ پشت پر سے کھال اتر جاتی اور سر سے بال کافور ہو جاتے۔ مروّجہ ماتم" کا آنکھ، زبان اور دل سے کیا تعلق؟

اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کی صابرانہ شان بیان فرمائی۔ اور اس کے ساتھ ایک بات اور ذکر کی جس میں نجفی صاحب کا من پسند لفظ بھی تھا۔ معلوم نہیں اس پر نظر نہیں پڑی۔ یا اپنے حق میں وہ فٹ نہ آتا تھا۔ اس لیے اُس کو چھوڑ دیا۔ وہ یہ ہے

کہ جب شام ڈھلے حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی گھر لوٹے۔ اور یوسف علیہ السلام کو اپنے منصوبہ کے تحت راستہ سے ہٹا چکے۔ تو ان کا گھر میں داخل ہونا اس کیفیت میں تھا۔ وَجَاءُوْا اَبَاهُمْ عِشَاءً يَّبْكُوْنَ۔ وہ رات ڈھلے روتے کرلاتے اپنے والد کے پاس آئے۔ یعنی وہ کہہ رہے تھے۔ ہائے! ابا جان۔ یوسف کو بھیڑیا کھا گیا۔ اس میں لفظ "بکاء" موجود ہے۔ اور ہو سکتا تھا۔ کہ اس سے نجفی کا مقصد پورا ہو جاتا۔ لیکن پھر مصیبت یہ ہوتی کہ ان بھائیوں نے خود ہی تو یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں پھینکا تھا۔ خود ہی کھوٹے پیسے کے عوض بیچ کر گھر آئے تھے۔ اور اب خود ہی ان پر بکاء کر رہے ہیں۔ کہیں اس سے شیعہ مسلک کی حقیقت عیاں نہ ہو جاتی کہ خود ہی امام عالی مقام کو کوفہ بلایا۔ خود ہی ان کے نمائندے مسلم بن عقیل کی بیعت کی۔ اور پھر خود شہید کر کے دنیا کے سامنے رونا کرلانا شروع کر دیا۔ اور غم حسین میں نڈھال ہو کر "محبت حسین" کا اظہار کرنے لگے۔ تو جس طرح حضرت یعقوب علیہ السلام نے یوسف کے بھائیوں سے فرمایا تھا۔ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا۔ بھیڑیئے نے نہیں کھایا بلکہ تمہاری مشترکہ سازش ہے۔ اسی طرح ان "محبانِ حسین" اور "عاشقان اہل بیت" کو حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے بھی ان کی گریہ وزاری دیکھ کر فرمایا تھا۔ خود ہی شہید کیا۔ اور پھر خود ہی رو رہے ہو۔ جاؤ رونا تمہاری قسمت میں ہو جائے۔ یہ وجہ تھی کہ واقعہ یوسف میں لفظ "بکاء" والی آیت سے استدلال نہ کیا۔

تفسیر درمنثور کے حوالہ سے یہ ثابت کیا گیا۔ کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے زندہ بیٹے کے غم میں صدمہ اٹھایا۔ اور اس سے سو شہید کا ثواب پایا۔ آخر یہ "صدمہ" ہے دلی افسوس ہے۔ اور پریشانی ہے لیکن مروجہ ماتم کی کیفیت یہی ہے۔ سینہ پر ہاتھ مارتے وقت "تھپ تھپ" کی آواز، پشت پر زنجیریں پڑنے کی جھنکار اور خون شلوار سے نکل کر ٹخنوں تک پھیل جانا۔ کیا "صدمہ" کہلاتا ہے۔ اور پھر یہ عجیب

صدمہ ہے۔ جو سال میں ایک آدھ مرتبہ جوش مارتا ہے۔ اُس کے بعد ہذا امام زمان کی شہادت زمان کی تعلیمات۔ سب کی رخصتی۔ سبحان اللہ! بڑا سستا نسخہ ہے سو شہیدوں کے ثواب حاصل کرنے کا۔ جس ماں کا ایک بچہ مر جائے۔ اُسے عمر بھر چین نہیں آتا۔ جس کے ستر فوت ہو جائیں۔ اس کی کیا کیفیت ہو گی؟ اگر واقعی اہل تشیع کو امام عالی مقام کی شہادت کا صدمہ ہوتا۔ تو ان میں سے کسی کی کمر سیدھی نہ رہتی۔ کسی کی زبان گویا نہ ہوتی۔ کسی کی آنکھ بینا نہ ہوتی۔ کیونکہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کے بتانے سے اتنا علم تھا۔ کہ ایک دن یوسف سے پھر ملاقات ہو گی۔ اور ہوئی۔ لیکن شیعہ لوگوں کو تو یقین ہے۔ کہ امام عالی مقام سے اب ملاقات دنیا میں قطعاً نہیں ہو گی۔ پھر ان کا غم یعقوب علیہ السلام کے غم سے سخت ہوا۔ جب تھوڑے غم نے وہ کام کیا۔ تو بڑے غم سے اس سے بڑے کام کی توقع تھی لیکن اس چھوٹے غم کا عشر عشیر بھی نہیں۔

آخری عنوان اور حوالہ "تذکرۃ الخواص" سے پیش کیا گیا۔ پہلی گزارش یہ ہے۔ کہ یہ کتاب ایک رافضی شیعی کی ہے۔ وہ بھی آخر "ماتی" ہونے کے ناطے سے "مروجہ ماتم" کا قائل تھا۔ اس نے بھی اس نجفی کی طرح اِدھر اُدھر کی ہانکی ہوں گی۔ اس لیے اس کا حوالہ نجفی کے لیے کارآمد تو ہو سکتا ہے۔ اور اس سے اُس کے ہم نوالہ و ہم پیالہ خوش ہو کر "نعرۂ حیدری" تو لگا سکتے ہیں۔ لیکن ہمارے لیے اُس کی تحریر قطعاً حجت نہیں۔ اور دوسری بات یہ ہے۔ کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی بینائی ختم ہو جانا بوجہ صدمہ اور رونے کے تھی۔ جس طرح حضرت یعقوب کی بینائی ختم ہوئی تھی۔ مروجہ ماتم نہ حضرت یعقوب نے کیا۔ اور نہ ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی سے ایسا ہونا متصور۔ امید ہے کہ نجفی کی ان عنوانات اور ان کے تحت مندرجہ حوالہ جات سے دھوکہ دہی اور فریب کاری ناظرین پر عیاں ہو گی۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

نوٹ:

”ماتم اور صحابہ“ کے ص ۸۹ پر ایک اعتراض وجواب منقول ہے۔ چونکہ اس میں توہین اہل بیت تھی۔ اس لیے اُس کا جواب دینا کوئی ضروری نہ سمجھا۔ بخاری شریف کے باب الغسل یا کتاب الصوم سے ایک حدیث ذکر کی گئی۔ کہ روزے کی حالت میں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بوسہ لیا۔ اس کے ذکر کرنے کے بعد نجفی نے خبث باطنی سے خوب گل کھلائے۔ اور توہین آمیز باتیں درج کیں۔ ہم اس کے متعلق صرف اتنا عرض کر دیتے ہیں۔ کہ اگر ایسا واقعہ نہ ہوتا۔ تو امت ایک شرعی مسئلہ سے قیامت تک کے لیے محروم رہتی۔ لہٰذا ان کا یہ احسان ہے۔ کہ ہمیں ان کی وساطت سے ایک حکم شرعی مل گیا۔ دوسرا اس واقعہ سے زوجین کے درمیان اُس محبت فطری کا اظہار ہوتا ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے ایک نعمت اور احسان فرمایا۔ وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً۔ اس اللہ نے تم میاں بیوی کے درمیان مودت اور رحمت قائم فرما دی۔ اللہ تعالیٰ کے اس احسان کو اعتراض بنا کر پیش کرنا کج باطنی اور جہالت کا آئینہ دار ہے۔ اگر زوجین کا یہ عمل قابلِ اعتراض ہے۔ تو حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو گدھے پر بٹھا کر مدینہ کے ایک ایک گھر کے سامنے پھرانا کون سی اچھائی ہے۔ جو تمہارے اکابر نے ان کے بارے میں لکھی۔ احتجاج طبرسی اور بیت الاحزان کو تو ذرا کھولو۔ اگر یہی تحریر ہے۔ تو بتلاؤ۔ کیا حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ اور خاتون جنت کی یہ کیفیت (جو تم نے ان کی طرف منسوب کی) قابل اعتراض نہیں معلوم ہوتا ہے۔ کہ ”محبت“ کے نام سے تم عداوت کو پروان چڑھاتے ہو۔ اور حضرات انبیاء کرام صحابہ، اہل بیت اور ائمہ حضرات کو دنیا کے سامنے بدنام کرنے کی یہودی سازش کے ہم نوا اور ہم خیال ہو۔ عبداللہ بن سبا کی روحانی اولاد سے اور کیا توقع ہو سکتی ہے۔

☆

دغا بازی نمبر ۲۵

حرمت ماتم پر کوئی آیت موجود نہیں

ماتم اور صحابہ:

ماتم ہو یا گریہ زنجیر زنی ہو یا سر میں خاک ڈالنا ان سے مقصد امام مظلوم کی شہادت کی یاد تازہ کرنا ہے۔ تاکہ امام عالی مقام محسن اعظم شہید انسانیت نیر دین معراج الہدیٰ، سفینۃ النجاۃ جانشینِ رسول، جگر گوشۂ بتول، راکبِ دوشِ رسول مخدوم ملائکہ، سید شباب اہل الجنۃ ابی عبداللہ حسین بن علی علیہ السلام آلاف التحیۃ والثناء، روحی وارواح العالمین لہ الفداء کی شہادت کو دنیا فراموش نہ کرے۔ اور حسین علیہ السلام کی شہادت دراصل نبی کریم کی شہادت ہے۔ (دیکھئے سر الشہادتین شاہ عبدالعزیز) اور نبی کی شہادت کی یاد منانا کسی شریعت میں حرام نہیں ہے۔ حرمت ماتم پر بڑا زور دیا جاتا ہے۔ کہ دکھاؤ کہاں لکھا ہے۔ جواباً عرض ہے۔ کہ آپ حرمت ماتم کے مدعی ہیں۔ اور دلیل دعوٰی مدعی کے ذمہ ہوتی ہے۔ اب آپ ہی بتائیے کہ چودہ سو سال گزر گئے۔ ماتم حسین کی حرمت پر آپ نے کتنی آیات پیش فرمائیں۔ کہ جن کی دلالت مطابقی یا تضمنی یا التزامی ماتم حسین کی حرمت پر ہے۔ ماتم حسین کی حرمت پر ایک آیت بھی نہ آپ کے بزرگ پیش کر سکے۔ اور نہ آپ کی نسلیں پیش کر سکیں گی۔ ہم امام حسین علیہ السلام اور ان کے متعلقین پر ماتم کرتے ہیں۔ اور قاضی وقاری صاحب کو چیلنج کرتے ہیں۔ کہ کوئی آیت قرآن سے دکھاؤ۔ کہ جس میں لفظ ماتم ہو۔ اور لفظ حسین ہو۔ اور پھر

اس میں ماتم حسین علیہ السلام پر حرمت کا حکم ہو۔ لفظ حرمت کا قرآن سے دکھانا ضروری ہے....

ماتم حسین حدیث کی روشنی میں۔ اگر قرآن پاک سے ماتم حسین کی حرمت آپ نہیں دکھا سکتے۔ تو آیئے حدیث کے میدان میں اور اگر آپ حدیث بخاری یا دیگر صحاح ستہ سے پیش کریں تو اس سلسلہ میں گذارش ہے کہ آپ کی کتب حدیث ہم صرف الزامی جواب کے لیے رکھتے ہیں ورنہ ہمارے نزدیک وہ کتب معتبر نہیں اور ہمارے لیے وہ حجت نہیں۔ آپ کے مذہب کی کتابیں آپ ہی کو مبارک اگر حرمت ماتم حسین پر آپ کوئی حدیث اہل تشیع کی کتاب سے پیش کریں تو وہ حدیث کہ جس میں لفظ حسین ہو اور لفظ حرمت ہو۔ اور ماتم حسین پر ہمارے کسی امام نے حرمت کا حکم لگایا ہو۔ تو لاؤ۔ لیکن چار یاری مذہب کا کوئی عالم بھی آج تک ایسی کوئی حدیث پیش نہیں کر سکا۔ تو جب ہمارے ائمہ میں سے کسی نے ماتم حسین کو حرام نہیں فرمایا۔ تو پھر ماتم ہمارے لیے جائز ہے۔ لیکن یہ عجیب بات ہے۔ کہ سینہ ہم پیٹتے ہیں اور جگر دشمنِ اہلِ بیت ملاؤں کا دکھتا ہے۔ آخر کیوں؟ شائد اس لیے کہ ہمارے ماتم سے حسین مظلوم کی مظلومیت کا اعلان ہوتا ہے۔ جو ان کو گوارا نہیں۔ (ماتم اور صحابہ ص ۹۱ تا ۹۲)

جواب: نجفی شیعی نے درج بالا عبارت میں اِدھر اُدھر کی بہت سی باتیں ہانکی ہیں۔ اگرچہ کم علم یا جاہل ان باتوں سے متاثر ہو سکتا ہوگا لیکن میدان تحقیق میں ان کی حیثیت پرِکاہ کی بھی نہیں۔ بہرحال اس لمبی چوڑی عبارت سے جو ہم نے نتیجہ اخذ کیا۔ وہ درج ذیل سطور میں آپ ملاحظہ فرمائیں۔ اور پھر ان کے جوابات مذکور ہوں گے۔

۱۔ امام حسین کی شہادت دراصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت ہے۔ اور شہادتِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم منانا کسی شریعت میں حرام نہیں ہے۔

۲۔ چودہ سو سال ہو گئے۔ کوئی سنی آج تک ایسی ایک آیت بھی پیش نہ کر سکا۔ جس میں ماتم حسین کی حرمت مطابقۃً تضمناً یا التزاماً ہو۔ لہٰذا اب بھی چیلنج ہے۔ کہ کوئی ایک آیت جس میں لفظِ ماتم، حسین اور پھر امام حسین پر ماتم کے حرام ہونے

کا ذکر ہو تو پیش کرو۔

۳۔ اگر ہماری کسی کتاب سے ان الفاظ میں حرمت دکھاؤ۔ کہ "امام حسین کی شہادت پر ماتم کرنا حرام ہے"! تو اس کے راوی امام کا ذکر ہونا چاہیئے۔ ورنہ امام عالی مقام کی مظلومیت پر ہمارا ماتم کرنا تمہیں کیوں دکھ دیتا ہے؟

تو اس کے جواب میں ہم عرض کرتے ہیں کہ

شہادتِ حسین اگر شہادت رسول کی فرع مانتے ہو تو رسول کا ماتم کیوں نہیں کرتے؟

جیسا کہ ہر شخص جانتا ہے۔ کہ ہمارے درمیان اختلاف یہ ہے۔ کہ مروجہ ماتم (جس پر سینہ کوبی، زنجیر زنی اور بال نوچنا شامل ہیں) جائز ہے یا نہیں۔ یہاں یہ بحث نہیں۔ کہ یوم شہادت منانا درست ہے یا غلط۔ امام عالی مقام کی شہادت دراصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت تھی۔ اس حد تک درست ہے۔ اور شہادت رسول منانا کسی شریعت میں حرام نہ ہونا یہ بھی تسلیم ہے۔ لیکن یاد منانے سے سینہ کوبی اور زنجیر زنی، ثابت کرنا کس درجہ کی حماقت ہے۔ جو نجفی برت رہا ہے۔ ہم اہل سنت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت پر ہزاروں لاکھوں جگہوں پر میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محافل منعقد کرتے ہیں۔ امام عالی مقام کے ایام شہادت میں اسی طرح جگہ جگہ جلسے اور محافل کا انعقاد ہوتا ہے۔ جن میں آپ کے فضائل و محاسن کا بیان ہوتا ہے۔ اور ظالموں کے ظلم کے تذکرے ہوتے ہیں۔ اس سے کس کو انکار ہے۔ لیکن سینہ کوبی وغیرہ تذکرہ شہادت کے درمیان کہاں اور کدھر سے آگیا۔؟

اسی ضمن میں ایک بات قابلِ ذکر بھی ہے۔ کہ جب شیعہ اس بات کو تسلیم کرتے ہیں۔ کہ امام عالی مقام کی شہادت اور اس کا تذکرہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت اور تذکرہ کا نائب ہے۔ یا وہ اصل اور یہ اس کی فرع ہے۔ تو اصل کی شہادت یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایامِ ولادت اور ایامِ انتقال پر "مروجہ ماتم" کیوں مفقود ہے؟ اصل کو چھوڑ کر فرع کے ساتھ یہ رویہ اپنانا آخر اس کی کوئی وجہ کوئی دلیل اور کوئی سبب تو ہونا چاہیئے۔ اس کی وضاحت نجفی اور اس کے ساتھیوں پر ہمارا قرض ہے۔

جوابِ دوم:

(رد ماتم پر قرآن سے آیت)

نجفی شیعی نے اس مقام پر بڑے پر فریب انداز میں لکھا ہے۔ کہ کوئی سنی آج تک ایک آیت بھی ماتمِ حسین کی حرمت پر پیش نہ کر سکا نہ ہے عہدہ کر سکے گا ہماری طرف سے چیلنج علی سبیل التنزیل ایسا نہیں۔ تو پھر تم ہی اس کے ثبوت کے لیے کوئی ایک آیت پیش کر دو۔ جس میں لفظ ماتم ہو۔ لفظ حسین ہو۔ اور حسین پر ماتم کرنے کی اجازت ہو۔ (رضی اللہ عنہ)

اس جعلی حجۃ الاسلام نے کاش صرف و منطق کی ابتدائی کتب کا ہی اگر مطالعہ کیا ہوتا۔ یا ان میں بیان شدہ اصول یاد ہوتے۔ تو یہ انوکھا اور انہونا مطالبہ ہرگز نہ کرتا۔ جملہ خبریہ کیلئے موضوع و محمول کا ہونا ضروری ہوتا ہے۔ لہٰذا جب تک موضوع ہی موجود نہ ہو۔ تو محمول کو کس پر حمل کریں گے۔ اور کون اس کی خبر بنے گا۔ لہٰذا نجفی شیعی کو چیلنج کیا جاتا ہے۔ کہ پورے قرآن کریم میں موضوع (یعنی ماتم حسین رضی اللہ عنہ) دکھا دو۔ تو جہاں تم۔ نام حسین دکھاؤ گے۔ اس کے ساتھ میں وہ "ماتم حسین کی حرمت" بھی دکھا دوں گا۔ لہٰذا جب لفظ حسین ہی سرے سے قرآن کریم میں نہیں۔ تو ان پر کیے گئے ماتم کی حرمت کا ثبوت طلب کرنا حماقت اور فریب نہیں تو اور کیا ہو گا۔

باقی رہی یہ بات کہ قرآن کریم میں کی کسی آیت سے دلالت کے کسی طریقے سے بھی حرمت تم نا بت ہیں یا۔ تو اس سلسلہ میں گزارش ہے۔ کہ اسے اہل تشیع! سینہ کوبی، زنجیر مارنا اور کپڑے پھاڑنا وغیرہ افعال تمہارے ہاں کیا نام رکھتے ہیں۔ یعنی ان مجموعی افعال کو کس نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ کیا اس کو تمہارے ہاں تمہاری اصطلاح میں "ماتم" نہیں کہا جاتا۔ ہاں! یقیناً اہل تشیع کی اصطلاح میں "ماتم" انہی افعال کا مجموعی نام ہے۔ اور اسی کے متعلق ان کے ساتھ ہمارا اختلاف ہے۔ آئیے ذرا قرآن کریم میں عمومی دلالت کے اعتبار سے دیکھیں۔ کہ اس کے عدم جواز پر کوئی آیت دلالت کرتی ہے؟ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ الخ معروف بات میں (اگر عورتیں تمہاری نافرمانی نہ کریں۔ تو ان کی بیعت لے لو۔ آیت مذکورہ کی تفسیر میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔ جسے کتب اہل تشیع نے بھی ذکر کیا ہے۔

حیات القلوب

کلینی و علی بن ابراہیم بسند ہائے معتبر از صادق روایت کردہ اند کہ حضرت رسول در روز فتح مکہ در مسجد نشست۔ و بامرداں بیعت کرد تا وقت نماز ظہر شد و نماز کرد۔ و باز بیعت گرفت تا وقت نماز عصر پس بعد از نماز نشست برائے بیعت زنان و حق تعالیٰ ایں آیات رافرستاد۔ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ عَلَىٰ أَنْ لَا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتَانٍ يَفْتَرِينَهُ بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ۔ یعنی اے پیغمبر بزرگوار ہر گاہ آیند بسوئے تو زنان مومنہ

کہ بیعت کنند باتو برآنکہ شریک نگردانند باخدا چیزے را۔ و زدی نکنند و زنا نکنند و نکشند اولاد خود را از فقیا و رو ندبہتا نیکہ افترا کنند میاں دست ہا و پا ہا خود یعنی فرزند دیگر را بشوہر خود ملحق نکنند و نافرمانی تو نکنند در ہر امر نیکی کہ با ایشان بفرمائی پس بیعت کن با ایشاں و طلب آمرزش کن از برائے ایشاں از خدا بدرستیکہ خدا آمر زندہ و مہربانست۔

چوں ایں آیت حضرت برایشاں .... وام حکیم دختر حارث بن ہشام کہ زن عکرمہ پسر ابوجہل بود گفت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آں کدام معروفست کہ خدا گفتہ است کہ ما معصیت تو در آں نکنیم حضرت فرمود کہ در مصیبت ہائے طمانچہ برروئے خود مزنید و روئے خود را مخراشید و موئے خود را مکنید و گریبان خود را چاک مکنید و جامہ خود را سیاہ مکنید و واویلا مکنید۔ پس برایں شرطہا حضرت با ایشاں بیعت کرد۔

(حیات القلوب جلد دوم ص ۸۲۱، ۸۲۲ باب چہل و سوم در بیان فتح مکہ مطبوعہ نولکشور طبع قدیم)

ترجمہ:

کلینی اور علی بن ابراہیم نے بسند ہائے معتبرہ جناب امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن مسجد میں تشریف فرما تھے۔ ظہر کے وقت تک مردوں کی بیعت فرماتے رہے پھر نماز ظہر ادا کی۔ اور اس کے بعد نماز عصر تک مردوں کی بیعت کا سلسلہ جاری رہا۔ نماز عصر کے بعد آپ عورتوں کی بیعت کے لیے تشریف فرما ہوئے اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔ یاایھا النبی اذا جاءک المؤمنات الخ اے نبی محترم! جب آپ کے پاس

مومن عورتیں حاضر ہوں۔ اور ان شرائط پر پورا اترنے کا وعدہ کرکے آپ کی بیعت چاہیں۔ تو اُن کو بیعت میں لے لیں۔ شرائط یہ ہیں۔ کہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں گی۔ چوری نہیں کریں گی، زنا نہیں کریں گی۔ اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گی اور نہ کوئی ایسا بہتان تراشیں گی جو انہوں نے اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان بطور افتراء گھڑا ہوگا۔ یعنی کسی دوسرے کے بچے کو اپنے خاوند کے ساتھ نہیں ملائیں گی۔ اور آپ کی نیکی کے کام میں مخالفت نہیں کریں گی۔ بیعت کر لینے کے بعد ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کریں۔ یقیناً اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حاضر عورتوں کو یہ آیت پڑھ کر سنائی۔ تو ام حکیم دختر حارث بن ہشام جو عکرمہ بن ابی جہل کی بیوی تھی نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ کون سی نیکی ہے۔ جو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمائی۔ اور ہمیں اس کی نافرمانی سے منع کیا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ وہ یہ ہے۔ کہ مصیبتوں کے وقت اپنے مونہوں پر طمانچے نہ مارو۔ اپنے چہروں کو مت خراشو اپنے بالوں کو مت اکھیڑو، اپنے گریبان چاک مت کرو، اپنے کپڑوں کو سیاہ نہ کرو۔ اور واویلا مت کرو۔ ان شرائط پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان عورتوں کی بیعت لے لی۔

فروع کافی:

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ فِیْ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَ لَا یَعْصِیْنَكَ فِیْ مَعْرُوْفٍ، قَالَ الْمَعْرُوْفُ اَنْ لَّا یَشْقُقْنَ

جَیْبًا وَلَا یَلْطَمْنَ خَدًّا وَلَا یَدْعُوْنَ وَیْلًا وَلَا یَتَخَلَّفْنَ عِنْدَ قَبْرٍ وَلَا یُسَوِّدْنَ ثَوْبًا وَلَا یَنْشُرْنَ شَعْرًا عَنْ محمد بن یحییٰ عن سلمۃ بن الخطاب عن سلیمان بن سماعۃ الخزاعی عن علی بن اسماعیل عن عمرو بن ابی المقدام قَالَ سَمِعْتُ اَبَا جَعْفَرٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ یَقُوْلُ تَدْرُوْنَ مَا قَوْلُہٗ تَعَالٰی وَلَا یَعْصِیْنَکَ فِیْ مَعْرُوْفٍ؟ قُلْتُ لَا۔ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لِفَاطِمَۃَ عَلَیْہَا السَّلَامُ اِذَا اَنَا مِتُّ فَلَا تَخْمِشِیْ عَلَیَّ وَجْہًا وَلَا تَنْشُرِیْ عَلَیَّ شَعْرًا۔ وَلَا تُنَادِیْ بِالْوَیْلِ وَلَا تُقِیْمِیْ عَلَیَّ نَائِحَۃً قَالَ ھٰذَا الْمَعْرُوْفُ الَّذِیْ قَالَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ۔

(فروع کافی جلد پنجم کتاب النکاح ص۵۲۷
باب صفت مبایعۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

ایک شخص نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے ولا یعصینک فی معروف کے متعلق پوچھا۔ تو آپ نے جواباً فرمایا معروف یہ ہے۔ کہ عورتیں گریبان نہ پھاڑیں، رخسار نہ پیٹیں، واویلا نہ کریں۔ اور قبر کے نزدیک غیر شرعی بات نہ کریں۔ اور نہ ہی اپنے کپڑے سیاہ کریں۔ اور بال بکھیرے رکھیں (یعنی یہ سب کچھ بوقت مصیبت نہ کریں) عمرو بن ابی المقدام کہتا ہے۔ کہ میں نے امام ابو جعفر علیہ السلام سے سنا۔ انہوں نے فرمایا۔ کیا تم

جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول "ولا یعصینک فی معروف" کا کیا مطلب ہے۔؟ میں نے عرض کیا۔ نہیں فرمانے لگے۔ ایک مرتبہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو فرمایا۔ دیکھو بیٹی! جب میرا انتقال ہو جائے۔ تو مجھ پر دازروئے غم) چہرہ نہ زخمی کرنا، اور نہ ہی سر کے بال بکھیر کر مجھ پر غم کا اظہار کرنا، اور واویلا بھی نہ کرنا اور نہ ہی نوحہ کرنے والیاں بلانا۔ (تاکہ وہ مل کر نوحہ کریں) پھر فرمایا۔ یہی وہ معروف ہے۔ جس کا اللہ تعالیٰ نے "و لا یعصینک فی معروف" میں تذکرہ فرمایا۔

لمحۂ فکریہ:

نجفی نے بڑے اعتماد اور دعوی کے ساتھ تحریر کیا تھا۔ کہ قرآن کریم میں مطابقی تضمنی یا التزامی دلالت کے کسی طریقہ پر بھی ماتم کی حرمت آج تک کوئی شئی نہیں دکھا سکا ہم نے اس ضمن میں و لا یعصینک فی معروف قرآنی آیت کے جملہ کے تحت اپنی نہیں ان کے ائمہ کی تفسیر پیش کی۔ ائمہ اہل بیت میں سے امام باقر اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما دونوں نے اس آیت کے حصہ سے جو تفسیر سمجھی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ان تک پہنچی۔ وہ یہی کہ بوقت غم (کسی کے انتقال پر) گریبان چاک کرنا، منہ پر طمانچہ مارنا۔ واویلا کرنا اور نوحہ کرنا ایسے افعال ہیں۔ جن کا ارتکاب دراصل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معروف میں نا فرمانی کرنا ہے۔ کیا مروجہ ماتم اس کے علاوہ کوئی اور شئے ہے؟ اگر انہی بکان سے زائد امور قبیحہ پر مشتمل ہے۔ تو پھر ان کی حرمت قرآن کریم میں موجود ہے مطابقی، تضمنی یا التزامی کسی طور پر اس کا احتمال نہ ہوتا۔ تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کے ضمن میں ان امور کا تذکرہ کیوں فرمارہے ہیں۔ ام حکیم کے سوال اور اس کے

جواب میں آپ کا یہ امور ارشاد فرمانا اس بات کی واضح دلیل ہے۔ کہ آیت کریمہ میں ان افعال کی حرمت موجود ہے۔ سوال کرنے والی بھی اسی آیت کے متعلق وضاحت طلب کر رہی ہیں۔ اور جواب میں اسی آیت کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرما رہے ہیں۔

اسی طرح امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے بھی اس آیت کی تفسیر میں وہی کچھ ارشاد فرمایا۔ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ام حکیم کے جواب میں ارشاد فرمایا تھا۔ پھر امام باقر رضی اللہ عنہ نے از خود اس کی تفسیر میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول شریف نقل کیا۔ جو آپ نے اپنی بیٹی سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے افعال مذکورہ سمجھے، امام باقر نے حضور سے انہی افعال کی روایت کی اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے وہی تفسیر فرمائی۔ تو اب اگر نجفی کو قرآن کریم میں ماتم کی حرمت نظر نہ آئی۔ یا بقول اس کے کسی نے آج تک نہ دکھائی۔ تو یہ دونوں عذر اب ختم ہو گئے۔ لہٰذا اگر اس کے برادری والے حق کی تلاش چاہتے ہیں۔ تو حق آگیا۔ اور باطل و فراڈ بھاگ گیا۔

اس سے نجفی کی اُس عبارت کی تردید بھی ہو گئی۔ کہ قرآن کریم یا احادیث اہل تشیع میں کوئی ایک ثبوت دکھا دو۔ جس میں نام حسین، حرمتِ ماتم اور امام حسین پر ماتم کرنا حرام لکھا ہو۔ تفصیل اس کی یہ ہے۔ کہ قرآن کریم کے احکامات کسی ایک فرد کے لیے مخصوص نہیں ہوتے (ماسوائے چند احکامات کے) بلکہ اس میں قیامت تک کے لیے انسانوں کے لیے ہدایت ہے۔ لہٰذا اس جامعیت کے پیش نظر احکامات کو مطلقاً ذکر کیا گیا۔ یا عام انداز اختیار کیا گیا۔ پھر وہ جس پر منطبق ہو۔ اُسی پر وہ حکم صادر ہو گا۔ چوری کی سزا ہاتھ کاٹنے ہیں۔ زنا کی سزا رجم یا سو کوڑے ہیں۔ بقول نجفی کوئی چور اور زانی کہہ سکتا ہے۔ کہ قرآن کریم میں میرا نام بتاؤ۔ کہاں ہے۔ میرا نام اور پھر اس کے ساتھ ہاتھ کاٹنے یا کوڑوں کی سزا کہاں ہے؟ تو کیا اس طرح وہ سزا سے بچ جائے گا۔ قطعاً نہیں۔ یا یزید کے چاہنے والے کہتے ہیں۔ تم یزید پر لعنت بھیجتے ہو۔ بتلاؤ قرآن کریم میں یزید کا کہیں نام اور پھر اس پر لعنت کی اجازت مذکور ہے؟

قانون یہ ہے۔ کہ کسی حکم عام کو خاص کرنے کے لیے اس کے خصوص کی دلیل ضرور ہونی چاہیئے۔ ہر مرنے والے پر گریبان چاک کرنا، واویلا کرنا کپڑے پھاڑنا، سینہ کوبی کرنا وغیرہ افعال از روئے آیت "ولا یعصینک فی معروف"، حرام ہیں۔ تم اگر ان افعال کو امام عالی مقام کے لیے جائز سمجھتے ہو۔ تو اس عام حکم کے تحت انہیں داخل نہیں سمجھا گیا۔ لہٰذا کوئی دلیل اور تخصیص کی وجہ پیش کرنا تمہارا کام ہے۔ یعنی یہ ثابت کیا جائے۔ کہ امام عالی مقام کی شہادت کے غم میں سینہ کوبی وغیرہ افعال خود حضور نے یا اہل بیت کسی امام نے ان کی صراحت کی ہو۔ کہ یہ اس آیت کے عموم سے خارج ہیں۔ اگر کوئی ایک حوالہ پیش کردو۔ تو بیس ہزار روپے نقد انعام ملیں گے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ نجفی نے اپنی جہالت اور بے وقوفی سے جاہل لوگوں کو بے وقوف بنا کر اپنا مقصد ثابت کرنے کی کوشش کی۔ لیکن اہل علم اس کے اس مکر و فریب اور دھوکہ دہی سے بخوبی آشنا ہیں۔ اور ہم نے اس کی فریب کاری اور دھوکہ دہی کو طشت از بام کر دیا ہے۔ امید ہے۔ کہ قارئین کرام بھی نجفی کی اس مکاری و ہوشیاری سے مطلع ہو چکے ہوں گے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

دغابازی نمبر ۲۶

ماتم اور صحابہ:

ثانیاً عرض یہ ہے کہ ہم کتب اربعہ یا کوئی اور کتاب اہل تشیع کی، اس کی ہر ہر حدیث کو صحیح نہیں سمجھتے۔ بلکہ ہر ہر حدیث کو علم رجال کی روشنی میں پرکھتے ہیں۔ اس حدیث کے راوی دیکھتے ہیں، صحت، سند روایات کے بعد اس حدیث کی دلالت دیکھتے ہیں۔ اس کا منطوق اور مفہوم دیکھتے ہیں۔ کہ یہ عام ہے یا خاص، مطلق ہے یا مقید، مجمل ہے یا مبین اور پھر دیکھتے ہیں۔ کہ اس کا کوئی معارض تو نہیں اگر معارض ہو تو تعادل اور تراجیح کے باب یاس کرلے جاتے ہیں۔ حدیث کئی مراحل کے گزرنے کے بعد قابل عمل ہوتی ہے۔

پہلے تو عمومات کا حال از روئے سند دیکھ لیجئے۔ فروع کافی کی وہ روایات کہ جس میں جزع کا معنی بتایا گیا ہے۔ اور اس کے الفاظ کی نسبت امام کی طرف ہے۔ یہ نسبت ثابت نہیں۔ کیونکہ اس کا راوی سہل ابن زیاد ہے۔ اور وہ ضعیف ہے۔ شیعہ مذہب کی کتب رجال دیکھ لیں۔ خصال والی وہ روایت جس میں ران پیٹنے کا ذکر ہے اس کا راوی بحر بن عبداللہ واقفی ہے۔ اسی روایت کا راوی فروع کافی میں سہل بن زیاد ہے۔ جو ضعیف ہے۔ فروع کافی کی وہ روایت جس میں گریہ کا ذکر ہے اس کا راوی جراح مدائنی ہے جو مجہول ہے۔ برہان والی روایت کا راوی سلمہ بن خطاب ہے۔ جو ضعیف ہے۔ فروع کافی کی وہ روایت جس میں ران کا ذکر ہے اس کا راوی سکونی ہے۔ جو ضعیف ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ضعیف روایات کے سہارے امام مظلوم کا ماتم پسند نہیں ہو سکتا۔ اور اس طرح اس کی حرمت ثابت نہیں ہو سکتی۔ اگر شیعہ مجتہدین کے نزدیک کوئی صحیح السند روایت آپ کو مل سکے۔ تو وہ پیش کریں۔ ورنہ خدمتِ دین کے اور بہت سے موارد ہیں خواہ مخواہ ماتم مظلوم کی حرمت ثابت کرنے کی سعی لا حاصل سے باز رہیں۔

(ماخوذ از رسالہ ماتم اور صحابہ ص ۹۳، ۹۴)

جواب:

نجفی کے بیان کے مطابق کسی حدیث و روایت کی تصدیق و تکذیب بعض شرائط پر منحصر ہے۔ اس سے کس کو انکار ہے۔ میرا خیال ہے۔ پوری کتاب میں صرف یہ ایک بات عالمانہ کہی گئی۔ اور درست کہی گئی۔ رہا یہ معاملہ کہ فروع کافی وغیرہ کتب اہل تشیع سے حرمتِ جزع اور مروجہ ماتم وغیرہ کے حرام ہونے کی روایات جن کے راوی سہل ابن زیاد عبداللہ واقفی، جراح مدائنی، سلمہ بن خطاب اور سکونی ضعیف راوی ہیں۔ لہٰذا ان کی روایات قابلِ استدلال و حجت نہیں۔ اس سے نجفی ناظرین کو یہ باور کرانا چاہتا ہے۔ کہ سنی علماء ہمارے خلاف ہماری کتب سے ایسی احادیث و روایات کا سہارا لیتے ہیں جو ضعیف راویوں سے مروی ہیں۔ اس کے برعکس ان اہل سنت کے پاس کوئی صحیح مرفوع اور مسند روایت نہیں جو ان امور کی حرمت پر دلالت کرے۔ اس مقام پر گزارش ہے۔ کہ جن لوگوں کے نام سے کر انہیں ضعیف کہا گیا انہی کے متعلق اہل تشیع کی کتب فن رجال سے ہم ثابت کرتے ہیں۔ کہ یہ راوی ضعیف نہیں ہیں۔ بلکہ انہیں ضعیف بنا دیا گیا۔ اور وہ بھی اس لیے کہ اس حربے اور فریب کے علاوہ اپنی جان چھوڑانے کا نجفی کے پاس کوئی راستہ نہ تھا۔ دل تھام کر ان راویوں کے بارے میں اپنی کتب سے حوالہ جات دیکھیں۔

حرمتِ جزع والی روایت کا راوی "سہل بن زیاد" ثقہ ہے۔

تنقیح المقال:

سہل بن زیاد الادمی الرازی ابو سعید..........

إِنَّهُ ثِقَةٌ وَهُوَ الَّذِي سَمِعْتَهُ مِنَ الشَّيْخِ فِي بَابِ أَصْحَابِ الْهَادِيِّ مِنْ رِجَالِهِ الْمُتَأَخِّرِ عَنِ الْفِهْرِسْتِ تَصْنِيْفًا وَكَأَنَّهُ فِي بَدْءِ أَمْرِهِ كَانَ يَذْهَبُ مَذْهَبَ الْمَشْهُوْرِ ثُمَّ بَانَ لَهُ وَثَاقَتُهُ وَتَبِعَهُ فِي ذَالِكَ جَمْعٌ فَفِي مَوْضِعٍ مِنَ التَّحْرِيْرِ مَا لَفْظُهُ وَقَدْ عَرَفْتَ حَالَ سَهْلِ بْنِ زِيَادٍ وَإِنَّ الْأَقْوٰى تَوْثِيْقُهُ وَفِي مَوْضِعٍ اٰخَرَ مِنْهُ وَالْحَدِيْثُ صَحِيْحٌ وَإِنْ ضَعَّفَ بَعْضُهُمْ سَهْلَ بْنَ زِيَادٍ۔

(تنقیح المقال مصنفہ علامہ مامقانی
جلد دوم ص ۷۵ باب سہل من ابواب السین
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

ابو سعید سہل بن زیاد ادمی رازی...... ثقہ ہے۔ یہ وہی راوی ہے کہ جس کے متعلق میں نے شیخ طوسی کی کتاب "رجال" جو شیخ کی کتاب "فہرست" کے بعد کی تصنیف ہے۔ میں پڑھا ہے۔ گویا کہ وہ (شیخ)

شروع میں سہل بن زیاد کے بارے میں مذہب مشہور (ضعیف راوی ہونا) رکھتا تھا۔ پھر جب شیخ کو اس بات کی تحقیق ہوگئی۔ کہ سہل بن زیاد ثقہ راوی ہے۔ اس مسئلہ میں ایک جماعت نے شیخ کی اتباع کی کتاب "التحریر" میں مذکور ہے۔ کہ تم نے سہل بن زیاد کا حال معلوم کر لیا۔ وہ ثقہ راوی ہے۔ ایک اور مقام پر تحریر ہے۔ کہ اس کی روایت صحیح ہے۔ اگرچہ بعض نے سہل بن زیاد کو ضعیف کہا ہے۔

گریہ کی حرمت کا راوی "جراح مدائنی" ثقہ ہے

تنقیح المقال:

جراح المدائنی .... وَيُنَافِيهِ نَقْلُ الْوَحِيْدِ عَنْهُ عَدَّهُ فِي الْمَمْدُوْحِيْنَ قُلْتُ وَلَعَلَّهُ فِي غَيْرِ الْوَجِيْزَةِ قَالَ الْوَحِيْدُ وَلَعَلَّهُ يَعْنِي عَدَّهُ مَمْدُوْحًا لِاَنَّ لِلصَّدُوْقِ طَرِيْقًا اِلَيْهِ وَلَعَلَّهُ كَثِيْرُ الرِّوَايَةِ وَرِوَايَاتُهُ مُتَلَقَّاتٌ بِالْقَبُوْلِ وَيُؤَيِّدُهُ قَوْلُ النَّجَاشِيِّ يَرْوِيْهِ عَنْهُ جَمَاعَةٌ مِنْهُمُ النَّضْرُ بْنُ سُوَيْدٍ انتهى۔ وَقَالَ بَعْضُهُمْ اِنَّ رِوَايَةَ النَّضْرِ وَمَنْ مَاثَلَهُ مِمَّنْ قِيْلَ فِيْ حَقِّهِ صَحِيْحُ الْحَدِيْثِ مِنْ اَمَارَاتِ الْوَثَاقَةِ وَاَقُوْلُ اِنَّ عِدَّةَ رِوَايَاتِ الرَّجُلِ مِنَ الْحِسَانِ غَيْرُ

بَعِيْدٍ لِاَنَّ عَدَمَ تَعَرُّضِ النَّجَاشِي لِمَذْهَبِهٖ يَكْشِفُ عَنْ كَوْنِهٖ اِمَامِيًّا كَمَا اَوْضَحْنَاهُ فِيْ مُقَدَّمَاتِ الْكِتَابِ وَمَجْمُوْعُ مَا ذَكَرْ يَكْفِيْ فِيْ اِدْرَاجِهٖ فِي الْحِسَانِ فَتَدَبَّرْ جَيِّدًا وَقَدْ نُقِلَ فِيْ جَامِعِ الرُّوَاةِ رِوَايَةُ الْقَاسِمِ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْهُ۔

(تنقیح المقال جلد اوّل ص ۲۰۹ باب الجیم

مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

جراح المدائنی .... اور اس (جو کچھ وجیزۃ کتاب میں جراح مدائنی کا ضعیف ہونا لکھا ہے) کے منافی ہے۔ نقل کرنا وحید کا صاحب وجیزہ سے جراح مدائنی کا ممدوحین میں شمار کرنا۔ میں (عبداللہ مامقانی) کہتا ہوں۔ شائد وحید نے صاحب وجیزہ سے وجیزہ کتاب کے علاوہ کسی اور کتاب سے اس کا ممدوح ہونا نقل کیا ہو۔ وحید نے کہا۔ اور شائد اس کا اس کو ممدوح قرار دینا اس لیے ہے کہ شیخ صدوق کا ایک طریقہ (روایت کا) اس (مدائنی) کی طرف ملتا ہے۔ شائد اس لیے کہ وہ کثیر الروایات ہے۔ اور اس کی روایات قابل قبول ہیں۔ اور اس کی تائید کرتا ہے نجاشی کا قول کہ اس (جراح) سے ایک جماعت روایت کرتی ہے۔ جن میں سے نضر بن سوید بھی ہے۔ انتہیٰ بعض نے کہا کہ نضر اور اس جیسے راویوں کا کہ جن کو صحیح الحدیث قرار دیا گیا ہے کا جراح سے روایت کرنا۔ جراح کی ثقاہت کی علامت ہے۔ اور میں کہتا ہوں۔ کہ اس (جراح) آدمی کی روایات کو حسان (حسن حدیث کی جمع) شمار کرنا بعید نہیں۔ کیونکہ نجاشی کا اس کے مذہب کا پیچھا نہ کرنا

اس کے امامی ہونے کا انکشاف کرتا ہے۔ جیسا کہ ہم نے کتاب کے مقدمہ میں واضح کیا ہے۔ اور جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے۔ یہ اس کی حدیث کو حسن قرار دینے کے لیے کافی ہے۔ اس میں غور کرو۔ اور جامع الرواۃ میں قاسم بن سلیمان کی جراح سے روایت منقول ہے۔

ران پیٹنے کی حرمت والا راوی "اسماعیل بن ابی زیاد سکونی" ثقہ ہے

تنقیح المقال:

اسماعیل بن ابی زیاد السکونی الشعیری۔۔۔۔ رُبَمَا يُكْشَفُ عَنْ كَوْنِهِ إِمَامِيًّا شَدِيْدَ التَّقِيَّةِ لِاشْتِهَارِهِ بَيْنَ الْعَامَّةِ وَاخْتِلَاطِهِ بِهِمْ وَكَوْنِهِ مِنْ قُضَاتِهِمْ وَإِذَا انْضَمَّ إِلَىٰ ذَالِكَ كَثْرَةُ رِوَايَاتِهِ وَكَوْنُهَا مُتَلَقَّاةً بِالْقَبُوْلِ عِنْدَهُ عِنْدَ الْفُحُوْلِ بَلْ رُبَمَا يُرَجِّحُوْنَهَا عَلَىٰ رِوَايَاتِ الْأَجِلَّةِ الْعُدُوْلِ كَمَا فِيْ بَابِ التَّيَمُّمِ فِيْ طَلَبِ فَاقِدِ الْمَاءِ غَلْوَةَ سَهْمٍ أَوْ سَهْمَيْنِ وَكَذَا انْضَمَّ إِلَىٰ ذَالِكَ كُلِّهِ نَقْلُ الرِّوَايَاتِ عَنْهُ فِيْ جَمِيْعِ الْأَبْوَابِ وَكَانَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَا يَتَّقِيْ عِنْدَهُ وَكَانَ يَرْوِيْ عَنْهُ جُلَّ مَا يُخَالِفُ الْعَامَّةَ حَصَلَ الظَّنُّ بِكَوْنِهِ إِمَامِيًّا وَرُبَمَا يُسْتَشْهَدُ بِكَوْنِهِ إِمَامِيًّا بِمَا فِي الْعِلَلِ عَنْ أَبِيْهِ

عَنْ عَلِيِّ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ النَّوْفَلِيِّ عَنِ السَّكُوْنِيِّ عَنْ أَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ مَنْ تَعَدّٰى فِي الْوُضُوْءِ كَانَ كَنَاقِضِهِ بِالشَّادِ الْمُعْجَمَةِ اَوِ الصَّادِ الْمُهْمَلَةِ فَاِنَّ خَطَابَهٗ اِيَّاهُ بِمِثْلِ ذٰلِكَ مِمَّا يُشْعِرُ بِكَوْنِهٖ مِنْ اَهْلِ الْاِمَامَةِ فَتَامَّلْ وَثَانِيًا بِاَنَّهٗ لَوْ سُلِّمَ كَوْنُهٗ عَامِيًّا فَقَدْ اِدَّعَى الشَّيْخُ فِي الْعِدَّةِ وَغَيْرِهَا اِجْمَاعَ الشِّيْعَةِ عَلَى الْعَمَلِ بِرِوَايَاتِهٖ وَعَنِ الْمُحَقِّقِ فِي الْمَسَائِلِ الْعَزِيَّةِ اِنَّهٗ ذَكَرَ حَدِيْثًا عَنِ السَّكُوْنِيِّ فِيْ اَنَّ الْمَاءَ يُطَهِّرُ وَذَكَرَ اَنَّهٗ مُصَرَّحًا بِاَنَّهٗ عَامِيٌّ وَاَجَابَ بِاَنَّهٗ وَاِنْ كَانَ كَذٰلِكَ فَهُوَ مِنْ ثِقَاتِ الرُّوَاةِ وَنُقِلَ عَنِ الشَّيْخِ فِيْ مَوَاضِعَ مِنْ كُتُبِهٖ اَنَّ الْاِمَامِيَّةَ مُجْمِعَةٌ عَلَى الْعَمَلِ بِرِوَايَتِهٖ وَرِوَايَةِ عَمَّارٍ وَمَنْ مَاثَلَهُمَا مِنَ الثِّقَاتِ وَلَمْ يَقْدَحْ بِالْمَذْهَبِ فِي الرِّوَايَةِ مَعَ اِشْتِهَارِهَا وَكُتُبُ جَمَاعَتِنَا مَمْلُوَّةٌ مِنَ الْفَتَاوِى الْمُسْتَنَدَةِ اِلٰى نَقْلِهٖ فَلْتَكُنْ هٰذِهٖ كَذٰلِكَ۔

(تنقیح المقال جلد اول ص ۱۲۷، ۱۲۸ باب اسماعیل من ابواب الھمزۃ۔ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

اسماعیل بن ابی زیاد سکونی شعیری ...... بعض دفعہ اس کے امامی

اور اس کے مذہب تقیہ ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ اس کے اہل سنت میں مشہور ہونے اور ان سے میل جول رکھنے اور ان کا قاضی ہونے کی وجہ سے اور عجب اس کے ساتھ اور اس کی کثرت روایات اور جید لوگوں کے نزدیک قابل قبول ہونے کو ملا یا جائے۔ بلکہ بعض اوقات وہ اس کی روایات کو اجلاء اور عادل راویان کی روایت پر ترجیح دیتے ہیں جیسا کہ ایک تیر یا دو تیر پھینکنے کے فاصلے سے پانی نہ پانے والے کے لیے تیمم کے باب میں اس کی روایات ہیں۔ اور اسی طرح اسی کے ساتھ ملا یا گیا ہے۔ تمام مسائل میں اس کی روایات کو نقل کرنے کو۔ اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اس کے سامنے حدیث بیان کرنے سے پرہیز کرتے تھے۔ اور اس سے بہت سی ایسی روایات مروی ہیں جو اہل سنت کے مخالف ہیں۔ لہٰذا اس کے متعلق غالب گمان امامی ہونے کا ہی ہے۔ اور بعض اوقات اس کے امامی ہونے پر استشہاد کیا جاتا ہے۔ بوجہ ان روایات کے جو کتاب "العلل" میں مصنف کے باپ سے وہ علی بن ابراہیم سے وہ اپنے باپ سے وہ نوفلی سے وہ سکونی سے وہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے ہیں۔ کہ فرمایا امام موصوف نے کہ حسن نے وضو میں زیادتی کی وہ وضو توڑنے والا یا اس میں کمی کرنے والا ہے۔ پس بے شک امام کا سکونی کو خطاب فرمانا اس قسم کی احادیث میں بعض اوقات اس کے امامی ہونے کو ظاہر کرتا ہے۔ پس غور کر۔ دوسرا یہ کہ اگر اس (سکونی) کا عامی (غیر شیعہ) ہونا تسلیم کر لیا جائے۔ تو شیخ نے "العدۃ وغیرہ" میں اس کی روایات پر عمل کرنے کے متعلق شیعہ کا اجماع ذکر کیا ہے۔ کتاب "المقاتل العزیہ" میں محقق سے منقول ہے

کہ اس محقق نے سکونی سے ایک حدیث نقل کی ہے۔ اس بارے میں کہ پانی طاہر و مطہر ہوتا ہے۔ اور محقق نے ذکر کیا کہ لوگوں نے تصریح کی ہے۔ کہ وہ عامی ہے اور اس کا جواب دیا ہے۔ کہ اگرچہ وہ ایسے ہی ہو لیکن پھر بھی وہ ثقہ راویوں میں سے ہے۔ شیخ سے اس کی کتاب کے متعدد مقامات پر منقول ہے۔ کہ فرقہ امامیہ، سکونی اور عمار اور ان کی مثل "راویوں کی روایات پر عمل کرنے میں متفق ہیں۔ اور مشہور حدیث کے روایت کرنے کے لیے مذہب کا کوئی لحاظ نہیں کیا جاتا۔ اور ہماری جماعت (شیعہ) کی کتابیں اس سکونی کی روایات منقولہ سے فتاویٰ سے بھری پڑی ہیں۔ تو یہ بھی اسی طرح ہے۔ (یعنی سکونی امامی شیعہ ہے)

برہان والی روایت کا راوی "سلمیٰ بن الخطاب" ثقہ ہے

تنقیح المقال:

لٰکِنَّ مَوْلَی الْوَحِیْدِ مَائِلٌ اِلٰی اِصْلَاحِ حَالِ الرَّجُلِ فَقَالَ اِنَّ التَّضْعِیْفَ مَاْخُوْذٌ مِنَ النَّجَاشِیِّ وَمَرَّ فِی الْفَائِدَةِ الْاِشَارَةُ اِلٰی اَنَّهٗ لَا یَدُلُّ عَلَی الْقَدْحِ فِیْ نَفْسِ الرَّاوِیْ وَاِلٰی ضُعْفِ تَضْعِیْفِ ابْنِ الْغَضَائِرِیْ وَنَاهِیْكَ لِجَلَالَةٍ بَلْ وَثَاقَةٍ رَاوِیَةٍ كُلُّ هٰذِهِ الْاَجِلَّةِ الْمَذْكُوْرِیْنَ هُنَا وَغَیْرُهُمْ سِیَّمَا وَمِنَ الْقُمِّیِّیْنَ وَمِنْ مَشَائِخِهِمْ وَاَعَاظِمِهِمْ وَفِیْهِمْ ابْنُ الْوَلِیْدِ وَاَیْضًا یَرْوِیْ عَنْهُ مُحَمَّدُ بْنُ اَحْمَدَ بْنِ یَحْیٰی وَلَمْ یَسْتَثْنِ رِوَایَتَهٗ

وَاَیْضًا هُوَ کَثِیْرُ الرِّوَایَةِ صَاحِبُ الْکُتُبِ اِلٰی غَیْرِ ذَالِكَ مِمَّا هُوَ فِیْهِ۔

(تنقیح المقال جلد دوم ص ۴۹ باب سلمٰی من ابواب السین مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

لیکن مولٰی وحید سلمٰی بن الخطاب کی اصلاح کی طرف مائل ہے۔ پس اس نے کہا۔ کہ سلمٰی ابن الخطاب کو ضعیف کہنا نجاشی سے لیا گیا ہے۔ اور فائدہ میں اشارہ گزر چکا ہے۔ کہ نجاشی کا اس کو ضعیف کہنا خود قول ضعیف ہے۔ وہ بھی محض رائے میں۔ اور یہ بھی گزر چکا ہے۔ کہ ابن غضائری کا سلمٰی بن الخطاب کو ضعیف کہنا خود قول ضعیف ہے۔ تمہارے لیے اس کے ثقہ ہونے کی دلیل یہی کافی ہے۔ کہ اس سے بڑے بڑے جلیل القدر اور عظیم علماء نے روایت کی ہے۔ علاوہ ازیں بالخصوص علمائے قمیین ان کے مشائخ اور دیگر معتمد علماء اور خاص کر ابن ولید نے بھی اس سے روایت کی ہے۔ محمد بن یحیٰی اس سے روایت کرتا ہے۔ لیکن اس کی روایت کے دوران کہیں بھی استثناء نہیں کرتا (یعنی اس کی تمام روایات کو ذکر کرتا ہے) اور اس کے ثقہ ہونے کی یہ دلیل بھی مفید ہے کہ وہ کثیر الروایات ہے۔ بہت سی کتابوں کا مصنف ہے۔ اور کئی دوسری صفات سے موصوف ہے۔

لمحہ فکریہ:

نجفی شیعی کو فروع کافی، خصال اور برہان وغیرہ کتب اہل تشیع میں مذکورہ موجود روایات۔ (کہ جن میں سینہ کوبی، بال نوچنا، ران پیٹنا وغیرہ حرام کہے گئے ہیں)

سے جو مسلک شیعہ پر زد پڑتی تھی۔ اس سے بچ نکلنے کا اور کوئی بہانہ ہاتھ نہ آیا۔ تو ان روایتوں میں سے کسی ایک راوی کو ضعیف کہہ کر گلو خلاصی کرنی چاہی۔ اور صاف صاف لکھ دیا۔ کہ یہ روایات اگرچہ مذکورہ مضمون اور مذکورہ کتب میں موجود ہیں۔ لیکن بوجہ ضعفِ راوی قابل استشہاد نہیں۔

مسلک شیعہ کی فن رجال پر مستند اور معتبر کتاب تنقیح المقال سے ہم نے ان راویوں کے متعلق حوالہ جات درج کر دیئے ہیں۔ اور ساتھ ہی ان کا ترجمہ پیش کر دیا ہے۔ جس کو ضعیف کہا گیا۔ وہ قوی اور ثقہ نکلا۔ جس کو مجہول کہا گیا وہ جانا پہچانا راوی ہے۔ اور جن لوگوں نے انہیں ضعیف کہا ان کا خود یہ کہنا ناقابل اعتبار ہے۔ یہ سب راوی ثقہ اور پکے امامی شیعہ تھے علامہ مامقانی نے ان کی ثقاہت کے ثبوت کے لیے کئی ایک طریقے ذکر کیے۔ تاکہ ان مختلف طریقوں سے ان لوگوں کے قول کی تردید ہو جائے۔ جو ان کے ضعف کے قائل ہیں۔ نجفی کی تنقیح المقال کی عبارات دیکھ کر شرم کے مارے رنگت اڑ جانی چاہیئے تھی۔ لیکن کس قدر ڈھٹائی سے اپنے بیگانوں کو دھوکا اور فریب دینے کی کوشش کی گئی معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ نجفی نہ اپنوں کا خیر خواہ ہے۔ اور نہ ہی غیروں کا۔ بلکہ صرف اور صرف دھوکا اور فریب کا احیا کرنے کے در پے ہے۔ ہو سکتا ہے۔ کہ اہل تشیع کو اس کی چکنی چپڑی باتوں پر اعتبار آجائے۔ لیکن جب حقیقت سامنے آتی ہوگی۔ تو اس کا ضرور ماتم کرتے ہوں گے۔ واہ "حجۃ الاسلام"، نہ اپنوں کی نہ غیروں کی کسی کا عزت نہ بچنے دی۔ لیکن کیا ہوا۔ اپنی دنیا و آخرت برباد کر لی۔ اور منہ کالا کر کے قبر میں روپوش ہو گیا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

نوٹ:

"ماتم اور صحابہ" کے صفحہ ۹۵ تا ۹۶ پر نجفی نے مروجہ ماتم اور عزاداری کے ثبوت میں قرآن کریم کی یہ آیت ذکر کی ہے۔ لا یحب اللہ الجھر بالسوء من القول الا من ظلم۔ چونکہ بعینہٖ یہ استدلال "فتوحات شیعہ" میں اسماعیل شیعی گوجروی کا بھی مذکور تھا۔ اور اس کا جواب اور اس کی تردید بالتفصیل ہو چکی ہے۔ لہٰذا اس کو چھوڑ دیا گیا ہے

دغابازی نمبر ۲۷

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا کو مجلس ماتم میں بھیجا

ماتم اور صحابہ: ام المومنین بی بی ام سلمیٰ کو نبی کریم کی طرف سے ماتم کی اجازت۔

المعجم الصغیر للطبرانی:

عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ اَنَّهَا قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ نِسَاءَ بَنِيْ مَخْزُوْمٍ قَدْ اَقَمْنَ مَاتَمَهُنَّ عَلَى الْوَلِيْدِ بْنِ اَبِي الْوَلِيْدِ مُغِيْرَةَ فَاْذَنْ لَهَا فَقَالَتْ وَهِيَ تَبْكِيْ۔ اَبْكِي الْوَلِيْدَ بْنَ الْوَلِيْدِ بْنِ مُغِيْرَةِ۔ اَبْكِي الْوَلِيْدَ بْنَ الْوَلِيْدِ اَخَا الْعَشِيْرَةِ۔

(اہل سنت کی معتبر کتاب المعجم الصغیر للطبرانی ص ۲۰۶)

ترجمہ:

ایک روز ام سلمہ نے نبی پاک کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ یا نبی اللہ ولید بن

مغیرہ کا بنی مخزوم کی عورتوں نے ماتم کیا ہے۔ (اور میں جناب سے اس ماتم میں شرکت کی اجازت چاہتی ہوں) پس جناب نے ان کو اجازت دی۔ ام سلمہ ٹھیں اور روتے ہوئے اس شعر کے ساتھ ماتم کیا۔ ابکی الولید بن الولید بن مغیرہ.... ابکی الولید خا العشیرہ

قارئین آپ نے غور فرمایا کہ ام المومنین نے نبی پاک کو ماتم بپا ہونے کی خبر دی اور ماتم میں شریک ہونے کی اجازت بھی چاہی۔ اگر ماتم فعل حرام ہوتا تو یقیناً نبی کریم ام المومنین کو اس میں شریک ہونے کی اجازت نہ دیتے۔ در شرکت سے منع فرماتے اور جن عورتوں نے ماتم بپا کیا تھا انہیں بھی اس پر سرزنش کرتے۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔ نبی کریم نے انہیں بھی منع نہیں کیا۔ اور ام المومنین کو شرکت کی بھی اجازت دے دی۔ اور بی بی ام سلمہ نے ماتم میں شرکت ہی نہیں کی۔ بلکہ ماتم میں نوحہ پڑھا۔ ام المومنین کا نبی کی اجازت سے بزم ماتم میں شرکت کرنا ثابت ہے۔ اور ہم دیکھیں گے کہ ملاں لوگ اس روایت کے بعد ام المومنین پر کیا فتوے لگاتے ہیں۔ نیز بی بی سلمہ نبی کی اجازت سے اگر عام ماتم میں شرکت کر سکتی ہیں۔ تو نواسۂ رسول امام حسین کا ماتم کس طرح حرام ہوگیا

صلائے عام ہے یاران نکتہ داں کے لیے

(ماتم اور صحابہ ص ۹۶، ۹۷)

جواب اوّل:

طبرانی کی معجم صغیر سے جو روایت مذکور ہوئی۔ اس میں نجفی نے خواہ مخواہ اِدھر اُدھر کی ہانک کر اپنا مطلب سیدھا کرنے کی کوشش کی ہے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے جو کچھ کیا۔ اس کے لیے لفظ "تبکی" استعمال ہوا۔ اور خود انہوں نے بھی "ابکی" کا لفظ ذکر کیا ہے۔ "بکاء" کا معنی گزشتہ اوراق میں ہم ذکر کر چکے ہیں۔ اس کے بغیر حدیث مذکور میں ایک لفظ بھی ایسا نہیں۔ جس کا معنی سینہ کوبی، زنجیر زنی اور گال نوچنے وغیرہ ہوں اختلاف

تو نہی امور کے مجموعہ مروجہ ماتم میں ہے۔ صرف رونا (جو بکاء کا معنی ہے) مختلف فیہ نہیں ہے۔ اس لیے بکاء کا معنی ماتم اور پھر اس سے مروجہ ماتم ثابت کرنا دھوکہ دہی ہے۔ اور فریب کاری ہے صرف آنسو بہا کر رونا خلاف شرع ہرگز نہیں بلکہ سنتِ نبوی ہے۔

جواب دوم:

نجفی نے معجم صغیر کی روایت کو نقل کرنے میں بددیانتی اور کور باطنی کا مظاہرہ کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ روایت مذکورہ مکمل طور پر ذکر نہ کی گئی۔ ورنہ اس کے بعد والے الفاظ میں خود اس کی تردید موجود تھی۔ اس روایت کی صحت و عدم صحت کا فیصلہ اسی روایت کے آخر میں موجود ہے صاحب معجم صغیر روایت کے ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔ تَفَرَّدَ بِهٖ هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ وَلَا يُرْوٰى عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ اِلَّا بِهٰذَا الْاِسْنَادِ۔ یعنی حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت صرف ہشام بن عمار نے کی ہے۔ یہ روایت کسی دوسرے راوی سے ہرگز مروی نہیں۔ اس آخری حصہ کا مطلب و مقصد یہ ہے کہ یہ روایت قابل استدلال نہیں اس روایت کے دو راویوں میں سے ہشام بن عمار ضعیف راوی ہے۔ بلکہ من گھڑت حدیثیں بیان کرنے والا ہے۔ فن رجال کی کتب سے اس کی تائید میں حوالہ ملاحظہ ہو۔

ہشام بن عمار کیسا راوی ہے؟

تہذیب التہذیب

وَقَالَ الْاٰجُرِّیُّ عَنْ اَبِیْ دَاوٗدَ اَبُوْ اَیُّوْبَ یَعْنِیْ سُلَیْمَانَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ خَیْرٌ مِنْهُ حَدَّثَ هِشَامٌ بِاَرْبَعِمِائَةِ حَدِیْثٍ مُسْنَدَةٍ لَیْسَ لَهَا اَصْلٌ ... وَقَالَ الْمَرُّوْذِیُّ ذَكَرَ اَحْمَدُ هِشَامًا فَقَالَ طَيَّاشٌ خَفِیْفٌ وَذَكَرَ لَهٗ قِصَّةً

وَلَحَنَّا بِالْقُرْآنِ نَحْوَ عَشِيَّةٍ حَتَّى قَالَ إِذَا
صَلَّى خَلْفَهُ فَلْيُعِدِ الصَّلٰوةَ

(تہذیب التہذیب جلد ۱۱ ص ۵۲، ۵۳)

تذکرہ ہشام مطبوعہ بیروت۔

ترجمہ:

جرح سے ابی داؤد اور اس سے اچھے راوی سلیمان بن عبدالرحمن سے بیان کیا۔ کہ ہشام نے چار سو ایسی احادیث لکھی ہیں۔ جو سند کے اعتبار سے مکمل ہیں۔ لیکن ان میں سے کوئی بھی اصل اور ثابت نہیں ہے۔ مروزی نے ذکر کیا کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ہشام کا ذکر کرتے ہوئے کہا۔ کہ یہ طلبہ باز اور خفیف قسم کا آدمی ہے۔ اور انہوں نے اس کا قصہ بھی ذکر کیا۔ جس کا تعلق الفاظ قرآن کے ساتھ ہے۔ اور یہاں تک فرمایا۔ کہ اس کے پیچھے نماز پڑھنے والوں کو اپنی نماز لوٹانی چاہیے۔

اسی روایت کا دوسرا راوی ''ابوحمزہ ثمالی'' بھی ضعیف ہے

تہذیب التہذیب

قَالَ أَحْمَدُ ضَعِيْفٌ لَيْسَ بِشَيْءٍ وَقَالَ ابْنُ مَعِيْن لَيْسَ بِشَيْءٍ وَقَالَ أَبُوْ زُرْعَةَ لَيِّنٌ وَقَالَ أَبُوْ حَاتِمٍ لَيِّنُ الْحَدِيْثِ يُكْتَبُ حَدِيْثُهُ وَلَا يُحْتَجُّ بِهِ ... وَقَالَ يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ كَانَ يُؤْمِنُ بِالرَّجْعَةِ ... وَقَالَ ابْنُ حِبَّانَ كَانَ كَثِيْرَ الْوَهْمِ فِي الْأَخْبَارِ حَتّٰى خَرَجَ عَنْ

حَدِّ الْاِحْتِجَاجِ بِهٖ اِذَا انْفَرَدَ مَعَ غُلُوِّهٖ فِیْ تَشَیُّعِهٖ وَرَوٰی ابْنُ عَدِیٍّ مِنَ الْفَلَاسِ لَیْسَ بِثِقَةٍ وَعَدَّهُ السُّلَیْمَانِیُّ فِیْ قَوْمٍ مِّنَ الرَّافِضَةِ۔

(تہذیب التہذیب جلد دوم ص ۸۰۷ تذکرہ ہشام مطبوعہ بیروت)

ترجمہ:

"ابوحمزہ ثمالی" کے بارے میں امام احمد نے کہا۔ کہ وہ ضعیف ہے۔ اور کسی قابل نہیں۔ ابن معین نے بھی یہی کہا۔ اور ابوزرعہ کا کہنا ہے کہ یہ نرم ہے۔ ابوحاتم کہتے ہیں کہ اس کی حدیث لکھے جانے کے قابل نہیں اور نہ ہی اس سے حجت پکڑی جا سکتی ہے۔ یزید بن ہارون کا کہنا ہے۔ کہ یہ رجعت کا قائل ہے ابن حبان نے کہا کہ یہ اخبار میں بہت وہمی تھا۔ اس حد تک کہ اس کی اخبار کے ساتھ احتجاج نہیں کیا جاتا۔ جبکہ یہ اس خبر کا منفرد راوی ہو۔ اور اس کے ساتھ ساتھ وہ شیعیت میں بڑا کٹر آدمی تھا۔ ابن عدی نے فلاس سے روایت کی ہے۔ کہ ابوحمزہ ثمالی ثقہ نہیں۔ اور سلیمانی نے اسے رافضیوں کے قبیلہ سے شمار کیا ہے۔

لمحہ فکریہ:

نجفی شیعی نے گزشتہ دلائل کی طرح اس روایت سے "مروجہ ماتم" ثابت کرنے میں فریب دینے کی کوشش کی۔ حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے واقعہ میں مذکور لفظ "بکاء" سے اول تو سینہ کوبی وغیرہ کا پتہ تک نہیں چلتا دوسرا اس روایت کی سند میں صرف ہشام کا نام ہے۔ یعنی صرف اسی راوی نے اس روایت کو ذکر کیا۔ اور خود اس کی حقیقت وہ جو تہذیب التہذیب کے حوالہ سے ہم بیان کر چکے ہیں۔ دوسرا راوی "ابوحمزہ ثمالی"

تو بنی کا اپنا بڑا نکلا۔ جب چھوٹے میاں کی فریب دہی اور دھوکہ بازی کا یہ عالم ہے۔ تو بڑے میاں کیا گل کھلائیں گے۔ کٹر رافضی اور غالی شیعہ نے ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں جو کہا۔ وہ اس کے اپنے عقائد کی ترجمانی ہے۔

دغا بازی نمبر ۲۸

ران پیٹ کر خون بہانا سنت حضرت آدم علیہ السلام ہے

معارج النبوہ:

در روایت است کہ چنداں قلق و اضطراب ور روے اثر کردہ کہ دست بر زانو زدہ کہ گوشت و پوست از سر دست و سر زانوے او رفتہ بود و استخواں ظاہر شدہ۔

(اہل سنت کی معتبر کتاب معارج النبوہ رکن اول ص ۳۴۸)

ترجمہ:

حضرت آدم میں بے چینی اور اضطراب نے اتنا اثر کیا۔ کہ ہاتھ اپنے زانو پر مارا اور اس سے گوشت و پوست ہاتھ اور زانو کا ضائع ہو گیا اور ہڈی ظاہر ہو گئی۔

قارئین کرام جو لوگ ران پیٹنے سے عمل باطل ہونے کا فتویٰ دیتے ہیں۔ ذرا تعصب کی پٹی اتار کر حوالے کو پڑھیں کہ حضرت آدم ابو البشر بھی دکھ میں ران پیٹ رہے ہیں۔ اور خون بھی بہا رہے ہیں۔ ابو البشر تو اس طرح ران پیٹیں کہ اس سے خون جاری ہو جائے۔ یہ تو حرام نہیں۔ لیکن اگر مصائب امام حسین علیہ السلام کی یاد میں شیعہ ران پر ہاتھ ماریں۔ تو یہ

بیچارے تمام اعمال سے ہاتھ دھو بیٹھیں۔ کیا اسی چیز کا نام انصاف ہے۔؟
دشمنانِ امام حسین کہتے ہیں کہ یہ روایت ضعیف ہے۔ اور ہم بھی کہتے ہیں کہ جس روایت میں بھی ران پیٹنے کی قباحت کا ذکر ہے۔ وہ بھی ضعیف ہے۔

ارباب انصاف! ماتم کو چار یاری مُلّاں کہتے ہیں تقلید یزید کہتے ہیں۔ اور گاہے دین سے خارج کر دیتے ہیں۔ ہم نے چار یاری مذہب کی کتاب سے حضرت آدمؑ کا ماتم ثابت کر دیا ہے۔ اب ان کی خوشی ہے۔ کہ اپنے باپ آدم کو معاذاللہ معاذاللہ یزید کا مقلد بنائیں۔ یا کسی اور کا۔

(ماخوذ از رسالہ ماتم اور صحابہ ص ۹۸، ۹۹)

جواب اوّل:

نجفی شیعی نے حضرت آدم علیہ السلام کا فعل جس کتاب سے ثابت کیا ہے۔ اُسے ہمارے محقق علماء قابلِ اعتبار کتاب نہیں گردانتے۔ جیسا کہ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی قدس سرہٗ نے احکام شریعت میں "معارج النبوۃ" کے مصنف ملا معین کاشفی کے متعلق پوچھے گئے ایک سوال کے جواب میں فرمایا۔ کہ یہ کتاب ایک واعظ کی کتاب ہے۔ اور اس میں رطب و یابس سبھی کچھ موجود ہے۔ اگرچہ مصنف کا مسلکِ اہل سنت سے تعلق تھا۔ لیکن ان کی کتاب ایک واعظ کی وجہ سے ایسی اہمیت نہیں رکھتی۔ کہ اس سے استدلال کیا جا سکے۔ لہٰذا ایسے شخص کی کتاب سے عبارت پیش کر کے "ماتمِ آدمؑ" ثابت کرنا دغا بازی ہے۔

جواب دوم:

گزشتہ سطور میں آپ نے خود نجفی کی تحریر سے ملاحظہ کیا۔ کہ ہر ایک کی ہر ایک روایت قابلِ قبول نہیں ہوتی۔ بلکہ اس کی قبولیت کی کچھ شرائط ہیں۔ اس کے راویوں کا اسماء رجال کی کتب میں کیا مقام ہے۔ اس کی سند کیسی ہے۔ اس کے الفاظ کیا کہتے ہیں۔ اور مفہوم کیا ہے۔

وغیرہ؟ یعنی بہت سے دریش مراحل کے عبور کرنے کے بعد کوئی روایت درجہ صحت تک پہنچ سکتی ہے۔ ہم دریافت کرتے ہیں کہ یہ احتیاط صرف ان احادیث کے متعلق ہے جو تمہارے مسلک و مشرب کے خلاف پڑتی ہوں۔ یا ہر ایک حدیث کے لیے یہ شرائط ہیں۔ اگر ہر ایک کے لیے ہیں۔ تو پھر حضرت آدم علیہ السلام کے ران پیٹنے والی حدیث کے لیے بھی یہی شرائط دیکھی جائیں گی۔ اگر ان شرائط پر پوری اترتی ہے۔ تو درست ورنہ نامعتبر ہو گی۔

معارج النبوۃ میں سرے سے اس روایت کی سند ہی موجود نہیں ہے۔ اس لیے اس کے راویوں کے بارے میں کچھ بھی نہیں کہا جا سکتا۔ لہذا اس کی صحت اور عدم صحت کے پہچاننے کا کوئی طریقہ نہیں۔ ایسی بے سند روایت سے یہ استدلال پیش کرنا کہ حضرت آدم علیہ السلام ران پیٹتے اور خون بہاتے ہیں۔ امام حسین کے مصائب پر ایسا کرنا کیوں ناجائز ہے؟ کیا روایت مذکورہ قابلِ استدلال ہے۔ جب معلوم ہوا۔ کہ یہ روایت کئی ایک وجوہ سے غیر معتبر ہے۔ تو پھر اس سے استدلال پیش کرنا کس قدر دغا اور فریب دہی ہے۔ اس مجہول روایت کے برخلاف بہت سی ایسی احادیث صحیحہ موجود ہیں۔ جن کی سند بھی قابلِ اعتبار جس کی کتابیں بھی قابلِ اعتبار۔ تو اس وقت کون عقلمند ایسا کرے گا۔ کہ مجہول روایت کو تو قابلِ استدلال سمجھے۔ لیکن مشہور و صحیح روایت کی طرف دھیان ہی نہ جائے۔

نجفی کو چاہیئے تھا۔ کہ یہی روایت مروجہ ماتم کے جواز پر کسی اہل بیت کے امام سے ذکر کرتا۔ کیونکہ اس کے نزدیک بلکہ اہل تشیع کے نزدیک کوئی عمل اور کوئی عقیدہ اس وقت تک ثابت اور قابل عمل نہیں ہو سکتا۔ جب تک اس کے متعلق حضرات ائمہ اہل بیت میں سے کسی ایک کی حدیث موجود نہ ہو۔ معارج النبوۃ اول تو سنی واعظ کی کتاب ہے اس سے تمہارا کیا تعلق۔ دوسرا اس روایت کی سند مفقود ہے۔ اس سے تمہارا استدلال بیکار۔ تیسرا حضرت آدم کا واقعہ اگر تسلیم بالفرض محال کر لیا جائے۔ تو اس سے شریعت محمدیہ

یہ کسی مسئلہ کے باقی رہنے اور جائز ہونے کی کیا دلیل؟
ہمارا دعویٰ ہے۔ کہ نجفی اور اس کے یار و مددگار سبھی مل کر کوشش کریں۔ کہ اپنی کسی کتاب سے سند صحیح کے ساتھ کسی ایک امام سے یہی روایت (حضرت آدم کے ران پیٹنے والی) ثابت کر دکھائیں۔ تو منہ مانگا انعام پائیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

دغابازی نمبر ۲۹

ران کا پیٹنا سنت نبوی ہے۔

(اہل سنت کی معتبر کتاب۔ صحیح بخاری جلد دوم ص ۵۰) اہل سنت کی معتبر کتاب نسائی شریف جلد سوم ص ۳۰۵) (اہل سنت کی معتبر کتاب ادب المفرد ص ۲۶۴) اہل سنت کی معتبر کتاب صحیح مسلم جلد اول ص ۲۹۱) (اہل سنت کی معتبر کتاب مسند ابی عوانہ جلد دوم ص ۳۹۲ میں ہے۔

مسند ابی عوانہ:

وَ هُوَ مُوَلٍّ يَضْرِبُ فَخِذَهُ وَ هُوَ يَقُوْلُ وَ كَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا۔

(مسند ابی عوانہ جلد دوم ص ۳۹۲)

ترجمہ:

راوی کہتا ہے کہ رسول اللہ لوٹے اس حال میں کہ اپنی ران کو پیٹ رہے تھے

شرح البخاری:

قَوْلُہٗ یَضْرِبُ فَخِذَہٗ فِیْہِ جَوَازُ ضَرْبِ الْفَخِذِ عِنْدَ التَّأَسُّفِ۔

(اہل سنت کی معتبر کتاب شرح البخاری جلد سوم ص ۹)

ترجمہ:

شارح ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں وقت افسوس ران پیٹنے کا جواز ہے۔

قارئین! ملاں لوگ ران پیٹنے والے کے عمل کے باطل ہونے کا فتویٰ دیتے ہیں۔ تو بتائیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب ران پیٹی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمل کا کیا ہوا؟

رسول اللہ شریعت کے بادشاہ ہیں۔ اور جناب کے ران پیٹنے کا ذکر صحیح بخاری میں ہے۔ بخاری کی ہر ہر حدیث کو اہل سنت من حیث السند صحیح مانتے ہیں۔ اور جناب شریعت کا بادشاہ خود ران پیٹ رہا ہے۔ تو پھر اگر شیعہ غم حسین علیہ السلام میں ماتم کریں۔ ران پیٹیں۔ تو ان کے عمل کیوں باطل ہوں گے۔ جو آل نبی سے بغض رکھتے ہیں۔ اور درجہ نفاق پر فائز ہیں عمل ان کے باطل ہیں۔

ارباب انصاف: ماتم کو تقلید یزید کہنے والے اپنی بخاری پڑھیں۔ اور ڈوب کر جائیں۔ ہم نے بخاری شریف سے نبی کریم کا ماتم ثابت کر دیا ہے۔ شریعت کا بادشاہ معاذ اللہ کیا ران پیٹنے پر یزید کا مقلد ہے؟

(ماخوذ از رسالہ ماتم اور صحابہ ص نمبر ۹۹، ۱۰۱)

جواب اول:

بخاری شریف وغیرہ کتب احادیث سے جو نجفی نے روایت پیش کی ہے۔ اس میں بھی دغا بازی سے کام لیا گیا ہے۔ پہلے اس روایت کا پس منظر ملاحظہ ہو۔ پھر دوسرے موضوع کی طرف آئیں گے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر تشریف لائے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا کیا تم نماز تہجد نہیں پڑھتے۔ میں نے عرض کیا حضور! حالت نیند میں ہماری روحیں اللہ کے سپرد ہوتی ہیں۔ وہ واپس کر دیتا ہے۔ تو ہم اٹھ بیٹھتے ہیں۔ میری یہ بات سن کر آپ واپس تشریف لے گئے۔ جاتے ہوئے میں نے سنا کر آپ اپنی ران پر ہاتھ مار رہے تھے۔ اور یہ پڑھ رہے تھے۔ وکان الانسان اکثر شئی جدلا۔

بخاری شریف میں مذکور حدیث پاک کا ترجمہ ملاحظہ کرنے کے بعد ہر پڑھنے والا فیصلہ کر سکتا ہے۔ کہ اس میں "مروجہ ماتم" کے لیے کونسا لفظ ہے۔ پھر اس سے جواز کا معاملہ ڈھونڈنا بعد کی بات ہے۔ نجفی سے پوچھیے۔ کہ آپ جس ماتم کے جواز کی بات کر رہے ہیں۔ وہ اسی طرح کا ہے۔؟ ذرا بتلائیے تو سہی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کس کے انتقال اور کس کی شہادت پر ران پر ہاتھ مارا تھا؛ حالانکہ شیعہ لوگ امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے موقعہ پر ایسا کرتے ہیں اور اسی کو نجفی جائز ثابت کرنے کے درپے ہے۔ لے دے کے حدیث زیر بحث میں اگر کوئی لفظ نظر آتا ہے۔ تو وہ یَضْرِبُ فَخِذَہٗ ہے۔ جس کا معنی یہ ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ران پر ہاتھ مارتے تھے۔ آئیے ذرا اس کی وجہ معلوم کریں۔ کہ ایسا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کس وجہ سے کیا؟

ایک تاویل وہ جو نجفی نے ابن حجر عسقلانی شارح البخاری کی نقل کی۔ جس سے انہوں نے بوقت افسوس ران پر ہاتھ مارنا جائز ثابت ہونے کی دلیل بنائی۔ لیکن صرف یہی ایک تاویل ذکر کر دینا اور دوسری تاویلات سے منہ موڑ لینا قرین انصاف نہیں۔ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ

اس کی مزید تاویلات لکھتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

وقال ابن التين كره احتجاجه بالآية المذكورة وأراد منه أن ينسب التقصير إلى نفسه ونقل ابن بطال عن المهلب قال فيه أنه ليس للإمام أن يشدد في النوافل حيث قنع صلى الله عليه وسلم بقول علي رضي الله عنه أنفسنا بيد الله لأنه كلام صحيح في العذر عن التنفل ولو كان فرضا ما عذره قال وأما ضربه فخذه وقراءته الآية فدال على أنه ظن أنه أحرجهم فندم على إنباههم .... وقال النووي المختار أنه ضرب فخذه تعجبا من سرعة جوابه وعدم موافقته له على الاعتذار بما اعتذر به والله اعلم

(فتح الباری شرح صحیح البخاری
للعسقلانی جلد سوم ص ۹
مطبوعہ مصر)

ترجمہ:

ابن تین نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ران پر ہاتھ اس لیے مارا کہ مذکورہ آیت سے احتجاج فرمانا آپ کو اچھا نہ لگا اور آپ نے تقصیر کو اپنی طرف نسبت کرنے کو اچھا سمجھا۔ مہلب سے ابن بطال ناقل ہے۔ کہ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ امام کو نوافل کی ادائیگی کے لیے اس پر سختی کرنا نامناسب ہے۔ دیکھتے نہیں

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کے عذر "انفسنا بیدہ اللہ"، کو سن کر کچھ نہ کہا۔ (یعنی نماز تہجد پڑھنے کے لیے مزید کچھ نہ کہا) کیونکہ نفلی نماز کے چھوڑنے کے لیے یہ معقول اور صحیح عذر ہے۔ اور اگر فرائض کی بات ہوتی۔ تو پھر اتنا عذر قبول نہیں ہوتا۔ اور انہوں نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے ران پر ہاتھ مارنا اور آیت کریمہ کا تلاوت کرنا تو یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے۔ کہ آپ نے اپنے بارے میں گمان کیا۔ کہ میں نے انہیں نماز تہجد کا کہہ کر کچھ تنگ کیا ہے۔ تو آپ نے از روئے ندامت ران پر ہاتھ مارا...... امام نووی کا کہنا ہے۔ کہ مختار یہ ہے۔ کہ آپ نے ران پر ہاتھ اس لیے مارا۔ کہ آپ حضرت علی المرتضےٰ کے جواب کی سرعت سے تعجب میں پڑھ گئے۔ اور اس لیے بھی کہ ان کا جواب آپ کے خیالات کے ناموافق تھا واللہ اعلم

ناظرین کرام! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ران پر ہاتھ مارنے کے واقعہ کی تاویلات آپ نے درج بالا حوالہ میں ملاحظہ فرمائیں۔ مختصر یہ کہ آپ کا یہ فعل شریف صرف تأسف کے اظہار کے لیے نہ تھا۔ بلکہ آیت مذکورہ کی تلاوت بے موقعہ ہو جانا حضرت علی المرتضےٰ اور ان کی اہلیہ کو بے وقت جگانا اور حضرت علی المرتضےٰ کا جواب بر بیہ اور عذر نامناسب معلوم ہونا یا اور اس کے علاوہ بعض دوسری وجوہات علماء نے بیان کیں۔ ان تمام تاویلات سے قطع نظر کرتے ہوئے صرف ایک تاویل کو منتخب کر کے اپنا الّو سیدھا کرنا کہاں کی دانشمندی ہے۔

حدیث مذکورہ میں لفظ "وہو یضرب فخذہ".. ران پر ہاتھ مارنے کے معنی میں صریح ضرور ہے۔ لیکن اس کی علت کوئی ایک مخصوص نہیں۔ تاکہ اسی پر اس کو محمول کیا جائے۔ لہٰذا اس سے غم پر ران پیٹنا اور پھر اس سے ماتم حسین پر ران پیٹنا ثابت

کرنا صد درجہ کی حماقت ہے۔ اگر یہی ثابت کرنا ہے۔ تو پھر یوں کرو۔ کہ نجفی صاحب اپنے داماد کے گھر رات کے وقت جائیں۔ اور نیند سے انہیں بیدار کریں۔ انہیں نماز تہجد پڑھنے کی تلقین کریں۔ اور عذر پیش کرنے پر ران پیٹنے بیٹھ جائیں۔ لیکن اس قسم کا ماتم ان کی قسمت میں کہاں؟ یہاں تو سرے سے فرضی نمازیں ہی غائب ہیں۔ تہجد کے لیے کون کسی کو کہے گا۔ ہماری ان گزارشات سے معلوم ہوا۔ کہ اس حدیث سے مروجہ ماتم ثابت کرنا نجفی کی فریب کاریوں میں سے ایک فریب ہے۔ اور اس کے سوا کچھ بھی نہیں۔

جواب دوم:

اس سے پہلے ہم خود ماتم اور صحابہ ص ۹۲ کے حوالہ سے تحریر کر چکے ہیں۔ کہ کسی حدیث کا قابل قبول ہونا اور قابل عمل ہونا بہت سے مراحل طے کرنے کے بعد ہوتا ہے۔ نجفی نے بخاری شریف کی احادیث کے متعلق کہا۔ کہ اس کی تمام روایات اہل سنت کے نزدیک صحیح السند ہوتی ہیں؟ خود ہی ہمارے بارے میں اپنا مطلب ثابت کرنے کے لیے اپنی رائے قائم کر لی۔ بخاری شریف میں درج شدہ روایات از اوّل تا آخر تمام کو بلا استثناء ہم صحیح السند اور قطعی الدلالت نہیں سمجھتے۔ چلو تمہاری رائے کو درست سمجھ کر ہم پوچھتے ہیں۔ کہ کسی روایت کا صحیح السند ہونا ہی کیا اس کو قابلِ عمل کر دیتا ہے؟ حالانکہ اپنی تصنیف کے ص ۹۲ پر تم خود ہی لکھ چکے ہو۔ کہ صحیح السند ہونے کے بعد بھی حدیث کو کئی مراحل سے گزرنا پڑتا ہے۔ دلالت، منطوق، مفہوم، مطلق، مقید، مجمل، مبین اور معارض وغیرہ مراحل صحیح السند ہونے کے بعد ہیں۔ کہ ان سے گزرے بغیر وہ حدیث قابل عمل و استدلال نہیں ہوتی۔ پھر ہم نے فرض کر لیا۔ کہ نجفی صاحب صحیح السند کے بعد تمام مراحل طے کر گئے۔ لیکن ہم دریافت کرتے ہیں۔ کیا آخری مرحلہ معارض کا بھی آپ نے طے کر لیا۔ یعنی اس حدیث کی معارض احادیث کو دیکھا۔ پھر ان میں راجح کو ترجیح اور مرجوح کو نامقبول کہا۔ نجفی صاحب! آپ کی قسمت میں ہمت ہی کہاں تھی۔ کہ

اتنے مراحل طے کرتے۔ آؤ ہم تمہیں اس طرف لیے چلتے ہیں۔

اس حدیث کی معارض وہ احادیث ہیں جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی کی موت پر جزع، واویلا کرنا اور گریبان پھاڑنا ان تمام کا ثبوت تو کجا بلکہ ممانعت صریحہ موجود ہے۔ اور وہ احادیث جرح و تعدیل کے میدان میں قابلِ عمل قرار دیگئی ہیں۔

بالخصوص وہ احادیث کہ جن میں آپ نے اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو ان افعال سے منع فرمایا ہے۔ اب یہاں اگر نجفی والی مذکورہ حدیث کو بھی ان احادیث کے مساوی مان لیا جائے۔ تو لازم آتاہے رسول اللہ کے قول اور فعل میں تضاد ہو۔ یعنی خود ماتم کر رہے ہیں۔ اور اپنی صاحبزادی کو اس سے منع فرما رہے ہیں۔ لیکن ایسا نہیں ہوسکتا۔ اس لیے معلوم ہوا کہ ممانعت والی احادیث قطعی الدلالت ہونے کی وجہ سے قابلِ عمل ہیں۔ اور ران پیٹنے والی حدیث مختلف تاویلات کی حامل ہوتے ہوئے اس معنی میں مشکوک ہوئی۔ اس لیے اس کا راجح مطلب و مقصد یہ ہوگا۔ کہ آپ نے ران پر ہاتھ بوجہ غم و افسوس کے نہیں بلکہ تعجب کی بنا پر مارے۔ اب ان دونوں قسم کی احادیث میں تعارض نہ رہا۔ اور تطبیق ہونے کی وجہ سے نبی پاک کی ذات پر وہ اعتراض نہ ہوسکے گا جو اوپر گزر چکا۔ پھر اس قسم کے تعارض کو رفع کرنے کا ہمارے ہاں یہ قانون ہے۔ کہ قول و فعل کے تضاد میں قول کو ترجیح ہوتی ہے۔ لہٰذا قولی احادیث ان امور کی حرمت پر دال ہیں۔ انہی کو ترجیح دیتے ہوئے اس حدیث سے ماتم ثابت کرنا ایک بہت بڑا فریب ہے اور دغا بازی ہے۔

مگر یہ استدلال درست معلوم ہوتا ہے:

جیسا کہ بالتفصیل تحریر کر چکے ہیں۔ کہ اس حدیث سے مروجہ ماتم ہرگز ثابت نہیں ہوتا اور نہ ہی یہ حدیث قابلِ حجت رہی۔ لیکن ایک استدلال ہم بھی اس حدیث سے کرتے ہیں

شائد قارئین کرام آسے درست قرار دیں۔ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ران پیٹنے کی ایک وجہ ابن بطال نے بھی بیان کی۔ کہ آپ کا ایسا کرنا از روئے ندامت تھا۔ یعنی یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سمجھا۔ کہ میں نے رات کے وقت آکر حضرت علی المرتضٰی وغیرہ کو خواہ مخواہ پریشان کیا۔ اس طرح انہیں تکلیف ہوئی۔ اپنے کیے پر ندامت کا اظہار ران پیٹ کر کرنا ثابت ہوا۔ تو اسی طرح اہل تشیع بھی اپنے کیے پر ندامت کرتے ہوئے سینہ کوبی، زنجیر زنی اور کپڑے پھاڑنے کی عادات اپنائے ہوئے ہوں۔ گویا ماتم ندامت کیا جا رہا ہے۔ اور ایسا کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ کیوں جناب! کیسا استدلال ہے۔؟ ضرور پسند آیا ہوگا۔ کیونکہ یہ حقیقت کا آئینہ دار ہے۔ آخر امام عالی مقام کو کوفہ بلانے والے کون تھے خطوط پر خطوط کن لوگوں نے لکھے تھے؟ پھر کوفہ اور شام کے بازاروں میں کون روئے۔ مدمقابل کون تھے؟ اور شہید کرنے والے کہاں سے آئے تھے؟ ہم بالتفصیل کتب شیعہ کے حوالہ جات سے تحریر کر چکے ہیں۔ مختصر یہ کہ اس وقت کے "شیعیان علی" یہ سب کچھ گزرنے پر بطور ندامت رو دیے پیٹے۔ اور آج کل کے شیعہ ان کی پیروی کرتے ہوئے اُن کی رسم ادا کر کے اپنی پہچان کرا رہے ہیں۔ اور امام مظلوم کے ساتھ اپنا تعلق بیان کرتے ہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

دغابازی نمبر ۲۰

"ران پیٹنا سنت علی علیہ السلام ہے"

اہل سنت کی معتبر کتاب تحفہ اثنا عشریہ مؤلف شاہ عبد العزیز محدث دہلوی ص ۲۳۵ میں ہے۔

تحفہ اثنا عشریہ:

چوں شکست بر لشکرام المؤمنین افتاد و مردم از طرفین مقتول شدند و حضرت امیر قتلے را ملاحظہ فرمود را نہائے تو درا کوفتن گرفت۔

ملخص ترجمہ:

جب بی بی عائشہ کو شکست ہوئی اور امیر المؤمنین نے مقتولوں کی لاشوں کو دیکھا۔ تو اپنی ران کو پیٹنا شروع کر دیا۔

قارئین! ملاں لوگ فتویٰ لگاتے ہیں کہ ران پیٹنے سے عمل باطل ہو جاتے ہیں اگر اسے درست مان لیا جائے۔ تو معاذ اللہ حضرت رسول مقبول اور حضرت علی۔ ان کا کوئی عمل باقی نہ رہا۔

(ماخوذ از رسالہ ماتم اور صحابہ ص ۱۰۱، ۱۰۲)

جواب:

"مروجہ ماتم" ثابت کرنے کے لیے تحفہ اثنا عشریہ میں سے مذکورہ عبارت میں بھی اپنی پرانی روش کے مطابق دھوکہ دہی پر عمل کیا۔ اگر عبارت مذکورہ کو سیاق و سباق

سمیت مکمل طور پر ذکر کیا جاتا۔ تو اس سے نجفی کے کیے پر پانی پھر جاتا۔ اور دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی نکھر کر سامنے آجاتا۔ لیکن ایسا جان بوجھ کر کیا گیا۔ تاکہ فریب دینے میں آسانی ہو۔ اور اپنا اُلّو سیدھا ہو سکے۔ شاہ عبدالعزیز صاحب نے مذکورہ عبارت دراصل اہل تشیع کی طرف سے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر کیے گئے ایک اعتراض کے جواب میں تحریر کی۔

اعتراض وجواب کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا آخر عمر میں فرمایا کرتی تھیں۔ قَاتَلْتُ عَلِيًّا وَدِدْتُ اَنِّي كُنْتُ نَسْيًا مَنْسِيًّا۔ میں علی رضی اللہ عنہ سے لڑی۔ اور میری خواہش ہے۔ کہ میں بھولی بسری ہوتی۔ (اس اعتراض سے اہل تشیع یہ ثابت کرتے ہیں۔ کہ حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ لڑائی کرنے پر سیدہ عائشہ خود کو غلطی پر اور حضرت علی کو حق پر سمجھتی تھیں۔

اس اعتراض کا جواب شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے دیا۔ کہ جو معترض نے الفاظ نقل کیے ہیں۔ ان الفاظ کے ساتھ حدیث موجود نہیں بلکہ حدیث کے الفاظ میں یہ ہے۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ زانو پر ہاتھ مار کر فرما رہے تھے۔

يَا لَيْتَنِي مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَنْسِيًّا۔ میں علی رضی اللہ عنہ اس سے پہلے مر کر بھولی بسری بات کیوں نہ ہو گیا۔ اگر جناب صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ایسا فرمایا بھی ہو تو وہ اسی قبیل سے ہو گا۔ اور جہاں مقصد انصاف پسندی اور رجوع بحق ہو۔ طرفین سے اس قسم کے احساسات ندامت کا اظہار ہوتا ہے۔ جو باہم مرتبہ شناسی پر مبنی ہوتا ہے۔

کیا یہ دکھ اور تعجب کی بات نہیں؟ کہ ایسے قابل قدر جذبات اور احساسات کو

بھی یہ وک مطاعن میں شمار کرتے ہیں۔

(تحفہ اثناعشریہ مترجم ص ۴۲۸ مطبوعہ کراچی)

لمحہ فکریہ :

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مابین جنگ جمل کے بارے میں ہم اپنا موقف تفصیل کے ساتھ تحفہ جعفریہ کی جلد سوم میں بیان کر چکے ہیں۔ وہاں اس بحث کا تفصیل مطالعہ کر لیا جائے۔ یہاں صرف خلاصہ ذکر کیا جاتا ہے۔ ان دونوں جلیل القدر صحابہ کے مابین جنگ خطائے اجتہادی کے ضمن میں آتی ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حق پر تھے لیکن ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خطا عنادی نہیں بلکہ اجتہادی تھی۔ اس عقیدے کی روشنی میں کوئی شخص صدیقہ رضی اللہ عنہا پر اعتراض نہ کرے۔ جو شاہ صاحب مرحوم نے تحفہ اثنا عشریہ میں ذکر فرما کر اس کا جواب ذکر فرمایا۔ خطائے اجتہادی کے ثبوت پر ہم نے کتب شیعہ کے وہاں متعدد حوالہ جات نقل کیے ہیں۔

شاہ صاحب کے جواب سے نجفی نے جو مروجہ ماتم ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہ بالکل بھونڈی کوشش ہے۔ اس کا مروجہ ماتم سے کوئی تعلق نہیں شاہ صاحب تو اس عبارت کے ذریعہ اہل تشیع کو الزامی جواب دے رہے ہیں۔ جس سے مقصود یہ ہے۔ کہ اگر نسیاً منسیاً کا لفظ سیدہ عائشہ صدیقہ نے استعمال کیا۔ تو یہی لفظ حضرت علی نے بھی استعمال کیا۔ تو پھر کیا وجہ ہے۔ کہ ایک کا بولا ہوا لفظ اس کے حق میں ناحق ہونے کی دلیل بن جائے اور دوسرے کے لیے ایسا نہ ہو؟

پھر ہم کہتے ہیں۔ کہ اگر بقول اہل تشیع سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ لفظ اپنی خطا کا اظہار کرتے ہوئے کہے۔ اور بالفاظ دیگر آپ نے اپنی غلطی پر ماتم کیا۔ تو یہی ندامت حضرت علی سے بھی منقول ہے۔ لہٰذا اگر نجفی اس کو ماتم کی دلیل بناتا ہے۔ تو پھر کہنا پڑے گا۔ آن

حضرات نے بطور ندامت ماتم کیا۔ اور یہ شیعہ لوگ بھی ماتم بوجہ ندامت کرتے ہیں۔ کہ ہم سے امام مظلوم کے ساتھ کیا سلوک ہوگیا۔ ہم نے کیوں انہیں بلایا۔ کیوں انہیں شہید کیا؟ ان باتوں پر ندامت کرتے ہوئے اہل تشیع ماتم کرتے ہیں۔ بتلایئے یہ استدلال درست نہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

دغابازی نمبر ۲۱

"ران کا پیٹنا سنتِ صحابہ"

ماتم اور صحابہ:

مسند ابی عوانہ:

فَضَرَبَ الْقَوْمُ بِاَيْدِيْهِمْ عَلٰى اَفْخَاذِهِمْ۔

(اہل سنت کی معتبر کتاب مسند ابی عوانہ جلد دوم ص ۱۴۱ میں ہے۔

(اہل سنت کی معتبر کتاب سنن نسائی جلد دوم ص ۱۶)

(اہل سنت کی معتبر کتاب سنن ابی داؤد جلد ۱ ص ۳۴۴ میں ہے۔

ترجمہ:

معاویہ بن حکم سلمی بیان کرتا ہے۔ کہ نبی کریم کے پیچھے ہم نماز پڑھ

رہے تھے۔ کہ ایک آدمی کو چھینک آئی۔ میں نے اس پر الحمد للہ کہا۔ تو قوم نے مجھے گھورا۔ تو میں نے ان سے کہا۔ کہ تم مجھے کیوں گھورتے ہو۔ تو صحابہ کرام نے اپنی رانوں کو پیٹا۔

قارئین ران پیٹنے کے عمل کو باطل قرار دینے والے صحابہ کے عمل کا بھی خیال رکھیں لیکن بُرا ہو تعصب کا۔ دور کا تنکا تو نظر آجاتا ہے۔ اور قریب کا شہتیر بھی نظر نہیں آتا صحابی ران پیٹ رہا ہے۔ نبی کریم خاموش ہیں۔ اور تحفظ ناموس صحابہ کے ٹھیکیدار بھی خاموش ہیں۔ کیونکہ ان کی خصوصیت ہی یہ ہے۔ کہ صحابہ کے کسی فعل پر اعتراض نہیں کرتے۔ خواہ اچھا ہو یا بُرا اور شیعوں کے ہر فعل پر اعتراض کرتے ہیں خواہ وہ اچھا فعل ہی کیوں نہ ہو۔ اگر تمہارے صحابہ کے اعمال ماتم کرنے سے باطل نہیں ہوتے۔ تو بے چارے شیعوں کے اعمال غم حسین میں ماتم کرنے سے کیسے باطل ہو جاتے ہیں۔ سارا باب انصاف! اگر ماتم کرنا تقلید یزید ہے۔ تو کیا یہ صحابی بھی یزیدی تھے جنہوں نے یزید کی ولادت سے پہلے مسجد نبوی میں نبی کریم کے سامنے ماتم کیا۔ (ماتم اور صحابہ ص ۳-۱)

جواب:

نجفی معترض کو تو صرف اعتراض سے اور جھوٹے استدلال سے واسطہ ہے۔ چاہے اس کے لیے کچھ بھی کرنا پڑے۔ سنن ابی داؤد وغیرہ کتب اہل سنت سے جو روایت ذکر کر کے مروجہ ماتم ثابت کرنے کی لاحاصل کوشش کی گئی۔ اس سے یہ دعویٰ ہرگز ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا۔ خیانت اور بد دیانتی کا یہ عالم کہ روایت مذکورہ جس واقعہ کے متعلق تھی۔ وہ بھی مکمل ذکر نہ کیا۔ آخر کرتا بھی کیوں اس سے اپنے ڈھول کے پول کے کھلنے کا خطرہ تھا۔ اور مقصد میں واضح ناکامی تھی۔ "ران پر ہاتھ مارنے" کے الفاظ نظر آ گئے۔ اور انہیں اتنا اٹھایا۔ کہ مروجہ ماتم کے ہم پلّہ کر دیا۔ آئیے ان الفاظ کے کہنے کا پس منظر دیکھیں۔ واقعہ یہ تھا۔

ایک شخص نیا نیا مشرف باسلام ہوا ۔ ابھی اسے نماز کے احکام کا بھی علم نہ تھا۔ ہوا یہ کہ اس سے نماز کے دوران کچھ ایسی حرکات سرزد ہوئیں ۔ جو نماز میں ہونی نہ چاہئیں تھیں۔ دیگر صحابہ کرام نے اس کو اشارے کے ذریعہ ان حرکات سے باز رکھنے کا طریقہ اختیار فرمایا ۔ تو اس نے دورانِ نماز یہ کہہ دیا ۔ تم لوگ مجھے کیوں گھورتے ہو؟ اس پر صحابہ کرام نے اسے خاموش رکھنے کے لیے یہ طریقہ اختیار فرمایا ۔ کہ اپنے ہاتھوں کی انگلیاں رانوں پر ماریں ۔ اور اس کے بعد وہ خاموش ہو گیا ۔ فَلَمَّا رَأَيْتُهُمْ يُسَكِّتُونَنِي لٰكِنِّي سَكَتُّ (جب میں نے دیکھا کہ وہ مجھے چپ کرانا چاہتے ہیں تو میں چپ ہو گیا ۔

یہ تھا واقعہ کہ جس میں صحابہ کرام کا اپنے رانوں پر ہاتھ (انگلیاں) مارنے کا ذکر ہے۔ ہر صاحب انصاف اس واقعہ کے پیشِ نظر یہی سمجھے گا ۔ کہ "ران پیٹنا" کسی غم اور ماتم کے ارادے سے ہرگز ہرگز نہ تھا ۔ اور نہ ہی کسی کی فوتیدگی پر الیسا کیا گیا ۔ بلکہ اس کے برعکس خاموش رہنے کے لیے ایک اشارہ کے طور پر ایسا کیا گیا ۔ اب بتلائیے ۔ کہ شیعہ لوگ "ران پیٹنے" سے کس کو خاموش کرانا چاہتے ہیں ۔ اور کس کی غلطی کی طرف اشارہ کرتے ہیں ۔ ہاں اتنا ضرور ہے ۔ کہ وہ اپنی غلطی کا اظہار کرنے کے لیے اسی طریقہ کو "دم دمانم" کی شکل دیتے ہوں ۔ یعنی لوگو! ہم نے ہمارے بڑوں کے ذریعہ میدانِ کربلا میں بہت بڑی غلطی کی ۔ چونکہ یہ غلطی بڑی تھی ۔ اور اس لیے اس کی خاطر ران پیٹنے سے بڑا اشارہ ہونا چاہیئے اور وہ یہی ہو سکتا ہے ۔ کہ ہم منہ بھی پیٹیں ۔ سینہ کوبی کریں اور زنجیر زنی ۔ مار بھی کریں ۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت درمیان میں کہاں سے آگئی ۔ اور اس پر غم کے اظہار اور اس پر "ران پیٹنے" میں کونسی نسبت ہے ؟

نجفی مخبوط الحواس کی لن ترانیاں دیکھیں کہ "ران پر ہاتھ مارنے" سے مروجہ ماتم ثابت کیا جا رہا ہے ۔ چاہے وہ کسی طور رونما ہو ۔ ہم پوچھتے ہیں ، کہ اگر کسی کی ران پر مکھی

بیٹھ جائے۔ تو وہ اُسے اڑانے کے لیے اُس جگہ پر ہاتھ مارے۔ تو آپ اس سے بھی "مروجہ ماتم" ثابت کر کے دم لیں گے۔ آپ نے کبڈی کھیلتے دیکھا ہو گا۔ پہلوانی کرتے دیکھا ہو گا ان دونوں کھیلوں میں "ران پیٹی" جاتی ہے۔ لہٰذا ثابت ہو گا۔ کہ ران پیٹنے والے "ماتم" کر رہے ہیں۔ عقل کے ناخن لو۔ یہ لوگ کس کا ماتم کر رہے ہیں۔ اگر استدلال کا یہی انداز ہوتا تو اپریشن سے زنجیر زنی ثابت ہوتی۔ کسی کے مُنہ پر چپت رسید کرنے سے "منہ پیٹنا" ثابت ہوتا۔ اور کوئلے کی دلالی سے سیاہ کپڑے پہننے ثابت ہوتے۔

نجفی کی بد دماغی اور کم فہمی نہیں بلکہ کج فہمی کا یہ عالم ہے۔ کہ مذکورہ روایت میں "ران پیٹنے" کو یزید کی بیوی ہندہ کے ماتم پر قیاس کر رہا ہے۔ اور اس صحابی کو جو آداب نماز سے ابھی باخبر نہ تھا۔ اُسے سمجھانے والے صحابہ کرام کو "سنتِ یزیدی" کا پیروکار بنا رہا ہے۔ اور حضرات صحابہ کرام کے اس طور پر "ران پر ہاتھ مارنے" سے یہ ثابت بھی کیا جا رہا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے مسجد نبوی میں "ماتم" ہوا آپ اُسے دیکھتے رہے الخ

خدا لگتی کہیئے۔ کہ واقعہ مذکورہ اور نجفی استدلال میں کوئی مطابقت ہے؟ یہ تھا۔ وہ مایۂ ناز طریقۂ استدلال کہ جس کی بنا پر غالباً "حجۃ الاسلام" کا لقب نجفی کو دیا گیا۔

بر ایں عقل و دانش بباید گریست

دغابازی نمبر ۳۲

قرآن میں ہے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے منہ پیٹ لیا

ماتم اور صحابہ :۔ "قرآن میں منہ پیٹنے کا ثبوت":

بخاری شریف:

فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا

(پارہ ۲۶ سورۃ الذاریات)

"صَكَّتْ" کا معنی ہے منہ پر طمانچہ مارنا۔

ثبوت ۲ بخاری شریف:

فَصَكَّتْ فَجَمَعَتْ اَصَابِعَهَا فَضَرَبَتْ جَبْهَتَهَا

(بخاری شریف جلد ۲ ص ۱۳۹ والذاریات)

انگلیوں کو اکٹھا کیا اور منہ پر مارا۔

جواب:

نجفی شیعی کا بعینہ یہ سوال "فتوحات شیعہ" میں اس کے مؤلف نے بھی ذکر کیا ہے۔ ہم اس کا جواب تفصیلی طور پر لکھ چکے ہیں۔ اس مقام پر صرف بطور خلاصہ اس کا جواب تحریر کیا جا رہا ہے۔

"قرآن کریم" میں منہ پیٹنے یعنی مروجہ ماتم کا ثبوت پیش کرنے پر بڑا زور دیا گیا۔ اور ناظرین کو مغالطہ میں ڈالنے کی انتہائی کوشش کی۔ اور یہ باور کرانے کی سعی کی گئی۔ کہ حضرت سارہ زوجہ ابراہیم علیہ السلام نے ماتم کیا۔ اور قرآن نے اس کو ذکر کیا۔ آپ ناظرین خود اندازہ لگائیں۔ کہ نجفی کا دعوٰے اور اس کے ثبوت میں دیا گیا حوالہ باہم کیا مناسبت رکھتے ہیں؟ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ مختصر یوں ہے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے جب انہیں ایک فرزند کے تولد کی خوشخبری دی۔ تو انہوں نے ازراہِ تعجب اپنی انگلیاں پیشانی پر رکھ دیں۔ جیسا کہ عورتوں کی بوقتِ تعجب یہ عادت ہوتی ہے۔ لیکن نجفی نے اس تعجب کے طور پر منہ پر رکھے گئے ہاتھ سے "منہ پر طمانچہ مارنا" ثابت کر دیا۔ اس کے برخلاف نجفی نے کاش اپنے مسلک کی تفسیر دیکھی ہوتی۔ تفسیر قمی میں ص ۴۴۸ پر اسی آیت کے تحت مرقوم ہے۔ اَیْ غَطَّتْ وَجْہَہَا۔ یعنی حضرت سارہ نے مارے شرم کے اپنا منہ چھپا لیا۔ ایک اور معنی اور تفسیر میں یوں مذکور ہے۔ فَزِعَتْ سَارَۃُ فَضَحِکَتْ اَیْ حَاضَتْ یعنی جب حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے فرشتے سے زمولود کی خبر سنی۔ تو گھبراہٹ کے عالم میں انہیں حیض آ گیا تفسیر قمی کے اس حوالہ کے بعد نجفی صاحب سے سوال ہے۔ کہ اگر اس واقعہ سے "ماتم" ثابت کرتے ہو۔ تو پھر ایسے موقع پر کیا کرو۔ آخر ان مواقع پر ایسا کیوں نہیں کرتے جبکہ قرآن سے ثابت ہے؟ یعنی جب تم میں سے کسی کو بچے کی خوشخبری ملے۔ تو صف ماتم بچھایا کرو۔ (جس طرح دورِ جاہلیت میں بچی کی پیدائش پر صف ماتم بچھتی تھی۔) اور پھر ہر ماہ جب تمہاری کسی پردہ نشین کو حیض آنا شروع ہو۔ تو سینہ کوبی اور زنجیر زنی ہونی چاہیئے۔ ان دو اوقات میں تمام شیعہ برادری کو سنت ماتم کرنا چاہیئے۔ کیونکہ بحوالہ تفسیر قمی قرآن سے یہ ثابت ہے۔

ہماری ان گزارشات سے قارئین کرام بخوبی جان گئے ہوں گے۔ کہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے اس واقعہ سے "مروجہ ماتم" ثابت کرنا حماقت ہے اور دغا بازی ہے۔

اگر ایسا ہی ہوتا۔ تو تفسیر قمی والا اس مطلب و مقصد سے اندھا ہو گیا تھا۔ آخر اس کے مسلک کی بات ثابت ہو رہی تھی۔ وہ اس کی بجائے اِدھر اُدھر دوڑتا رہا۔

فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِي الْاَبْصَارِ

دغا بازی نمبر ۲۲

وصالِ نبی پر سیدہ عائشہ کا اور قتلِ عثمان رضی اللہ عنہ پر عورتوں کا منہ پیٹنا

ماتم او رصحابہ:

کتاب مذکور کے ص ۱۱۰ سے ص ۱۱۸ تک نجفی شیعی نے کتب اہل سنت سے مروجہ ماتم کے ثبوت پر جو عنوانات پیش کیے ہیں۔ ان میں بھی مکاری اور دغا بازی کا مظاہرہ کیا گیا۔ جس کی تفصیل آپ کے سامنے ابھی آتی ہے۔ مذکورہ عنوانات اور ان کا خلاصہ ملاحظہ ہو

۱۔ "وفات نبی پر عورتوں نے اپنے رخسار پیٹ پیٹ کر سرخ کر لیے"۔ اس عنوان کے ثبوت پر البدایہ والنہایہ جلد پنجم ص ۲۴۲ کی یہ عبارت پیش کی ہے۔ قَدْ تُوُفِّيَ عَلَى الْفِرَاشِ وَالنِّسْوَةُ حَوْلَهُ فَحَمِّرْنَ وُجُوهَهُنَّ۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا۔ تو آپ کے اردگرد بیٹھی عورتوں نے اپنے چہروں کو سرخ کر لیا۔

۲۔ "وقت مصیبت سینہ اور منہ پیٹنا سنتِ عائشہ ہے"۔ اس کے ثبوت کے لیے تاریخ کامل ابن اثیر جلد دوم ص ۱۵۵ کی یہ عبارت درج کی۔ قَالَتْ اِنَّ رَسُوْلَ اللہ

قُبِضَ وَهُوَ فِي حِجْرِي ثُمَّ وَضَعْتُ رَأْسَهُ عَلَى وِسَادَةٍ وَقُمْتُ أَلْتَدِمُ مَعَ النِّسَاءِ وَاَضْرِبُ وَجْهِي۔ بی بی عائشہ فرماتی ہیں۔ نبی کریم نے میری گود میں وفات پائی میں نے حضور کا سر تکیہ پر رکھا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔ اور حضور کے عزیز میں نے دوسری عورتوں کے ساتھ اپنا منہ بھی پیٹا اور سینہ بھی۔

۳ ۔ دو ماتم زوجہ عثمان — تاریخ طاعم کوفی کا حوالہ۔ وَذَكَرَ ابْنُ جَرِيْرٍ اَنَّهُمْ اَرَادُوْا حَزَّ رَأْسِهِ بَعْدَ قَتْلِهِ فَصَاحَ النِّسَاءُ وَضَرَبْنَ وُجُوْهَهُنَّ فِيْهِنَّ اِمْرَأَتَاهُ نَائِلَةُ وَاُمُّ الْبَنِيْنَ وَبَنَاتُهُ۔ ابن جریر نے ذکر کیا ہے۔ کہ جب قاتلوں نے حضرت عثمان کا سر قلم کرنے کا ارادہ کیا تو عورتوں نے چیخ و پکار کی۔ اور اپنے منہ پیٹے۔ منہ پیٹنے والی عورتوں میں دو حضرت عثمان کی بیویاں تھیں۔ ایک نائلہ اور دوسری ام البنین اور منہ پیٹنے والی عورتوں میں حضرت عثمان کی بیٹیاں بھی تھیں۔

۴ ۔ دو حضرت عثمان کی بیٹیوں کا ماتم اس مقام پر تاریخ کامل ابن اثیر جلد سوم ص ۸۹ کی یہ عبارت پیش کی۔ وَاَرَادُوْا قَطْعَ رَأْسِهِ فَوَقَعَتْ نَائِلَةُ عَلَيْهِ وَاُمُّ الْبَنِيْنَ فَصَحْنَ وَضَرَبْنَ الْوُجُوْهَ۔ جب حضرت عثمان کے قتل کے وقت قاتل نے ان کا سر قلم کرنا چاہا۔ تو ان کی زوجہ نائلہ اور ام البنین ان پر گر پڑیں اور چیخیں اور اپنے منہ پیٹے۔

(ماتم اور صحابہ از ص ۱۱۰ تا ۱۱۸)

جواب:

رسالہ ماتم اور صحابہ میں درج شدہ عنوانات اور ان کے ثبوت کے طور پر تحریر کردہ حوالہ جات کے جوابات کا سلسلہ کچھ طوالت پکڑتا جا رہا ہے۔ باوجودیکہ دل چاہتا ہے کہ نجفی کی مکاریوں اور دھوکہ دہی کی عبارتوں کا تفصیلی پوسٹ مارٹم کروں۔ لیکن طوالت

کے پیشِ نظر اختصار کرنا پڑ رہا ہے۔ گزشتہ سطور میں ذکر شدہ چار عنوانات میں سے پہلے عنوان کے تحت جو روایت درج کی گئی۔ اس کے متعلق اول یہ بات ہے۔ کہ بقول نجفی ہر روایت کی سند روایت ہونے کی وجہ سے قابلِ استدلال نہیں بن جاتی۔ بلکہ اس کے لیے بہت سی شرائط ہیں۔ البدایہ والنہایہ سے ذکر کردہ روایت کی سند کہاں ہے۔؟ دوسری بات یہ کہ بالفرض عورتوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال پر وہی کیا۔ جو نجفی کے ذہن میں ہے۔ تو ہم پوچھتے ہیں۔ کیا اس طرح یہ سنت ہو گیا۔ ہمارا عقیدہ یہ ہے۔ کہ حضرات انبیائے کرام کے علاوہ کوئی دوسرا شخص معصوم نہیں۔ اس لیے اگر ان عورتوں نے ایسا کیا۔ تو ان کے مقابلہ میں احادیثِ صحیحہ اس کی ممانعت میں موجود ہیں۔ ایسے میں ان عورتوں کے فعل کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے؟ ہمارا پھر وہی دعویٰ ہے۔ کہ عورتوں اور بچیوں کی بات نہ کرو۔ خاص کر اس لیے بھی کہ ان عورتوں اور بچیوں کو تم مسلمان بھی نہیں سمجھتے ہو۔

اگر حوالہ پیش کرنا ہے۔ تو کسی امام کا پیش کرو۔ وہ حوالہ باسند ہو۔ اور مرفوع و صحیح روایت کے ساتھ مذکور ہو۔ ایسا حوالہ ایک ہی پیش کر دو۔ اور منہ مانگا انعام پاؤ۔ پورے رسالے میں نجفی کا ایسی ایک حدیث بھی ذکر نہ کرنا اس بات کا غماز ہے۔ کہ ایسی حدیث ہے ہی نہیں۔

دوسرے عنوان کے تحت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا منہ پیٹنا اور سینہ کوبی کرنا اس روایت کے بارے میں ہم تفصیلی جواب تحریر کر چکے ہیں۔ کیونکہ یہی اعتراض فتوحات شیعہ،، میں اسماعیل گوجروی نے بھی درج کیا تھا مختصر یہ کہ یہ روایت قابلِ استدلال ہرگز نہیں ہو سکتی۔

تیسرا اور چوتھا عنوان بھی اسی قسم کی روایت سے مزین کیا گیا۔ نہ اس کی سند اور نہ ہی فعل پیغمبر۔ بغیر سند کے یہ روایت کیونکر حجت قرار پائی۔ اور پھر جب کہ فعل ایک عورت کا ہے۔ جو گناہ سے معصوم نہیں۔ اور نہ ہی اس کا فعل سنت بن جاتا ہے۔ اس لیے اس سے ”ماتم،، کے جواز کا ثبوت کیسے ہو گیا؟ علاوہ ازیں اس روایت کا موجد تاریخ طبری

جلد سوم ص ۱۹۷ میں ابن اسحاق ہے۔ یہی ابن اسحاق میزان الاعتدال اور تہذیب کے مطابق ایسا آدمی ہے کہ جس کے متعلق منقول ہے کہ لیس بحجۃ لیس بتری اور یُدلّس وحیلا ابن اسحاق فی القدر بتوہ۔ ایسے راوی کی روایت سے استدلال کس طرح درست ہو سکتا ہے۔ ؟ بس نجفی کے سر پر یہ بھوت سوار ہے۔ کہ وہ اہل تشیع کو یہ دکھلا کر خوش کر سکے۔ کہ میں نے اہل سنت کی کتابوں سے مروجہ ماتم ثابت کر دیا ہے۔ لیکن یقین جانئے۔ اہل سنت وجماعت کے مسلک حقہ کے دلائل اور اصول وضوابط ایسے نہیں کہ نجفی جیسا چلتا پھرتا "حجۃ الاسلام" ان پر گرفت یا اعتراض کر سکے۔

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ

دغا بازی نمبر ۳۴

ماتم اور صحابہ کے چند عنوانات اور اس پر تائیدی

حوالہ جات کا خلاصہ

عنوان ۱ : "ماتم حضرت خدیجۃ الکبریٰ" اس کے ثبوت پر معارج النبوۃ میں سے یہ عبارت پیش کی۔ "حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کفار سے اذیت دی۔ تو سیدہ خدیجہ سر پیٹتی ہوئی باہر نکل آئیں۔"

عنوان ۲ : "ماتم جناب سیدہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا" اس کی تائید میں بھی معارج النبوۃ کا ہی یہ حوالہ پیش کیا ہے۔ "جب سیدہ زہرا نے بدر کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی خبر سنی۔ تو روتی ہوئی اور پیٹتی ہوئی باہر آئیں۔"

جواب:

دونوں عنوانات کے ثبوت میں دو معارج النبوہ میں سے   ہی یہ حوالہ پیش کیا ہے یہ کتاب رطب و یابس سے بھری پڑی ہے۔ اور محض ایک واعظ کی تصنیف ہے۔ لہٰذا اس میں کسی روایت کا درج ہو جانا قابل استدلال نہیں۔ دوسری بات یہ کہ ان دونوں روایات کی محقق نے بھی کوئی سند ذکر نہیں کی سند کے بغیر اس سے حجت نہیں ہو سکتی۔ اگر یہ کہا جائے۔ کہ یہ روایت مدارج النبوۃ میں بھی موجود ہے اور اس کے مصنف قابل غور ہیں۔ تو اس بارے میں عرض ہے۔ کہ صاحب مدارج النبوۃ نے یہ روایت ذکر کر کے اس کے بارے میں لکھ دیا۔ از غرائب روایات است کہ در معارج النبوہ آوردہ الخ ص ۱۱۸ جلد دوم) جب ناقل خود اسے غریب روایت کہہ رہے ہیں۔ تو پھر قابل حجت کیونکر ہو گی۔؟

فاعتبروا یا اولی الابصار

دغابازی نمبر ۳۵

ماتم ابوھریرہ

ماتم اور صحابہ:

سنن ابن ماجہ:

قَالَ رَأَيْتُ أَبَاهُرَيْرَةَ يَضْرِبُ جَبْهَتَهُ بِيَدِهِ وَيَقُولُ يَا أَهْلَ الْعِرَاقِ أَتَتَزْعُمُونَ أَنِّي أَكْذِبُ عَلٰى رَسُولِ اللهِ۔

حاشیہ: قَوْلُهُ يَضْرِبُ جَبْهَتَهُ وَإِنَّمَا يَضْرِبُهُ حُزْنًا وَتَأَسُّفًا۔

(اہل سنت کی معتبر کتاب ادب المفرد للبخاری ص ۴۲۶)

(اہل سنت کی معتبر کتاب سنن ابن ماجہ ص ۳۰ مؤلف محمد ابن یزید ابن ماجہ ہے)

ترجمہ:

راوی کہتا ہے کہ میں نے ابوہریرہ کو دیکھا کہ وہ اپنی پیشانی پیٹ رہے تھے۔ اے اہل عراق تم گمان کرتے ہو کہ میں نبی پر جھوٹ

باندھتا ہوں۔ اور اس صفحہ کے حاشیہ پر ہے۔ کہ وہ اپنی پیشانی کو غم اور تاسف کی وجہ سے پیٹ رہے تھے۔

قارئین کرام! اگر حضرت ابوہریرہ کے لیے ماتم کا جواز ہے۔ تو شیعہ حضرات کے لیے بھی غم حسین ؓ میں ماتم کرنا جائز ہے۔

جواب:

صحابیٔ رسول سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا پیشانی پر ہاتھ مارنے کا واقعہ یُوں ہے لوگوں نے جب دیکھا۔ کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو بہت زیادہ احادیث الرسول یاد ہیں۔ اور ان کی روایت کرتے ہیں۔ تو اس پر لوگوں کو تعجب ہوا۔ جب حضرت ابوہریرہ کو کثرتِ حدیث کی بات پر لوگوں کے تعجب کا علم ہوا۔ تو آپ نے ان لوگوں کے ایک وہم کو دور کرنے کے لیے از راہِ تعجب اپنا ہاتھ اپنی پیشانی پر مارا۔ اور فرمایا۔ کیا تمہیں میری کثرتِ روایات بیان کرنے سے یہ وہم پڑ گیا ہے۔ کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھوں گا۔ یعنی غلط اور موضوع احادیث بیان کرتا ہوں۔ اگر ایسا ہوا۔ تو اس کا وبال و گناہ میرے سر پر ہو گا۔

اسی واقعہ کو دوسری کتب احادیث میں یُوں بھی بیان کیا گیا۔ کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو کہا۔ دیکھو انصار لوگ تو کھیتی باڑی سے فارغ نہیں ہوتے اور مہاجرین تجارت میں مصروف رہتے ہیں۔ اور میں ہوں۔ کہ مجھے بہت زیادہ وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گزارنے کا موقعہ ملتا ہے۔ اس لیے میرے پاس بہ نسبت دیگر صحابہ احادیث زیادہ ہیں۔ اس میں تعجب کی کون سی بات ہے رہا یہ معاملہ کہ شائد تم یہ سمجھو کہ میں کوئی بات خواہ مخواہ حضور کی طرف منسوب کر دوں گا۔ تو اس کذب بیانی اور افتراء کا سزاوار میں ہوں گا۔ اس کی فکر تمہیں نہیں ہونی چاہیئے۔

واقعہ آپ ناظرین نے ملاحظہ فرمایا۔ "مروجہ ماتم"، اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے از روئے تعجب پیشانی پر ہاتھ مارنے میں کونسی مناسبت ہے۔ ابوہریرہ کو غم اور افسوس تھا۔ تو کس بات پر؟ یہی ناکہ لوگ کثرتِ روایاتِ حدیث کی وجہ سے ان پر شک و وہم کرتے ہوں گے۔ کہ ممکن ہے۔ کہ کوئی حدیث ابوہریرہ اپنی طرف سے گھڑ کر حضور کی طرف منسوب نہ کر دیں۔ اور اس وہم پر تعجب اور افسوس کرتے ہوئے اپنے ہاتھ پیشانی پر مار رہے۔ ذرا غمِ حسین والے بتائیں۔ کہ کس وہم کو دور کرنے اور کس تعجب کے اظہار کے لیے "مروجہ ماتم" کرتے ہیں؟ ہاں وہی بات یہاں بھی بن سکتی ہے۔ کہ واقعی اہل تشیع کو اپنے کئے پر افسوس ہوتا ہے۔ اور تعجب کرتے ہیں کہ ہم نے تو میدانِ کربلا میں خاندانِ اہل بیت کو ختم کر دیا تھا۔ ہائے افسوس! ہم نے ایسا کیوں کیا تھا۔ اور قاتلانِ حسین نے بزعم خود یہ سوچا تھا۔ کہ اس طرح حسین اور اس کے ساتھیوں کا نام لیوا باقی نہ رہے گا لیکن تعجب ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ اُن کا نام اور روشن کر دیا۔ غمِ حسین پر اس طرح ماتم کریں۔ یعنی منہ اور پیشانی پر ہاتھ ماریں۔ اور کذب بیانی کے وہم پر ماتھا پیٹیں۔ تو پھر اس کے لیے نجفی کو محرم ہو یا صفر بلکہ ہر ماہ ہر دن اپنا ماتھا پیٹنا چاہیئے۔ کیونکہ کذب بیانی اس میں کوٹ کوٹ کر بھری ہے۔ کیا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کسی کی شہادت پر ایسا کیا تھا۔ کہ تم بھی شہادت امام عالی مقام پر ایسا کرنا جو ان کے واقعہ سے ثابت کر رہے ہو؟ مختصر یہ کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے از روئے افسوس و تعجب لوگوں کے وہم کو دور کرنے کے لیے پیشانی پر ہاتھ مارا۔ اور نجفی نے اس سے سینہ کوبی، رخسار پیٹنا، زنجیر زنی اور سیاہ کپڑے پہن کر غمِ حسین کا بہانہ بنا کر ماتم و تعزیہ کرنا جائز کر دیا۔ کیا یہ دغا بازی اور مکاری نہیں؟

فاعتبروا یا اولی الابصار

دغا بازی نمبر ۳۶

ماتم بلال

ماتم اور صحابہ: مدارج النبوۃ :

پس بیروں آمد بلال دست بر سر زناں و فریاد کناں و بود فریاد او از بریدہ شدن امید و شکستن پشت کاش کہ نمی زائیدہ مادر من و چوں زائید کاش می مردم پیش ازیں روز۔

(اہل سنت کی معتبر کتاب مدارج النبوۃ جلد دوم ص ۴۲۱ مصنفہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی میں ہے)

ترجمہ:

نبی کریم کی جب حالت نازک ہو گئی۔ تو بلال باہر آئے سر پر پیٹتے ہوئے اور فریاد کرتے ہوئے اور کہنے جا رہے تھے کاش مجھے ماں نہ جنتی اور اگر جنا تھا تو کاش اس دن سے پہلے مر جاتا

جواب:

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے واقعہ سے مروجہ ماتم ثابت کرنے کی کوشش بھی عبث اور بے کار بلکہ فریب کاری کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ کیونکہ بقول نجفی کسی روایت کی قبولیت کے کچھ مراحل ہوتے ہیں۔ اس مقام پر جواب طلب امر یہ ہے۔ کہ روایت

مذکورہ کی سند ہے؟ کیونکہ جب تک اس کی سند معلوم نہ ہو۔ اُس کے بارے میں فیصلہ نہیں ہو سکتا۔ تو جو روایت بلا سند ہو۔ اس کو حجت و دلیل نہیں بنایا جا سکتا۔ لہٰذا اس بے سند حدیث کے مقابلہ میں بہت سی مسند صحیح اور مرفوع احادیث موجود ہیں۔ جن میں واویلا کرنے اور منہ و رخسار پیٹنے کی ممانعت ہے۔ اس لیے یہ روایت ہمارے خلاف حجت نہیں بن سکتی۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے یہ فعل کب اور کیوں کیا؟ واقعہ یُوں ہے۔ کہ شدتِ بیماری کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا۔ کہ جاؤ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو میری طرف سے حکم دو۔ کہ وہ نماز کی امامت کرائیں۔ الفاظ مدارج النبوۃ یہ ہیں۔ فرمود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بفرما یا بکررا کہ بگذارد نماز با مردم پس بیروں آمد بلال دست بر سر زنان الخ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد سن کر حضرت بلال رضی اللہ عنہ فرط غم اور بے خودی کے عالم میں سر پر ہاتھ مارتے ہوئے باہر نکلے۔ ایسا آپ نے کیوں کیا؟ یہی وجہ تھی۔ کہ حضرت بلال کو نظر آ رہا تھا۔ کہ بہت جلد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں چھوڑ جائیں گے۔ اور یہ وقت ایسا اندوہناک ہو گا کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سب سے زیادہ گراں فرمایا تھا۔ اس بے خودی اور بے بسی کے عالم میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے سر پر ہاتھ مارے۔ اور کہنے لگے کاش مجھے ماں نہ جنتی یا میں آج کے دن سے پہلے ہی مر گیا ہوتا۔ اگر روایت بالا کو نجفی صحیح اور مرفوع تسلیم کرتا ہے۔ تو پھر اس سے یہ بھی ثابت ہو رہا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امت کا امام اپنی زندگی میں مقرر فرما دیا۔ تاکہ ان کی اولیت و افضلیت سب پر عیاں ہو جائے لہٰذا خلافت و امامت ابوبکر صدیق بھی نجفی کو تسلیم کرنی چاہیئے۔

دوسری بات یہ کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے یہ ثابت کر دکھاؤ کہ انہوں نے اس بے بسی کے عالم کے بعد بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے دنوں میں

اس طرح کیا ہو؟ اگر اس سے ماتم ثابت کرنا ہے۔ تو پھر ایک دفعہ امام حسین رضی اللہ عنہ پر کوفیوں اور شامیوں نے صف ماتم بچھادی تھی۔ پھر ہر سال اس کے جواز کا کیا بہانہ ہے۔

تیسری بات یہ کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا ایک وقت سر پر ہاتھ مارنا اور تمہارے مروجہ ماتم کے ساتھ اس کا کیا تعلق؟ کیا سینہ کوبی، منہ اور رخسار پیٹنا اور بال کھلے چھوڑ کر دیوانوں کی سی شکل بنا کر آگ پر ماتم کرنے پر اتر آنا اس کا حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے دُور کا بھی تعلق ہے؟

اور اگر روایت مذکورہ صحیح نہیں مانتے۔ تو اس سے استدلال و حجت لغو ہے۔ بہر حال اس واقعہ کے ذریعہ نجفی نے مروجہ ماتم ثابت کرتے ہیں بھی مکاری سے کام لیا جسے ہم نے آشکارا کر دیا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار۔

دُغابازی نمبر ۲۷

امام احمد بن حنبل پر ماتم

ماتم اور صحابہ: اہل سنت کی معتبر تاریخ بغداد جلد ۴ ص ۴۲۳۔

تاریخ بغداد:

قَالَ سَمِعْتُ اَلْوَرْكَانِيْ يَقُوْلُ يَوْمَ مَاتَ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَقَعَ الْمَاتِمُ وَالنَّوْحُ فِيْ اَرْبَعَةِ اَصْنَافٍ مِنَ النَّاسِ اَلْمُسْلِمِيْنَ وَالْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى وَالْمَجُوْسِ

ترجمہ:

جب امام احمد بن حنبل فوت ہوئے۔ تو چار اصناف نے ان پر ماتم کیا۔ اہل اسلام، یہود و نصاریٰ، مجوسی۔

قارئین: ماتم کو بدعت کہنے والے اپنے گھر کی خبر لیں۔ امام احمد بن حنبل کو مارا بھی خود ہے۔ اور پھر ان کا ماتم بھی کیا ہے۔ شاید اسی وجہ سے شیعہ حضرات کو الزام دیتے ہیں۔ کہ مارا بھی خود ہے۔ اور پیٹتے بھی خود ہیں۔ حالانکہ یہ مخالفین ماتم کے بزرگوں کی سنت ہے۔

جواب:

نجفی نے تاریخ بغداد کے حوالہ سے مروجہ ماتم ثابت کرنے کے لیے دو الفاظ کا سہارا لیا ہے۔ ایک لفظ ماتم اور دوسرا نوحہ۔

ان دونوں الفاظ کی لغوی تحقیق مذکور ہو چکی ہے۔ اور پھر اس کی تائید میں کتب شیعہ سے حوالہ جات بھی گزر چکے ہیں۔ مختصر یہ کہ "نوحہ"، کبھی بین کرنے، کبھی صرف رونے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اور "ماتم"، کا معنی حزن، نوحہ، آہ و بکا کرنا اور غم کھانا آتا ہے ان دو لفظوں کے علاوہ نجفی کے پاس استدلال کے لیے کوئی شئی نہیں ہے۔ صاحبانِ انصاف! ان دونوں الفاظ کے معانی دیکھئے۔ اور "مروجہ ماتم"، کی صورت و کیفیت تصور میں لائیے۔ دونوں میں کوئی مناسبت ہے ؟

ہم گزشتہ اوراق میں تحریر کر چکے ہیں۔ کہ رونا اور آنسو بہانا کسی کی فوتیدگی کے وقت، نا جائز فعل نہیں۔ بلکہ سنتِ رسول ہے۔ آپ سے اپنے بیٹے ابراہیم کے وصال پر حزن و ملال دیکھنے میں آیا۔ آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔ اور آنسو بہانے کو اللہ کی رحمت قرار دیا۔ لیکن سینہ کوبی، کپڑے پھاڑنے۔ اور بال نوچنا منع فرمایا۔ اور ان افعال کو اللہ کے غضب ناک ہونے کی دلیل بتلایا۔ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کے وصال پر

مسلم وغیرہ مسلم نے جو غم کا اظہار کیا۔ وہ صرف آنسو بہا کر محض رو کر کیا۔ اس میں "مروجہ ماتم" کی بُو تک بھی نہیں تھی۔ دونوں طبقوں کی پریشانی اور غمی کی وجہ یہ تھی۔ کہ آپ جس طرح اللہ تعالیٰ کے حقوق کے پابند تھے۔ اسی طرح بندوں کے حقوق میں بھی کوئی امتیاز نہیں کرتے تھے اس لیے مسلمانوں نے بحیثیت عظیم متقی اور مومن کامل ہونے کے ان کے وصال پر غمی کا اظہار کیا۔ اور غیر مسلموں نے اس لیے حزن وملال کیا۔ کہ بحیثیت انسان آپ کے احسان اور خوش خلقی سے وہ انتہائی گرویدہ ہو چکے تھے۔ ان لوگوں کے دکھ و درد کے اظہار سے "مروجہ ماتم" ثابت کرنا پہلی مکاریوں کی طرح ایک مکاری وفریب دہی ہے۔

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ

دغابازی نمبر ۳۸

احمد بن حنبل کے استاد کا ماتم

ماتم اور صحابہ:

تاریخ بغداد:

حَدَّثَنَا اَبُوْعُبَیْدٍ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِیٍّ الْجری قَالَ سَمِعْتُ اَبَادَاوٗدَ یَقُوْلُ عَمِیَ اَبُوْمُعَاوِیَۃَ وَلَہٗ اَرْبَعُ سِنِیْنَ قَالَ فَاَقَامُوْا عَلَیَّ مَاتَمًا

(اہل سنت کی معتبر کتاب تاریخ بغداد جلد پنجم ص ۲۴۲)

ترجمہ:

امام احمد بن حنبل کے استاذ محمد بن خازم ابو معاویہ ضریر یہ وہ بزرگ وار

ہیں۔ جو شیعوں سے اتنی عداوت رکھتے تھے۔ کہ ایک مرتبہ خلیفہ ہارون عباسی سے کہنے لگے۔ کہ نبی کریم نے فرمایا ہے۔ کہ آخر زمانہ میں ایک گروہ آئے گا۔ جس کو رافضہ کہا جائے گا۔ اور جو ان کو پائے وہ ان کو قتل کر دے کیونکہ وہ مشرک ہیں) اللہ تعالیٰ نے جب بصیرت کے اندھے کی بصارت کو بھی چار سال کی عمر میں ختم کیا۔ تو کہتا ہے کہ اس وقت مجھ پر ماتم بپا کیا گیا۔

(ماتم اور صحابہ ص ۱۳۲)

جواب:

نجفی شیعی نے تاریخ بغداد کے اس حوالہ سے مروجہ ماتم ثابت کرنے کی کوشش کی۔ حالانکہ گزشتہ حوالہ جات کی طرح یہاں بھی دغا بازی سے ہی کام لیا گیا۔ لفظ "ماتم" کہ جس سے نجفی استدلال کر رہا ہے۔ اس سے مراد "مروجہ ماتم" کس نے لیا۔ چار سال کی عمر میں آنکھوں کی بینائی ختم ہو جانے پر ان کے عزیز و اقارب کو صدمہ لاحق ہوا اور انہوں نے اس سے اظہارِ افسوس کیا۔ اس سے "مروجہ ماتم" کہاں ثابت ہو گیا؟ اگر نجفی کے بقول "مروجہ ماتم" کیا گیا۔ تو پھر یہاں کس کی شہادت ہوئی۔ کس کا وصال ہوا؟ کہ جس پر غم و اندوہ کا یہ طریقہ اپنایا گیا۔ جو شیعہ اپناتے ہیں۔

دوسری وجہ ناقابل استدلال ہونے کی یہ ہے۔ کہ اس روایت کا راوی جسے غلطی سے نجفی نے "محمود بن علی" لکھا ہے۔ اس کی بجائے اس کا نام محمد بن علی آجری ہے۔ اور اسماء الرجال میں اسے عقائد کے اعتبار سے معتزلی بتایا گیا۔ اور اس کا عقیدہ تھا کہ عذاب قبر کی کوئی چیز ثابت نہیں۔ اور یہ کہ ہر شخص اپنے افعال کا خالق ہے۔ ایسے شخص کی روایت ہمارے خلاف حجت نہیں بن سکتی۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

لسان المیزان:

محمد بن علی بن عبد الرحمن الآجری......

مَسَمِعَ مِنْ اَبِی الْعَبَّاسِ الرَّوَّاسِی کَتَبَ عَنْهُ اِبْنُ السَّمْعَانِی
وَقَالَ کَانَ مُعْتَزِلِیًّا مُصَرِّحًا بِهٖ۔

(لسان المیزان جلد پنجم صفحہ نمبر ۲۱۶
مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

محمد بن علی بن عبدالرحمٰن اجری......... اس نے حدیث کی سماعت ابوالعباس رواسی سے کی۔ اور اجری کی حدیثوں کو ابن سمعانی نے لکھا اور کہا۔ کہ اجری کھلم کھلا معتزلی تھا۔

لہٰذا اس ذو معنی لفظ اور ناقابل استدلال راوی کی وجہ سے روایت مذکورہ قابل استدلال نہیں۔ جب یہ روایت اس کیفیت والی ہے۔ تو اس سے "مروجہ ماتم" ثابت کرنا حماقت، جہالت اور کور باطنی کی دلیل ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

دغابازی نمبر ۳۹

"موت عمر پر جنات کا ماتم"

ماتم اور صحابہ: ریاض النضرۃ جلد دوم ص ۱۸۷ مطبوعہ بغداد میں ہے

ریاض النضرہ:

وَعَنِ الْمُطَّلِبِ بْنِ زِیَادٍ قَالَ رَثَتِ الْجِنُّ عُمَرَ فَکَانَ فِیْمَا قَالُوْا۔ سَتُبْکِیْکَ نِسَاءُ الْجِنِّ۔ تَبْکِیْنَ مُنْتَحِبَات

وَتَخْمِشْنَ وُجُوْهًا۔ كَالدَّنَانِيْرِ النَّقِيَّاتِ۔

(ریاض النضرہ جلد دوم ص ۱۸۰ مطبوعہ
بغداد)

ترجمہ:

جب حضرت عمر فوت ہوئے تو جنوں نے ان کا مرثیہ کہا۔ ملاحظہ ہو۔ اے عمر! جنات کی عورتیں تجھے رو رہی ہیں بلند آواز سے اور صاف دیناروں کی طرح اپنے چہرے کو وہ پیٹ رہی ہیں۔

قارئین! اگر پیٹنا بدعت ہے تو جنات کی عورتوں کو یہ بدعت کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ اور اہل سنت والجماعت کے بزرگوں کو ایسے جھوٹے افسانے بنانے کی کیا ضرورت تھی۔ ارباب انصاف! حضرت عمر مر گئے ہیں۔ جنات کی عورتیں منہ پیٹ رہی ہیں۔ کتاب اور روایت کے خلاف تحریک خدام اہل سنت والجماعت خاموش ہے اور اگر اولاد نبی بھوکی پیاسی ذبح ہوئی مستورات اور بچے قید ہوئے۔ لاش امام حسین کئی دن بغیر دفن کے رہی۔ اور جنات ماتم کریں یا اہل تشیع ماتم کر کے نبی پاک کو پرسہ دیں تو شریعت کی مشین گن سے فتاوی کی گولیوں کی بوچھاڑ کی جاتی ہے۔

(ماخوذ از رسالہ ماتم اور صحابہ ص ۱۲۳، ۱۲۴)

جواب:

"ریاض النضرہ" سے منقول شدہ روایت اور اس کی معارض احادیث کا موازنہ کیا جائے۔ جیسا کہ خود نجفی نے تسلیم کیا ہے۔ کہ کسی حدیث کی صحت و عدم صحت میں ایک مرحلہ اس کی معارض حدیث کا بھی ہے۔ بوقت تعارض کس کو ترجیح دینی چاہیئے۔ "ریاض النضرہ" کی مذکورہ عبارت کی پوری سند درج نہ کرنے کی وجہ سے اس کا مرتبہ و مقام حدیث مسند سے کہیں کم ہے۔ اس لیے یہ قوت و صحت میں ان احادیث

کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ جن میں سند صحیح کے ساتھ اور صراحتہً سینہ کوبی وغیرہ کی حرمت مذکور ہے۔ اس لیے ایسی ضعیف احادیث کو بطور حجت کون قبول کرے گا۔

روایت مذکورہ میں جنی عورتوں کا مرثیہ پڑھنا، رونا اور چہرہ پیٹنا مذکور ہے۔ اس میں مرثیہ خوانی اور رونا محل نزاع نہیں۔ ہاں اگر کوئی لفظ نجفی کے ہاتھ آیا۔ وہ "تخمشن وجوھا،، ہے۔ لیکن یہ سب کچھ اُن عورتوں نے کیا۔ جو جنات میں سے ہیں۔ اول تو اس کا ثبوت محلِ نظر ہے۔ یہ عورتیں کس کو نظر آئیں۔ پھر ان کے زخمی اور چھیلے ہوئے چہرے کس نے دیکھے؟ اگر یہ سب کچھ موجود آدمیوں کو نظر آرہا تھا۔ تو ان جنی عورتوں کا فعل کب دلیل شرعی بن سکتا ہے؟ جنّات بہت کچھ کرتے ہیں۔ ان کے اعمال و اقوال درجہ استدلال تک ہرگز نہیں پہنچتے۔ نجفی صاحب کو چاہیئے تھا کہ "مروجہ ماتم" کے جواز پر اِدھر اُدھر کے حوالہ جات دینے کی بجائے کسی امام کا قول و عمل پیش کرتے۔ جو اِن کے ہاں جواز و عدم جواز کا معیار ہے۔ لیکن پوری کتاب چھان ڈالیں۔ ایک روایت بھی سند صحیح کے ساتھ نہیں ملے گی۔ اور اگر کوئی ایک ہوتی۔ تو جنّی عورتوں کا سہارا لینے کی ان کو ضرورت نہ پڑتی۔ بس ہاتھ پاؤں مارنے کی کوشش کی۔ اور کوئی تنکا ہاتھ آجانے کی تمنا کی۔ بھلا اس سے بھی کوئی مطمئن ہوتا ہے۔ دغا بازی اور فریب کاری آخر ظاہر ہو ہی جاتی ہے

فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِی الْاَبْصَارِ

دغا بازی نمبر ۴۰

"خالد بن ولید پر سات روز ماتم ہوا"

ماتم اور صحابہ:

کنز العمال:

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عِکْرِمَۃَ قَالَ عَجَبًا لِقَوْلِ النَّاسِ اِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ نَھٰی عَنِ النَّوْحِ لَقَدْ بَکٰی عَلٰی خَالِدِ بْنِ الْوَلِیْدِ بِمَکَّۃَ وَالْمَدِیْنَۃِ نِسَاءُ بَنِی الْمُغِیْرَۃِ سَبْعًا یَشْقُقْنَ الْجُیُوْبَ وَیَضْرِبْنَ الْوُجُوْہَ وَاَطْعَمُوا الطَّعَامَ تِلْکَ الْاَیَّامَ حَتّٰی مَضَتْ مَا یَنْھَاھُنَّ عُمَرُ۔

(اہل سنت کی معتبر کتاب کنز العمال جلد ۸ صفحہ ۱۱۸ مؤلف شیخ علاؤ الدین)

ترجمہ:

راوی کہتا ہے۔ کہ لوگوں پر تعجب ہے۔ کہ نوحہ خوانی سے منع کرنے کی نسبت حضرت عمر کی طرف کرتے ہیں۔ حالانکہ جب خالد بن ولید مرا۔ تو بنی مغیرہ کی عورتوں نے سات روز تک ماتم کیا۔ اپنے سینے پیٹے گریبان چاک کیے۔ اور نذر نیاز بھی چلتی رہی۔ اور اس نوحہ خوانی اور ماتم سے حضرت عمر نے انہیں بالکل منع نہیں کیا۔

قارئین! ماتم کے مخالف ملاؤں کے جب۔ بزرگ فوت ہوئے تو ان پر نوحہ اور ماتم حضرت عمر کے سامنے ہوا۔ بلکہ گریبان بھی چاک ہوئے۔ اور حضرت عمر جیسے سخت گیر نے انہیں منع نہ کیا۔ اور اگر شہادت امام حسین کو یاد رکھنے کے لیے ماتم کیا جائے تو ان ملاؤں کو تکلیف ہونے لگتی ہے۔

(ماخوذ از ماتم اور صحابہ)

جواب:

نجفی نے "کنز العمال" سے ایک روایت ذکر کر کے اپنا مطلب و مقصد ثابت کرنے کی کوشش کی۔ اس سلسلہ میں سب سے اول گزارش یہ ہے کہ اس روایت کی مذکورہ کتاب میں کوئی سند موجود نہیں۔ اور نہ ہی نجفی اس کی سند پیش کر سکتا ہے لہٰذا بے سند ہونے کی وجہ سے قابل استدلال و حجت نہیں۔ اور پھر اس کے مقابلہ میں اسی کتاب میں وہ احادیث و روایات اس کے ساتھ ہی موجود ہیں۔ جن میں یہاں تک مذکور ہے۔ کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ایسی عورتوں پر اس قدر سختی فرمایا کرتے تھے۔ کہ بیچاری بھاگ اٹھتیں۔ اور بعض دفعہ ان کے دوپٹے بھی گر جاتے اس لیے یہ حدیث سیرتِ فاروق اعظم کے خلاف ہونے کی وجہ سے ناقابلِ عمل ہے کنز العمال سے اسی حدیث کے متصل اس کی معارض احادیث ملاحظہ ہوں۔

کنز العمال:

عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ قَالَ لَمَّا مَاتَ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ اِجْتَمَعَ فِيْ بَيْتِ مَيْمُوْنَةَ نِسَاءٌ يَبْكِيْنَ فَجَاءَ عُمَرُ وَمَعَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ وَمَعَهُ الدِّرَّةُ فَقَالَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ اُدْخُلْ عَلٰى اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ فَأْمُرْهَا فَتَحْتَجِبُ وَاَخْرِجْهُنَّ عَلَيَّ فَجَعَلَ يُخْرِجُهُنَّ عَلَيْهِ

وَهُوَ يَضْرِبُهُنَّ بِالدُّرَّةِ فَسَقَطَ خِمَارُ امْرَاةٍ مِنْهُنَّ فَقَالُوْا يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ خِمَارُهَا فَقَالَ دَعُوْهَا فَلَا حُرْمَةَ لَهَا وَكَانَ يُعْجِبُ مِنْ قَوْلِهِ لَاحُرْمَةَ لَهَا۔

(کنز العمال جلد ۱۵ ص ۳۰، مطبوعہ حلب مصر طبع جدید)

ترجمہ:

عمرو بن دینار فرماتے ہیں۔ کہ جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے انتقال فرمایا۔ تو حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر عورتوں نے اکٹھے ہو کر رونا شروع کر دیا۔ اتنے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے ساتھ عبداللہ بن عباس کو لے کر تشریف لائے۔ آپ کے ہاتھ میں کوڑا بھی تھا۔ فرمایا۔ اے عبداللہ! جاؤ جا کر ام المومنین رضی اللہ عنہا سے عرض کرو۔ کہ وہ پردہ کریں۔ اور رونے والی عورتوں کو باہر نکالو۔ چنانچہ حضرت ابن عباس اندر گئے اور ایک ایک کر کے ان کو حضرت عمر کی طرف نکالنا شروع کیا۔ جب بھی کوئی عورت اندر سے نکلتی۔ آپ اُسے کوڑے سے مارتے۔ حتیٰ کہ ان میں سے ایک عورت کا دوپٹہ گر گیا۔ لوگوں نے کہا۔ اے امیر المؤمنین! اس کا دوپٹہ اسے دینے دیجئے تاکہ وہ پردہ کرے۔ فرمایا۔ چھوڑو۔ اس کام کے بعد اُس عورت کی کوئی عزت نہیں رہی۔ کہ جسے دوپٹہ پہنا کر برقرار رکھا جائے۔ لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول پر تعجب کیا کرتے تھے۔

کنز العمال:

عَنْ سُفْيَانَ بْنِ سَلَمَةَ قَالَ لَمَّا مَاتَ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ اِجْتَمَعَ نِسْوَةُ بَنِي الْمُغِيْرَةِ فِي دَارِ خَالِدٍ يَبْكِيْنَ عَلَيْهِ فَقِيْلَ لِعُمَرَ اِنَّهُنَّ قَدِ اجْتَمَعْنَ فِي دَارِ خَالِدٍ وَهُنَّ خُلَقَاءُ اَنْ يُسْمِعْنَكَ بَعْضَ مَا تَكْرَهُ فَاَرْسِلْ اِلَيْهِنَّ فَانْهَهُنَّ فَقَالَ عُمَرُ وَمَا عَلَيْهِنَّ اَنْ يُرِقْنَ مِنْ دُمُوْعِهِنَّ عَلٰى اَبِيْ سُلَيْمَانَ مَا لَمْ يَكُنْ نَقْعًا اَوْ لَقْلَقَةً

(ابن سعد)

کنز العمال جلد ۱۵ ص ۷۳۰ مطبوعہ حلب مصر طبع جدید)

ترجمہ:

سفیان بن سلمہ کہتے ہیں۔ کہ جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا۔ تو قبیلہ بنی مغیرہ کی عورتیں ان کے گھر رونے کے لیے اکھٹے ہوئیں۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو بتلایا گیا۔ کہ کچھ عورتیں حضرت خالد کے گھر جمع ہوئی ہیں۔ اور وہ آپ کو کچھ ایسی آوازیں اور باتیں سنانا چاہتی ہیں۔ جو آپ سننا پسند نہیں کرتے۔ (یعنی بین اور واویلا اور پیٹنا چلانا چاہتی ہیں) تو آپ نے ان عورتوں کو منع کر دیا۔ اور پھر فرمایا کہ اگر وہ عورتیں حضرت خالد پر غم کی صورت میں آنسوؤں سے روتی ہیں۔ تو ان پر کوئی حرج نہیں لیکن اگر انھوں نے سر میں خاک ڈالی یا۔ بین اور واویلا کیا۔ (تو پھر ان کا انتظام کرنا پڑے گا۔

لمحۂ فکریہ:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا عمل اور سیرت و کنزالعمال، کے حوالہ سے ہم نے پیش کی۔ آپ کسی کے انتقال پر سر میں خاک ڈالنے اور واویلا کرنے کو کس قدر سختی سے منع فرماتے تھے۔ اور پھر ایسا کرنے والی عورتوں کو کوڑوں سے مارا بھی۔ ایسے پابند شرع اور نڈر خلیفہ و صحابی کے متعلق یہ کہنا کہ اُن کے سامنے ماتم ہوتا رہا۔ اور انہوں نے اس کی پرواہ تک نہ کی۔ کس قدر بہتان ہے۔ یہ بہتان اس لیے بنا۔ کہ اس کے معارض اسی کتاب سے ہم نے دو روایتیں (اور وہ بھی حضرت خالد بن ولید کے انتقال کے وقت حضرت عمر بن الخطاب کے رویہ کے متعلق) ذکر کیں۔ جن میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نظریہ واضح طور پر نظر آ رہا ہے۔ نجفی کی ذکر کردہ روایت بے سند بھی ہے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عمل و فعل کے خلاف بھی ہٰذا اس سے یہ ثابت کرنا کہ حضرت خالد بن ولید پر سات دن تک "ماتم" ہوتا رہا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے موجود ہوتے ہوئے بھی اس سے منع نہ کیا۔ کتنی بڑی مکاری ہے۔ اور بد دیانتی ہے۔ اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات کو بدنام کرنے کی ناپاک سعی ہے۔ حقیقت ہے اگر نجفی ایسے "حجۃ الاسلام" حضرت فاروق اعظم کے دور میں ہوتے۔ یا آج اُن جیسا کوئی حکمران آ جائے۔ تو اس جیسے ماتمیوں کی خوب مرمت ہوتی۔ اور ذوالجناح چھوڑ کر امام باڑوں میں چھپتے۔ لیکن کہیں بھی پناہ نہ ملتی۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

دغا بازی نمبر ۴۱

ماتم اعرابی

ماتم اور صحابہ: اہل سنت کی معتبر کتاب شرح الزرقانی موطا امام مالک جلد دوم مؤلف امام مالک بن انس اور شارح سید محمد زرقانی ہے۔

شرح الزرقانی علی موطا امام مالک:

قَالَ جَاءَ اِعْرَابِیٌّ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ یَضْرِبُ نَحْرَہٗ وَ یَنْتِفُ شَعْرَہٗ وَیَقُوْلُ هَلَكَ الْاَبْعَدُ۔

ترجمہ: راوی کہتا ہے نبی کریم کے پاس ایک اعرابی آیا چھاتی کو پیٹتا ہوا اور بالوں کو نوچتا ہوا اور کہتا تھا کہ دور رہنے والا ہلاک ہوا۔ اور پھر اس صفحہ پر اسی شرح میں ہے۔

زَادَ دَارُالْقُطْنِیْ وَ یَحْثِیْ عَلٰی رَاْسِہِ التُّرَابَ وَفِیْ رِوَایَةٍ وَ یَلْطِمُ وَجْهَهٗ وَ یَدْعُوْ وَیْلَهٗ قِیْلَ فِیْهِ جَوَازُ ذَالِكَ لِمَنْ وَقَعَتْ لَهٗ مُصِیْبَةٌ فِی الدَّارَیْنِ۔

ترجمہ:

اور دارقطنی نے اس روایت میں یہ اضافہ کیا ہے کہ سر میں خاک ڈالے ہوئے تھا اور ایک روایت میں اس کا چہرہ پیٹنا اور واویلا کرنا بھی مذکور ہے۔ اس روایت میں اس شخص

کے لیے جو مصیبت میں مبتلا ہو جواز موجود ہے منہ پیٹنے کا، بال نوچنے کا، چھاتی پیٹنے کا۔ اب یہ لوگ جو بدعت کی رٹ لگاتے ہیں۔ ذرا پہلے اپنے گھر کی خبر لیں۔ جن چیزوں کو یہ ملاں بدعت کہتے ہیں۔ یہ سب اعرابی نے نبی کریم کے سامنے کی ہیں۔ اگر ان میں گناہ تھا۔ تو نبی پاک نے اعرابی کو فوراً منع کیوں نہ کیا۔

(ماتم اور صحابہ ص ۱۳۷)

جواب:

نجفی علیہ ما علیہ نے زرقانی شرح مؤطا امام مالک سے جو روایت نقل کی۔ اس میں بددیانتی کا ارتکاب کرتے ہوئے صرف اس قدر عبارت لے لی۔ جو اس کے خیال کے مطابق اس کے مقصد کے لیے مفید دکھلائی دی۔ پہلے مکمل عبارت ملاحظہ کیجیے۔ پھر اس کا جواب۔

شرح الزرقانی:

(يَضْرِبُ نَحْرَهٗ وَيَنْتِفُ شَعْرَهٗ) زَادَ الدَّارُ قُطْنِيُّ وَيَحْثِيْ عَلٰى رَأْسِهِ التُّرَابَ وَفِيْ رِوَايَةٍ وَيَلْطِمُ وَجْهَهٗ وَيَدْعُوْ وَيْلَهٗ قِيْلَ فِيْهِ جَوَازُ ذَالِكَ لِمَنْ وَقَعَتْ لَهٗ مُصِيْبَةٌ فِي الدَّارَيْنِ لِمَا يُشْعَرُ بِهٖ حَالُهٗ مِنْ شَدَّةِ النَّدَمِ وَصِحَّةِ الْإِقْلَاعِ وَيَحْتَمِلُ اَنَّ هٰذَا الْوَاقِعَةَ قَبْلَ النَّهْيِ عَنْ لَطْمِ الْخُدُوْدِ وَحَلْقِ الشَّعْرِ عِنْدَ الْمُصِيْبَةِ

(شرح الزرقانی جلد دوم ص ۱۷۳ تذکرہ کفارہ من افطر فی رمضان)

ترجمہ:

(اپنی چھاتی پیٹتا ہوا اور بال نوچتا ہوا وہ اعرابی آیا) دارقطنی نے کہا۔ کہ وہ

سر پر خاک ڈالتا آیا۔ ایک اور روایت میں مذکور کہ وہ اپنا چہرہ پیٹتا اور واویلا کرتا ہوا آیا۔ کہا گیا ہے۔ کہ اس واقعہ سے مذکورہ امور اس شخص کے لیے جائز ہو جاتے ہیں۔ جس پر دنیا و آخرت کی کوئی مصیبت آن پڑی ہو۔ اعرابی کا یہ واقعہ اس کی شدتِ ندامت اور بے خودی کی وجہ سے ہوا۔ اور یہ بھی احتمال ہے۔ کہ یہ واقعہ اس دور کا ہو۔ جب چہرہ پیٹنا اور بوقت مصیبت بال مونڈنا ابھی حرام نہ تھا۔

واقعہ مذکورہ کے ضمن میں دو باتیں پیش نظر رہیں۔ اول یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ اعلان فرمایا۔ لیس منا من ضرب الخدود الخ یعنی جس نے رخسار پیٹے گریبان چاک کیے اور جاہلیت کی باتیں کیں۔ وہ ہم سے نہیں۔ اس اعلان سے قبل اگر کسی نے کچھ ان امور میں سے کیا تو وہ مجرم نہیں۔ جیسا کہ حرمت شراب سے قبل شراب پینا جرم تصور نہ کیا گیا۔ اسی حرمت کے بعد" ولا یعصینك فی معروف" آیت اترنے پر آپ نے عورتوں کی مشروط بیعت کی تھی۔ جس کی تفصیل تفاسیر طرفین سے گزر چکی ہے۔ زرقانی کے آخری الفاظ چونکہ معاملہ کی وضاحت کرتے تھے۔ اور نجفی کے عقیدہ کی پرزور تردید کرتے تھے۔ اس لیے ان کو نجفی ہڑپ کر گیا۔ دوسری بات یہ کہ اس اعرابی نے بے خودی اور بلا ارادہ ایسا کیا۔ یہ وہ حالت ہوتی ہے۔ جس پر گرفت نہیں۔ اگر اسی سے مروجہ ماتم ثابت کرنا ہے۔ تو پھر روزہ رکھ کر اپنی بیوی سے جماع کرنے کے بعد ایسا کر لیا کرو۔ لیکن وہ بھی عمر میں صرف ایک بار۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

دغابازی نمبر ۴۲

ماتم اور صحابہ:

رسالہ خدام الدین لاہور ۸ اکتوبر ۱۹۶۳ء ص ۲ مضمون نویس بریرہ خاتون بعنوان حضرت عائشہ۔

(حضرت عائشہؓ) ان کے انتقال سے لوگوں کو بہت صدمہ تھا۔ مسروق کہتا ہے اگر بعض مصالح مانع نہ ہوتے تو میں ام المومنین کے لیے ماتم برپا کرتا۔

قارئین: دیکھا حضرت عائشہ کے ماتم کی تیاری۔ اگر ماتم کرنے سے آدمی دوزخی ہو جاتا ہے۔ تو صحابا کو کیا پڑی کہ موت حضرت عائشہ پر دوزخی ہونے کی کوشش کرتا۔

(ماخوذ از رسالہ ماتم اور صحابہ ص ۱۲۷، ۱۲۸)

جواب:

حضرت مسروق رضی اللہ عنہ نے جو کچھ کہا۔ وہ یہ کہ "اگر بعض مصالح مانع نہ ہوتے تو میں ام المومنین کے لیے ماتم برپا کرتا" اس کا مفہوم کیا ہے؟ یعنی بہت سی ایسی احادیث اور ارشادات پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جو ماتم کی صراحت کے ساتھ ممانعت کرتے ہیں۔ اگر ایسی احادیث نبویہ نہ ہوتیں۔ تو میں وہ ماتم برپا کرتا" نہج البلاغہ میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ایسی بہت سی روایات ملتی ہیں۔ جو جناب مسروق رضی اللہ عنہ کے الفاظ سے ملتی جلتی ہیں۔ لیکن آج تک کسی شیعہ نے ان روایات

سے "ماتم" ثابت نہیں کیا۔ حالانکہ اس کا ثبوت ان روایات سے اتنا مشکل نہ تھا۔
ملاحظہ ہو۔

نہج البلاغہ:

وَلَوْلَا أَنَّكَ أَمَرْتَ بِالصَّبْرِ وَنَهَيْتَ عَنِ الْجَزَعِ
لَأَنْفَدْنَا عَلَيْكَ مَاءَ الشُّؤُونِ۔

(نہج البلاغہ خطبہ ۲۳۵ ص ۳۵۵ مطبوعہ بیروت
طبع جدید)

ترجمہ:

(حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال پر انہیں غسل دے رہے تھے۔ تو یہ کلمات ان کی زبان پر جاری تھے۔) اگر آپ نے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبر کا حکم نہ دیا ہوتا۔ اور جزع سے منع نہ فرمایا ہوتا۔ تو ہم آپ کے وصال کے غم میں دماغ کی رطوبتیں ختم کر دیتے۔

دیکھئے! حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا قول تقریباً انہی خیالات کا ترجمان ہے جو اوپر حضرت مسروق رضی اللہ عنہ سے نقل ہوئے۔ پھر اب تک کسی نے حضرت علی المرتضیٰ کے اس قول سے "ماتم" ثابت نہیں کیا۔ بلکہ اس سے تو ماتم کی ممانعت ثابت ہوتی ہے۔ اسی طرح حضرت مسروق رضی اللہ عنہ کے قول سے بھی جواز کی بجائے "ماتم" کی ممانعت ثابت ہو رہی ہے۔ لیکن نجفی نے کمال چالاکی اور فریب دہی سے اپنے ساتھیوں کو یہ باور کرانے کی کوشش کی۔ کہ ایک صحابی "ماتم" کی تمنا کر کے دوزخی ہونے کی تمنا کر رہا ہے۔ کیا یہی جملہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

کے متعلق کیا کہو گے؟

دغا بازی نمبر ۴۳

ماتم اور صحابہ	امام باقر نے اپنے ماتم کی وصیت کی اور پیسے دیئے۔

فروع کافی:

علی بن ابراھیم عن ابیہ عن حماد بن عیسٰی عن حریز او غیرہ قال اوصٰی ابو جعفر بثمانمائۃ درھم لماتمہ۔

(فروع کافی جلد سوم ص ۲۱۷)

ترجمہ:

راوی کہتا ہے۔ کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے آٹھ سو درہم کی اپنے ماتم کے لیے وصیت۔

قارئین! اگر نوحہ یا ندبہ گناہ ہوتا تو معصوم امام اپنے مال سے آٹھ سو درہم اپنے اوپر ماتم کرنے کے لیے مخصوص نہ فرماتے۔ امام کی اس وصیت میں نوحہ و ماتم کا جواز بیّن ہے۔ (ماخوذ از رسالہ ماتم اور صحابہ ص ۱۳۹)

جواب:

ان روایات میں ماتم سے مراد اہل میت کو کھانا کھلانا ہے

مذکورہ بالا دونوں روایات میں جو لفظ استدلال کی بنیاد بنایا گیا۔ وہ ماتم اور ندبہ ہے۔ ہم لفظ ماتم کے بارے میں کتب لغت اور کتب مسلک اہل تشیع سے یہ ثابت کر چکے ہیں۔ کہ ان کا معنی صرف سینہ کوبی، رخسار پیٹنا وغیرہ "مروجہ ماتم" نہیں لفظ ماتم "اتم" سے ماخوذ ہے۔ المنجد میں اس کا معنی جمع ہونا لکھا ہے۔ اس کے ساتھ یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ یہ لفظ جس طرح غم کے لیے منعقد شدہ مجلس پر بولا جاتا ہے اسی طرح خوشی کے لیے قائم شدہ مجمع اور مجلس کو بھی "ماتم" کہتے ہیں اور پھر اسی لفظ سے بعض دفعہ وہ کھانا بھی مراد ہوتا ہے جو اظہار غم کے لیے جمع ہونے والوں کے لیے تیار کیا جاتا ہے۔ اور انہیں کھلایا جاتا ہے۔ فروع کافی کے تین عدد حوالہ جات اس کی تائید پیش خدمت ہے۔

فروع کافی:

علی بن ابراہیم عن ابیہ حماد عن حریز عن زرارہ عن ابی جعفر علیہ السلام قال

یُصْنَعُ لِاَهْلِ الْمَیِّتِ مَاتَمٌ ثَلَاثَةَ اَیَّامٍ مِنْ یَوْمٍ مَاتَ

(فروع کافی جلد سوم ص ۲۱۷

کتاب الجنائز مطبوعہ طہران طبع جدید)

ترجمہ:

(بحذف اسناد) امام محمد باقر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ مرنے والے کے گھر والوں کے لیے تین دن تک کھانا پکانا چاہیئے۔ (یعنی عزیز و اقارب اپنے اپنے گھر کھانا پکا کر میت کے گھر والوں کو کھلائیں یا ان کے گھر بھیج دیں۔

فروع کافی:

الحسین بن محمد عن احمد بن اسحاق عن سعدان عن ابی بصیر عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قَالَ یَنْبَغِیْ لِجِیْرَانِ صَاحِبِ الْمُصِیْبَتِ اَنْ یُّطْعِمُوْا الطَّعَامَ عَنْدَہٗ ثَلَاثَۃَ اَیَّامٍ۔۔ لِاَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِتَّخَذُوْا لِاٰلِ جَعْفَرٍ طَعَامًا فَقَدْ شُغِلُوْا۔

(فروع کافی جلد سوم ص ۲۱۷)

ترجمہ:

(بحذف اسناد) امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے اپنے ماتم (وصال کے بعد جمع شدہ لوگوں کو کھلانے کے لیے آٹھ سو درہم کی وصیت فرمائی۔ اور آپ اس پر عمل کرنے کو سنت سمجھتے تھے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے شہید ہونے کے بعد فرمایا تھا۔ جعفر کے گھر والوں کے لیے کھانے کا اہتمام کرو۔ کیونکہ وہ پریشانی میں مبتلا ہیں۔

مذکورہ احادیث میں موجود لفظ "ماتم"

پر فروع کافی کا حاشیہ

حاشیہ فروع کافی:

اَلْمَاتَمُ کَمَقْعَدٍ۔ کُلُّ مُجْتَمَعٍ فِیْ حُزْنٍ اَوْ فَرَحٍ اَوْخَاصٍ بِالنِّسَآءِ لِلْمَوْتِ اَوْ بِالثَّوَابِ مِنَ النِّسَآءِ وَیُطْلَقُ عَلَی الطَّعَامِ لِلْمَیِّتِ۔

(فروع کافی جلد سوم ص ۲۱۷)

ترجمہ:

لفظ ماتم بروزن مقعد ہے۔ ہر اس اجتماع کو جو غم یا خوشی کے لیے ہو، یا عورتوں کا خاص کر کسی میت پر اکٹھا ہونا، یا ثواب کے لیے مستورات کے اجتماع کے ساتھ خاص ہونا۔ "ماتم" کہلاتا ہے اور اس کھانے پر بھی لفظ ماتم کا اطلاق ہوتا ہے۔ جو میت کے لیے (یعنی مرنے والے کی تعزیت پر آئے ہوئے لوگوں اور اس کے اہل خانہ کے لیے) پکایا جاتا ہے۔

لمحہ فکریہ:

فروع کافی میں سے وہی حوالہ جو نجفی نے اثبات "مروجہ ماتم" کے

طور پر پیش کیا تھا۔ کہ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے وصیت فرمائی تھی۔ کہ میرے ماتم پر آٹھ سو درہم خرچ کرنا اس پر ہمارا سوال یہ ہے کہ کیا وصیت سینہ کوبی اور زنجیر زنی کے لیے تھی؟ کیا امام موصوف اسی قسم کے ماتم کو "سنت نبوی" سمجھتے تھے؟ جو شخص بھی اس روایت کو پڑھے گا۔ اور اس کے مفہوم کو سمجھتا ہو گا۔ وہ نجفی کی "حدیث دانی" کی داد دیئے بغیر نہ رہ سکے گا۔ اور پھر اس پر مزید یہ کہ ایک عام شخص اس حوالہ کو ملاحظہ کرنے کے بعد اہل تشیع پر اہل سنت کے اس اعتراض کا جواب بخوبی پالے گا۔ "ماتم کے لیے اہل تشیع کے پاس ان کے کسی امام کا کوئی قول موجود نہیں" اس حوالہ پر نجفی کے ماتمی شیعہ احسان مند ہوں گے۔ اور منہ دکھانے کے قابل ہو جائیں گے۔ اور یہ کہنے میں حق بجانب ہوں گے۔ کہ ہمارے حجۃ الاسلام نے فروع کافی کی ایک مستند روایت کے ذریعہ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کا قول پیش کر دیا ہے۔ اس لیے ہم اپنے امام کے قول کے مطابق ماتم کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے۔ ہمیں مخالفین کی پرواہ نہیں ہے یہ تو تھا عوام اہل تشیع کا اس روایت کے متعلق ایک خیال۔ ہے ذرا سوجھ بوجھ رکھنے والے اشخاص تو وہ اسی روایت کے ذریعہ "مروجہ ماتم" کو ثابت کرنے پر نجفی کا مذاق اڑائے بغیر نہ رہ سکیں گے۔ اور اس کی فریب دہی اور چالاکی پر انگشت بدنداں ہو کر رہ جائیں گے وہی دو سوال جو گزشتہ سطور میں ہم ذکر کر چکے ہیں۔ ان کی روشنی میں روایت مذکورہ کو دیکھیں اور پھر روایت مذکورہ کے آخری الفاظ سے "مروجہ ماتم" پر استدلال کی قوت ملاحظہ کریں کیونکہ وہ الفاظ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے اپنی وصیت کے مطابق سنت ہونے کی علت کے طور پر بیان فرمائے۔ لِاَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اتَّخِذُوْا لِاٰلِ جَعْفَرٍ طَعَامًا الخ یعنی میری وصیت کہ آٹھ سو درہم میرے "ماتم" پر خرچ کرنا مطابق سنت اس لیے ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایسا "ماتم" جعفر طیار کے عزیز و اقرباء کو کرنے کا ارشاد فرمایا۔ اور آپ کا ارشاد یہ تھا کہ اے جعفر طیار کے عزیز و اقرباء اور پڑوسیو جعفر کے گھر والے ان کی شہادت کی وجہ سے مغموم ہیں۔ اور تعزیت کے لیے آنے والوں

کے ساتھ تعزیت میں مشغول ہیں۔ اس پریشانی پر اور مشغولیت کی وجہ سے وہ نہ اپنے لیے کھانا تیار کر سکتے ہیں۔ اور نہ ہی تعزیت کے لیے آنے والے مہمانوں کے خورد و نوش کا انتظام کر سکتے ہیں۔ اس لیے یہ فریضہ اب تمہیں سرانجام دینا ہے۔ کہ ان کے کھانے کا انتظام کرو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے بارے میں جو کچھ فرمایا۔ کیا اس میں کوئی اشارہ ہے۔ کہ جعفر کی شہادت پر سینہ کوبی کرو۔ گریبان پھاڑو اور زنجیر زنی کرو۔ جب ان میں سے کوئی ایک بات بھی موجود و مذکور نہیں۔ بلکہ صرف کھانے کا انتظام کرنا مذکور ہے۔ تو اس سنت کے مطابق امام محمد باقر رضی اللہ عنہ بھی نے آٹھ سو درہم کی وصیت فرمائی جس کا واضح مطلب یہ کہ میرے مرنے پر چونکہ اسے میرے اہل خانہ تم پریشان ہو گے۔ لوگ تعزیت کے لیے آئیں گے۔ ہو سکتا ہے۔ کہ تمہاری اور آنے والوں کی خوراک کا کوئی انتظام نہ ہو سکے۔ لہٰذا میرے آٹھ سو درہم اس مقصد کے لیے رکھ لو۔ تاکہ بوقتِ ضرورت کام آئیں۔ یہ تھا مقصد و مطلب امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کا جسے وہ اپنی رائے میں "سنت" فرما رہے ہیں۔ لیکن نجفی کو اس روایت سے کچھ اور ہی نظر آیا۔ جو سرے سے اس میں ہے ہی نہیں۔ لفظ ماتم اس مفہوم کے طور پر بھی استعمال ہوتا ہے۔ جیسا کہ فروع کافی کے حوالہ سے ہم ثابت کر چکے۔ فروع کافی کی یہ روایت اگر نجفی پوری ذکر کر دیتا تو بات واضح تھی۔ لیکن دغا بازی سے کام لے کر صرف اتنا حصہ لیا۔ جس سے مقصد نکالنا آسان تھا۔

دوسری بات یا دوسرا جواب یہ بھی دیا جا سکتا ہے۔ کہ لفظ "ماتم" اور لفظ "نوحہ" کا معنی "مروجہ ماتم" ہی نہیں۔ کہ جب بھی یہ الفاظ بولے جائیں۔ تو ان سے یہی مفہوم لے لیا جائے۔ اس لیے اس کے مشترک ہونے کی وجہ سے امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کے قول میں لفظ سنت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے بارے

میں ارشاد ! اس امر کا قرینہ ہے۔ کہ اس سے مراد کسی کی فوتیدگی پر کھانا تیار کرنا اور اور تعزیت والوں کو کھلانا ہے۔ نہ یہ کہ امام موصوف نے آٹھ سو درہم دیئے تاکہ اس سے زنجیریں خریدیں۔ کالے کپڑے لیں۔ گھوڑا خریدیں۔ تعزیے پر خرچ کریں۔ اور جلوس نکال کر "مروجہ ماتم" کا خرچہ پورا کریں۔

فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِی الْاَبْصَارِ

دغا بازی نمبر ۴۴

نام صحابہ اور	وقتِ مصیبت سر میں خاک ڈالنا سنت حضرت عمر ہے

حلیۃ الاولیاء:

عَنْ عَقَبَۃَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ لَمَّا طَلَّقَ رَسُوْلُ اللّٰہِ حَفْصَۃَ بِنْتَ عُمَرَ فَبَلَغَ ذَالِکَ عُمَرَ فَوَضَعَ التُّرَابَ عَلٰی رَأْسِہٖ وَجَعَلَ یَقُوْلُ مَا یَعْبَأُ اللّٰہُ بِعُمَرَ بَعْدَ ھٰذَا۔

(اہل سنت کی معتبر کتاب حلیۃ الاولیاء جلد دوم صفحہ نمبر ۱۵ پر ہے)

ترجمہ:

راوی کہتا ہے۔ جناب نبی کریم نے بی بی حفصہ بنت عمر کو طلاق دی۔ اور یہ خبر جناب عمر کو پہنچی۔ تو حضرت عمر نے سر میں خاک ڈال لی۔ اور کہنے لگے۔ اب اس کے بعد اللہ کی بارگاہ میں عمر کی کوئی آبرو نہیں۔

قارئین! طلاق بیٹی کی ایک صدمہ ہے۔ لیکن آل نبی کا گھر جس طرح ویران ہوا۔ اور نواسہ رسول امام حسین علیہ السلام جس بے دردی سے شہید ہوئے۔ یہ اہل اسلام کے لیے ایک مصیبت عظمٰی ہے۔ منصف ذرا انصاف فرمائیں۔ کہ حفصہ کی طلاق پر حضرت عمر سر میں خاک ڈالیں۔ تو یہ شرعًا جرم نہیں۔ اور اگر امام حسین کی یاد میں سر میں ہم خاک ڈالیں۔

تو یہ بدعت ہے۔

(ماخوذ از رسالہ ماتم اور صحابہ ص ۱۵۴، ۱۵۵)

جواب:

روایت مذکورہ سے عزت ماتم کی بات اس وقت تک تسلیم نہیں کی جا سکتی جب تک اس احتمال کی تردید نہ ہو جائے۔ احتمال یہ ہے۔ کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا اپنے سر پر خاک ڈالنا ہو سکتا ہے کہ اس فعل کی حرمت سے پہلے کا واقعہ ہو۔ حرمت آجانے کے بعد پھر اگر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے سرزد ہوا۔ تو وجہ استدلال بن سکتا ہے۔ لیکن اس احتمال کے ہوتے ہوئے ثبوت ماتم کے لیے یہ روایت حجت نہیں بن سکتی۔

علاوہ ازیں اس روایت کا مرکزی راوی "محمد بن مظفر" ہے۔ یہ شخص اگرچہ تمام مسائل میں قابلِ وثوق ہے۔ لیکن اس سے ایسی روایات جن میں کسی صحابی پر کوئی الزام آتا ہے قابل وثوق نہیں۔ کیونکہ "تشیع" پائے جانے کی وجہ سے ایسی روایات کے متعلق اس کی حیثیت مشکوک ہو جاتی ہے۔ خود نجفی کو دیکھئے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات کے متعلق "سر میں خاک ڈالنا" ثابت کرنے میں کتنی خوشی ہو رہی ہے! اس لیے کسی شیعہ سے یہ احتمال منقطع نہیں ہوتا۔ رہا محمد بن مظفر میں "تشیع" کا ثبوت تو حوالہ حاضر ہے۔

میزان الاعتدال:

(محمد بن المظفر) اَلْحَافِظُ ثِقَةٌ حُجَّةٌ مَعْرُوْفٌ اِلَّا اَنَّ اَبَا الْوَلِيْدِ الْبَاجِيْ قَالَ فِيْهِ تَشَيُّعٌ ظَاهِرٌ

(میزان الاعتدال جلد سوم صفحہ نمبر ۱۳۸ مطبوعہ مطبع سعادت۔ مصر)

ترجمہ:
محمد بن مظفر راوی ثقہ اور معروف و حافظ تھا مگر ابو الولید باجی نے کہا کہ اس میں "تشیع" ظاہر تھا۔
روایت مذکورہ کا ایک راوی احمد بن عبدالرحمٰن ابن وہب ہے۔ یہ راوی بھی تقریباً بالاتفاق ضعیف ہے۔

الکامل فی ضعفاء الرجال:

رایت شیوخ اهل مصر الذین لحقتهم مجمعین علی ضعفه ومن کتب عنه من الغرباء غیر اهل بلده لایمتنعون من الروایة عنه، وحدثوا عنه۔ ومن ضعفه انکر علیه احادیث انا ذاکر منها البعض۔

(الکامل فی ضعفاء الرجال جلد اول صفحہ نمبر ۱۸۸ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ:
ابن عدی کا کہنا ہے کہ میں نے مصری شیوخ کہ جن سے میری ملاقات ہوئی سبھی کو اس کے ضعف پر متفق پایا۔ اور جو لوگ اس سے روایت کرتے ہیں وہ اس کے شہر کے نہیں بلکہ پردیسی ہیں۔ اس لیے وہ اس سے روایت کرنے میں کوئی حرج و رکاوٹ نہیں پاتے۔ اور اس سے انہوں نے حدیث بیان کی۔ اور جن لوگوں نے اسے ضعیف قرار دیا وہ اس پر انکار کرتے ہیں میں ان بعض کا ذکر کرتا ہوں۔

روایت مذکورہ کے دو راویوں کے حالات آپ نے ملاحظہ کیے۔ ان پر روایات کا دارومدار تھا۔ اور یہ دونوں علمائے تحقیق کے نزدیک قابل اعتبار نہیں۔ اس لیے

ان کی مرویات قطعاً قابلِ استدلال نہیں۔ اب نجفی کہتا پھرے۔ کہ میں نے اہل سنت کی کتابوں سے ثابت کر دکھایا۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی کی طلاق پر اپنے سر میں خاک ڈالی۔ لیکن اس کا یہ کہنا اور ثابت کرنا مکاری اور فریب دہی کا نمونہ ہے۔ حقیقت کا اس سے اور اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔

جوابِ دوم:

حلیۃ المتقین اہل سنت کی معتبر کتاب نہیں ہے کیونکہ اس کے مصنف حافظ ابو نعیم کو خود شیعوں نے اپنا شیعہ ہونا تسلیم کیا ہے۔ جیسا کہ اعیان شیعہ وغیرہ کتب میں مذکور ہے اور ہم نے اس کے شیعہ ہونے پر اپنی کتاب میزان الکتب میں مفصل بحث کی ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔ لہٰذا یہ کہنا کہ اہل سنت کی معتبر کتاب حلیۃ الاولیاء میں عمر فاروق کا سر میں مٹی ڈال کر ماتم کرنا ثابت ہے۔ یہ اول تا آخر دھوکہ دہی اور فراڈ کے مترادف ہے۔

فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِى الْاَبْصَارِ

دغابازی نمبر ۴۵

ماتم اور صحابہ

وسائل الشیعہ، کتاب الطہارت

عن العباس بن موسیٰ بن جعفر عن ابیہ فی حدیث انہ سال عن الماتم فقال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ابعثوا الی جعفر طعاماً فجرت السنۃ الی الیوم وکان علی بن الحسین یعمل لھن الطعام للماتم۔

(وسائل الشیعہ جلد ۲ ص ۸۸۹ کتاب الطہارت باب استحباب اتخاذ الطعام لاہل المصیبۃ ثلاثۃ ایام)

ترجمہ:

امام محمد باقر علیہ السلام سے اہل ماتم کو طعام دینے کے متعلق سوال کیا گیا۔ تو امام نے فرمایا۔ کہ یہ جائز ہے۔ نبی پاک نے جب جعفر بن ابی طالب شہید ہوئے۔ تو اہل وعیال کو جو ماتم میں مصروف تھے کھانا بھجوانے کا حکم دیا۔ اور امام زین العابدین علیہ السلام بھی ان مستورات کے لیے کھانے کا بندوبست کرتے تھے۔ جو ماتم میں مصروف رہتی تھیں۔

قارئین! جو لوگ ماتم امام مظلوم میں مصروف ہوں۔ اگر ان کو نذر نیاز کھلائی جائے۔ تو حضرت مُلاں خوب تمسخر کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ یہ ماتم تو صرف نذر نیاز

اڑانے کے لیے ہی تو ہے۔ لیکن جب ان کے اپنے پیٹ کا مرحلہ آتا ہے۔ تو عجیب عجیب حدیثیں حلوے کی شان میں اختراع کرتے ہیں۔ (ماتم اور صحابہ ص ۱۳۹)

جواب:

وسائل الشیعہ سے روایت پیش کر کے اس سے مروجہ ماتم ثابت کرنے میں بھی گزشتہ استدلالات کی طرح مکاری اور اندھے پن کا مظاہرہ کیا گیا۔ اس روایت کا مضمون تقریباً وہی ہے۔ جو پچھلی روایت میں تھا۔ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے "ماتم" کے بارے میں سوال ہوا۔ تو انہوں نے اس کے جواز میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ ارشاد پیش فرمایا۔ جو آپ نے جعفر بن ابی طالب کے انتقال پر فرمایا تھا۔ آپ کے ارشاد کا ترجمہ یہ ہے۔ جعفر کے اہل (گھروالوں) کو کھانا بھیجو۔ لیکن کمال مکاری اور فریب دہی سے نجفی نے اپنے مقصد کی خاطر ان الفاظ کا ترجمہ بھی بدل ڈالا۔ ملاحظہ ہو۔ اہل و عیال کو جو ماتم میں مصروف تھے کھانا بھجوانے کا حکم دیا۔ خط کشیدہ الفاظ کس عربی لفظ کا ترجمہ ہیں۔ اور اگر کہا جائے۔ چونکہ حضرت جعفر شہید ہو چکے تھے۔ لہٰذا شہید پر ماتم ہی کرتے ہوں گے۔ تو پھر پوچھا جا سکتا ہے۔ کہ کیا یہ ماتم سینہ کوبی، زنجیر زنی اور کپڑے پھاڑنے پر مشتمل تھا۔ تاکہ اس سے ایسا کرنے والوں کی نذر و نیاز کا ثبوت دیا جائے۔

دوسری مکاری ملاحظہ ہو۔ وسائل الشیعہ سے جو حوالہ پیش کیا گیا۔ وہ اور اس جیسی کئی ایک روایات ایک مخصوص موضوع کے ضمن میں درج کی گئی ہیں۔ صاحب وسائل الشیعہ نے یہ روایت اس موضوع کے تحت درج کی۔ "باب استحباب اتخاذ الطعام لاہل المصیبۃ ثلاثۃ ایام" یعنی اس باب میں وہ احادیث مذکور ہوں گی۔ جن سے اہل مصیبت (جن کا کوئی فوت ہو گیا ہو) کے لیے تین دن تک کھانا بھیجنا مستحب ہے

امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سے سوال بھی اسی موضوع کے متعلق تھا یعنی میت کے اہل خانہ کے یہ کھانا بھیجنا جائز ہے؟ تو آپ نے فرمایا۔ ہاں یہ سنت پیغمبر اکرم ہے۔ اور امام زین العابدین بھی تعزیت پر آنے والی عورتوں کے کھانے کا اہتمام کیا کرتے تھے۔ تو معلوم ہوا کہ لفظ ماتم، سے مراد اس مقام پر وہ کھانا ہے جو میّت پر تعزیت کرنے والوں کے لیے تیار کیا جاتا ہے۔ اس کو ہم کب منع کرتے ہیں۔ ہم تو اسے سنت کہتے ہیں۔ روایت مذکورہ کی اپنے باب سے ہی مناسبت ہے۔ لیکن عقل کے اندھے اور ماتم پر نذر و نیاز کے دلدادہ کو کھانے کے بہانہ کے طور پر یہ نظر آیا۔ کہ یہاں ماتم سے مراد سینہ کوبی وغیرہ ہے۔ اس لیے ایسا کرنے والوں کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے انہیں پکی پکائی بھیجنی چاہیئے۔ تاکہ ایک تیر سے دو شکار ہو سکیں۔ حرام کا حرام بھی کرتے رہو۔ اور نجفی صاحب تمہارے کھانے پینے کا بندوبست کرنے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم امام محمد باقر اور امام زین العابدین سے یہ ثابت کر دکھائیں گے۔ کہ ان پاکیزہ شخصیات نے ایسے مواقع پر نذر و نیاز دی دیکھا آپ نے کہ نجفی نے کس روباہی سے حرام کاروں کے کھانے پینے کا بندوبست کر دیا۔ رو حجۃ الاسلام، اسی لیے تو بنایا گیا تھا۔

فَاعْتَبِرُوْا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ

دغابازی نمبر ۴۶

ماتم اور صحابہ | (۲) اجازت ماتم مظلوم کربلا

وسائل الشیعہ:

عَنْ صَادِقٍ وَلَقَدْ شَقَقْنَ الْجُيُوْبَ وَلَطَمْنَ الْخُدُوْدَ الْفَاطِمِيَّاتُ عَلَى الْحُسَيْنِ ابْنِ عَلِيٍّ وَعَلٰى مِثْلِهٖ تُلْطَمُ الْخُدُوْدُ وَتُشَقُّ الْجُيُوْبُ۔

(اہل تشیع کی معتبر کتاب وسائل الشیعہ چھاپ قدیم اور جواہر الکلام جلد چہارم ص ۳۷۰)

ترجمہ:

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں۔ فاطمہ زہرا کی بیٹیوں نے امام حسین کی مصیبت پر (کربلا میں) اپنے منہ بھی پیٹے اور گریبان بھی چاک کیے۔ (اور فرمایا) حسین علیہ السلام جیسی ذات پاک پر منہ پیٹے جائیں اور گریبان چاک کیے جائیں۔

قارئین! اہل تشیع کے امام جعفر صادق نے شیعہ کو امام مظلوم حسین بن علی کے ماتم کی اجازت دی ہے۔ لہٰذا کسی اور مذہب کے علماء کے فتاویٰ کا انبار ان کے لیے بیکار ہے۔ (ماتم صحابہ ص ۱۴۲)

جواب:

وسائل الشیعہ اور جواہر الکلام سے منقول کردہ روایت چونکہ بے سند ہے۔ اور بے سند روایت خود نجفی بھی تسلیم کرتا ہے کہ ایسی روایت تسلیم نہیں کی جائے گی۔ اب کوئی اس سے پوچھے۔ کہ تحرک کرچاٹنے کی عادت کب سے پڑی ہے۔ جو روایت خود تمہارے قواعد و ضوابط کے مطابق قابلِ اعتبار نہیں تم اس سے شیعوں کو غلط کام کرنے کی تسلی دے رہے ہو۔ اگر اجازت امام دکھانی تھی۔ تو کسی ایسی روایت سے جو درجۂ صحت تک تو پہنچتی ہوتی۔ گناہ بھی کروایا اور وہ بھی بے لذت۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی طرف اس کام کی اجازت منسوب کرنے کی جسارت کی گئی۔ جسے آپ حرام کہتے رہے۔

علاوہ ازیں تاریخ طبری میں اسی مضمون کی حدیث سند کے ساتھ مذکور ہے گزشتہ اوراق میں ہم نے اسے نقل کر دیا ہے۔ اور اس کے بارے میں تحقیق سے ثابت کیا تھا۔ کہ اس کے راوی قابلِ وثوق نہیں۔ اور حدیث سخت مجروح ہے۔ تو ایسی بے سند اور مجروح حدیث سے دو مروجہ ماتم ،، ثابت کرتے ہوئے خوف خدا دامن گیر نہ ہوا۔ اور پھر امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو اس کا اجازت دہندہ کہتے ہوئے شرم نہ آئی۔

فَاعْتَبِرُوْا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ

دغابازی نمبر ۱۴۷

"انبیاء اور ائمہ کا ماتم جائز ہے۔"

ماتم اور صحابہ	اہل شیعہ کی کتاب ارشاد المبتدین ص۱۴۱ پر ہے

ارشاد المبتدین:

يُسْتَثْنٰى مِنْ ذَالِكَ مَوْلَانَا اَبُوْ عَبْدِ اللهِ الْحُسَيْنُ فَفِيْ حَسَنَةٍ عَنِ الصَّادِقِ كُلُّ الْجَزْعِ وَالْبُكَاءِ مَكْرُوْهٌ مَاخَلَا الْجَزْعُ وَالْبُكَاءُ لِقَتْلِ الْحُسَيْنِ۔ رُوِیَ عَنْ جَابِرٍ عَنِ الْبَاقِرِ اَشَدُّ الْجَزْعِ الصَّرَاخُ بِالْوَيْلِ وَالْعَوِيْلِ وَلَطْمِ الْوَجْهِ وَالصَّدْرِ وَجَزِّ الشَّعْرِ وَقَدْ يُسْتَثْنٰى الْاَنْبِيَاءُ وَالْاَئِمَّةُ كُلُّهُمْ۔

ترجمہ:

امام فرماتے ہیں۔ کہ اس معروف والی آیت کے حکم سے حضرت امام حسین مستثنیٰ ہیں۔ نیز ایک اور روایت حسنہ میں ہے۔ کہ امام صادق فرماتے ہیں کہ ہر جزع اور بکاء مکروہ ہے سوائے اس جزع اور بکاء کے جو قتل حسین پر ہو۔ خلاصہ یہ کہ تمام انبیاء اور ائمہ اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔ لہٰذا انبیاء اور ائمہ کا ماتم جائز ہے۔ (ماتم اور صحابہ ص ۱۴۵)

جواب:

نجفی شیعی نے اپنی کتاب "ارشاد المبتدین" کے ساتھ جو سلوک کیا۔ اور اس کی عبارت پر جو ظلم ڈھایا۔ اگر کسی اہل سنت کی کتاب کے ساتھ ایسا کرتا تو بھی برا تھا۔ لیکن یہ تو بہت ہی برا ہے۔ اسی کتاب کی اگر مکمل عبارت درج ہو جاتی۔ تو پھر پتہ چلتا کہ نجفی کا استدلال کتنا وزنی ہے۔ اور اس میں کہاں تک صداقت ہے۔ آیئے ارشاد المبتدین کے مکمل حوالہ پر نظر ڈالیں۔

ارشاد المبتدین:

اَلْخَامِسَةُ قَدْ صَرَّحَ جُمْلَةٌ مِنَ الْاَصْحَابِ بِتَحْرِيْمِ شَقِّ الثَّوْبِ اِلَّا عَلَى الْاَبِ وَالْاَخِ وَقِيْلَ بِجَوَازِهِ لِلنِّسَاءِ مُطْلَقًا وَعَنِ ابْنِ اِدْرِيْسَ اَلتَّحْرِيْمُ مُطْلَقًا وَيَظْهَرُ مِنْ كَلَامِ بَعْضِ الْمُتَاَخِّرِيْنَ اَلْمَيْلُ اِلَى الْكَرَاهَةِ وَاحْتَمَلَ فِى الْجَوَاهِرِ اِسْتِحْبَابَ الشَّقِّ عَلَيْهِمَا وَالْقَوْلُ الْاَوَّلُ وَاِنْ كَانَ لَا يَخْلُوْ عَنْ قُوَّةٍ لٰكِنَّ الْاَحْوَطَ التَّرْكُ مُطْلَقًا فَقَدْ رُوِىَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ وَشَقَّ الْجُيُوْبَ وَعَنِ الصَّادِقِ فِىْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِىْ مَعْرُوْفٍ اَنْ لَّا يَشْقُقْنَ جَيْبًا وَلَا يَلْطُمْنَ وَجْهًا وَلَا يَدْعُوْنَ وَيْلًا وَيُسْتَثْنٰى مِنْ ذٰلِكَ مَوْلَانَا اَبِىْ عَبْدِ اللّٰهِ فَفِىْ حَسَنَةِ مُعَاوِيَةَ عَنِ الصَّادِقِ كُلُّ الْجَزَعِ وَالْبُكَاءِ مَكْرُوْهٌ مَا

خَلَا الْجَزْعُ وَالْبُكَاءُ لِقَتْلِ الْحُسَيْنِ وَرُوِيَ عَنْ جَابِرٍ عَنِ الْبَاقِرِ اَشَدُّ الْجَزْعِ الصُّرَاخُ بِالْوَيْلِ وَالْعَوِيْلِ وَلَطْمِ الْوَجْهِ وَالصَّدْرِ وَجَزِّ الشَّعْرِ وَقَدْ يُسْتَثْنَى الْاَنْبِيَاءُ وَالْاَئِمَّةُ كُلُّهُمْ وَلٰكِنْ رُوِيَ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ اَنَّهُ اَوْصٰى عِنْدَ مَا احْتُضِرَ فَقَالَ لَا يَلْطِمَنَّ عَلَيَّ خَدٌّ وَلَا يُشَقَّنَّ عَلَيَّ جَيْبٌ مَا مِنْ اِمْرَاَةٍ تَشُقُّ جَيْبَهَا اِلَّا صُدِعَ لَهَا مِنْ جَهَنَّمَ صَدْعٌ كُلَّمَا زَادَتْ زِيْدَتْ۔

(ارشاد المبتدین تصنیف سید محمد تقی مطبع علوی بخشی خان علی حسن طباعت ۱۲۷۹ھ

ص ۱۴۱)

ترجمہ:

پانچواں مسئلہ۔ اہل تشیع کے تمام اصحاب نے ماسوائے باپ اور بھائی کے کسی مرنے والے پر کپڑے پھاڑنا حرام صریح قرار دیا ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے۔ کہ ایسا کرنا مطلقاً عورتوں کے لیے جائز ہے۔ ابن ادریس سے روایت ہے۔ کہ یہ مطلقاً حرام ہے۔ بعض متاخرین کے کلام سے یہ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ انہوں نے اس فعل میں کراہت کی طرف میلان کیا ہے۔ جواہر میں باپ اور بھائی کی فوتیدگی پر کپڑے پھاڑنے کو مستحب کہا گیا ہے۔ پہلا قول اگرچہ مضبوطی سے خالی نہیں لیکن زیادہ احتیاط اسی میں ہے۔ کہ یہ فعل نہ کیا جائے۔ کیونکہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ کہ جس نے گالوں پر مارا، گریبان پھاڑا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے آیت وَ لَا یَعْصِیْنَكَ فِیْ مَعْرُوْفٍ کی تفسیر میں منقول ہے۔ کہ عورتوں کو چاہیئے کہ وہ گریبان نہ پھاڑیں۔ اور نہ ہی منہ پر طمانچے ماریں۔ اور واویلا ہرگز نہ کریں لیکن اس حکم سے امام حسین رضی اللہ عنہ کو مستثنیٰ کیا گیا ہے۔ حسنہ میں امام جعفر صادق سے معاویہ راوی ہے کہ ہر قسم کی جزع اور بکا مکروہ ہے لیکن امام حسین کے قتل پر جزع اور بکا مکروہ نہیں۔ اور جابر کے ذریعہ امام باقر رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے۔ کہ جزع کی سخت ترین قسم واویلا، کرتے ہوئے چیخنا چلانا ہے۔ اور چہرہ وسینہ پیٹنا اور بال نوچنے میں اور تمام انبیاء کرام و ائمہ اہل بیت اس سے مستثنیٰ ہیں لیکن جعفر بن محمد سے مروی ہے۔ کہ انہوں نے بوقت وصال یہ وصیت کی تھی۔ کہ مجھ پر کوئی عورت ہرگز اپنے گال پر نہ مارے اور نہ ہی میرے غم میں اپنا گریبان پھاڑے۔ جو عورت بھی اپنا گریبان پھاڑے گی۔ تو وہ ٹکڑے جہنم کے ٹکڑے بنا دیئے جائیں گے۔ جس قدر اس میں وہ زیادتی کرے گی۔ اسی قدر دوزخ کے ٹکڑوں میں اس کے لیے زیادتی کی جائے گی۔

قارئین کرام! ارشاد المبتدین کی عبارت آپ نے دیکھی۔ اس میں گریبان پھاڑنے اور سینہ کوبی وغیرہ کے بارے میں چند ایک اقوال پیش کیے۔ بعض نے صرف باپ اور بھائی کی موت پر ایسا کرنے کی اجازت دی۔ بعض نے صرف عورتوں کے لیے اس کو جائز قرار دیا۔ بعض نے تمام انبیائے کرام اور ائمہ اہل بیت کے لیے ایسا ماتم کرنے کی اجازت دی۔ لیکن سب کچھ ذکر کرنے کے بعد زیادہ محتاط اور مفتیٰ بہ قول ذکر کرتے ہوئے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی وصیت ذکر فرمائی۔ اور پھر امام موصوف

کی زبانی اُن عورتوں کے لیے سخت وعید مذکور کہ جو کسی کے مرنے پر گریبان چاک کریں یا دوسری قسم "ماتم ممنوع" کریں۔ امام موصوف نے نہ خود اپنی ذات کے لیے ان افعال کی اجازت دی۔ اور نہ ہی کسی کو (چاہے وہ پیغمبر ہو یا امام) مستثنیٰ فرمایا۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ نجفی نے ارشاد المبتدین کی عبارت پوری اسی لیے ذکر نہ کی۔ کہ کہیں "مروجہ ماتم" کے ثبوت کی بجائے خود امام کی زبانی "حرمت" ثابت نہ ہو جائے۔

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ

دغا بازی نمبر ۴۸

"ماتم میں شرکت حقوق الناس میں سے ہے"

ماتم اور صحابہ: کتاب الصلوٰۃ فروع کافی صفحہ نمبر ۵۹

مَا يَجِبُ عَلَى الْجِيْرَانِ لِاَهْلِ الْمُصِيْبَةِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ الْكَاهِلِيْ قَالَ قُلْتُ لِاَبِي الْحَسَنِ اِنَّ امْرَاَتِيْ وَامْرَاَةَ ابْنِ مَارِدٍ تَخْرُجَانِ فِي الْمَاتَمِ فَاَنْهَاهُمَا فَتَقُوْلُ لِي امْرَاَتِيْ اِنْ كَانَ حَرَامًا فَانْهَنَا عَنْهُ حَتّٰى نَتْرُكَهُ وَاِنْ لَمْ يَكُنْ حَرَامًا فَلِاَيِّ شَيْءٍ تَمْنَعُنَاهُ فَاِذَا مَاتَ لَنَا مَيِّتٌ لَمْ يَجِئْنَا اَحَدٌ قَالَ فَقَالَ اَبُو الْحَسَنِ عَنِ الْحُقُوْقِ تَسْئَلُنِيْ كَانَ اَبِيْ يَبْعَثُ اُمِّيْ وَاُمَّ فَرْوَةَ تَقْضِيَانِ حُقُوْقَ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ۔

ترجمہ:

راوی کہتا ہے۔ کہ میں نے امام موسیٰ کاظم سے عرض کی۔ کہ میری اور ابن مارد کی زوجہ ماتم میں شرکت کے لیے جاتی ہیں۔ جب ان دونوں کو منع کرتا ہوں تو میری زوجہ مجھ سے کہتی ہے کہ اگر ماتم حرام ہے۔ تو ہم کو اس سے منع کر ہم رک جائیں اور اگر یہ حرام نہیں تو ہم کو منع کرتا ہے۔ تو ہمارا کوئی مر گیا۔

تو ہمارے پاس کوئی نہیں آئے گا۔ امام موسیٰ کاظم نے فرمایا۔ کہ تم مجھ سے حقوق الناس کے متعلق سوال کر رہے ہو۔ میرے والد امام جعفر صادق میری والدہ ام فروہ کو ماتم میں شرکت کے لیے بھیجتے تھے۔ تاکہ وہ اہل مدینہ کے حقوق ادا کریں۔

(ماتم اور صحابہ ص ۱۴۶)

جواب:

حدیث مذکورہ میں لفظ "ماتم" ہی نجفی کے استدلال کی مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ گزشتہ استدلالات کے جواب میں اسی لفظ کے لغتِ عرب میں معانی بھی مذکور ہوئے لیکن کسی عربی لغت اور حدیث کی کتاب میں اس لفظ کا معنیٰ سینہ کوبی کرنا، کپڑے پھاڑنا اور بال نوچنا نہیں کئے گئے۔ ہمارے اور نجفی (اہل تشیع) کے درمیان دراصل اختلاف اسی قسم کے ماتم کے متعلق ہے۔ اور اسی کو نجفی ثابت کرنے کی کوشش میں ہے۔ اہل تشیع اور اہل سنت کی کتب لغت سے لفظ "ماتم" کے معانی ملاحظہ ہوں۔

مجمع البحرین:

المأتم- مُجْتَمَعُ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ فِي الْغَمِّ وَالْفَرَحِ ثُمَّ خُصِّصَ بِهِ اِجْتِمَاعُ النِّسَاءِ لِلْمَوْتِ- وَقِيْلَ هُوَ لِلشَّوَابِّ مِنْهُنَّ-

(مجمع البحرین جلد ششم ص ۵ ذکر ماتم مطبوعہ تہران مکتبہ المرتضویہ)

ترجمہ:

عورتوں اور مردوں کا غم اور خوشی کے وقت اکٹھا ہونا ماتم کہلاتا ہے۔

پھر اس لفظ کو کسی کی موت پر اکٹھی ہونے والی صرف عورتوں کے لیے مخصوص کر دیا گیا ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے۔ کہ عورتوں میں سے صرف نوجوان عورتوں کے اجتماع کے لیے مخصوص ہے۔

لسان العرب:

اَلْمَاتِمُ فِي الْاَصْلِ مُجْتَمَعُ الرِّجَالِ وَ النِّسَاءِ فِي الْغَمِّ وَ الْفَرَحِ ثُمَّ خُصَّ بِهٖ اِجْتِمَاعُ النِّسَاءِ لِلْمَوْتِ وَقِيْلَ هُوَ لِلشَّوَابِ مِنْهُنَّ لَا غَيْرَ۔

(لسان العرب جلد ۱۲ ص ۳ مطبوعہ بیروت

طبع جدید)

ترجمہ:

لفظ ماتم اصل میں مردوں اور عورتوں کے اجتماع پر بولا جاتا ہے۔ چاہے وہ اجتماع بموقعہ خوشی ہو یا غم۔ پھر اس کو کسی کی موت کے وقت اکٹھی ہونے والی عورتوں کے ساتھ مخصوص کر دیا گیا۔ اور کہا گیا ہے۔ کہ ان عورتوں میں سے بھی صرف نوجوان عورتوں کے لیے مخصوص ہے۔ دوسری عورتوں کے لیے نہیں۔

اہل تشیع اور اہل سنت کے ہاں یہ دونوں لغت کی کتابیں مسلم ہیں۔ آپ نے لفظ "ماتم" کے معانی دونوں سے ملاحظہ کیے۔ فروع کافی کی عبارت پر حاشیہ ان الفاظ میں موجود ہے۔ یُطْلَقُ عَلَى الطَّعَامِ لِلْمَيِّتِ۔ "ماتم" اس کھانے کو کہا جاتا ہے جو میت کے لیے تیار کیا جاتا ہے۔ (یعنی میت پر تعزیت کے لیے آئے ہوئے لوگوں کو کھلانے کے لیے جو کھانا تیار ہوتا ہے۔ اسے بھی "ماتم" کہتے ہیں۔)

قارئین کرام! فروع کافی کی مذکورہ عبارت میں جس ماتم کا ذکر ہے۔ وہ صرف یہ کہ

امام موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کی اجازت دی۔ کہ جس طرح میری والدہ اور ام فروہ رضی اللہ عنہما اہل مدینہ سے کسی کے گھر میت ہونے کی صورت میں تعزیت کے لیے جایا کرتی تھیں۔ اس طرح جانا "حقوق العباد" میں داخل ہے۔ اور ایسا ہونا چاہیئے لیکن اس سے یہ کیسے ثابت ہو گیا۔ کہ امام موصوف کی والدہ اور ام فروہ کسی کے ہاں تشریف لے جاتیں۔ اور پھر وہاں سینہ کوبی کرتیں۔ بال نوچتیں اور زنجیریں مارتیں؟ کیونکہ یہ فعل حرام فعل ہے۔ جس کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہم ابھی نقل کر چکے ہیں۔ (جو وقت مصیبت گریبان چاک کرے۔ رخسار پیٹے وغیرہ وہ ہم میں سے نہیں) کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی فرزند دلبند سے اور منصب امامت پر فائز ہونے والے سے یہ توقع کی جا سکتی ہے۔ کہ وہ اپنے نانا جان کے ارشادات کے خلاف چلیں گے۔ اس کے علاوہ آپ اگر فروع کافی کی اس روایت کے باب پر نظر ڈالیں۔ تو پھر بھی نجفی کا مدعا ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا۔ موضوع یہ ہے۔ "مصیبت والوں کے ہمسایوں پر کیا واجب ہے" یعنی بقول نجفی مرے کسی کا اور ماتم واجب اس کے ہمسایوں پر ہے۔ ہمسائے چاقو چھریاں لے کر میت والے گھر آ جائیں۔ اور یہاں اکٹھے ہو کر سینہ کوبی کریں۔ زنجیروں سے لہو بہائیں۔ اور کپڑے پھاڑ کر بال نوچنے شروع کر دیں۔ یہ سب کچھ تو ہمسائے کریں۔ اور گھر والے تماشا دیکھا کریں۔ روایت مذکورہ تو یہی کچھ (بقول نجفی) کہہ رہی ہے۔ تو اس سے ثابت یہ ہوا۔ کہ امام عالی مقام کا گھرانہ اور یہ "مروجہ ماتم" کرنے والے ان کے ہمسائے ہیں۔ یہ ہمسائے حقوق الناس ادا کر رہے ہیں؟

مجمع البحرین اور لسان العرب کے حوالے سے جو لفظ ماتم کا معنی ہم نے ذکر کیا۔ فروع کافی کی مذکورہ روایت کے ساتھ والی دوسری روایت میں یہی مفہوم موجود ہے۔ ملاحظہ ہو۔

فروع کافی:

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ قَالَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ صَلَوٰاتُ اللّٰہِ عَلَیْہِ مُرُوْا اَھَالِیَکُمْ بِالْقَوْلِ الْحَسَنِ عِنْدَ مَوْتَاکُمْ فَاِنَّ فَاطِمَۃَ سَلَامُ اللّٰہِ عَلَیْھَا لَمَّا قُبِضَ اَبُوْھَا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اَسْعَدَتْھَا بَنَاتُ بَنِیْ ھَاشِمٍ فَقَالَتْ اُتْرُکْنَ التَّعْدَادَ وَعَلَیْکُنَّ بِالدُّعَاءِ۔

(فروع کافی جلد سوم ص ۲۱۷، ۲۱۸ کتاب الجنائز)

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ تم اپنے اہل وعیال کو اپنے میں سے کسی کے انتقال کے بعد اچھی گفت گو کرنے کا حکم دو۔ یقیناً جب سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے والد گرامی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال فرمایا۔ تو قبیلہ بنی ہاشم کی لڑکیوں نے آپ کی معاونت کی۔ (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف حمیدہ ذکر کر کے سیدہ سے تعزیت کی) اس پر حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ دو۔ بجائے اس کے تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے محاسن واوصاف بیان کرو۔ آپ پر درود پاک بھیجو۔)

یہ تھا وہ ماتم جو حضرت امام صادق رضی اللہ عنہ نے اپنی زوجہ کو کرنے کا کہا۔ اور حضرت ام فروہ کو جس کے لیے اہل مدینہ کے گھر بھیجا جاتا تھا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ میت کے لیے وہ ماتم، یہی مشروع ہے۔ کہ اس کے لیے رب کے حضور دعا کی جائے۔ اس کی مغفرت کا سوال کیا جائے۔ نہ یہ کہ اس کے محاسن ومحامد بیان کرنے شروع کر دو۔ اور اس سے بھی بدترین ماتم کی وہ صورت کہ جس میں نوحہ خوانی، سینہ کوبی، زنجیر زنی اور گریبان

پھاڑنا پایا جائے۔ اس لیے نجفی کا اس روایت سے مروجہ ماتم ثابت کرنا بھی ایک خوش کن فریب کے سوا کچھ نہیں۔

نوٹ:

ماتم اور صحابہ کے ص ۱۴۷ سے ص ۱۵۲ تک یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی۔ کہ میدان کربلا میں سیدزادیوں نے امام عالی مقام کا تین دن تک ”مروجہ ماتم“ کیا۔ اس کے لیے البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۱۷۷، اور کامل ابن اثیر ص ۲۹ وغیرہ کی روایات بطور حوالہ درج کیں۔ ان تمام حوالہ جات واستدلالات کے بارے میں بطور اختصار چند سطور پیش خدمت ہیں۔ ملاحظہ ہوں۔ ان میں تمام استدلالات کا جواب ہے۔

روایت مذکورہ اوّل تو بے سند ہے۔ اور بلاسند روایت جب نجفی کے ہاں قبول نہیں۔ تو ہمارے خلاف حجت کس طرح بن سکتی ہے۔ اور دوم یہ کہ اس کا راوی ابو لوط بن یحییٰ ہے۔ جو کہ کٹر شیعہ بلکہ جلا بھنا شیعہ تھا۔ اس کی روایت بھی ہمارے خلاف کوئی حجت نہیں ہو سکتی۔ اور سوم یہ کہ ماتم اور صحابہ کے ص ۱۵۱ پر نجفی نے ایک عجیب وغریب مکاری کھیلی ”کربلا میں نبی زادیوں کا تین دن تک ماتم کرنا“، اس موضوع کے لیے جو حوالہ ذکر کیا۔ وہ یوں ہے ”مقتل ابی مخنف حوالہ ینابیع المودۃ“، اس عبارت کا مطلب یہی کہ روایت دراصل مقتل ابی مخنف کی ہے۔ لیکن صاحب مقتل نے اسے ینابیع المودہ سے اخذ کیا ہے اور ینابیع والے کو حنفی بھی کہا گیا ہے۔ ذرا نجفی کے اس مقام پر فریب ملاحظہ ہوں۔ صاحب ینابیع وہ شخص ہے۔ جو ائمہ اہل بیت کی عصمت کا عقیدہ رکھتا ہے۔ اس کی اکثر و بیشتر روایات شیخ الصدوق سے ہیں۔ کیا ایسا شخص حنفی ہو سکتا ہے؟ تو معلوم ہوا۔ کہ ایک شیعہ رافضی کو حنفی بنا کر پیش کرنا نجفی کا گھناؤنا فریب ہے علاوہ ازیں اس انداز اور طرز سے نجفی نے یہ تأثر دینے کی کوشش کی کہ ایک شیعہ محدث لوط بن یحییٰ نے ایک سنی سے مروجہ ماتم کی تائید میں روایت ذکر کی۔ لہٰذا اہل سنت کو یہ بات تسلیم کر لینی چاہیے۔

آیئے ذرا اس جگہ نجفی کی تحقیق کی داد دیں۔ اور اس کے "حجۃ الاسلام" لقب سے ملقب ہونے کی تصدیق کریں۔ صاحب ینابیع المودہ سلمان بن ابراہیم کا سن وصال ۱۲۹۴ھ ہجری ہے۔ اور ان سے روایت کرنے والا لوط بن یحییٰ شیعی محدث خود یا اس کا والد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے تھا۔ اس قسم کے متعلق شیعہ کتاب تنقیح المقال جلد دوم ص ۴۳ کا حوالہ پیش خدمت ہے۔

تنقیح المقال:

عَدَّهُ الشَّيْخُ فِيْ رِجَالِهٖ تَارَةً مِنْ اَصْحَابِ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ لٰكِنَّ هٰذَا غَلَطٌ لِاَنَّ لُوْطَ بْنَ يَحْيٰى لَمْ يُدْرِكْ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَكَانَ اَبُوْهُ يَحْيٰى مِنْ اَصْحَابِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ

(تنقیح المقال جلد دوم ص ۴۳)

ترجمہ:

شیخ نے اپنے رجال میں لوط بن یحییٰ کو حضرت امیر المومنین کے اصحاب میں سے شمار کیا۔ لیکن یہ غلط ہے۔ ہاں حقیقت یہ ہے کہ اس کا باپ "یحییٰ" حضرت علی کے اصحاب میں سے تھا۔

خلاصہ یہ کہ لوط بن یحییٰ پہلی صدی ہجری کا آدمی ہے۔ اور صاحب ینابیع المودہ تیرھویں صدی کا۔ نجفی کے بقول پہلی صدی میں موجود شخص نے تیرھویں صدی میں ہونے والے سے روایت نقل کی۔ جس کی پیدائش ابھی بارہ سو سال بعد ہوگی۔ اس سے شیعی محدث روایت نقل کر رہا ہے۔ اور پھر اس سے استدلال نجفی صاحب کر رہے ہیں۔ خدا لگتی کہئے کیا تحقیق ہے؟ اور "حجۃ الاسلام" ہونے کیسی حجت بازی کی۔ عیاری، مکاری اور بددیانتی آخر کس کیفیت کا نام ہے۔؟

فاعتبروا یا اولی الابصار

دغا بازی نمبر ۴۹

ماتم اور غم حسین میں سر میں خاک ڈالنا سنت نبی ہے

اہل سنت کی معتبر کتاب ترمذی شریف جلد دوم ص ۵۸۶
اہل سنت کی معتبر کتاب صواعق محرقہ ص ۱۱۵

ماتم اور صحابہ: ترمذی شریف:

قَالَتْ وَدَخَلْتُ عَلٰى اُمِّ سَلَمَةَ وَهِيَ تَبْكِيْ فَقُلْتُ مَا يُبْكِيْكِ قَالَتْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ تَعْنِيْ فِي الْمَنَامِ وَعَلٰى رَاْسِهٖ وَلِحْيَتِهِ التُّرَابُ فَقُلْتُ مَالَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ شَهِدْتُ قَتْلَ الْحُسَيْنِ اٰنِفًا۔

ترجمہ:

راوی کا بیان ہے کہ میں بی بی ام سلمہ کے پاس آئی۔ اس حالت میں کہ وہ رو رہی تھیں۔ اور میں نے پوچھا آپ کو کس چیز نے رلایا ہے۔ تو جناب سلمہ نے جواب دیا۔ کہ میں نے نبی کریم کو خواب میں اس حالت میں دیکھا کہ جناب کے سر اور داڑھی میں مٹی اور خاک تھی۔ میں نے پوچھا۔ یارسول اللہ! آپ کو کیا ہوا۔ جناب نے فرمایا۔ میں ابھی ابھی قتل حسین والی جگہ پر حاضر ہوا تھا۔

قارئین! اس حدیث سے ثابت ہوا کہ غم حسین علیہ السلام میں سر پر خاک ڈالنا سنتِ رسول ہے۔

(ماخوذ از رسالہ ماتم اور صحابہ ص ۱۵۲،۱۵۳)

جواب:

ترمذی شریف اور صواعق محرقہ کی عبارت سے نجفی نے حسب سابق ایک حرام فعل کو "سنت نبوی" قرار دینے کی ناپاک جسارت کی۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس طرح توہین کا مرتکب ہو کر اہلِ جہنم کی وعید میں داخل ہوا۔ امام ترمذی نے روایت مذکورہ ذکر کرنے کے بعد جو کچھ اس کے بارے میں تحریر فرمایا۔ نجفی نے سرے سے اُس کا تذکرہ تک نہ کیا۔ آخر کیوں کرتا۔ اس کے ذکر سے تو اس کے استدلال پر خاک پڑ جاتی۔ اور بے چارہ سر پیٹتا رہ جاتا۔

حدیث کو نقل کرنے کے بعد امام ترمذی نے لکھا۔ هٰذا حدیث غریب۔

علاوہ ازیں بالفرض اگر سند کی صحت اور دیگر شرائطِ صحت کے تحقق کو مان بھی لیا جائے۔ تو اس ناممکن کو کیونکر ممکن بنایا جائے گا۔ وہ یہ کہ روایت بالا کی راوی ام المؤمنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا بحوالہ الطبقات ابن سعد جلد ۸ ص ۹۶ اور مرقات جلد ۱۱ ص ۲۴ سن اُنسٹھ ہجری میں انتقال ہوا تھا۔ ماتت ام سلمة زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی سنة تسع وخمسین۔ ام سلمہ زوجہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ۵۹ھ میں وفات فرمائی۔ دوسری طرف امام عالی مقام امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت محرم الحرام ۶۱ھ میں ہوئی ہے۔ یعنی ڈیڑھ سال بعد از وفاتِ ام سلمہ رضی اللہ عنہا امام موصوف نے شہادت پائی۔ اور یہ کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی زندگی میں امام موصوف شہید نہیں ہوئے تھے اب دونوں حضرات کے سنِ وصال کی روشنی میں روایتِ مذکورہ کو دیکھیں۔ تو صاف ظاہر کہ امام حسین کی شہادت سے دو سال قبل حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کو حضرت ام سلمہ نے دیکھا کہ آپ کربلا میں شہادت حسین کی جگہ پر گئے تھے۔ اس سے "مروجہ ماتم" کس طرح ثابت ہو گیا۔ دیکھئے کیسی مکاری اور دغا بازی سے ناممکن کو نجفی نے ممکن بنایا۔ اور پھر حرام کو جائز کر لیا۔

علی سبیل تنزل یہ بھی با ور کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وقت شہادت سے دو سال قبل حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے میدان کربلا سے آتے دیکھا۔ اور آپ کی یہ حالت بھی دیکھی۔ کہ آپ کی داڑھی اور سر پر مٹی پڑی ہوئی تھی۔ لیکن اس کی تصریح کن الفاظ میں ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے از خود اپنے ہاتھوں سے غم حسین کے طور پر اپنے سر اور داڑھی میں مٹی ڈالی تھی۔ اگر اس قسم کے الفاظ ہوتے تو نجفی صاحب بھی ترجمہ یوں نہ کرتے۔ "وہ جناب کے سر اور داڑھی میں مٹی اور خاک تھی۔ بلکہ یہ لکھتے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (معاذ اللہ) میدان کربلا سے مٹی اٹھائی اور اپنے سر میں ڈالی، داڑھی پر لگائی ترجمہ میں ایسی کوئی بات نہیں۔ کیونکہ ایسے الفاظ ہی نہ تھے۔ اس کے باوجود خیانت ملاحظہ ہو۔ اس روایت کو جس موضوع کے اثبات کے طور پر درج کیا گیا۔ وہ یہ ہے۔ "ماتم اور غم حسین میں سر میں خاک ڈالنا سنت نبی ہے" لفظ "خاک ڈالنا"، قابل غور ہیں حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کے سر انور اور داڑھی مبارک میں خاک کے اثرات تو اس وجہ سے تھے۔ کہ آپ خاک اڑتی زمین سے گزر کر آ رہے تھے۔ اور یہ مشاہدہ ہے۔ کہ اگر کوئی شخص ایسی زمین سے گزر کر آ رہا ہو۔ جہاں دھول ہو۔ اور ہوا چل رہی ہو۔ تو اس کے سر اور چہرے پر خاک پڑ جانا کوئی بعید از فہم بات نہیں۔ نجفی سے کوئی پوچھے۔ کہ آخر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ پر یہ الزام کہ آپ نے غم حسین میں اپنے سر اور داڑھی کو خاک آلود کر لیا۔ کوئی صاحب ایمان لگا سکتا ہے۔؟ لوگوں کے لیے جہنم کی راہ دکھلانے والا خود کب اس سے بچ سکتا ہے۔

نوٹ:

ماتم اور صحابہ کے صفحہ نمبر ۱۵۷ تا ۱۵۹ پر سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا امام موصوف پر ماتم کرنا۔ اس کے لیے حوالہ مقتل ابی مخنف بحوالہ ینابیع المودۃ مذکور ہے۔ اس کے جواب میں تفصیل سے ہم لکھ چکے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ اول تو اس کا راوی لوط بن یحییٰ کٹر شیعہ رافضی اور اخباری ہونے کی وجہ سے ناقابل اعتبار ہے۔ اور دوسرا ان دونوں کے درمیان تقریباً ۱۲ سو سال کا زمانہ ہے۔ لہٰذا ایک کذاب شیعہ ہونے کی وجہ اور دوسرے اتنے طویل زمانہ کے باوجود روایت کرنے کی وجہ سے کون اس پر اعتبار کرے گا۔ نجفی اپنے ہم مسلک لوگوں کا دل تو بہلا سکتا ہے۔ لیکن تحقیق کے میدان میں کھڑا ہونے کے قابل بھی نہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

☆

دغابازی نمبر ۵۰

٭

ماتم اور صحابہ	"حضرت اویس قرنی کا خون بہانا"

اہل سنت کی معتبر کتاب تذکرۃ الاولیاء صفحہ نمبر ۱۸ از مؤلف شیخ فریدالدین عطار میں ہے۔

تذکرۃ الاولیاء:

حضرت اویس قرنی کے دانت توڑنے کا ذکر بھائیوں کی کتابوں میں صراحت کے ساتھ مذکور ہے۔ جو انہوں نے محبت رسول میں توڑے تھے۔۔۔ اور جناب عمر نے ان کا ہاتھ بھی چوما ہے۔ ایسا جلیل القدر بزرگ حضرت علی اور جناب عمر کو بتا رہا ہے۔ کہ میں نے مصیبت محبوب کی یاد میں تمام دانت اکھیڑ دیئے ہیں۔ خون بہایا ہے۔

(ماخوذ از رسالہ ماتم اور صحابہ ص ۱۶۲ تا ۱۶۳)

جواب:

جواب سے قبل حضرت اویس قرنی کے واقعہ سے جس طرح استدلال کیا گیا۔ اس کی وضاحت کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ سو اس معاملہ میں اہل تشیع کا یہ نظریہ ہے۔ کہ جب حضرت اویس رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو دانت مبارک شہید کر دیئے گئے۔ تو انہوں نے آپ کی محبت و عقیدت میں اپنے دانت نکالنے چاہے لیکن یہ معلوم نہ ہو سکا۔ کہ کون سے وہ دانت تھے۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شہید کر دیئے گئے۔ اس لیے انہوں نے تمام دانت نکلوا دیئے۔ کہ آخر ان تیس دانتوں میں سے ہی

دو ہوں گے۔ تو جب حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کا یہ فعل قابل ستائش اور محبتِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دلیل ہے۔ تو یہی معاملہ اہل تشیع کا ہے۔ وہ اس طرح کہ امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے جسم اقدس پر تلواروں کے بہت سے زخم تھے۔ لیکن کوئی جگہ متعین نہ تھی۔ اس لیے آپ کی محبت اور عشق میں اہل تشیع اپنے اجسام پر زخم لگاتے ہیں یعنی زنجیر زنی کرتے ہیں۔ اور چھریاں مارتے ہیں۔ تو جس طرح حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کا اپنے دانت نکلوا کر خون بہانا جائز اور درست تھا۔ اسی طرح اہل تشیع کا امام عالی مقام کے غم میں زنجیر زنی اور چھریاں مارنا درست ہے۔

واقعہ اور اس سے استدلال کی وضاحت کے بعد اب اس کے جواب کی طرف آئیے سیدنا حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں دانت نکلوانا تو بعد میں دیکھیں گے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دو دانت شہید ہونے کا واقعہ ہی ثابت نہیں۔ جن احادیث میں اس واقعہ کا ذکر ملتا ہے۔ اُن میں موجود مذکور الفاظ یہ ہیں۔ کُسِرَتْ رَبَاعِیَتُہٗ آپ کے سامنے والے دو دانتوں کا کچھ حصہ ٹوٹ گیا۔ اس کے بعد انہی دانتوں کے متعلق احادیث میں آتا ہے۔ کہ آپ جب گفتگو فرماتے۔ تو ان دانتوں سے نور کی شعائیں نکلتی تھیں اس سے صاف ظاہر کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دانت مکمل طور پر شہید نہ ہوئے۔ بلکہ ان کا کچھ حصہ متاثر ہوا تھا۔ اس روایت کے مفہوم و معنی کی عقلی دلیل بھی موجود ہے۔ وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کرام کو عمومًا اور حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کو خصوصًا جسمانی طور پر کوئی نقص اور خرابی نہیں ہونے دی تھی۔ سامنے کے دو دانتوں کا ٹوٹ جانا (یعنی بالکل ختم ہو جانا) خوبصورتی کو متاثر کرتا ہے۔ اور منہ بھدّا سا معلوم ہوتا ہے۔ اس لیے از روئے عقل بھی یہ واقعہ تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں فرمایا۔ خلقت مبرّا من کل عیب۔ آپ ہر عیب (چاہے وہ جسمانی ہو یا روحانی) سے پاک پیدا کیے گئے۔

نجفی صاحب! حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ محبِ رسول تھے۔ اس میں کوئی کلام نہیں۔ آپ نے بقول تمہارے حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو بتایا۔ کہ میں نے مصیبت کی یاد میں تمام دانت اکھیڑ دیئے ہیں۔ لیکن آپ کی کتب اور ہماری کتب اس بات سے بالکل خاموش ہیں کہ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھ کر اپنے دانت اکھیڑے تھے؟ کوئی ایک آدھی روایت اس طرف اشارہ کرتی دکھائی نہیں دیتی۔ تو کیا حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت نہ تھی۔ اور مصیبتِ محبوب میں وہ بے قرار نہیں ہوتے تھے؟ باوجود اس کے آپ نے خون بہانے والی سنت ادا نہ کی۔ آخر کیوں؟ اس کا جواب یا تو یہ ہو سکتا ہے۔ کہ آپ کے نزدیک ایسا طریقہ ناجائز تھا یعنی یہ کہ کسی آلہ کے ساتھ جسم کو نقصان پہنچانا اور اس طرح خون بہانا قواعد شرعیہ کے اعتبار سے بلاضرورت ناجائز ہے۔ اگر یہی وجہ تھی۔ تو پھر اویس قرنی رضی اللہ عنہ سے ایسا ناجائز فعل سن کر بلکہ دیکھ کر حضرت عمر ایسے صحابی کا ہاتھ چومنا اور حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ ایسے باب العلم اور اللہ کے شیر کا تعریف کرنا کیا معنی رکھتا ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ سے یہ بات واقع نہیں ہوئی۔ اور اگر ایسا کرنا حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کے نزدیک جائز اور درست تھا۔ تو پھر محبت مصطفٰی اور عشق سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ان سے زیادہ حضرت اویس قرنی میں تھا۔ بہر حال اول تو خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دانت شریف کا مکمل طور پر شہید ہونا ہی ثابت نہیں۔ اور دوسرا حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ کہنا بھی درست نہیں۔ کہ ایک بے اصل بات ہے۔ یا اپنے سارے دانت اکھاڑ پھینکیں۔

بفرضِ محال تسلیم کر لیا جائے۔ کہ یہ سب کچھ ہوا۔ اور یہ بھی تسلیم کہ ایسا اس لیے ہوا کہ حضرت اویس قرنی کو شہید ہونے والے دو دانتوں کا صحیح علم نہ تھا۔ اس لیے آپ نے

سارے ہی نکلوا دیئے۔ اوران کی اقتداء میں اہل تشیع زنجیر زنی اس لیے کرتے ہیں کہ انہیں امام عالی مقام کے زخموں میں معین جگہ معلوم نہ تھی۔ اس لیے شیعہ ماتمی کبھی پشت پر کبھی سینہ پر اور کبھی منہ پر زنجیریں اور چھریاں ملتے ہیں۔ تا کہ کسی نہ کسی مقام پر لگا زخم امام عالی مقام کے زخم سے مشابہ ہو جائے گا۔ اور ہماری نجات ہو گی۔ لیکن میں ان سے پوچھتا ہوں۔ کہ جب تمہیں زخمی مقام کی تعیین کا علم نہیں۔ اور اس کی وجہ سے سارے جسم کو لہولہان کرتے ہو۔ تو یہ بتلاؤ۔ کیا امام عالی مقام کا سراقدس قلم ہوا تھا یا نہیں؟ اس کا کوئی بھی منکر نہیں ہے۔ کیونکہ سیرت کی تمام کتب اس کی تصدیق کرتی ہیں۔ کہ امام عالی مقام کا سرِ انور تنِ اقدس سے جدا کر دیا گیا۔ آپ کو شہید کیا گیا۔ حضرت اویس قرنی نے دانت کے بدلے دانت زخمی کیے۔ کچھ اور تو نہیں کیا۔ اب اہل تشیع کو لازم ہے۔ کہ جس بات کا یقین ہے۔ اور وہ متعین ہے۔ تو مصیبتِ امام حسین کی یاد میں اپنے اپنے سر قلم کریں۔ اور یوں اس دارِ فانی سے کوچ کر جائیں لیکن نہ آج تک کسی شیعہ کو "ایسی محبت" کے اظہار کی توفیق ہوئی۔ اور نہ ہی قیامت تک امید ہے۔ تو پھر حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے واقعہ سے تمہیں کیا سروکار۔ رونا ہے۔ تو کھل کر روؤ۔ مگر مچھ کے سے آنسو بہانے کا کیا فائدہ؟

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ

دغابازی نمبر ۵۱

ماتم اور صحابہ	"امام زین العابدین کا غم حسین میں گریبان چاک کرنا"

روضۃ الاحباب:

اے یزید مرا یتیم ساختی و رخنہ در دین جدم انداختی پس دراز کردہ گریبان جامہ بدرید۔

(اہل سنت کی معتبر کتاب روضۃ الاحباب از حاشیہ تاریخ احمدی)

ترجمہ:

دربار یزید میں امام چہارم سید سجاد نے فرمایا کہ اے یزید تو نے مجھے یتیم کیا اور میرے جد کے دین میں رخنہ ڈالا۔ اور حضرت نے ہاتھ بڑھایا۔ اور گریبان جامہ کو چاک کیا۔ (ماتم اور صحابہ ص ۱۶۴)

جواب:

"روضۃ الاحباب نہ ہی اہل سنت کی کتاب ہے اور نہ ہی معتبر ہے۔ بلکہ امیر جمال الدین عطاء اللہ شیعی کی تصنیف ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

الذریعہ:

حُکِیَ فِی الرِّیَاضِ سَمَاعًا عَنِ الْفَاضِلِ هِندِیْ اَنَّهٗ کَانَ شِیْعِیًّا وَعِنْدَهٗ کَتَبَهٗ عَلٰی طَرِیْقَةِ الشِّیْعَةِ۔

(الذریعہ جلد ۱۱ ص ۲۸۵ ذکر روضۃ الاحباب)

ترجمہ:

ریاض العلماء میں ہے کہ فاضل ہندی سے سماعاً ثابت ہے کہ عطاء اللہ صاحب روضۃ الاحباب پکا شیعہ ہے اور فاضل ہندی کہتا ہے صاحب روضۃ الاحباب کی چند اپنی کتب میرے پاس موجود ہیں جو شیعہ عقائد کے مطابق اس نے لکھی ہیں۔

اس لیے نجفی کا اسے "اہل سنت کی معتبر کتاب" کہنا دھوکہ ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اس کتاب میں رطب و یابس بہت کچھ مذکور ہے۔ اور پھر یہ روایت بلا سند ذکر کی گئی جس کی بنا پر اس میں اور ضعف آ گیا۔ اُدھر اس کے مقابلہ میں ایسی روایات ہیں جو کتب مشہورہ و معتبرہ میں ہیں۔ اور ان کی سند بھی قابل وثوق ہے۔ اور گریبان چاک کرنے کی صراحۃً ممانعت بھی کرتی ہیں۔ لَيْسَ مِنَّا مَنْ شَقَّ الْجُيُوْبَ۔ وہ ہم میں سے نہیں جو بوقت مصیبت گریبان پھاڑے گا۔ لہٰذا ایک ایسی کتاب کی روایت جو رطب و یابس سے پُر ہو۔ اور روایت بھی سند کے بغیر ہو۔ اور پھر اس روایت کے خلاف کتب معتبرہ میں سند صحیح کے ساتھ روایات موجود ہوں۔ اس سے مروجہ ماتم ثابت کرنا دغا بازی اور فریب دہی کے سوا کچھ بھی نہیں۔ کیونکہ جب روضۃ الاحباب کتاب ہی اہل سنت کی نہیں بلکہ صاحب الذریعہ فی تصانیف الشیعہ نے اس کو کتب شیعہ کی فہرست میں داخل کیا تو اس کے باوجود غلام حسین نجفی کا اس کو اہل سنت کی معتبر کتاب قرار دینا کتنی مہکے بے حیائی ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

دغابازی نمبر ۵۲

ماتم اور صحابہ "امام حسن عسکری کا گریبان چاک کرنا۔"

من لا یحضرہ الفقیہ

لَمَّا قُبِضَ عَلِیُّ بْنُ مُحَمَّدٍ الْعَسْکَرِیُّ عَلَیْهِ السَّلَامُ رَاَی الْحَسَنَ بْنَ عَلِیٍّ قَدْ خَرَجَ مِنَ الدَّارِ وَقَدْ شَقَّ قَمِیْصَهٗ مِنْ خَلْفٍ وَّ قُدَّامٍ۔

(من لا یحضرہ الفقیہ ص ۴۷)

ترجمہ:

راوی کہتا ہے۔ کہ امام عالی کی وفات پر اس نے امام حسن عسکری کو دیکھا۔ جناب گھر سے باہر آئے اس حالت میں قمیص کا گریبان بھی چاک تھا اور عقب بھی چاک تھا۔ (ماتم اور صحابہ ص ۱۶۴ تا ۱۶۵)

جواب:

من لا یحضرہ الفقیہ کی روایت سے نجفی نے "مروجہ ماتم" ثابت کرنا چاہا مگر اس میں "مروجہ ماتم" کی طرف کوئی اشارہ تک نہیں۔ اول تو یہی بات جواب کے لیے کافی وشافی ہے۔ کہ روایت مذکورہ کی کوئی سند ذکر نہیں کی گئی۔ جب نجفی قانون کے مطابق وہ خود ایسی روایت کو قابلِ حجت نہیں سمجھتا۔ جو بلا سند ہو۔ تو پھر دوسروں کے لیے اسے کیونکر بطور دلیل پیش کیا جا سکتا ہے۔ دوسری بات اس روایت میں قابلِ غور یہ ہے۔ کہ امام حسن عسکری جب گھر سے باہر تشریف لائے۔ تو ان کی قمیص آگے اور پیچھے

سے پھٹی ہوئی تھی۔ کیا قمیص کو پھاڑنے والے خود امام حسن عسکری ہیں؟ اور کیا یہی قمیص اِس وقت سے پہلے سالم اور بے عیب تھی؟ ان دونوں سوالات کا جواب نجفی کے ذمہ ہے جب تک ان کو ثابت نہ کر دے۔ اس وقت تک یہ کہنا کہ امام موصوف نے امام علی نقی کے انتقال پر ایسا کیا۔ ہرگز قابلِ تسلیم نہیں۔ پھر قمیص کو آگے سے پھاڑنا تو قابل قبول ہو سکتا ہے۔ لیکن پچھلی طرف سے پھاڑنا خلاف عادت ہے۔ آخر اُدھر سے کیوں پھٹی۔؟ بہر حال یہ استدلال نجفی کے مبلغ علم کے لیے استدلال تو بن سکتا ہے۔ "مروجہ ماتم" سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ واقعہ سے معلوم یہ ہوتا ہے۔ کہ امام حسن عسکری نے گھر سے باہر تشریف لاتے وقت پرانی قمیص زیب تن کر لی ہو۔ جو بوسیدہ ہونے کی وجہ سے آگے اور پیچھے سے پھٹی ہوئی ہو۔ اور نجفی وغیرہ کو اِسے امام موصوف کا "ماتم کرتے ہوئے پھاڑنا" نظر آگیا ہو۔ تو معلوم ہوا کہ روایت بالا سے بھی "مروجہ ماتم" ثابت کرنے میں فریب اور دغا سے کام لیا گیا ہے۔ اسی لیے میں ۔ عوے سے کہتا ہوں کہ نجفی مذکورہ حدیث کو اگر مرفوع اور صحیح حدیث ثابت کر دے چاہے خبر واحد ہی ثابت کر دے تو میں اسے منہ مانگا انعام پیش کروں گا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

دغا بازی نمبر ۵۳

ماتم اور صحابہ | "حضرت ہارون پر موسیٰ کا گریبان چاک کرنا"

وسائل الشیعہ:

کتب ابو عون الابرش قرابتہ نجاح بن سلمہ الی ابی محمد ان الناس قد استوھنوا من شقك علی ابی الحسن فقال یا احمق ما لك و ذالك قد شق موسیٰ علی ھارون۔

(کتب وسائل الشیعہ (کتاب الطہارت) باب جواز النوح والبکاء علی المیت (چھاپ قدیم)

ترجمہ:

جب امام حسن عسکری علیہ السلام نے گریبان چاک کیا۔ تو ابو عون ابرش نے آپ کو خط لکھا کہ آپ کے گریبان چاک کرنے سے لوگوں میں کچھ ذہن واضطراب ہے۔ سرکار نے فرمایا۔ ایسے حالات میں گریبان چاک کرنا کوئی بُری بات نہیں۔ حضرت موسیٰ نے بھی حضرت ہارون کی موت پر گریبان چاک کیا تھا۔

(ماتم اور صحابہ ص ۱۶۵)

قارئین مذکورہ بالا روایات سے معلوم ہوا۔ کہ امام اور نبی کی مصیبت پر

گریبان چاک کرنا جائز ہے۔ (ماتم اور صحابہ ص ۱۶۵ تا ۱۶۶)

جواب:

نجفی شیعی معلوم ہوتا ہے۔ کہ اپنے بیگانے سبھی کی تعلیمات اور روایات کو اپنے پیمانے میں ڈھال کر اپنے مذموم مقاصد کو ثابت کرنے کی فکر میں ہے۔ مسلک امامی کا جو ستیاناس اس نے کیا۔ شائد کسی دوسرے کے حصے میں آیا ہو گا۔ دیکھئے اپنے ہی مسلک کی کتاب "وسائل الشیعہ" سے جو مذکورہ حوالہ پیش کیا ہے اس کے باب (عنوان) کو اس نے ان الفاظ سے ذکر کیا "کتاب الطہارۃ باب جواز النوح والبکاء علی المیت" یعنی اس باب میں وہ روایات ذکر ہوں گی۔ جو میت پر نوحہ کرنے اور بکاء کے جواز کی اجازت دیتی ہیں۔ اب جو روایت اس باب کے ضمن میں درج ہو گی۔ اس سے یہ بات ثابت ہونا ضروری ہے۔ لیکن حیرانی اس بات پر ہے۔ کہ صاحب وسائل الشیعہ اس روایت کو اس باب کے تحت نہیں لایا۔ بلکہ اس نے باب "کراہیۃ الصیاح علی المیت" کے تحت اس کو ذکر کیا۔ جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ میت پر چیخنا چلانا ناجائز ہے۔ لہٰذا اس روایت کو وسائل الشیعہ کا مصنف اس بارے میں ذکر کر رہا ہے۔ کہ میت پر چیخنا چلانا ناجائز ہے۔ اور نجفی اس کو اس بارے میں پیش کر رہا ہے۔ کہ میت پر نوحہ اور بکاء جائز ہے۔ آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ کہ اپنے مقصد کی خاطر اپنے ہی مسلک کی کتاب کا موضوع بدل ڈالا۔ اور پھر ڈھٹائی سے اسے سرعام چھپوا کر لوگوں کو دکھایا۔ کیا یہ دجل و فریب نہیں؟

بہر حال اس مکر و فریب کے باوجود چونکہ روایت مذکور ہے۔ اس لیے ہم اس کے جواب کی طرف لوٹتے ہیں۔ سو عرض ہے۔ کہ یہ روایت چونکہ گزشتہ روایات کی طرح بے سند ہے۔ اس لیے قطعاً حجت نہیں ہو سکتی۔ علاوہ ازیں اگر سند

کہیں سے نجفی وغیرہ ڈھونڈ لائیں۔ تو قابل غور یہ بات ہے۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے بہت سے احکام ایسے ہیں۔ جو شریعت محمدیہ میں منسوخ ہو گئے۔ بالفرض اگر حضرت موسیٰ نے ایسا کیا تھا۔ تو حرمت کا حکم آنے سے پہلے ایسا کرنا کوئی قابل اعتراض بات نہیں تھی۔ جیسا کہ "شراب نوشی" حرمت سے قبل مروج تھی۔ اس حالت میں اس کے مرتکب کے لیے کوئی سزا یا گناہ نہیں تھا۔ ہم تو گفتگو کر رہے ہیں اس امت کے بارے میں کہ کیا گریبان چاک کرنا اس کے لیے جائز ہے تو بات واضح ہے۔ کہ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صراحت کے ساتھ فرما دیا۔ جو گریبان چاک کرے گا وہ ہم میں سے نہیں۔ تو اس وضاحت کے ہوتے ہوئے حضرات ائمہ اہل بیت کے متعلق یہ ثابت کرنا کہ انہوں نے گریبان چاک کیے۔ دراصل انہیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ سے برگشتہ ثابت کرنا ہے اور آپ کے طریقہ سے پھرا ہوا انسان "امت کا امام" کیونکر ہو سکتا ہے؟ یہ عجیب منطق ہے۔ کہ اہل تشیع حضرات ائمہ اہل بیت کو "امت کا امام" بھی مانتے ہیں اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے راستہ کے تارک بھی بتاتے ہیں۔

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ

دغابازی نمبر ۵۴

"مصیبت میں دوش سے ردا اتارنا"

ماتم اور صحابہ: من لایحضرہ الفقیہ

وَ وَضَعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ رِدَائَہٗ فِیْ جَنَازَۃِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ فَسُئِلَ عَنْ ذَالِکَ فَقَالَ اِنِّیْ رَاَیْتُ الْمَلٰئِکَۃَ قَدْ وَضَعَتْ اَرْدِیَتَہَا فَوَضَعْتُ رِدَائِیْ۔

(من لایحضرہ الفقیہ ص ۴۶)

ترجمہ:

راوی کہتا ہے۔ کہ نبی کریم نے سعد بن معاذ کی موت پر دوش سے رداء اتار دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق پوچھا گیا۔ تو فرمایا میں نے فرشتوں کو دیکھا کہ انہوں نے سعد کے جنازے میں ردائیں اتار رکھی ہیں۔ لہذا میں نے بھی رداء اتار دی۔

قارئین! قادری صاحب اپنے رسالے ص ۲۱ پر لکھتے ہیں۔ کہ وہ لعنتی ہے جو دوسرے کی مصیبت پر اپنی چادر اتار پھینکے۔ تو ہم پھر یہی عرض کر سکتے ہیں بے حیا باش ہر کہ خواہی کن۔ کیونکہ یہ روایت اسی روایت کے ساتھ تھی۔ جس کا

قادری نے حوالہ دیا۔ اگر اس قادری کی نیت صاف ہوتی۔ تو دونوں روایتیں ایک ہی صفحہ پر تھیں۔ دونوں کو لکھ کر عالمانہ جرح کرتا۔ (ماتم اور صحابہ ص ۱۶۶)

جواب:

نجفی دبے لفظوں میں اس امر کی تصدیق کر رہا ہے۔ کہ اس مقام پر روایتیں دو ہیں۔ ایک وہ جو خود اس نے ذکر کی۔ اور دوسری وہ جو مولوی غلام رسول صاحب ناروالی نے ذکر کی "عالمانہ جرح" کا مطالبہ کرنے سے قبل کیا ہی اچھا ہوتا کہ نجفی ان دونوں روایتوں کو یکجا ذکر کر کے ترجمہ کر دیتا۔ آئیے ہم آپ کو بتلاتے ہیں۔ کہ "جرح" کی کوئی ضرورت ہے یا نہیں؟

مولوی غلام رسول ناروالی کی ذکر کردہ روایت یہ ہے۔ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَلْعُوْنٌ مَلْعُوْنٌ مَنْ وَضَعَ رِدَائَهُ فِيْ مُصِيْبَةِ غَيْرِهٖ۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ وہ شخص جس نے کسی کی مصیبت پر چادر کندھے سے اتار پھینکی وہ ملعون ہے وہ ملعون ہے۔ روایت مذکورہ میں بوقت مصیبت چادر کندھے پر سے پھینکنے کو قابل مذمت فعل کہا گیا۔ کیونکہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ کہ مصیبت کے وقت صبر و شکر کرو۔ اور صبر کی بجائے چادر کندھے سے اتار پھینکنا بے صبری کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ لہٰذا قابلِ مذمت ٹھہرا۔

اس کے برخلاف نجفی نے جو روایت ذکر کی۔ اس میں اگرچہ فرشتوں کا چادریں اتارنا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چادر اتارنا مذکور ہے۔ لیکن کیا یہ مصیبت کی وجہ سے کیا گیا۔؟ اگر بوجہ مصیبت تھا۔ تو لفظ "مصیبت" جس طرح پہلی روایت (جو مولوی غلام رسول نے نقل کی) میں موجود ہے۔ یہاں بھی ہوتا۔ تو معلوم ہوا کہ چادریں اتارنے کی وجہ "مصیبت" نہ تھی۔ کوئی اور ہوگی۔ آئیے معلوم کریں۔ کہ وہ کیا تھی؟

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے جنازے میں شرکت کرنے کے لیے آسمانوں سے اس قدر فرشتے اترے۔ کہ زمین پر قدم رکھنے کی جگہ بھی نہ بچی۔ ان کی بکثرت آمد کی وجہ سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تہبند شریف کو سمیٹ لیا۔ جیسا کہ احادیث شریف میں وارد ہے۔ آپ نے ایسا اس لیے کیا تا کہ آنے والے فرشتوں کے لیے گنجائش ہو جائے۔ تو اسی طرح فرشتوں نے بھی اپنی اپنی چادریں اتار دیں۔ اس طرح یہ چادریں اتارنا بوجہ مصیبت نہ تھا۔ بلکہ بوجہ اژدہام ملائکہ تھا۔ نتیجہ یہ نکلا۔ کہ مولوی غلام رسول والی منقولہ روایت اور نجفی کی مذکورہ روایت میں سبب علیحدہ علیحدہ ہے۔ جب دونوں میں ایک وجہ اور سبب نہیں تو اس سے خواہ مخواہ دونوں روایتوں کو ایک ہی زمرے میں رکھنا بہت بڑا فریب ہے۔ یہ استدلال تو یوں ہی سمجھ لیں۔ کہ کسی شخص نے غسل کے لیے کپڑے اتارے۔ اور آپ اس سے یہ ثابت کر دکھائیں۔ کہ غم حسین میں ننگا ہونا جائز ہے۔ یا یوں کہ ایک بچہ کا ختنہ کیا گیا۔ اور اس کا خون بہہ نکلا۔ تو آپ اس سے زنجیر زنی کے ذریعہ خون نکالنا ثابت کر دکھائیں۔ لہٰذا نجفی کا مولوی غلام رسول کے متعلق یہ کہنا۔ کہ "بے حیا باش ہر چہ خواہی کن" دراصل اپنی حالت کی ترجمانی کر رہا ہے۔

فَاعْتَبِرُوْا یَآ اُولِی الْاَبْصَارِ

دغابازی نمبر ۵۵

ماتم اور صحابہ	"سیاہ پوشی"

قارئین! غم حسین میں سیاہ پوشی پر بڑا زور دیا جاتا ہے۔ کہ یہ لباس آلِ فرعون کا ہے۔ دوزخیوں کا لباس ہے۔ حالانکہ یہ صرف غم کی علامت ہے۔ اور ایام محرم میں اہل تشیع کا شعار مذہبی ہے۔ اور غم امام حسین میں سیاہ لباس پہننے سے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں منع فرمایا ہے۔ اور نہ ہی حدیث پاک میں اسے منع کیا گیا۔

(ماتم اور صحابہ ص ۱۶۷)

نوٹ: "ماتم اور صحابہ" کے ص ۱۶۷ تا ۱۷۶ پر پھیلے ہوئے حوالہ جات سے نجفی نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ کہ محرم الحرام میں کالے کپڑے پہننا ہم اہل تشیع کا مذہبی شعار ہے۔ اسی رسالہ کے ص ۱۷۱ پر ہے "جب کسی مذہب والوں کو ان کے امام کسی کام کی اجازت دیں۔ تو وہ کام اس مذہب والوں کے لیے شرعاً جائز ہے۔ اور کسی دوسرے مذہب والوں کو اس پر اعتراض کا حق نہیں" مؤخر الذکر عبارت سے نجفی کا مقصود یہ ہے۔ کہ ہمارے امام اگر کسی کام کے کرنے کا ہمیں حکم دیتے ہیں۔ تو ہمارے لیے اس پر عمل کرنا ضروری ہے اور اگر اہل سنت اس کام کو اچھا نہ سمجھیں۔ تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

اب ان دونوں عبارتوں کو پیش نظر رکھیں۔ تو مقصد بالکل واضح ہو جاتا ہے وہ یہ کہ چونکہ حضرات ائمہ اہل بیت نے ہم اہل تشیع کو کالے کپڑے پہننے کا حکم دیا اور

محرم میں اس کی اجازت دی۔ لہٰذا ان حضرات کے ارشادات کی وجہ سے سیاہ پوشی ہمارا مذہبی شعار ہے۔ اہل سنت کو اس پر اعتراض کرنے کی گنجائش نہیں اور اگر اہل سنت اس کو حرام و ناجائز کہتے ہیں تو اس سے سیاہ پوشی ناجائز نہیں ہوگی۔

جواب:

نجفی نے سیاہ پوشی کے موضوع پر دو تین باتیں بطور خاص ذکر کی ہیں۔

۱۔ سیاہ لباس کو آلِ فرعون کا لباس کہا جاتا ہے۔

۲۔ سیاہ لباس دوزخیوں کا لباس بتلایا جاتا ہے۔

۳۔ سیاہ لباس محرم الحرام میں زیب تن کرنا اہل تشیع کا مذہبی شعار ہے۔

۴۔ حدیث میں اس کی وضاحت نہیں ہے۔

اوّل الذکر امر کے متعلق عرض ہے۔ کہ سیاہ لباس کو وہ آل فرعون کا لباس،، کہنے والے کون لوگ ہیں؟ اچھا ہوتا اگر نجفی صاحب ان کا اتہ پتہ بتلا دیتے۔ چلو اس امر کی ہم نشاندہی کر دیتے ہیں۔ "بحث ماتم،، میں سیاہ لباس پہننے کی ممانعت اور حرمت پر ہم نے آٹھ عدد احادیث درج کیں۔ اور وہ سب کی سب اہل تشیع کی کتب معتبرہ سے تھیں۔ ان کو دوبارہ ذکر کرنا باعث تطویل ہوگا۔ بطور خلاصہ اُن کے معانی اور مفاہیم یہ ہیں۔

حدیث ۱: تحفۃ العوام:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیاہ لباس کو اہل جہنم کا لباس فرمایا۔
(تحفۃ العوام جلد دوم ص ۳۰۰ باب نمبر ۱)

حدیث ۲: فروع کافی:

امام جعفر نے کالی ٹوپی میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔ اور اسے جہنمیوں کا لباس فرمایا۔ (فروع کافی جلد سوم ص ۴۰۳) (من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۱۸۱) (علل الشرائع باب ۵۶ ص ۲۴۷) (تہذیب الاحکام جلد دوم ص ۲۱۳)

حدیث ۳: علل الشرائع؛

امام جعفر صادق نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ایک پیغمبر کی طرف وحی بھیجی کہ وہ مومنوں کو فرما دیں۔ کہ دشمنوں کا لباس نہ پہنیں۔۔۔۔ اور سیاہ لباس صرف تقیہ کی صورت میں پہننا جائز ہے۔

(من لایحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۱۶۳)

(علل الشرائع باب ۵۶ ص ۳۴۸)

حدیث ۴: علل الشرائع:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے سیاہ لباس پہننے سے منع فرمایا۔ اور کہا کہ یہ فرعون کا لباس ہے۔

(علل الشرائع باب ۵۶ ص ۳۴۷)

حدیث ۵: علل الشرائع؛

امام جعفر نے ایک دفعہ ایک برساتی اوڑھی جس کا کچھ حصہ سیاہ تھا۔ اور خلیفہ ابوالعباس کے پاس جانے کا ارادہ کیا۔ پھر فرمایا۔ میں بخوبی جانتا ہوں۔ کہ یہ لباس جہنمیوں کا لباس ہے۔ پھر امام کے خود پہننے کی تاویل شیخ صدوق نے یہ کی۔ کہ آپ نے بطور تقیہ ایسا کیا تھا۔

(علل الشرائع ص ۳۴۷)

حدیث ۶: عیون اخبار الرضاء:

امام رضا کو جب مامون الرشید نے اپنی بیٹی عقد میں دی۔ اور انہیں ولی عہد مقرر کر دیا۔ تو امام موصوف کی خوشنودی کے لیے لوگوں کو حکم دیا۔ کہ سیاہ لباس اتار دو۔ اور سفید پہنو۔ وجہ یہ تھی کہ بنی عباس لباس سیاہ پہنتے تھے۔ لہٰذا امام موصوف اس لباس کو جہنمیوں کا لباس

سمجھتے تھے۔)

(عیون اخبار الرضا، جلد دوم ص ۱۴۴)

حدیث ۷: فروع کافی:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سفید لباس کو بہترین لباس قرار دیا۔ اور مُردوں کو اسی میں کفن دینے کا حکم دیا۔

(فروع کافی جلد سوم ص ۱۴۸)

حدیث ۸: فروع کافی:

امام جعفر فرماتے ہیں۔ کہ مردوں کو سیاہ لباس کا کفن مت دو۔

(فروع کافی جلد سوم ص ۱۴۹)

احادیث بالا سے معلوم ہو گیا۔ کہ سیاہ لباس کو آلِ فرعون اور جہنمیوں کا لباس کہنے والے حضرات ائمہ اہل بیت ہیں۔ کسی عام آدمی کا قول نہیں۔ ان حوالہ جات سے نجفی کے آخری الفاظ "نہ ہی حدیث پاک میں اس (سیاہ لباس پہننے) سے منع کیا گیا"، کا بخوبی رد ہو گیا۔ ایک نہیں بلکہ آٹھ احادیث اس کی حرمت ممانعت اور باغیان خدا اور رسول کے لباس ہونے کی تصریح کر رہی ہیں۔ اور انہی حوالہ جات سے یہ بات بھی صاف عریاں کہ "ایام محرم میں اہل تشیع کا شعار مذہبی ہے"، قول کس طرح درست ہے۔ اہل تشیع اپنے تئیں حضرات ائمہ اہل بیت کے ارشادات و فرمودات کا مطیع و فرمانبردار کہتے ہیں۔ اور ان کی تعلیمات کو اپنا مذہبی شعار بتلاتے ہیں۔ ذرا اس موضوع کے متعلق ناظرین آپ خود انصاف کریں۔ کہ سیاہ لباس دورانِ محرم پہننا بقول نجفی "اہل تشیع کا مذہبی شعار" ہے۔ اور جن حضرات کے اقوال و ارشادات پر ان کا دار و مدار وہ اس لباس کو آلِ فرعون اور جہنمیوں کا لباس قرار دے رہے ہیں۔ تو واضح ہوا۔ کہ سیاہ لباس پہن کر فرعونیوں اور جہنمیوں کے مذہبی شعار کو

اپنایا گیا ہے۔ نہ کہ حضرات ائمہ اہل بیت کے اقوال وارشادات پر عمل کیا گیا اس لیے اہل تشیع کا "مذہبی شعار" انہیں مبارک ہو۔ اور اس کی نسبت ہاتھ سے چھوٹنے نہ پائے۔

اب رہا اُن استدلالات کا معاملہ جو نجفی نے ۹ عدد کے قریب کتب اہل سنت سے سیاہ لباس پہننے کے حوالہ جات پیش کیے۔ جن کا اجمالی خاکہ یہ ہے۔

نمبر ۱: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سیاہ لباس پہننا۔

(اہل سنت کی معتبر کتاب زاد المعاد جلد اول ص ۵۱)

نمبر ۲: جبرائیل علیہ السلام کا سیاہ لباس پہننا۔

(اہل سنت کی معتبر کتاب تاریخ بغداد جلد چہارم ص ۲۲۲)

نمبر ۳: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا سیاہ لباس پہننا۔

(اہل سنت کی معتبر کتاب تاریخ طبری ص ۲۸۳۹)

نمبر ۴: عثمان غنی رضی اللہ عنہ میں سیاہ لباس پہننا۔

(اہل سنت کی معتبر کتاب شرح شمائل ترمذی ص ۱۶۶)

نمبر ۵: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کملی سیاہ تھی۔

(اہل سنت کی معتبر کتاب سیرت ابن ہشام جلد ۲ ص ۶۶۵)

نمبر ۶: حضور کا عمامہ سیاہ تھا۔

(اہل سنت کی معتبر کتاب ترمذی شریف جلد اول ص ۵۴۲)

نمبر ۷: امام ابو حنیفہ موت کے بعد سیاہ لباس میں۔

(اہل سنت کی معتبر کتاب تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص ۴۲۳)

نمبر ۸: موت حضرت عمر پر جنات کی سیاہ پوشی

(اہل سنت کی معتبر کتاب ریاض النضرہ جلد ۲ ص ۱۹۷)

نمبر ۹: امام حسن کا سیاہ لباس پہننا۔ (اہل سنت کی معتبر کتاب شرح شمائل ترمذی ص ۱۶۶)

ان نو عدد حوالہ جات سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ کہ سیاہ لباس پہننا درست نہیں ہے۔ اور یہ آل فرعون اور جہنمیوں کا لباس نہیں ہے۔ تو گزارش یہ ہے۔ کہ سیاہ لباس کو ہم اہل سنت آل فرعون کا اور جہنمیوں کا لباس نہیں کہتے۔ اس کے قائل ائمہ ائمہ اہل بیت ہیں۔ تو جب نجفی اور اس کے ہم خیال لوگوں کا عقیدہ یہ ہے۔ کہ مسلک شیعہ میں وہ بات معتبر ہے۔ جو کسی امام معصوم سے منقول ہو۔ کیا مذکورہ نو عدد حوالہ جات کے قائل حضرات ائمہ معصومین ہیں؟ اگر یہ کہا جائے کہ نہیں۔ تو پھر ان حوالہ جات سے تمہارے ہاں سیاہ لباس پہننے کا کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔ ہم نہ سیاہ لباس پہننے کو منع کریں۔ نہ اسے آل فرعون اور جہنمیوں کا لباس کہیں۔ اس بنا پر اگر اہل سنت میں سے کسی اکابر کا سیاہ لباس پہننا ثابت ہو۔ تو اس سے کون سی قیامت ٹوٹ پڑے گی۔ قیامت تو یہ ٹوٹ رہی ہے۔ کہ ائمہ معصومین سیاہ لباس کو منع فرمائیں اور اہل تشیع بزعم خود ائمہ معصومین کے اقوال وارشاد کے پابند ہوتے ہوئے پھر فرعونیوں اور جہنمیوں کا لباس پہن کر اسے مذہبی شعار قرار دے رہے ہیں آخر یہ مذہب کس کا ہے؟

اس کے بعد نجفی نے ریاض النضرہ کے حوالہ سے ایک بات لکھی۔ کہ جن احادیث میں سیاہ لباس پہننے کی ممانعت آئی ہے۔ اُن سے امام حسین رضی اللہ عنہ کے غم میں سیاہ لباس پہننے کی استثناء ہے۔ یعنی غم حسین میں سیاہ پوشی جائز ہے۔ اس حوالہ سے نجفی نے سیاہ پوشی جائز قرار دی۔ دریافت طلب یہ امر ہے۔ کہ صاحب ریاض النضرہ نے جن احادیث کو بطور ممانعت ذکر کیا۔ اُن کے بارے میں کیا خیال ہے۔ اور دوسری بات یہ کہ یہ شخص ائمہ معصومین کی فہرست میں سے تو ہے نہیں۔ کہ اس کی بات کو وہ مذہبی شعار، بنا لیا جائے۔ نجفی صاحب کو چاہیئے تھا۔ بلکہ لازم تھا۔ کہ اس استثنائی قول کو کسی امام کی تحریر و تقریر سے پیش کرتا۔ اب جب کہ

صاحب ریاض النضرہ نے بھی کسی امام کی طرف اس استثنائی قول کی نسبت نہیں کی۔ اور نہ ہی نجفی کو کوئی ایسا قول مل سکتا ہے۔ اور نہ ہی اس کے ہم خیال شیعوں کو کوئی ایک حدیث امام (جو کہ مرفوع اور صحیح ہو) اس بارے میں تا قیامت مل سکتی ہے۔ تو پھر "مذہبی شعار" کہہ کر کس کے مذہب کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ ؟ اِسے آپ گزشتہ سطور سے بخوبی جان چکے ہوں گے۔ پھر جب کہ ائمہ اہل بیت سیاہ پوشی کو اپنے دشمنوں کا لباس کہیں۔ اور فرمائیں۔ کہ جو ایسا لباس پہنے وہ بھی ہمارا دشمن ہے۔ تو اس وضاحت کے بعد ان سیاہ پوشوں کی "محبت اہل بیت" کا بھانڈا چوراہے میں پھوٹ جائے گا۔ اور منہ کالے سیاہ پوشی کے روپ میں دور سے پہچانے جائیں گے۔ کہ دیکھو! وہ ...... آ رہے ہیں۔

نوٹ:

"ماتم اور صحابہ" کے ص ۱۷۸ تا ۱۹۲ نجفی نے جو مقامات مقدسہ کی عظمت کے حوالہ جات پیش کیے ہیں۔ اس سے ہمیں کوئی اختلاف نہیں۔ ان مقامات کی تعظیم ہم بھی کرتے ہیں۔ آخر حج بھی تو مقامات مقدسہ کی زیارت کا نام ہے تو ہم اس کی کیونکر مخالفت کر سکتے ہیں۔ اسی لیے ان صفحات پر پھیلے ہوئے حوالہ جات کی بحث میں ہمیں پڑنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

دغابازی نمبر ۵۶

تابوت بنی اسرائیل میں انبیا کی شبیہیں تھیں

ماتم اور صحابہ کے ص ۱۹۳ پر "تابوت کیا چیز ہے؟" کے عنوان کے تحت تفسیر خازن اور تفسیر کبیر کے حوالے سے نجفی نے یہ ثابت کیا ہے۔ کہ جب اس تابوت بنی اسرائیل میں حضرات انبیائے کرام کی تصویریں تھیں۔ اور ان کے تبرکات تھے۔ تو اسی پر قیاس کرتے ہوئے اگر ہم اہل تشیع واقعہ کربلا کے مظلومین کی بعض شبیہیں بناتے ہیں۔ تو سنی لوگ اس پر اعتراض کرتے ہیں۔ حالانکہ تابوت بنی اسرائیل میں بھی تو انبیائے کرام کی شبیہیں ہی تھیں۔ جب ان کی تعظیم اُن کی اولاد کرتی رہی۔ تو اب اُسی قسم کی تعظیم کیونکر ممنوع ہو گئی۔؟

جواب:

اس سے قبل "مروجہ تعزیہ" کے موضوع پر اہل تشیع کی کتب سے ہم حوالہ جات پیش کر چکے ہیں۔ مولوی الفت حسین شیعی نے اپنی تصنیف "تنقیح المسائل" میں لکھا ہے۔ کہ تعزیہ وغیرہ ہرگز مذہب ائمہ اہل بیت میں درست نہیں (ص ۱۷، ۱۸) اس کے علاوہ محمد حسین ڈھکو شیعی بھی "اصلاح المجالس والمحافل" نامی کتاب میں رقمطراز ہے۔ عشرت می کنیم و تعزیہ اش مے نہیم نام۔ حاشا کہ رسم و راہ محبت چنیں بود۔

ترجمہ:

عیش وعشرت کے لیے تعزیہ کا نام استعمال کرتے ہیں۔ حاشا! یہ ہرگز محبت وعقیدت کا طریقہ نہیں ہے۔

اور یہ بات بالکل درست ہے۔ آپ محرم الحرام میں اہل تشیع کی مجالس تعزیہ کو دیکھیں۔ ان میں ذاکر صاحبان کسی سینما گھر کے روح رواں نظر آئیں گے! اور سامعین کا جو عالم ہوگا۔ وہ ان کے راہنما پر خود قیاس کریں۔ علمائے شیعہ خود اس تعزیہ کی تردید کر چکے ہیں۔ اب اس مُردے کو زندہ کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ لیکن نجفی سے یہ نہ ہو سکے گا۔

دو تابوت بنی اسرائیل، میں جو کچھ تھا۔ اور ان اشیاء کے ساتھ جو کچھ ہوتا رہا یہ اس دور کی بات ہے۔ جب کسی کی تصویر کشی اور اس کی تعظیم منع نہ ہوئی تھی لیکن اس کی ممانعت آجانے کے بعد پھر اس سے نجفی کا مظلومین کربلا کی تشبیہیں بنانا ثابت کرنا کتنی بڑی دغا بازی ہے۔ خود کتب شیعہ میں ذی روح کی تصویر بنانے کی ممانعت موجود ہے۔ اور ایسی تصویر کی جگہ پر نماز تک نہیں ہوتی۔

تحفۃ العوام:

مکروہ ہے نماز پڑھنا..... اس مکان میں جس میں شراب یا اور کوئی نشہ کی چیز رکھی ہو۔ اور جس میں تصویر ذی روح اور سایہ دار رکھی ہو... یا جس مکان میں تصویریں دیوار پر لٹکی ہوں۔ یا دیوار پر کھینچی ہوں مگر یہ کہ لٹکی ہوئی تصویروں کو الٹا کر دے۔ (۱۔ تحفۃ العوام حصہ اول باب ۵ ص ۲۶،۲۵ مطبوعہ نولکشور)

(۲۔ من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۱۵۹،۱۵۸ مطبوعہ تہران)

(۳۔ فروع کافی جلد ۳ ص ۳۹۲ کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ تہران۔)

۱ کسی ذی روح کی تصویر بنانا چونکہ اللہ تعالیٰ کی صفت تخلیق کی تشبیہ ہے۔ اس لیے اس کی ممانعت آگئی۔ اور تصویر والی جگہ پر نماز پڑھنا بھی ممنوع ہو گیا۔ کیونکہ اس سے بت پرستی کا تصور پیدا ہوتا ہے۔ حدیث پاک میں وارد ہے۔ کہ بروزِ قیامت تصویر بنانے والے کو اللہ تعالیٰ کہے گا۔ اس میں رُوح پھونکو۔ وہ روح نہ پھونک سکے گا۔ لہٰذا اُسے اس جرأت پر عذاب دیا جائے گا۔ اس لیئے جہاں کہیں تصویر بنانے یا اس کی تعظیم کا مسئلہ ہے۔ وہ اس دور کی بات ہے۔ جب اس کی ممانعت نہیں آئی تھی۔

دیکھئے خود حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن حضرت ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام کی شبیہیں جو کعبہ کے اندر رکھی ہوئی تھیں۔ انہیں توڑ دیا تھا۔ اگر بقول نجفی شبیہیں بنانا درست ہوتا۔ تو آپ اُن کو توڑنے کی بجائے ان کی تعظیم کا حکم دیتے تو معلوم ہوا۔ کہ اب کسی کی تشبیہ بنانا درست نہیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا فیصلہ سنیئے۔

قَالَ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَنْ جَدَّدَ قَبْرًا اَوْ مَثَّلَ مِثَالًا فَقَدْ خَرَجَ مِنَ الْاِسْلَامِ۔ (من لا یحضرہ الفقیہ ص ۶۰)

ترجمہ: حضرت علی المرتضیٰ نے فرمایا جس نے قبر کی تجدید کی یا کوئی مورتی اور تمثیل بنائی۔ تو وہ اسلام سے نکل گیا۔

ان تمام باتوں سے معلوم ہوا۔ کہ نجفی نے "تابوت بنی اسرائیل" کے ضمن میں تفسیر خازن وغیرہ سے عوام کو دھوکہ دینے کی کوشش کی۔ اور تعزیہ کو ثابت کرنے کی ناپاک جسارت کی۔ جبکہ خود ان کے مذہب میں بھی یہ درست طریقہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ حق پہچاننے اور قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

دغا بازی نمبر ۷۵

شریعت کا بانی حسین کے گھوڑے کی شبیہ بنا

ماتم اور صحابہ:

اہل سنت کی معتبر کتاب کشف المحجوب مصنف حضرت داتا گنج بخش علی بن عثمان ہجویری مترجم محمد احمد قادری کے ص ۱۸۱ پر ہے۔ حضرت عمر بن الخطاب فرماتے ہیں۔ کہ ایک روز میں دربار رسالت میں حاضر ہوا۔ اور دیکھا کہ حضورؐ نے سیدنا امام حسین سید الشہداء کو اپنی پشت اقدس پر سوار کر رکھا تھا۔ اور ڈوری اپنے دہن مبارک پر دے کر امام حسین کے دست مبارک میں دے رکھی تھی۔ اور امام حسین ہانک رہے تھے۔ اور حضور اپنے گھٹنوں سے تشریف لے جا رہے تھے تو جب میں نے یہ شان دیکھی۔ تو عرض کیا۔ نِعْمَ الْجَمَلُ جَمَلُكَ يَا اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ اے ابو عبد اللہ آپ نے سواری تو عجیب پائی۔ تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ نِعْمَ الرَّاكِبُ يَا عُمَرُ۔ اے عمر! سوار بھی تو ایسے اچھے ہیں قارئین کرام دیکھا منہ میں ڈوری ہے۔ گھٹنوں کے بل چل رہے ہیں۔ حضرت عمر دیکھ کر اونٹ سے تشبیہ دیتے ہیں۔ پشت پر حسین سوار ہیں۔ رسول اللہ کیا حقیقتاً اونٹ بنے ہوئے تھے۔ ہرگز نہیں بلکہ شبیہ بنے ہوئے تھے۔ تو جس حسین کی سواری کی شبیہ خود رسول بنے اس کی سواری کی شبیہ کو تم بدعت نہیں کہہ سکتے۔ بنانے والے کو دوزخی نہیں کہہ سکتے (ماتم اور صحابہ ص ۲۰۶)

جواب اوّل:

غور طلب امر یہ ہے کہ بقول نجفی اہل تشیع جو امام حسین رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی تشبیہ نکالتے ہیں۔ یہ واقعی اس کی تشبیہ ہے یا ایک مستقل ذی روح دوسرے گھوڑے کا وجود؟ اگر یہ کہا جائے۔ کہ یہ اسی کی تشبیہ ہے۔ تو پھر نجفی سے پوچھا جائے گا۔ کہ امام عالی مقام کے پاس گھوڑا کہاں سے آیا؟ جبکہ ذبح عظیم اور مقتل ابی مخنف کے حوالہ سے ہم ثابت کر چکے ہیں۔ کہ امام عالی مقام مدینہ منورہ سے بوقت روانگی اور میدان کربلا میں تشریف آوری کے وقت اونٹنی پر سوار تھے۔ اسی لیے مقتل ابی مخنف وغیرہ کتب اہل تشیع میں امام عالی مقام کی اونٹنی کی تعریف میں بہت سے اشعار موجود ہیں۔ جب امام موصوف کے پاس گھوڑا تھا ہی نہیں تو اس کی شبیہ کا کیا معنی؟

اور اگر تسلیم کر لیا جائے۔ کہ امام موصوف کی سواری گھوڑا تھا۔ یہ اس کی تشبیہ ہے تو بھی یہ قطعاً درست نہیں۔ کیونکہ یہ گھوڑا اس گھوڑے کی تصویر یا تمثیل تو ہے نہیں۔ اسے ہر شخص تسلیم کرے گا۔ اور اگر ذی روح گھوڑے کی بجائے اس کی تصویر ہی کو کاغذ وغیرہ پر لگا کر "شبیہہ ذوالجناح" کہا جائے۔ تو ایک خرابی یہ کہ ذی روح کی تصویر اور تمثیل خود تمہاری کتب بھی اس کی اجازت نہیں دیتیں۔ دوسرا یہ کہ وہ گھوڑا جو امام موصوف کی سواری تھا۔ وہ کس نے دیکھا۔ کہ اس کی تصویر بنالی گئی۔ اور پھر وہ آپ تک پہنچ گئی۔

اور اگر اس گھوڑے کی تشبیہ موجود ذی روح اور مستقل ایک گھوڑے کی نسل کو کہا جائے۔ تو قواعد واصول کے بالکل خلاف ہے۔ کتب اصول میں موجود ہے کہ ذی روح کی کوئی دوسری ذی روح مثل نہیں ہو سکتی۔ یعنی تمام ذی روح مثلی اشیاء نہیں بلکہ ذات قیمت کہلاتی ہیں۔ لیکن کیا کریں۔ نجفی کو اس اصل وضابطہ کا بھی علم نہیں۔ اور اگر ہے۔ تو پھر فریب کے ذریعہ عوام کو گمراہ کرنے کی مذموم کوشش کی گئی۔

جواب دوم: نجفی نے کشف المحجوب کا حوالہ دیا تو "شبیہہ ذوالجناح" ثابت

کرنے کے لیے لیکن اس سے یہ بھی ثابت ہو گیا۔ کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پاک سے گہری محبت تھی۔ لہٰذا ان کی شان میں طعن کرنے والا پرلے درجے کا منافق ہی ہو سکتا ہے۔ اس ضمنی ثبوت کے بعد اب آئیے اُس موضوع کی طرف جو چل رہا ہے۔ تو سنیئے! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نواسہ کو اپنی گردن پر بٹھا کر سواری کرائی۔ بحمد اللہ ہر مسلمان اس سنت پر عمل کرتا ہے اپنی اولاد اور اولاد کی اولاد کو کندھوں پر بٹھایا جاتا ہے۔ لیکن اگر ایسے وقت میں یہ نیت بھی کر لی جائے۔ کہ میں اس طرح سنت نبوی پر عمل کر رہا ہوں۔ تو شفقت کے ساتھ ساتھ سنت پر عمل کرنے کا ثواب بھی مل جائے گا۔

اور اگر اہل تشیع کا نمائندہ یہ کہتا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اونٹ کی شبیہہ تھے۔ اور امام عالی مقام نے ان پر سواری فرمائی۔ تو پھر ہم کہتے ہیں۔ چلو اپنے میں سے کسی کو اونٹ بناؤ۔ اور امام عالی مقام کو تلاش کر کے اس پر بٹھا دو۔ بات بن جائے گی۔ اور ہم تمام اہل سنت اس حالت کو دیکھنے ضرور آئیں گے۔ اور اگر امام عالی مقام نہ مل سکیں۔ اور یقیناً نہیں مل سکتے۔ کیونکہ اگر ملتے۔ تو نجف سے لے کر لکھنو تک سالہا سال مجتہدین اور شریعت مدار بے شرع امام حسین رضی اللہ عنہ کی دکھ درد بھری شہادت پر بین کرتے اور روتے پیٹتے نظر نہ آتے۔ انہیں تو سنت نبوی کی بجائے سنت یزیدی سے زیادہ پیار ہے۔ ان میں سے کوئی ایک امام موصوف کے گھوڑے کی شبیہہ بن جاتا اور کوئی دوسرا اونچی جست لگا کر امام کی شبیہہ بن جاتا۔ یوں سوار بھی اور سواری بھی مل جاتی۔ اور بقول نجفی سنتِ نبوی بھی ادا ہو جاتی۔ آخر اس سنتِ کو چھوڑ کر رونے پیٹنے کی سنت کو اختیار کیوں کیا گیا۔

حقیقت یہ ہے۔ کہ ماتم اور بین سے دُور رہ کر صبر و استقامت کا دامن تھام کر غم حسین کا اظہار کرنے والا ان میں ایک بھی نہیں۔ اس لیے ان لوگوں کو جو عزت و عظمت

حسین کے بیوپاری ہیں۔ حسینی کہلانے کا قطعاً حق نہیں۔ سنت نبوی کے مطابق تم خود کسی شیعہ کو امام حسین رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی شبیہ بناؤ۔ جیسا کہ نجفی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا۔ آخر ذی علم و عقل ہو۔ اور جامۂ انسانیت میں ہو۔ کیونکہ اس سنت کو اپنی بجائے ایک حیوان کے ذریعہ ادا کر رہے ہو۔ ایک گھوڑے کو قائم مقام پیغمبر کے ثابت کرنے کی جسارت کرتے ہوئے تمہیں شرم نہ آئی۔ طریقہ تو وہی تھا۔ جو مذکور ہو چکا۔ کہ تم میں سے بہترین شخص شبیہ ذوالجناح بنتا۔ اور دوسرا اچھا خاصا سمجھدار شبیہ حسین بن جاتا۔ پھر سوار اور سواری مال روڈ لاہور یا بندر روڈ کراچی پر جلوس کے آگے آگے چلتے۔ تو مذہب شیعہ کی اشاعت اور ترقی دنوں میں اتنی ہو جاتی۔ جتنی سالوں میں نہ ہو سکی۔ تجربہ کر کے دیکھ لیں۔ یہ شرط ہے۔ لیکن ہم جانتے ہیں کہ اس قسم کی تشبیہ نہیں کرو گے۔ تو پھر محبت امام عالی مقام کا دم بھرتے ذرا بھی حیاء نہیں آتی۔ امام موصوف میدانِ کربلا میں سر کٹوا دیں۔ اور ان کے دو محب،، امام کا گھوڑا بننے کے لیے تیار نہ ہوں۔ ایک خالی گھوڑے پر رنگین زین کس کر اُسے نشہ کا ٹیکہ لگا کر اُس کے اردگرد پاگلوں کی سی حرکتیں کر کے کون سے عقلمند آپ کی اس حرکت پر داد دیں گے۔ یہ تو ایک بہروپ ہے ایک سوانگ ہے۔ تماشا ہے۔ اور تعلیماتِ حسین کے ساتھ کھلا مذاق ہے۔ اگر سچی محبت چاہتے ہو۔ تو امام عالی مقام کی تعلیمات اور ارشادات کے مطیع ہو جاؤ۔ اور اتباع رسول کریم سے سرشار ہو کر اللہ کو راضی کر لو۔ یہ بناوٹی گھوڑے، صندوق ڈولی، دوپٹے اور دیگر خرافات محبتِ حسین کی بجائے سنتِ یزید کی نشانی نظر آتے ہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

دغابازی نمبر ۵۸

ماتم اور صحابہ | قبر کی شبیہہ اور اس کا چومنا ،،

بحوالہ مجمع البحرین ص ۸۶۸ پر ہے۔ (اس کے بعد نجفی نے عربی طویل عبارت نقل کی۔ ہم صرف اس کے ترجمہ پر اکتفا کر رہے ہیں۔

ترجمہ:

کفایت الشعبی میں ہے۔ کہ ایک مرد نبی کریم کے پاس آیا۔ عرض کی۔ یارسول اللہ میں نے قسم کھائی ہے۔ کہ دروازہ جنت کو چوموں گا۔ اب کیا کروں؟ نبی کریم نے فرمایا۔ تو جا کر باپ کی پیشانی اور ماں کے قدموں کو چوم لے۔ اس نے عرض کیا۔ میرے ماں باپ زندہ نہ ہوں تو پھر کیا کروں۔ فرمایا۔ ماں باپ کی قبروں کا جا کر بوسہ لے۔ اس نے عرض کیا۔ میں اپنے ماں باپ کی قبروں کو نہیں جانتا۔ کہ وہ کہاں ہیں۔ فرمایا دو خط زمین پر کھینچ لے۔ اور نیت کر ایک ماں کی قبر کا نشان ہے۔ اور دوسرا باپ کی قبر کا۔ اور دونوں کا بوسہ لے۔

قارئین! اس روایت سے معلوم ہوا۔ کہ ماں باپ کی قبر کی شبیہہ بنانا جائز ہے۔ خواہ وہ ماں باپ جیسے ہی کیوں نہ ہوں۔

(ماتم اور صحابہ ص ۱۹۷)

جواب:

"مجمع البحرین"، جس کا حوالہ دیا گیا۔ وہ مسائل و احکام کی کتاب نہیں۔ بلکہ لغت کی ہے۔ اس میں الفاظ کے معانی بیان ہوتے ہیں کسی کام کے حلال و حرام ہونے کی بحث اس میں ہرگز نہیں۔ اور نہ ہی یہ اس کا موضوع ہے۔ اس حقیقت کو ایک مثال سے سمجھاتا ہوں۔ کہ لفظ صلوٰۃ کا معنی از روئے لغت "دو چوتڑ ہلانا" آتا ہے لیکن اگر نجفی کی طرح اس سے یہ استدلال کیا جائے۔ کہ صلوٰۃ کا معنی چونکہ چوتڑ ہلانا ہے۔ اس لیے نماز کی ادائیگی اس طرح کرنے سے ہو جاتی ہے۔ ایسے استدلال کو کون تسلیم کرے گا۔ بس یہی فریب اور دھوکہ نجفی نے دیا۔ اور اس لغت کی کتاب سے ایک مسئلہ ثابت کر دیا۔

علاوہ ازیں روایت مذکورہ بلا سند ہے۔ اور خود نجفی کے قواعد کے مطابق ایسی روایت ہرگز قابل قبول نہیں۔ تو پھر ایسی روایت سے استدلال کرنا حماقت نہیں تو اور کیا ہوگا۔ بہرحال "مروجہ ماتم" کے ثبوت کے لیے ادھر اُدھر بہت پاؤں پھیلائے گئے۔ لیکن ماسوا محرومی کے کچھ نہ ہاتھ آیا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ہم ہر اس شبیہہ کے منکر ہیں کہ جو کسی ذی روح کی شبیہہ ہو۔ اس لیے نبی علیہ السلام نے ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام کے بنے ہوئے بتوں کو جو کعبہ میں پڑے ہوئے تھے۔ توڑ دیا۔ اور دوسرا اس شبیہہ کے ہم منکر ہیں کہ جن کو دین کے لیے شعار اور عبادت بنایا جائے۔ جیسا کہ شیعہ لوگوں نے اپنے دین کے لیے شعار بنا لیا ہے۔

فَاعْتَبِرُوْا یَآ اُولِی الْاَبْصَارِ

دغابازی نمبر ۵۹

ماتم اور صحابہ:

نجفی نے اس کتاب کے ص ۱۹۹، ۲۰۰ پر دو عنوانات قائم کیے ہیں۔ ایک یہ حضرت عمر اور حضرت ابوبکر کی قبروں کی شبیہ اس کے ثبوت کے لیے تاریخ خمیس جلد دوم ص ۱۷۲ کا حوالہ دیا۔ صفحہ مذکورہ پر یہ موجود ہے۔ کہ روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرت عمر اور حضرت ابوبکر صدیق کی قبروں کے نقشے پیش کیے گئے۔

دوسرا عنوان یہ ہے۔ "دوسکے کا نقشہ"، اس کے تحت "بشارت الدارین ص۵۴۱" کا حوالہ پیش کر کے اس میں اسلامی سکہ کا نقشہ پیش کرنے سے مروّجہ تعزیہ ثابت کیا گیا ہے۔

جواب:

نجفی کے مروّجہ تعزیہ اور دیگر تشبیہوں کے ثابت کرنے کے لیے مذکورہ دو باتیں اور پھر ان سے استدلال پیش کرنا نہایت تعجب خیز امر ہے۔ کسی کی قبر کی تصویر اور سکہ کا نقش اگر مروجہ تعزیہ کی دلیل بننے کی صلاحیت رکھتا۔ تو پھر اہل سنت کی کتب سے اس قدر دور دراز کے حوالہ جات سے اس کی تائید و ثبوت کے لیے دردِ سر مُول لینے کی کیا ضرورت تھی۔ بس یہی کہہ دیا جاتا۔ کہ دیکھو! مختلف دفاتر کے اندر مہریں استعمال ہوتی ہیں۔ خاص کر محکمہ ڈاک میں اس کا استعمال بکثرت ہے۔ اور وہ مہریں بھی کسی عبارت، اور الفاظ کا نقش ہیں۔ اسی طرح پٹواری کے وہ رجسٹر جن پر زمینوں کی حد بندی

اور نقشہ جات ہوتے ہیں۔ ان سب کے ہوتے ہوئے مروجہ تعزیہ کے لیے کسی اور ثبوت کی کیا ضرورت تھی؟

ناظرین و قارئین! نجفی کے استدلال کو دیکھیں۔ اور "مروجہ تعزیہ" کے ثبوت میں اس کی حیثیت ملاحظہ کریں۔ حقائق پر چلنا اور اسے تسلیم کرنا اس بے چارے کے بس میں نہیں۔ اسی لیے ہم نے اس کے استدلالات کو دغا بازی اور فریب دہی کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اور حقیقت وہی ہے کہ جو ابھی ہم دغا بازی نمبر ۵۹ میں ذکر کر چکے ہیں

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ

دغا بازی نمبر ۶۰

ماتم اور عزا: کتاب مذکورہ کے ص ۲۰۱ تا ۲۰۵ دو عنوان مذکور ہیں

۱۔ شبیہہ انبیاء۔ اس عنوان کے تحت سورۃ السبا کی ایک آیت کی تشریح و تفسیر سے مروجہ تعزیہ کو ثابت کرنے کی کوشش کی گئی تشریح آیت یہ ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے دور میں ان کے حکم سے جنات مسجدوں میں مختلف انبیاء کرام کی تصاویر بنایا کرتے تھے۔

۲۔ ثبوت ذوالجناح۔ بی بی عائشہ کا گھوڑا۔ اس موضوع کے تحت سنن ابی داؤد سے ایک روایت نقل کی۔ وہ یہ کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی گڑیاں تھیں۔ اور ان میں ایک دو پروں والا گھوڑا بھی تھا۔ جو حضرت سلیمان کے گھوڑے کی تشبیہ تھی۔

جواب: ان دونوں باتوں کا جواب یہ ہے۔ کہ ذی روح کی تصاویر پہلی شریعتوں

میں جائز تھی۔ اور گڑیا کی شکل میں کسی ذی روح کی مورتی ابتدائے اسلام میں جائز تھی۔ گزشتہ شرائع کے وہ احکام و مسائل جو اس شریعت میں باقی نہ رکھے گئے۔ وہ منسوخ ہو گئے۔ لہٰذا حضرت سلیمان علیہ السلام کا جنات سے حضرات انبیائے کرام کی تصویریں بنوانا بھی کوئی فائدہ نہیں دیتا۔ اسی طرح ابتدائے اسلام میں جائز ہونے کے بعد اس گڑیا کی مورتیوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ممنوع و حرام فرما دیا۔ اس لیے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی گڑیوں سے بھی استدلال درست نہ ہوا۔

علاوہ ازیں ہمارے بعض علماء نے ابو داؤد میں مذکورہ روایت کو منسوخ بھی کہا ہے اور اس کی ناسخ وہ احادیث ہیں۔ جن میں کسی جاندار کی تصویر یا مورتی کی ممانعت موجود ہے منسوخ ہونے کی بنا پر اس سے استدلال قطعاً درست نہ ہو گا۔ ہاں اگر اسے منسوخ نہ مانا جاتا۔ تو پھر کچھ بات بنتی نظر آتی تھی۔ لیکن حضرات محدثین کرام نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ واقعہ ان کے بچپن کا ذکر کیا ہے۔ اور یہ حقیقت ہے۔ کہ دس بارہ سال تک لڑکے لڑکی میں بچپن کی عادات ہوتی ہیں۔ اور مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا کی عمر اس وقت اسی کے لگ بھگ تھی۔ اس موقعہ پر بھی نجفی نے ایک اور فریب دہی سے کام لیا کہ مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا کی عمر اٹھارہ برس بتائی۔ ایک دغا یہ کہ حدیث مذکور کا دو کتابوں سے حوالہ دیا۔ یعنی ابو داؤد اور مشکوٰۃ شریف۔ لیکن مشکوٰۃ شریف میں گھوڑے والی گڑیا کا ذکر موجود نہیں۔ دوسرا دغا یہ کہ مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا کی عمر اس وقت اٹھارہ سال کی تھی اہل سنت کی معتبر کتاب، مروج الذہب سے ثابت کیا ہے۔ اس بھلے مانس سے کوئی پوچھے۔ کہ "مروج الذہب" کو کس منہ سے اہل سنت کی معتبر کتاب کہہ رہے ہو۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے۔ کہ اسے خود شیعہ بھی "امامی شیعہ" کہتے اور مانتے ہیں۔ کتاب الکنیٰ والالقاب میں شیخ قمی کا حوالہ اس سلسلہ میں ہماری تائید کرتا ہے۔ تیسرا فریب یہ کہ نجفی نے اس واقعہ کا وقت "جنگ تبوک یا حنین" لکھا ہے۔

کیونکہ ابو داؤد میں تبوک یا خیبر کے الفاظ موجود ہیں۔ یہ نجفی نے اس لیے کیا۔ تاکہ کسی نہ کسی طرح مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا کی عمر اٹھارہ سال ثابت ہو سکے۔ اگر حنین کی جگہ خیبر لکھتا۔ تو پھر اتنی عمر ثابت کرنا مشکل ہو جاتا۔ کیونکہ غزوۂ خیبر سنہ ۲ھ کا واقعہ ہے۔ بہرحال سنہ ۲ھ میں بعمر ۹ سال آپ کی رخصتی ہوئی۔ اور غزوۂ خیبر سنہ ۷ھ میں ہوا۔ اس اعتبار سے آپ کی عمر شریف چودہ برس کے لگ بھگ ہوئی۔ نہ کہ اٹھارہ سال جیسا کہ نجفی نے کہا ہے اور پھر جبکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ان کھلونوں کو دیکھا اور منع نہ فرمایا۔ اور یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اس وقت تک ذی روح چیزوں کی شبیہ اور تصویر بنانے پر ممانعت کا حکم نہیں آیا تھا۔

اس کے علاوہ مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا کے پاس چودہ سال کی عمر میں گڑیاں ہونے کا ثبوت اس روایت میں ہے۔ اس امر کی کوئی تصریح نہیں۔ کہ آپ نے یہ گڑیاں اور خاص کر وہ دو پروں والے گھوڑے کی شکل کی گڑیا ماضی قریب میں بنائی تھیں۔ احتمال ہے۔ کہ یہ گڑیاں بہت پہلے بنائی ہوں۔ جب آپ کی عمر بہت ہی تھوڑی ہو۔ تو ان احتمالات کے ہوتے ہوئے روایت مذکورہ سے "مروجہ تعزیہ" پر استدلال پیش کرنا اعلیٰ درجہ کا فریب دینے کی کوشش ہے۔

فَاعْتَبِرُوْا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ

دغابازی نمبر ۶۱

لوگوں نے امام رضا کی سواری کے قدم چوم لیے

ماتم اور صحابہ: اہل سنت کی معتبر کتاب صواعق محرقہ ص ۱۲۲ (حالات امام علی رضا

صواعق محرقہ:

وَالنَّاسُ بَيْنَ صَارِخٍ وَبَاكٍ وَمُتَمَرِّغٍ فِي التُّرَابِ وَمُقَبِّلٍ لِحَافِرِ بَغْلَتِهِ۔

(اہل سنت کی معتبر کتاب صواعق محرقہ ص ۱۲۲ (حالات امام علی رضا)

ترجمہ:

جب امام علی رضا خراسان آئے۔ اور نیشاپور پہنچے۔ ابو زرعہ رازی اور محمد بن مسلم طوسی بمع دیگر علماء اور عوام استقبال کے لیے حاضر ہوئے۔ لوگوں کی حالت یہ تھی۔ کوئی چیخ رہا تھا۔ کوئی رو رہا تھا۔ کوئی خاک ڈال رہا تھا۔ اور جناب کی سواری کے سم چوم رہے تھے۔

قارئین! عزاداری امام حسین میں جو شبیہیں بنائی جاتی ہیں۔ ہم شیعہ ان کو خدا سمجھ کر نہیں پوجتے۔ معبود صرف خدا وحدہ لاشریک ہے۔ ان شبیہوں سے غرض

ایک نقشہ کو ذہن میں لانا ہے۔ اوران کا ادب واحترام اظہار محبت اہل بیت کے عنوان سے ہے ۔ جس طرح امام رضا علیہ السلام کے سامنے اظہار عقیدت کے لیے لوگوں نے جناب کی سواری کے پاؤں چومے ۔ (ماتم اور صحابہ ص ۲۰۵)

جواب:

خدا بہتر جانتا ہے۔ کہ جب مروجہ ماتم اور تعزیہ کو نجفی کے ہم نوالہ وہم پیالہ لوگوں نے ناجائز اور ممنوع کیا ہے ۔ تو پھر اس کے پیٹ میں شول کیوں اٹھتا ہے۔ کہ خواہی نخواہی ان کو جائز اور درست کر کے دم لے۔ امام علی رضا رضی اللہ عنہ کے اس واقعہ سے مروجہ تعزیہ کی کیا نسبت ہے۔ امام موصوف کا گھوڑا کس کی شبیہہ سمجھ کر چوما گیا! آخر کچھ تو بولو۔ خاموش کیوں ہو۔

امام رضا کے گھوڑے کے سُم چومے اس وجہ سے گئے ۔ کہ لوگوں کو امام موصوف کے ساتھ انتہائی عقیدت تھی۔ جس کی وجہ سے اُن کی ہر ایک چیز انہیں محبوب تھی امام موصوف کے گھوڑے اور جوڑے کو ان کی نسبت کی وجہ سے ہم بھی قابلِ احترام سمجھتے ہیں۔ اس کی مثال یہ ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس کو حضرات صحابہ کرام نے معزز جانا۔ اس کا احترام واکرام کیا۔ لیکن اس کے برعکس اس واقعہ کو ''مروجہ تعزیہ'' کے ثبوت کے استدلال کے طور پر پیش کرنا ایک فریب اور مکر سے کم نہیں ہے

نوٹ:

''ماتم اور صحابہ'' کے ص ۲۰۷ تا ۲۱۴ پر پھیلے ہوئے عنوانات درج ذیل ہیں۔

۱ ۔ جبرئیل بی بی عائشہ کی شبیہہ میں خود آیا۔	بحوالہ مسند ابی حنیفہ۔
۲ ۔ جبرئیل بی بی عائشہ کی شبیہہ لایا۔	بحوالہ الاصابہ۔
۳ ۔ بی بی عائشہ کی گڑیاں ۔	بحوالہ بخاری شریف
۴ ۔ حضرت عائشہ اور رسول کی دوڑ۔	بحوالہ مشکوٰۃ شریف

ان عنوانات کے تحت مذکورہ حوالہ کے ذریعہ نجفی یہ ثابت کرنے کی کوشش میں سرگرداں نظر آتا ہے۔ کہ محرم الحرام کے دوران کربلا والوں کی مختلف اشیاء کی شبیہیں بنانا درست ہے۔ ان واقعات سے ہر قاری بخوبی اندازہ کر سکتا ہے۔ کہ "مروجہ تعزیہ" کو ان سے کیا نسبت ہے۔ جبرئیل امین کا حضرت عائشہ صدیقہ کی شکل میں اُترنا اگر قابلِ اعتراض ہے۔ تو پھر دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کے روپ میں جبرئیل کے آنے کے کیا معنی ہوں گے؟ فرشتوں کے بارے میں عقیدہ یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں مختلف اشکال میں ظاہر ہونے کی طاقت عطا فرمائی ہے۔ ان تمام واقعات سے نظر یہ آتا ہے۔ کہ نجفی اپنے دل کی کدورت کو اس بہانہ سے ظاہر کر رہا ہے۔ اسی لیے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی باہم دوڑ بھی ذکر کی آخر اس دوڑ کا "مروجہ تعزیہ" کے ساتھ کیا ربط ہے۔ میاں بیوی اپنے گھر چاردیواری میں الفت و محبت کے جذبات کے اظہار کے طور پر اگر اس قسم کا فعل کر لیتے ہیں۔ تو اس میں کیا قباحت؟ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ سے یہ فعل سرزد ہو رہا ہے۔ افسوس کہ ظالم نے مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا سے کدورت کے اظہار میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام و مرتبہ کا بھی خیال نہ کیا۔ ام المومنین رضی اللہ عنہا کی شان میں گستاخی کے متعلق ملا فتح اللہ کاشانی شیعی کا قول بھی یاد نہ رہا۔ اس نے لکھا ہے۔ کہ ہر گستاخ کی توبہ قبول ہو سکتی ہے۔ لیکن سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گستاخ کی توبہ ہرگز قبول نہ ہوگی۔ مختصر یہ کہ ان چار عدد عنوانات کا "موضوعِ کتاب" سے کوئی تعلق نہیں۔

دغابازی نمبر ۶۲

ماتم اور صحابہ: "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کا پھریرا سیاہ تھا"

بحوالہ ترمذی شریف جلد اول ص ۵۲۸ وغیرہ میں لکھا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک علم تھا جس کا نام عقاب تھا۔ اور حضرت بی بی عائشہ کے دروازے کا پردہ تھا۔ اور اس کے پھریرے کا رنگ سیاہ تھا۔

قارئین! سیاہ رنگ کے علم پر لوگ اعتراض کرتے ہیں۔ اور ہم نے اہل سنت کی کتاب سے ثابت کر دیا ہے کہ نبی کے علم کا رنگ سیاہ تھا۔ (ماتم اور صحابہ ص ۱۲۵)

جواب:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شریف کا پھریرا سیاہ رنگ کا ہونا اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے دروازے پر لٹکے ہوئے پردے میں سیاہ رنگ کی موجودگی کا حوالہ اس لیے دیا گیا۔ تاکہ اہل تشیع کا "سیاہ علم" ثابت ہو جائے۔ ہم پہلے ہی تحریر کر چکے ہیں۔ کہ اہل سنت تو سیاہ کپڑے بھی پہننے کی ممانعت نہیں کرتے۔ چہ جائیکہ جھنڈا یا دروازے کا پردہ سیاہ ہو۔ سیاہ رنگ کے علم پر اعتراض کرنے والے ہم تو ہیں نہیں۔ تاکہ ہماری کتب سے ہم پر حجت قائم کرنے کی ضرورت محسوس ہو۔ اس لباس اور رنگ کو آل فرعون اور جہنمیوں کا لباس کہنے والے ائمہ اہل بیت ہیں۔ جبکہ اہل تشیع اپنے آپ کو ائمہ اہل بیت کا پیرو اور متبع کہتے ہیں۔ تو "سیاہ جھنڈا" کے جواز پر کسی امام کا قول پیش کرتے

ہماری کتب سے اس کی تائید میں ذکر کردہ حوالہ جات تمہارے لیے قطعاً کارآمد نہیں۔ اور ہمیں اُن سے کوئی نقصان نہیں۔ کتب اہل سنت سے حوالہ دے کر مخصوص انداز کے ذریعہ قارئین کو یہ باور کرانے کی کوشش کی گئی۔ کہ "سیاہ علم" پر سنی اعتراض کرتے ہیں۔ بھلا ہمیں کیوں اعتراض ہو۔ ہم تو ایسے لباس کے قائل ہیں۔ مزہ تب ہے۔ کہ کسی امام کی کوئی ایک حدیث مرفوع صحیح اور مستند پیش کر کے اپنا مدعیٰ ثابت کرو۔ ادھر اُدھر کی ہانکنے سے کیا فائدہ۔

دغابازی نمبر ۶۳

ماتم اور صحابہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا دیکھ کر صحابہ رو پڑے

اھل سنت کی معتبر کتاب تذکرۃ الخواص الامہ ص۹۲ پر ہے

تذکرۃ الخواص الامہ:

وَكَانَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَدْ اَخْرَجَ فِيْ ذَالِكَ الْيَوْمِ لِوَاءَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يُخْرِجْهُ قَبْلَ ذَالِكَ فَدَفَعَهُ اِلٰى قَيْسِ بْنِ سَعْدِ ابْنِ عُبَادَةَ فَلَمَّا رَاٰهُ الْمُسْلِمُوْنَ صَرَخُوْا وَبَكَوْا وَاجْتَمَعَ تَحْتَهُ اَهْلُ بَدْرٍ وَالْاَنْصَارُ وَالْمُهَاجِرُوْنَ۔

ترجمہ:

جناب امیرالمومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام نے جنگ صفین میں رسول اللہ کا علم میدان صفین میں نکالا تھا۔ اور یہ علم قیس ابن سعد بن عبادہ کو

دیا۔ جب اس علم کو بدری صحابہ انصار صحابہ مہاجرین صحابہ نے دیکھا۔ تو اس کے نیچے جمع ہو گئے۔ اور مسلمانوں کو اور صحابہ کرام کو (رسول اللہ کا زمانہ یاد آ گیا) پس علم کو دیکھ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔

قارئین! جس طرح صحابہ کرام نے اور دیگر مسلمین نے نبی پاک کے علم کو دیکھا۔ تو رسول اللہ یاد آ گئے۔ اور برائے اظہار محبت و عقیدت سے رونے لگے۔ اسی طرح ہم شیعہ شبیہ علم حضرت ابوالفضل عباس بن علی کو دیکھتے ہیں۔ تو ہمیں لشکر امام حسین کا سپہ سالار یاد آ جاتا ہے۔ اور ہم بھی اظہارِ محبت و عقیدت اور مظلوم کربلا کو پُرسہ دینے کی خاطر روتے ہیں۔ جس طرح صحابہ کرام کا گریہ علم نبی کو دیکھ کر بدعت نہیں ویسے ہی ہمارا گریہ بھی بدعت نہیں۔ اگر کسی قادری یا قاضی کو اس سے اختلاف ہو۔ تو یہ دشمنِ امام حسین ہے۔

(ماتم اور صحابہ ص ۲۱۶ تا ۲۱۷)

جواب:

"تذکرۃ الخواص" اہل سنت کی معتبر کتاب ہے؟ شرم تم کو مگر نہیں آتی۔ اس کتاب کے مصنف کا نام سبط ابن جوزی ہے۔ جو اسماء رجال کے فن کی کتب کی رُو سے "رافضی" ہے۔ ایک رافضی کو "اہل سنت" بنا کر پیش کرنا کیا کہلاتا ہے؟ اسی سلسلے ہم نے نجفی کے ایک ایک استدلال کو "دغابازی" کے عنوان سے لکھا ہے۔ رافضی المذہب کا حوالہ ہمارے خلاف حجت نہیں بن سکتا۔

علاوہ ازیں روایت مذکورہ سے جو ثابت کرنے کی کوشش کی گئی۔ وہ بھی غلط ہے وہ اس طرح کہ حضرات صحابہ کرام نے جس علم کو دیکھ کر رونا شروع کر دیا تھا۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بعینہٖ علم مبارک تھا۔ اور جو اہل تشیع علم لیے پھرتے ہیں۔ اور اس پر رنگ برنگے کپڑے اور تلواریں لٹکا رکھی ہوتی ہیں۔ اپنے ایمان سے بتلاؤ۔ کیا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا یہی علم تھا۔ یا یہ اس کی نقل اتاری گئی ہے۔ اس خود ساختہ علم کو

حضرت عباس کا علم قرار دیا اور پھر اس پر رونے پیٹنے کا دھندا کرنا کوئی سنی اسے قبول نہیں کر سکتا۔ کیا تمہیں اپنے بڑوں کا رونا یاد نہیں۔ اور اُن کے رونے پر سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا ارشاد بھول گئے ہو "اے اہل کوفہ! تم ہم پر روتے ہو۔ ذرا بتلاؤ تو کس نے ہمیں قتل کیا ہے؟" اور مگر مچھ کے آنسو بہانے والے تمہارے اکابر کو سیدہ زینب کا یہ کہنا بھی بھول گیا۔

احتجاج طبرسی:

اِنَّ سَخَطَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ وَفِی الْعَذَابِ اَنْتُمْ خَالِدُوْنَ اَتَبْکُوْنَ عَلٰی اَخِیْ اَجَلْ وَاللّٰہِ فَابْکُوْا فَاِنَّکُمْ اَحْرٰی بِالْبُکَاءِ فَابْکُوْا کَثِیْرًا وَاضْحَکُوْا قَلِیْلًا۔

(احتجاج طبرسی ص ۱۶۵، احتجاج زینب مطبوعہ نجف اشرف طبع قدیم)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تم سے ناراض ہو گیا۔ اور تم ہمیشہ کے لیے عذاب میں ہو گئے۔ کیا تم میرے بھائی پر روتے ہو۔ ہاں اللہ کی قسم! تم روؤ۔ کیونکہ تم اسی قابل ہو سو روتے رہو۔ اور ہنسنا تمہیں کم نصیب ہو۔

معلوم ہوا۔ کہ حضرات صحابہ کرام کا رونا اور تھا۔ اور اہل تشیع کا رونا اور ہے۔ وہ اصلی علم رسول کو دیکھ کر بے تاب ہو گئے تھے۔ اور انہوں نے اپنا خود ساختہ علم لکڑی یا بانس پر چڑھا کر اُسے "علم عباس" کا نام دیا۔ اور اس طرح اُس کو دیکھ کر پردہ پوشی کی خاطر رونا شروع کر دیتے ہیں۔ حالانکہ اُن کا رونا حضرت زینب کی بد دعا کا نتیجہ ہے۔ نہ یہ کہ امام عالی مقام کے سپہ سالار کی محبت اور عقیدت کی وجہ سے وہ ایسا کرتے ہیں۔ صحابہ کرام تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی جانثار تھے۔ اور یہ خود ہی ذبح کریں اور خود ہی پس ثواب اٹھا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

دغابازی نمبر ۶۴

ماتم اور صحابہ: اکسیر العبادات ص ۲۶۳ کی عبارت کا ترجمہ

حضرت علی علیہ السلام نے جنگ صفین میں مالک اشتر سے فرمایا کہ میرے پاس ایک علم ہے۔ جو آج سے پہلے میں نے نہیں نکالا۔ اور یہ وہ پہلا علم ہے جسے نبی کریم نے نکالا تھا۔ اور جناب نے مجھ سے فرمایا تھا کہ یا ابوالحسن! تم میرے بعد ناکثین قاسطین سے جنگ کرو گے۔ اور پھر جناب نے وہ علم نکالا۔ اور وہ پرانا ہو چکا تھا۔ اور لوگوں نے نبی کریم کے علم کو دیکھا تو بلند آواز سے رونے لگے۔ اور جن لوگوں نے اس علم تک پہنچنے کا راستہ پایا۔ انہوں نے اُسے چوما۔

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ کہ جناب امیر علیہ السلام کے سامنے لوگ علم کو دیکھ کر رو بھی رہے تھے۔ اور چوم بھی رہے تھے۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ علم کو دیکھ کر رونا اور چومنا شرعاً جائز ہے۔

شبیہ علم سے مقصود ایک نقشہ ذہن میں لانا ہوتا ہے۔ اور اس کا ادب و احترام اظہار عقیدت کے طور پر ہے۔ (ماتم اور صحابہ ص ۲۱۷ تا ۲۱۸)

جواب:

پچھلے استدلال کی طرح اس استدلال میں بھی مکروفریب کا جال بچھایا گیا ہے حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی اور ان کے ساتھ تعلق رکھنے والی اشیاء

کا احترام اور ان سے عقیدت کا اظہار ہم عین ایمان سمجھتے ہیں۔ لیکن اختلاف اس میں ہے۔ کہ تعزیہ کی تمہاری مروجہ رسم جائز ہے یا نہیں۔ ہم اس سے قبل تمہارے ہی مکتب فکر کے مولوی محمد حسین ڈھکو وغیرہ کی کتب سے بحوالہ ثابت کر آئے ہیں۔ کہ یہ سب کچھ ناجائز ہے۔ رہا یہ مسئلہ کہ اس علم سے مقصد ذہن میں ایک نقشہ لانا ہے۔ یہ بھی فریب اور مکاری کی ایک ترکیب ہے۔ حضرت عباس بن علی رضی اللہ عنہ کے علم اور تمہارے اس علم میں کونسی مشابہت ہے۔ کہ تم اسے ذہن میں اُس علم کے نقشہ کے طور پر تصور کرتے ہو۔ اور پھر اسے اپنا مذہبی شعار گردانتے ہو۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے علم سے تمہیں کیا سروکار۔ انہیں اور ان کے بھائی کو قتل کرنے والے آخر کون تھے؟ بلکہ زبان سے نہیں حالت تمہاری بتلاتی ہے۔ کہ دال میں کچھ کالا ہے امام عالی مقام کے گھوڑے کی نقل، ان کے تیروں کی شبیہیں اور مستورات کے دوپٹے تمہارے پاس موجود اور علم عباس تم لیے پھرو۔ آخر یہ سب کہاں سے آگیا۔ سچ ہے۔ کہ جس سے اشیاء برآمد ہوں۔ وہ اس کا جواب دہ ہوتا ہے۔ یعنی چور وہی کہ جس سے چوری کی اشیاء ملیں۔ میدان کربلا سے گھوڑا لانے والے امام زین العابدین تو نہ تھے شہداء کربلا کے نیزے اور تیر خود شہداء تو اٹھا نہیں سکتے تھے۔ یہ انہی لوگوں کے پاس جا سکتے ہیں۔ جنہوں نے میدانِ کربلا کا معرکہ قائم کیا۔ اور امام عالی مقام کے ساتھیوں سمیت انہیں شہید کر کے دم لیا۔

علاوہ ازیں نجفی کا یہ کہنا کہ اس علم سے علمِ عباس کی شبیہ مقصود اور اس سے علمِ عباس کا نقشہ ذہن میں لا کر اس کی تعظیم و احترام مقصود ہے۔ تو اس بارے میں گزارش ہے۔ کہ بعض دفعہ نقل اور شبیہ بنانا اصل کی توہین کے مترادف ہو جاتا ہے جو تاریخ کے پس منظر میں مذکور واقعہ اس کی تائید کرتا ہے۔ یعنی ابرہہ کو سخت ترین سزا کیوں ملی تھی۔؟ اس کا جرم یہ تھا۔ کہ اُس نے خانہ کعبہ کی نقل بنائی تھی۔ لیکن اس کا یہ فعل اتنا قد

کو پسند نہ آیا۔ تو وہ دراس کے ساتھی سبھی مارے گئے۔ تصویر بنانے کی ممانعت میں ایک حکمت یہ بھی کارفرما ہے۔ دیکھو مصوّر خود خالق تو نہیں لیکن ناقل ضرور ہے۔ اس کی شبیہ بناتا ہے۔ تو اس شبیہ اور نقل اتارنے پر اُس مصوّر کو بروزِ قیامت کہا جائے گا۔ جاؤ اس تصویر میں جان ڈالو۔ یہ اس لیے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی تخلیق کی نقل اتاری۔

اس بارے میں ایک بات غور طلب یہ بھی ہے۔ کہ وہ ذہن" ایسی چیز خدا نے عطا فرمائی۔ جو ناممکن کا تصوّر بھی کر سکتی ہے۔ ان دیکھی اشیار بھی اس کے دائرہ تصوّر سے باہر نہیں۔ آخر جس شیعہ نے علمِ عباس کی نقل اتاری۔ وہ پہلے اس کے ذہن میں تھی پھر اس کے مطابق کپڑا لیا۔ اُسے کاٹا۔ بانس لیا اس پر چڑھایا۔ اگر ذہن میں نقشہ لانے کا معاملہ تھا۔ تو اتنی تکلیف کی کیا ضرورت تھی۔ چلو یہ بھی مان لیا۔ کہ ہر شخص بن دیکھے نقشہ ذہن میں نہیں لا سکتا۔ تو ایک دفعہ اور ایک ہی علم کافی تھا۔ سینکڑوں کی تعداد میں اور وہ بھی آئے دن کون سے ذہن میں نقشہ کے لیے بنائے جاتے ہیں۔ معلوم ہوا۔ کہ "ضیاء کسیر العبادات" کتاب کے حوالہ سے نجفی نے "مروّجہ علم" ثابت کرنے میں فریب دہی سے کام لیا۔ اور دھوکہ سے قائل کرانے کی کوشش کی۔

فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِي الْاَبْصَارِ

دغا بازی نمبر ۶۵

ماتم اور صحابہ: "بی بی عائشہ کا جلوس دیکھنا"

بخاری شریف:

اِنَّ عَائِشَۃَ قَالَتْ لَقَدْ رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمًا عَلٰی بَابِ حُجْرَتِیْ وَالْحَبَشَۃُ یَلْعَبُوْنَ فِی الْمَسْجِدِ وَرَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَسْتُرُنِیْ بِرِدَائِہٖ اَنْظُرُ اِلٰی لَعِبِہِمْ۔

(۱) اہل سنت کی معتبر کتاب بخاری شریف جلد ۱ ص ۱۹۴)

(۲) اہل سنت کی معتبر کتاب مسلم شریف جلد ۱ ص ۲۹۲

(۳) اہل سنت کی معتبر کتاب سنن نسائی جلد سوم ص ۱۵)

ترجمہ:

بی بی عائشہ فرماتی ہیں۔ ایک روز میں نے نبی کریم کو اپنے حجرے کے دروازے پر دیکھا۔ اور حبشی مسجد میں گتکا بازی کھیل رہے تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنی چادر سے چھپایا۔ اور میں ان کا کھیل دیکھ رہی تھی۔

قارئین! اس روایت میں یہ بات قابل غور ہے۔ کہ گتکا بازی کا یہ میچ مسجد نبوی میں کیوں رکھا گیا تھا۔ کیا مسجد کھیل کا میدان ہے۔ اور نیز وہ پیغمبر جس نے اپنی ازواج سے فرمایا تھا۔ کہ یہ صحابی تو اگرچہ اندھا ہے۔ آپ تو اندھی نہیں لہذا پردہ کرو۔ اس غیور نبی نے اپنی زوجہ کو خود تماشہ حبشیوں کا کیسے دکھایا۔ نیز جب بے چاری شیعہ عورتیں معاویہ اور اولادِ معاویہ کے ظلم کو بے نقاب کرنے کے لیے روتی پیٹتی باہر آئیں۔ تو ان کے خلاف فتووں کی بھرمار۔ اگر بی بی عائشہ کے تماشہ دیکھنے کا ذکر ہو۔ اہل سنت کی تمام تنظیمیں خاموش اور وہ اس لیے کہ گھر کی بات ہے۔ اس میں ناموسِ صحابہ کا سوال ہے۔

(ماتم اور صحابہ ص ۲۱۸ تا ۲۱۹)

جواب:

"بے حیا باش ہرچہ خواہی کن"، نجفی نے مومنوں کی ماں اور زوجہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے جو سوقیانہ انداز اپنایا۔ اُسے دوہرانے کی ضرورت نہیں کور باطن اور ایمان سے کوسوں دور شخص کا یہی وطیرہ ہوتا ہے۔ حبشیوں کا مسجد نبوی میں گتکا بازی کرنا کس لیے تھا۔ یہ محض تماشا اور کھیل نہ تھا۔ بلکہ جنگ میں کارآمد طریقہ کی تربیت تھی۔ پھر اس جنگی تیاری کے طریقہ کو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جس طرح دیکھا۔ اُس کا نقشہ نجفی کے ترجمہ سے ملاحظہ ہو۔ "نبی کریم نے مجھے اپنی چادر سے چھپایا"، یعنی آپ نے چھپ کر اور اوٹ میں ہو کر یہ کھیل دیکھا۔ اس سے نجفی اپنی ہم مشرب عورتوں کے بارے میں "روتی پیٹتی باہر آنے کی"، اجازت ثابت کر رہا ہے۔ شیعہ عورتیں بقول نجفی روتی پیٹتی بلا حجاب باہر سڑکوں پر کھلے بندوں عام مردوں کے جھرمٹ میں ہوں۔ اُدھر سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنے گھر میں

چاردیواری کے اندر، رسول کریم کے پیچھے چھپ کر اور آپ کی چادر کی اوٹ میں دیکھیں تو ان دونوں حالتوں میں باہم کیا نسبت ہے۔ ادھر مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا خاموش ادھر نجفی کی سگی بین کرتی ہوئی، سینہ کوبی کرتی ہوئی۔ سر کے بال کھلے چھوڑ کر سرعام پھرنے والی ان دونوں میں کون سی مطابقت ہے؟

رہا یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی ازواج کو یہ فرمانا۔ صحابی اندھا ہے تم تو اندھی نہیں ہو۔ اس حدیث پاک کی روشنی میں ہم اہل سنت اس امر کو تسلیم کرتے ہیں۔ کہ کسی اجنبی عورت کو بنظر شہوت اور بغیر شہوت دیکھنا حرام ہے۔ اسی طرح عورت کا بھی غیر محرم کو دیکھنا جائز نہیں حضور علیہ الصلوٰۃ خود ہی ارشاد فرمائیں اور خود ہی عملی طور پر اس کے خلاف کریں۔ نجفی کا انداز بیان یہ بتلاتا ہے۔ کہ یا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول و فعل ایک نہیں۔ یا وہ روایت جو نابینا صحابی والی ہے۔ وہ غلط ہے لیکن علم کے ناپینے کو یہی دو احتمال نظر آئے تیسرا احتمال نہ دیکھ سکا۔ عمدۃ القاری شرح البخاری میں اس واقعہ کے تحت مذکور ہے۔ کہ یہ واقعہ اس حرمت سے قبل کا ہے۔

عمدۃ القاری:

وَنَظَرُ الْمَرْأَةِ اِلٰى وَجْهِ الرَّجُلِ الْاَجْنَبِيِّ اِنْ كَانَ بِشَهْوَةٍ فَحَرَامٌ اِتِّفَاقًا وَاِنْ كَانَ بِغَيْرِ شَهْوَةٍ فَالْاَصَحُّ التَّحْرِيْمُ وَقِيْلَ هٰذَا كَانَ قَبْلَ نُزُوْلِ وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ

(عمدۃ القاری شرح البخاری للعینی جلد ۶ ص ۱۷۱ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

اجنبی مرد کے چہرہ کو دیکھنا اگر شہوت کے ساتھ ہو تو بالاتفاق حرام ہے

اور اگر شہوت کے بغیر ہو تو صحیح ترین قول یہ ہے کہ یہ بھی حرام ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ یہ واقعہ (حبشیوں کا کھیل دیکھنا) آیت حجاب کے نزول سے پہلے کا ہے۔

ان گزارشات سے قارئین کو بخوبی علم ہو چکا ہو گا۔ کہ مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا کے واقعہ کے ساتھ مروجہ ماتم اور تعزیہ میں شریک شیعہ عورتوں کو کون سی نسبت ہے۔ علاوہ ازیں ایک قول کے مطابق یہ حدیث نزول حجاب کے احکامات سے قبل کی ہونے کی وجہ سے منسوخ ہے۔

اس لیے منسوخ حدیث سے ایک واقعہ لے کر پھر اس سے شیعہ عورتوں کا بلا حجاب سڑکوں پر نکل کر بین کرنے، سینہ کوبی کرنے اور نوحہ خوانی کرنے کو جائز ثابت کرنا ایک نہیں بہت سی حماقتوں کا مجموعہ ہے۔ اور جہالتوں سے بھرا ہوا ایک ٹوکرا ہے۔ نجفی نے اس طرح "مائی صاحبہ کو جلوس دیکھنے والی" کہہ کر ان کی توہین کا ارتکاب کیا۔ کیا اہل تشیع کا جلوس اسی طرح مسجدوں میں ہوتا ہے۔ اور کیا ان کی عورتیں اس جلوس کو اپنے اپنے خاوندوں کی چادروں میں چھپ کر دیکھتی ہیں؟ بھولے بھالے اور جاہل شیعہ تو نجفی کے اس استدلال سے خوش ہو سکتے ہیں۔ لیکن کوئی بھی ذی ہوش اس واہی تباہی استدلال سے مطمئن نہیں ہو سکتا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

دغابازی نمبر ۲۶

ماتم اور صحابہ: "تبرا کرنا سنت عائشہ ہے"

عقد الفرید:

مُحَمَّدُ بْنُ حَنَفِيَّةَ اِنِّيْ يَمِيْنَ عَلِيٍّ يَوْمَ الْجَمَلِ وَابْنُ عَبَّاسٍ عَنْ يَسَارِهِ اِذْ سَمِعَ صَوْتًا فَقَالَ مَا هٰذَا قَالُوْا عَائِشَةُ تَلْعَنُ قَتَلَةَ عُثْمَانَ قَالَ عَلِيٌّ لَعَنَ اللّٰهُ قَتَلَةَ عُثْمَانَ۔

(اہل سنت کی معتبر عقد الفرید جلد دوم کے ص ۲۲۲ پر ہے)

ترجمہ:

محمد بن حنفیہ فرماتے ہیں۔ کہ روز جنگ جمل میں جناب علی علیہ السلام کے دائیں طرف تھا۔ اور ابن عباس بائیں طرف تھے۔ کہ جناب نے (شور وغل کی) آواز سنی۔ فرمایا۔ یہ کیسی آواز ہے؟ لوگوں نے کہا کہ بی بی عائشہ قاتلانِ عثمان پر لعنت کر رہی ہیں۔ حضرت علی نے بھی فرمایا۔ کہ خدا قاتلان عثمان پر لعنت کرے۔

قارئین! شیعہ لوگ بھی یہی کہتے ہیں۔ کہ آل نبی پر ظلم کرنے والوں پر خدا کی لعنت ہو۔ اب خواہ اس کو تبرا سمجھ یا گالیاں۔ (ماخوذ از رسالہ ماتم اور صحابہ ص ۲۲، ۲۲۱)

جواب:

شیعہ لوگ آلِ نبی پر ظلم کرنے والوں پر تبرا کرتے ہیں۔ خود نجفی بھی اس کا معترف ہے لیکن دریافت طلب امر یہ ہے۔ کہ وہ "آلِ نبی پر ظلم کرنے والے"، کون ہیں۔ کہ جن پر خدا کی لعنت مانگی جا رہی ہے۔ اہل تشیع کی کتب اِس اَمر کی صراحت کرتی ہیں۔ کہ لعنت کے مستحق چار مرد اور چار عورتیں ہیں۔ مرد یہ ہیں۔ ابوبکر صدیق، عثمان غنی، عمر بن الخطاب اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہم۔ اور عورتیں یہ ہیں۔ سیدہ عائشہ صدیقہ، سیدہ حفصہ، ام حکم اور ہندہ رضی اللہ عنہن۔ حوالہ کے لیے فروع کافی جلد سوم ص ۳۴۲ کتاب الصلوۃ ملاحظہ ہو۔ عقد الفرید کے حوالہ سے مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا کا ان لوگوں پر لعنت کرنا ثابت کہ جنہوں نے حضرت عثمان کو شہید کیا۔ اور ان کی طرح حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ نے بھی اُن لوگوں پر لعنت کہی۔ قاتلانِ عثمان کم از کم ایک مسلمان کے ضرور قاتل ہیں۔ پھر صحابیت اور خلافت اس سے امر زائد ہیں۔ اور کسی مسلمان کا قاتل بوجہ فاسق و فاجر ہونے کے مطلقاً لعنت کا مستحق ہوتا ہے۔ خود قرآن کریم میں فاسق و فاجر پر اجمالی طور پر لعنت بھیجی گئی یہاں تک تو بات درست ہے لیکن ان لوگوں میں مذکورہ چار مرد اور چار عورتوں کو شامل کرنا کس دلیل کی بنا پر ہے۔ لعنت جب کسی پر کی جاتی ہے تو کتب شیعہ میں یہ موجود ہے۔ کہ اگر مخاطب واقعی لعنت کا مستحق تھا۔ تو خیر ورنہ وہ لعنت واپس لعنت کرنے والے پر آن پڑتی ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

حلیۃ المتقین:

از امام محمد باقر منقول است کہ لعنتے کہ از دہان شخصے بیروں می آید میگردد اگر صاحبش را میبابد آنجا قرار میگیرد و اگر نہ بگوینده اش بر میگردد۔

(حلیۃ المتقین ص ۱۶۴ رعایت حقوق مومنان مطبوعہ تہران طبع قدیم)

ترجمہ:

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ کہ لعنت جب کسی شخص کے منہ سے نکلتی ہے۔ تو وہ ادھر اُدھر پھرتی ہے۔ اگر ایسا آدمی مل جائے۔ (جس پر لعنت کی گئی) جو اس کا مستحق ہو۔ تو وہیں رُک جاتی ہے۔ ورنہ واپس لعنت بھیجنے والے کی طرف لوٹ آتی ہے۔

حوالہ بالا سے معلوم ہوا۔ کہ کسی ایسے شخص پر لعنت بھیجنا جو اس کا مستحق نہ ہو۔ خود لعنت بھیجنے والے کو ملعون بنا دیتی ہے۔ اب آیئے۔ اور دیکھیں۔ کہ کیا نجفی کا بچھایا ہوا جال خود اس کے پھنسنے کے کام نہ آگیا۔ نجفی اور اس کے اگلے پچھلے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ (چونکہ یہاں صرف انہی کا تذکرہ ہو رہا ہے) پر لعنت بھیجیں۔ اور حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ ان کے قاتلوں پر لعنت بھیجیں۔ مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا کی بات تھوڑی دیر کے لیے چھوڑ دیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ قاتلانِ حسین کو اس لعنت کا مستحق سمجھتے تھے یا نہیں؟ ہر ذی عقل یہی کہے گا۔ کہ یہ لوگ واقعی اس کے مستحق تھے۔ تو جب یہ لعنت کے مستحق ہوئے۔ تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا مقام و مرتبہ حضرت علی المرتضٰی کے نزدیک کیا ہوگا۔ کہ جن کے قتل کی بنا پر ان کے قاتلین ملعون ہوئے۔ یہی ناکہ حضرت عثمان کو آپ سچا پکا مسلمان سمجھتے تھے۔ تو جنہیں حضرت علی المرتضٰی اعلیٰ درجہ کا مسلمان و مومن سمجھیں۔ نجفی اور اس کے اگلے پچھلے ان پر لعنت بھیجیں۔ تو انصاف سے کہیئے وہ لعنت کدھر ٹھہرے گی۔؟

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا وہ قول جو انوار النعمانیہ جلد اول اور احقاق حق میں منقول ہے۔ اُسے پھر سے دیکھ لیں۔ اِمَامَانِ عَادِلَانِ قَاسِطَانِ كَانَا عَلَى الْحَقِّ وَ مَاتَا عَلَيْهِ۔ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہ عادل اور منصف امام تھے۔ حق پر رہے۔ اور اُسی پر فوت ہوئے۔ جن خلفاء کرام کی حضرت امام جعفر صادق تعریف

کریں، حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ زندگی بھر ان کی اقتدا میں نمازیں ادا کریں۔ وہ ملعون کیونکر ہو سکتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ ان پر لعنت کرنے والا خود ملعون ہے۔ اگر حقیقت کو سامنے رکھا جائے۔ تو "آل نبی پر ظلم کرنے والے"، وہ کوفی اور شامی لوگ تھے۔ (جیسا کتب شیعہ سے اس کی تفصیلی بحث گزر چکی ہے۔) جنہوں نے امام عالی مقام کو خطوط لکھ کر بلوایا۔ اور ان کا پانی بند کر کے بھوکا پیاسا شہید کیا گیا۔ اور یہ سب کچھ کرنے والے "شیعانِ علی"، تھے۔ ہم بھی یہی کہتے ہیں۔ آل نبی پر ظلم کرنے والوں پر خدا کی لعنت ہو۔

فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِي الْاَبْصَارِ

دغابازی نمبر ۶۷

ماتم اور صحابہ: "لعنت کرنا سنت نبی ہے"

بخاری شریف:

عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِيْ سَالِمٌ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ فِي الرَّكْعَةِ الْآخِرَةِ مِنَ الْفَجْرِ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ الْعَنْ فُلَانًا وَفُلَانًا وَفُلَانًا۔

(اہل سنت کی معتبر کتاب بخاری شریف جلد ۶ ص ۲۹ سورۃ آل عمران)

ترجمہ: راوی کہتا ہے۔ کہ میں نے نبی کریم سے سنا ہے۔ کہ جب حضور نماز صبح کی دوسری رکعت میں رکوع سے سر اٹھاتے تھے۔ تو فرماتے تھے (اے خدایا فلاں فلاں اور فلاں پر لعنت کر یعنی تینوں پر لعنت کر)

قارئین! دیکھا نبی پاک نے لعنت کے مستحق کو معاف نہیں کیا۔ ہم شیعہ بھی لعنت کے مستحق پر تبرا کرتے ہیں۔ نہ رسول نے نام لیا۔ نہ ہمیں نام لینے کی ضرورت ہے۔ (ماتم اور صحابہ ص ۲۲۱ تا ۲۲۲)

جواب:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جن تین اشخاص پر نماز صبح میں لعنت بھیجی - وہ پکے کافر تھے۔ اور انہوں نے وعدہ کرنے کے باوجود صحابہ کرام کو شہید کر دیا تھا۔ بعض روایات کے اعتبار سے آپ نے اُن کے نام لے کر ایسا کیا۔ لیکن اہل تشیع اس روایت کی آڑ میں ان حضرات پر لعنت کرنے کا جواز تلاش کرتے ہیں۔ جن کا حضرات انبیائے کرام کے بعد کوئی دوسرا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کے بارے میں آپ کا ارشاد گرامی ہے۔ حُبُّ اَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ اِيْمَانٌ وَ بُغْضُهُمَا كُفْرٌ۔ ابو بکر و عمر سے محبت ایمان ہے۔ اور ان سے بغض کفر ہے۔ اہل تشیع کی کتب اس امر کی تصدیق کرتی ہیں۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو بیٹیاں (رقیہ اور ام کلثوم) حضرت عثمان غنی کے عقد میں یکے بعد دیگرے آئیں۔ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنی صاحبزادی کا عقد حضرت فاروق اعظم سے کیا تھا۔ آخر حضرت علی انہیں کیا سمجھتے تھے۔ اہل تشیع باوجود اس کے کہ ان کے دل خلفائے ثلاثہ کے بارے میں صاف نہیں۔ پھر بھی بظاہر انہیں مسلمان سمجھتے ہیں۔ تو ایک مسلمان کا نام لے کر اس پر لعنت بھیجنا خود ان کے مسلک میں بھی حرام ہے۔ ہماری اس تحریر سے واضح ہو گیا۔ کہ نجفی کا استدلال ایک پُر فریب اور مکر و فن کا شاہکار حربہ ہے۔ جس کی زد میں خود شیعہ تو آ سکتے ہیں۔ لیکن اس سے اُس کا مدعیٰ ثابت ہرگز ہرگز نہیں ہوتا۔

دغابازی نمبر ۶۸

"دشمنِ اہلِ بیت پر لعنت درِ جنت پر تحریر ہے"

ماتم اور صحابہ: تاریخ بغداد:

عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْلَۃً عُرِجَ بِیْ اِلَی السَّمَاءِ رَأَیْتُ عَلٰی بَابِ الْجَنَّۃِ مَکْتُوْبًا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰہِ عَلِیٌّ حُبُّ اللّٰہِ وَالْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ صِفْوَۃُ اللّٰہِ فَاطِمَۃُ خِیَرَۃُ اللّٰہِ عَلٰی بَاغِضِہِمْ لَعْنَۃُ اللّٰہِ۔

(اہل سنت کی معتبر کتاب تاریخ بغداد جلد اول ص ۲۵۹ پر تحریر ہے)

ترجمہ:

حضور فرماتے ہیں کہ معراج کی رات جب میں آسمان پر گیا۔ تو درِ جنت پر یہ چھ کلمے تحریر دیکھے۔ ۱۔ لا الہ الا اللہ ۲۔ محمد رسول اللہ۔ ۳ علی حب اللہ۔ ۴۔ الحسن والحسین صفت اللہ۔ ۵۔ فاطمہ خیرۃ اللہ۔ ۶۔ علی باغضہم لعنۃ اللہ۔ ان کے دشمنوں پر اللہ کی لعنت۔

قارئین دیکھا آپ نے۔ ملاّ نے کہتے ہیں کہ کلمہ میں "علی ولی اللہ" کیوں پڑھتے ہیں

اور دشمنِ علی پر لعنت کیوں کرتے ہیں۔ عرض خدمت ہے۔ کہ آپ نے دیکھا کہ درِجنت پر کونسا کلمہ لکھا ہے۔ قادری غلام رسول اور قاضی مظہر جب درِجنت پر یہ کلمہ دیکھیں گے توان کی حالت اس وقت دیکھنے کے قابل ہو گی۔

جواب:

نجفی نے مذکورہ روایت سے جو کچھ ثابت کرنا چاہا۔ بظاہر اس میں کافی کشش نظر آتی ہے۔ دشمنِ اہل بیت کو کون اچھا اور متقی جانتا ہے۔ ہم بھی ان کے دشمنوں کو ملعون کہتے ہیں۔ لیکن پھر وہی سوال اُبھرتا ہے۔ کہ آخر وہ کون لوگ ہیں۔ نجفی اور اس کے ہم نوا اس بہانے خلفائے ثلاثہ اور حضرت امیر معاویہ وغیرہم کو موردِ لعن بنانے کی ناپاک جسارت کرتے ہیں۔ اور ایسے حوالہ جات اسی کور باطنی کی تسکین کے لیے ذکر کرتے ہیں۔ بہرحال موضوع اور عنوان پر گفت گو کرتے ہیں۔ موضوع تھا۔ "دشمنِ اہل بیت پر لعنت درِجنت پر تحریر ہے" اگرچہ ایسا ممکن ہے۔ لیکن روایت مذکورہ سے اس کی کوئی توثیق یا سرے سے کوئی ثبوت ہی نہیں ہو سکتا۔ اس کی وجہ خود نجفی کو بھی معلوم تھی۔ ورنہ وہ دھڑلے سے اس کی سند نقل کر دیتا۔ اس روایت کا مرکزی راوی "علی بن احمد المؤدب الحلوانی" ہے۔ یہ من گھڑت احادیث بیان کرنے کا عادی ہے۔ اور خطیب نے اس کی احادیث موضوعہ جتنی نقل کیں اُن میں سے روایت بالا انتہائی خطرناک روایت ہے۔ اس کے وضاع ہونے کی بنا پر "لسان المیزان" میں اس پر لعنت کی گئی۔ حوالہ ملاحظہ ہو

لسان المیزان:

عن علی بن احمد المؤدب الحلوانی۔ حدیث عند هلال الحفار۔ روی احادیث موضوعة من افضعها مارواه الخطیب، حدثنا هلال الحفار حدثنی

علی بن احمد ابن حمویہ الحلوانی المؤدب ثنا محمد بن اسحاق المقری ثنا علی بن حماد الخشاب ثنا علی بن المدینی ثنا وکیع ثنا جابر عن مجاھد بن خیر ابن عباس رضی اللہ عنہما مرفوعا قال لما عرج بی رأیت علی باب الجنۃ مکتوبا لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ علی حبیب اللہ الحسن والحسین صفوۃ اللہ فاطمۃ امۃ اللہ علی باغضیھم لعنۃ اللہ۔ قلت ای واللہ وعلی واضعہ لعنۃ اللہ قال الخطیب غالب ظنی ان ھذا الاحادیث من عمل الحلوانی۔

(لسان المیزان جلد ۴ ص ۱۹۴ حرف العین مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

علی بن احمد المؤدب الحلوانی سے ہلال الحفار نے روایت کی۔ اس کی احادیث من گھڑت ہیں۔ اور اُن میں سے سب سے نکمی اور رسواکن وہ حدیث ہے۔ جسے خطیب نے روایت کیا۔ (بحذف اسناد) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مجھے معراج کرایا گیا۔ تو میں نے جنت کے دروازے پر یہ حروف لکھے ہوئے دیکھے۔ لا الہ الا اللہ الخ یہ سن کر میں نے کہا اس حدیث کے گھڑنے والے پر بھی خدا کی قسم لعنت ہو۔ خطیب کا کہنا ہے۔ کہ میرا غالب گمان یہ ہے کہ اس قسم کی تمام احادیث حلوانی کی من گھڑت ہیں۔

یہ تھا اس روایت کا مقام اور اس کے راوی کا حال کہ جس پر نجفی نے اپنے استدلال کا تانا بانا بُنا تھا۔ پھر موضوع سے ہٹ کر ایک موضوع کو چھیڑا۔ وہ یہ کہ مُلّا نے کہتے ہیں کہ شیعوں نے اذان اور کلمہ میں "علی ولی اللہ" کہاں سے نکال لیا۔ اب اس من گھڑت روایت

اس کلمہ کا ثبوت ہوتا ضرور ہے۔ لیکن اس کا بانی نہ کوئی امام ہے۔ نہ کوئی اہل بیت کا فرد بلکہ حدیثیں گھڑنے والا ایک ملعون شخص ہے۔ نجفی کو ایسا آدمی کیسا معتبر لگا۔ کر وضاع حدیث ہوتے ہوئے اس کو اپنا پیشوا بنا کر اس کی روایت کے مطابق اذان و کلمہ میں ایک لفظ زیادہ کیا۔ سمجھے آپ کہ نجفی کا مذہب کن لوگوں کے اقوال پر مبنی ہے۔ محض دھوکہ دینے کے لیے اپنے مذہب کو آئمہ اہل بیت کی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔

فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِي الْاَبْصَارِ

دغابازی نمبر (۶۹)

ماتم اور صحابہ: (اس کتاب کے دو عنوان ملاحظہ ہوں)

۱۔ جوتی کے ذریعہ قرب خدا۔ اس کے ثبوت کے طور پر امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے۔ کہ اگر کوئی شخص اس جوتی کو پوجے۔ اور مقصود تقرب خدا ہو۔ تو کوئی گناہ نہیں۔

۲۔ عزاداری کا ثواب۔ اس عنوان کے تحت ذخائر العقبیٰ نامی کتاب کے ص ۱۹ سے ترجمہ پیش کیا ہے۔

"امام حسین فرماتے ہیں۔ کہ ہماری مصیبت میں جس کی آنکھ پرنم ہو جائے یا آنسوؤں کے قطرات بہہ نکلیں۔ تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت عطا فرمائے گا اور اس کے بعد اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے۔ کہ ارباب انصاف۔ نبی کا کلمہ پڑھنے والو غور کرو۔ اگر کوئی رسول اللہ کو جناب کی اولاد کے مصائب کا پرسہ دے عزاداری کرے۔ تو جب ہم اس

کے لیے کوئی حدیث پیش کرتے ہیں۔ کہ اُسے جنت ملے گی۔ تو یہ قادری اور قاضی قرآن وحدیث کے حربے بے کر شریعت کی تو پے کرفتوؤں کے بم لے کر دشمنی امام حسین میں کمربستہ ہو کر رسول اللہ کو اجرِ رسالت دینے کے لیے اپنے کلمے کی ترویج کی خاطر میدانِ مجادلہ میں اور مکابرہ میں اُتر آتے ہیں۔ اور مظلوم کے عزاداروں پر طعنہ وتشنیع کے تیروں کی بوچھاڑ کر دیتے ہیں۔ کہ یہ سیاہ پوش ذاکر یہ بدعمل ملنگ صرف حسین حسین علی علی کرتے ہیں۔ نہ نماز نہ روزہ نہ زکوٰۃ نہ حج۔ (ماتم اور صحابہ ص ۲۲۳ تا ۲۲۶)

جواب:

نجفی نے پہلا عنوان "جوتے کے ذریعہ قربِ خدا" کے ثبوت کے لیے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول پیش کیا۔ لیکن عجیب مخمصہ ہے۔ کہ اس قول کا کوئی اتہ پتہ نہیں نہ کتاب کا نام نہ اس کے باب اور صفحہ کا تذکرہ کوئی ڈھونڈے تو کہاں؟ اس قسم کے حوالہ کوئی کیا اہمیت دے؟ رہا اس حوالہ میں مذکور جوتی کو قربِ خدا کا ذریعہ کہنا۔ تو سن لیجئے کہ ہم اہل سنت کا عقیدہ ہے۔ کہ کسی کامل کی جوتی وسیلہ بن سکتی ہے۔ جیسا کہ تابوت سکینہ کی تفسیر میں مذکور ہے۔ کہ اس تابوت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نعلین بھی تھیں بنی اسرائیل بوقت مشکل اسی تابوت کو سامنے رکھ کر دشمن پر فتح کے لیے دعا کیا کرتے تھے

اسی دغابازی کا دوسرا عنوان "عزاداری کا ثواب"، اور پھر اس کی تائید کے لیے ذخائر العقبیٰ سے ایک عبارت پیش کی۔ اس سلسلہ میں گزارش ہے۔ کہ بے سند ہونے کی وجہ سے یہ روایت ہم پر حجت نہیں ہو سکتی۔ اور اگر اسے تسلیم بھی کر لیا جائے تو پھر اس سے نجفی کو کوئی فائدہ نہیں۔ دیکھئے روایت مذکورہ میں آنکھ پرنم یا اس سے آنسو بہنے کی بات موجود ہے۔ ہم گزشتہ اوراق میں ثابت کر چکے ہیں۔ کہ اس طرح سے رونا اور غم کا اظہار کوئی خلافِ شرع بات نہیں۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے

صاحبزادے کی وفات پر آنسو بہائے تھے۔ لیکن آپ (نجفی) کا زور تو اس امر پر تھا۔ کہ ایسی روایات سے "مروجہ ماتم" ثابت کریں۔ جو سینہ کوبی، زنجیر زنی اور کپڑے پھاڑنے پر مشتمل ہوتا ہے۔ ذرا بتلائیے تو سہی کہ اس روایت میں کون سے الفاظ ہیں۔ جو اس مفہوم کی تائید کرتے ہیں۔

نجفی نے اس روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے سنیوں کو کوسنے کی کوشش کی۔ اور خارجیوں کے حوالہ سے یہ لکھا۔ کہ ان (خارجیوں) کی داڑھی بھی تھی۔ نمازیں بھی پڑھتے تھے۔ زکوٰۃ دیتے تھے۔ حج بھی کرتے تھے۔ لیکن محبتِ اہل بیت سے خالی ہونے کی وجہ سے یہ سب کچھ کام نہ آیا۔ گویا نجفی اس طرح اپنے ملنگوں کو یہ شاباش دے رہا ہے۔ کہ اے علی کے ملنگو! نماز نہ پڑھو، زکوٰۃ ہرگز نہ دو۔ حج کے قریب بھی مت جاؤ۔ لیکن بھنگ چرس کو استعمال کر کے علی علی حسین حسین پکارتے رہو۔ تو اہل بیت کے نزدیک تم قابل ستائش ہو۔ کاش نجفی نے اپنی مذہبی عظیم کتاب انوار نعمانیہ کا مطالعہ ہی کیا ہوتا۔ کہ اس میں نماز کے تارک کے بارے میں کیا لکھا ہے۔ یاد نہ ہو۔ تو سن لو۔ اور غور کرو۔ "جس آدمی نے کسی بے نماز کو ایک لقمہ دیا۔ اس نے گویا اپنی ماں سے ستر بار زنا کیا۔ اور ستر دفعہ خانہ کعبہ کو گرایا۔ بڑے فائدے کی بات ملنگوں کو بتلائی جا رہی ہے انہیں اس پر نجفی کا شکریہ ادا کرنا چاہیے۔

اگر داڑھی رکھنا اور نماز پڑھنا اس وجہ سے اچھا نہیں۔ کہ خارجی لوگ ایسا کرتے تھے۔ تو پھر قرآن کی تلاوت بھی نہ کریں۔ کوئی دوسرا نیک کام بھی نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ یہ واجب القتل لوگوں کی علامتیں ہیں۔ تو پھر بتلائیے کہ ائمہ اہل بیت اور دیگر اہل بیت کے افراد یہ کام کیوں کیا کرتے تھے۔ امام عالی مقام کی داڑھی تھی۔ وہ نمازیں بھی پڑھتے تھے۔ اور نیزے پر قرآن پڑھنا نہ چھوڑا۔ ذرا ان کی بات اب کتنی کیجئے خدا کا غضب! اندھی عقل نجفی کو کدھر کدھر لیے پھرتی رہی۔ اور حواس باختہ ہو کر ایسے

ایسے نازیبا کلمات کہہ گزرا ہے۔ جس سے نہ کوئی صحابی بچ سکا۔ اور نہ اہل بیت کے افراد اس سے بچ سکے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

دغابازی نمبر

ماتم اور صحابہ:

عزادار کا انجام

صواعق محرقہ:

واخبر الجمال الرشدی والشہاب الکورانی
اَنَّ بَعْضَ اَبْنَاءِ تَمر لنگ اَخْبَرَ اَنَّہٗ لَمَّا مَرِضَ
تمرلنگ مَرَضَ الْمَوْتِ اِضْطَرَبَ فِیْ بَعْضِ الْاَیَّامِ
اِضْطِرَابًا شَدِیْدًا فَاسْوَدَّ وَجْہُہٗ وَتَغَیَّرَ
لَوْنُہٗ ثُمَّ اَفَاقَ فَذَکَرُوْا لَہٗ ذَالِکَ فَقَالَ اِنَّ
مَلَائِکَۃَ الْعَذَابِ اَتَوْنِیْ فَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰہِ
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَھُمْ اِذْھَبُوْا عَنْہُ
فَاِنَّہٗ کَانَ یُحِبُّ ذُرِّیَّتِیْ وَیُحْسِنُ اِلَیْھِمْ فَذَھَبُوْا

(اہل سنت کی معتبر کتاب صواعق محرقہ ص۱۸۲ مطبوعہ مصر چھاپ قدیم پر ہے۔)

ترجمہ:

راوی کہتا ہے۔ کہ تیمور کے بیٹوں نے اُسے خبر دی ہے۔ کہ

جب تیمور بیمار ہوا۔ تو بعض دنوں میں وہ بہت مضطرب ہوا۔ اس کے چہرے کا رنگ سیاہ ہو گیا۔ اور پھر وہ قدرے تندرست ہو گیا بیٹوں نے اس کی رنگت کی تبدیلی کا تذکرہ کیا۔ اس نے بتایا کہ اس کے پاس عذاب کے فرشتے آئے تھے۔ اور اس کے بعد پیغمبر اسلام تشریف لائے۔ فرمایا کہ اسے چھوڑ دو۔ یہ میری اولاد سے محبت رکھتا تھا۔ اور ان سے احسان کرتا تھا۔ پس فرشتے مجھے چھوڑ کر چلے گئے۔

قارئین! مُلّاں لوگ اس بات کا بھی شور و غل کرتے ہیں۔ کہ تعزیہ داری کا بانی تمرلنگ ہے۔ اور وہ ایسا ایسا تھا۔ لیکن اس کا عمل جیسا ہی ہو۔ اولادِ نبی کی محبت اور ان سے احسان اور ان کی تعزیہ داری اس امر کا باعث بنی۔ کہ نبی نے آکر اس کی شفاعت فرمائی۔ ہم شیعہ گناہگار ہی سہی لیکن آل نبی سے عقیدت رکھتے ہیں۔ اور ہمیں یقین ہے۔ کہ وہ عقیدت کے صدقے ہماری شفاعت فرمائیں گے۔

(ماتم اور صحابہ ص ۲۲۷)

جواب:

"صواعق محرقہ"، کی عبارت کو دیکھیں۔ اور اس سے نجفی کا "مروجہ ماتم" ثابت کرنے کا انداز دیکھیں۔ تیمور لنگ کے پاس بوقتِ مرگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے۔ آپ نے اس کی کیا صفت بیان کی تھی۔ کہ جس کی بنا پر فرشتوں نے اسے چھوڑ دیا تھا۔ یہی کہ اسے میری اولاد سے محبت ہے۔ اور ان سے احسان کرتا تھا۔ کیا کسی سے محبت اور اس سے احسان "مروجہ ماتم" بنتا ہے جبکہ "مروجہ ماتم" میں سینہ کوبی، زنجیر زنی اور دیگر قباحات موجود ہیں۔ ہم پہلے ہی کہہ چکے ہیں۔ کہ امام عالی مقام یا کسی دوسرے نیک آدمی کے وصال و شہادت پر آنسو بہا کر رونا جائز ہے لیکن اس روایت میں رونے کا سرے سے ذکر ہی

نہیں۔ محبت ایک دلی کیفیت کا نام ہے۔ اگر تیمور لنگ "مروجہ ماتم" ثابت کرنے والا ہوتا۔ تو حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم اس کی شفاعت فرمانے کی بجائے اس سے ناراضگی کا اظہار فرماتے۔ کیونکہ "مروجہ ماتم" کے افعال کرنے والے سے آپ بیزاری کا اعلان فرما چکے ہیں۔ لہٰذا تیمور لنگ کی آل نبی سے محبت، سے "مروجہ ماتم" ثابت کرنے میں نجفی نے نہایت دغا بازی سے کام لیا ہے۔

علاوہ ازیں "صواعق محرقہ" کی مذکورہ عبارت کا اگلا حصہ خود اس کی وضاحت کر رہا ہے۔ کہ اس سے ہمیں سبق حاصل کرنا چاہیئے۔ لیکن وہ حصہ نجفی نے جان بوجھ کر چھوڑ دیا۔ تاکہ معاملہ اُلٹ نہ جائے۔ صواعق محرقہ کے اگلے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

صواعق محرقہ:

وَاِذَا نَفَعَ حُبُّهُمْ هٰذَا الظَّالِمَ الَّذِيْ لَا اَظْلَمَ مِنْهُ فَكَيْفَ بِخَيْرٍ وَ يَنْبَغِيْ اَنْ يَّزَادَ فِي اِكْرَامِ عَالِمِهِمْ وَصَالِحِهِمْ۔

ترجمہ:

جبکہ تیمور جیسے ظالم شخص کو جس سے بڑا ظالم نہ ہوگا۔ آلِ نبی کی محبت نے فائدہ دیا۔ تو دوسروں کے بارے میں اس کا فائدہ کیسا ہوگا لہٰذا ہر شخص کو چاہیئے کہ آلِ نبی کے علماء اور نیک لوگوں کی تعظیم زیادہ سے زیادہ کرے۔

اب۔ تبلا یئے کہ آل رسول سے محبت اور عقیدت کو کون تسلیم نہیں کرتا؟ ہمارا عقیدہ ہے۔ کہ یہ محبت دنیا و آخرت میں بہت مفید ہے۔ لیکن اس کا فائدہ تب ہوگا۔ جب محبت کرنے والا کافر نہ ہو۔ مومن گنہگار ہے۔ تو ان حضرات کی محبت ومودت ضرور فائدہ پہنچائے گی۔

اس روایت سے جو کچھ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی۔ کہ "مروّجہ ماتم" جائز ہونے کے علاوہ آخرت میں نفع بخش بھی ہے۔ اس سلسلہ میں گزارش ہے۔ کہ روایت مذکورہ میں "مروجہ ماتم" کے جواز کے لیے کوئی ایک لفظ بھی موجود نہیں۔ کوئی شیعہ کسی کتاب سے اسی تیمور لنگ کے متعلق اگر یہ ثابت کر دے۔ کہ اس کی رہائی سینہ کوبی، زنجیر زنی اور سیاہ کپڑے پہننے کی وجہ سے ہوئی۔ تو پھر استدلال میں کچھ وزن آسکتا ہے۔ لیکن پھر بھی دوسرے احتمالات کی بنیاد پر اس استدلال کو تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ دیکھئے یہ واقعہ تیمور لنگ کی حالتِ خواب کا ہے۔ خواب کے واقعات پر استدلال کرنا نری حماقت ہے۔ اور پھر خود اس کے اپنے متعلق یعنی خواب میں خود اپنے بارے میں کچھ دیکھا۔ ایک بہت بڑا ظالم ہونے کی وجہ سے اس کے خواب اور وہ بھی اپنے بارے میں کہاں تک قابلِ استدلال ہیں۔ بہرحال ہمیں تسلیم ہے کہ آلِ رسول کی محبت باعثِ نجات ہے۔ اور آخرت میں اس کا فائدہ ہے۔ بلکہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے اس خواب کو دیکھیں۔ جو انہوں نے ابولہب کے متعلق دیکھا تھا۔ پوچھا۔ مرنے کے بعد تمہارا کیا حال ہے۔ کہا ہر وقت آگ میں گھرا رہتا ہوں صرف سوموار کے دن کچھ لمحات اچھے گزرتے ہیں۔ اور میری انگلی عذاب سے بچی ہوئی ہے پوچھا اس کی وجہ کیا ہے۔ کہا میں نے اللہ تعالیٰ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خبر سن کر اس انگلی سے ثوبیہ نامی لونڈی کو آزاد کیا تھا۔ تو جب ابولہب کو فائدہ ہو سکتا ہے۔ تو ایک عام مسلمان اس خوشی سے محروم کیسے رہ سکتا ہے۔ لیکن تیمور لنگ کے خواب سے "مروجہ ماتم" کیسے ثابت ہو سکتا ہے۔ اگرچہ یہ ثابت بھی ہو جائے کہ وہ "مروجہ ماتم" کرتا تھا۔ آخر اس کی وجہ سے نہیں بلکہ آل رسول کی محبت اور احسان کی وجہ سے اُسے فائدہ ہوا۔ محبت اور احسان کو "مروجہ ماتم" پر منطبق کرنا نجفی کی عجیب دھوکہ دہی ہے۔ اس سے اِس کے ہم مسلک تو خوش ہو سکتے ہیں۔ اور سینہ کوبی اور

زنجیر زنی کو مدارِ نجات سمجھ سکتے ہیں لیکن کوئی سنجیدہ آدمی اِس استدلال کو فریب اور مکر سے کم نہیں سمجھے گا۔

دغابازی نمبر (۱۷)

"بنی ہاشم کے علاوہ کربلا میں کون شہید ہوا"

ماتم اور صحابہ: البدایہ والنہایہ:

وَرَدَ عَلَيْنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ وَثَمَانِيَةَ عَشَرَ مِنْ اَهْلِ بَيْتِهِمْ وَسِتُّوْنَ رَجُلًا مِنْ شِيْعَتِهِ

(۱) اہل سنت کی معتبر کتاب البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۱۹۱ ابن کثیر دمشقی)

(۱) اہل سنت کی معتبر کتاب الاخبار الطوال لابی حنیفہ الدینوری ص ۲۶۰)

(۱) اہل سنت کی معتبر کتاب العقد الفرید جز ثانی ص ۲۵۲)

(۱) اہل سنت کی معتبر کتاب کامل ابن اثیر جلد ۴ ص ۴۳)

ترجمہ:

یزید کو اس کے فوجی افسر نے بتایا۔ جس کا نام زحر بن قیس تھا۔ کہ عراق میں حسین بن علی وارد ہوئے۔ اٹھارہ آدمی ان کے ساتھ ان کے اپنے اہلبیت بنی ہاشم میں سے تھے۔ اور ساٹھ مرد ان کے ساتھ ان کے شیعہ میں سے تھے

(ہم نے ان پر تیری بیعت کو پیش کیا۔ سب نے انکار کر دیا۔ ہم نے اُن سب کو قتل کر دیا۔ اور ان کے جسم بغیر کفن کے کربلا میں چھوڑ دیئے۔)

قارئین! اس روایت سے معلوم ہوا۔ کہ شیعہ کربلا میں امام حسین پر جان نثار کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔ چار یاری قاضی اور اس کا رفیق قادری شیعہ کو مورد الزام ٹھہراتے ہیں۔ شیعہ تو پھر بھی امام کے ساتھ شہید ہوئے۔ آپ کسی کتاب کا حوالہ دیں۔ کہ چار مذہب کا کوئی آدمی بھی یعنی سنی عقیدہ رکھنے والا اولادِ نبی پر جان نثاری کرتے ہوئے کربلا میں شہید ہوا ہو۔ (ماتم اور صحابہ ص ۲۳۸)

جواب:

نجفی کے اس استدلال میں پہلی دغا بازی یہ ہے۔ کہ اس نے "الاخبار الطوال" کو اہل سنت کی معتبر کتاب کے طور پر پیش کیا ہے۔ لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے اس کے مصنف ابوحنیفہ دینوری کا سنی ہونا ثابت نہیں۔ جب مصنف کا سنی ہونا ہی ثابت نہیں۔ تو ایسے مصنف کی کتاب کو "اہل سنت کی معتبر کتاب"، کہنا کتنا بڑا دغا اور فریب ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

تنقیح المقال: احمد بن داؤد الدینوری۔

وَاَقُوْلُ اِنْ كَانَ اِمَامِيًّا كَانَ مِنَ الثِّقَاتِ لِتَوْثِيْقِ ابْنِ النَّدِيْمِ۔

(تنقیح المقال جلد اول ص ۶۰ باب احمد من ابواب الہمزہ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

میں (صاحب تنقیح المقال) کہتا ہوں۔ کہ اگر وہ امامی ہے تو ثقہ ہے

کیونکہ ابن ندیم نے اس کی توثیق کی ہے۔

صاحب تنقیح المقال کو چونکہ احمد بن داؤد دینوری کے بارے میں صحیح معلومات میسر نہ آسکیں۔اس لیے اس کے بارے میں "اگر" کی شرط لگائی۔لیکن اس کے باوجود وہ اسے امامی شیعہ مانتا ہے۔لہذا ایسے شخص کو سنّی اور اس کی کتاب کو اہل سنت کی معتبر کتاب کہنا دغا بازی ہی تو ہے۔

اس کے ساتھ دوسری دو کتب واقعی اہل سنت مسلک کی ترجمان ہیں لیکن نجفی کو غیروں کے حوالہ سے میدان کربلا میں شمولیت ثابت کرنے کی کیا پڑی ہے جبکہ اہل سنت اِن کے نزدیک سؤر اور کتے وغیرہ سے بدتر ہیں۔تو پھر ان اشخاص کو اپنے علماء پر ترجیح دینے کا مطلب کیا؟ کیا ان کے علماء سنیوں سے بھی بدتر ہیں آخر کم تر جو ٹھہرے۔چلو چھوڑیئے اس قیل وقال کو اصل موضوع کی طرف آئیے۔

"امام عالی مقام کی معیت میں ساٹھ شیعہ شہید ہوئے۔اس لیے شیعہ لوگوں کو قاتلِ حسین کہنا غلط ہے" روایت کے الفاظ ہیں کہ۔ستون رجلا من شیعتہ امام عالی مقام کے "شیعہ" کون تھے۔لفظ شیعہ کا معنی ساتھی اور دوست بھی آیا ہے۔تو اس احتمال پر معنی یہ ہوگا۔کہ آپ کے ستر ساتھی اور جان نثار بھی شہید ہوئے۔نجفی ثابت یہ کرنا چاہتا ہے۔کہ وہ ساٹھ آدمی ہماری نسل و مذہب کے بڑے تھے۔ذرا بتلایئے تو "شیعیانِ علی و حسین" کون تھے۔امام عالی مقام کو خطوط لکھنے والے اور کوفہ بلانے والے تھے۔یا جنہوں نے خطوط وغیرہ نہیں لکھے تھے۔اگر "شیعیانِ حسین" ساٹھ کی تعداد میں وہ تھے۔جنہوں نے آپ کو خطوط نہیں لکھے تھے۔تو اس امر کی تصریح ہونی چاہیئے۔حالانکہ ایسے لوگ تمہارے نزدیک "شیعیانِ حسین" نہیں۔پھر اس طرف کو چھوڑیئے۔اُن لوگوں کے بارے میں کیا خیال ہے۔جو میدانِ کربلا میں امام موصوف کے مقابل تھے۔کیا وہ شیعہ تھے

بانہ۔ کیا انہوں نے خطوط نہیں لکھے تھے۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ ان مقابلہ کرنے والوں میں کوئی بھی حجازی یا شامی نہ تھا۔

مقتل ابی مخنف کا کہنا ہے۔

فَتَكَامَلُوْا ثَمَانُوْنَ اَلْفَ فَارِسٍ مِنْ اَهْلِ الْكُوْفَةِ لَيْسَ فِيْهِمْ شَامِيٌّ وَلَا حِجَازِيٌّ۔

ترجمہ:

ان اسی ہزار مخالفین میں ایک بھی مدمقابل شامی اور حجازی نہ تھا۔ یہ لوگ وہی تھے۔ جنہوں نے خطوط لکھے۔

اپنی مقتل ابی مخنف کی سنیئے۔ امام عالی مقام نے ان سے فرمایا۔ تم وہی ہو جنہوں نے خطوط لکھ کر مجھے بلایا۔ اور پھر انہیں ان کے لکھے ہوئے خطوط دکھانے کے لیے عقبیٰ بن ثمان کو فرمایا۔

اَخْرِجِ الْخُرْجَيْنِ الْمَمْلُوْئَتَيْنِ كُتُبًا۔ ذرا وہ دو بوریاں خطوط سے بھری کھولو۔ اور ان سے خطوط نکالو۔ پھر خطوط انہیں دکھائے گئے۔ تو صاف مکر گئے کہ ہم نے یہ خطوط نہیں لکھے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ کوئی شیعوں میں سے ایک بھی امام عالی مقام کی طرفداری میں نہیں لڑا۔ لڑائی ختم ہونے کے بعد پچھتاوا ضرور ہوا۔ کہ ہم سے کیا ہو گیا۔

"البدایہ والنہایہ"، کی عبارت کے یہ الفاظ پھر پڑھیں۔ وَرَدَ عَلَيْنَا الْحُسَيْنُ الخ یعنی زحر بن قیس کہتا ہے۔ کہ اے یزید! ہمارے پاس امام حسین کے ساتھ آنے والوں میں ۱۸ آدمی ان کے اپنے خاندان کے ہیں۔ اور ساٹھ دوسرے ساتھی ہیں۔ مطلب یہ کہ کربلا میں پہنچنے سے قبل ہی اس قافلہ میں یہ لوگ موجود تھے۔ وہاں امام موصوف کی تشریف آوری کے بعد اس میں یہ لوگ شامل نہیں ہوئے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ یہ ساٹھ آدمی مکہ اور مدینہ سے ساتھ آئے تھے۔ کوفہ کے رہنے والے نہ تھے۔ ان خطوط

لکھ کر بلانے والے کوفیوں میں سے ہرگز نہ تھے۔ یہ تھے وہ ساٹھ آدمی جنہیں نجفی "شیعہ" کہہ کر اپنی برادری میں شامل کر رہا ہے۔ امام عالی مقام کے ساتھ آنے والے اگر عرفی و اصطلاحی شیعہ ہوتے۔ تو ان جانثاروں کو امام عالی مقام "سبب رسوائی" قرار نہ دیتے۔ نجفی بخوبی جانتا ہے۔ کہ جب امام موصوف نے کوفیوں کی غداری کو بھانپ لیا۔ تو فرمایا تھا۔ قَدْ خَذَلَتْنَا شِيْعَتُنَا۔ ہمیں ہمارے شیعوں نے رسوا کر دیا۔ آپ کے اس قول میں "شیعہ" سے مراد وہی عرفی اور اصطلاحی یعنی نجفی کے ساتھی مراد ہیں۔ اور ساٹھ کی تعداد میں شہید ہونے والے بھی انہیں کے ساتھی ہیں۔ یہ عجیب منطق ہے۔ امام عالی مقام کے ارشاد اور البدایہ والنہایہ کی عبارت کی تطبیق اسی طرح ہو سکتی ہے۔ کہ شہید ہونے والے بھی شیعہ از روئے لغت شیعہ تھے۔ یعنی مددگار اور ساتھی۔ اور میدان کربلا میں امام کو رسوا کرنے والے وہی خطوط لکھ کر بلانے والے شیعہ تھے۔ یعنی یہاں امام کے مددگار مراد نہیں۔ کیونکہ کسی کا دوست اور مددگار اسے ذلیل و رسوا نہیں کرتا۔ بلکہ اس سے عرفی و اصطلاحی شیعہ مراد ہیں۔ جو نجفی کے اگلے پچھلے ہیں۔

فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِي الْاَبْصَارِ

دغابازی نمبر ۲۷

"یزید کے متعلق شیعوں کا عقیدہ"

ماتم اور صحابہ: اہلسنت کی معتبر کتاب مستدرک حاکم

عن زید بن ارقم عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال لعلیٍ و فاطمۃ والحسن والحسین۔ اِنَّہٗ حَرَبَ لِمَنْ حَارَبْتُمْ سَالِمٌ لِمَنْ سَالَمْتُمْ

(اہل سنت کی معتبر کتاب مستدرک حاکم جلد سوم ص ۱۴۹)

ترجمہ:
نبی پاک نے فرمایا۔ جو شخص علی فاطمہ حسن و حسین سے جنگ کرے اس سے میری جنگ ہے۔ اور جو ان کی اطاعت کرے اس نے میری اطاعت کی ہے۔

قارئین۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ جس شخص نے امام حسین رضی اللہ عنہ سے جنگ کی اور حضور کو شہید کیا۔ اس نے نبی کریم سے جنگ کی اور حضور کو شہید کیا۔

(ماتم اور صحابہ ص ۲۲۹)

جواب:

امام عالی مقام کے ساتھ جنگ کرنے والے اور انہیں شہید کرنے والے واقعی لعنتی مردود اور پلید لوگ ہیں۔ لیکن سوال یہ ہے۔ کہ یہ لوگ کون تھے؟ نجفی نے اپنی برأت اور اپنے بڑوں کی پاکدامنی کو اس حوالہ سے ثابت کرنے کے ساتھ ساتھ اہل سنت و جماعت کو موردِ الزام ٹھہرانے کی کوشش کی ہے۔ اس بات کو ایک سے زائد مرتبہ ہم دُہرا چکے ہیں۔ اور کتب شیعہ مثلاً ارشاد شیخ مفید، مقتل ابی مخنف اور ناسخ التواریخ کے حوالہ جات سے ثابت کر چکے ہیں۔ کہ امام عالی مقام کو شہید کرنے والے اور ان سے برسرپیکار وہی اسی ہزار لوگ تھے۔ جنہوں نے خطوط لکھ کر آپ کو کوفہ بلوایا۔ جنہوں نے ان کے بھیجے ہوئے نمائندہ مسلم بن عقیل کے ہاتھ پر امام موصوف کے لیے بیعت کی۔ جنہوں نے مسلم بن عقیل کے پیچھے نمازیں پڑھیں۔ اور پھر انہی خطوط ارسال کرنے والوں، بیعت کرنے والوں اور نمازیں پڑھنے والوں نے حضرت مسلم بن عقیل اور ان کے صاحبزادگان کو شہید کیا۔ پھر اسی پر بس نہ کی۔ بلکہ امام موصوف کے وارد کربلا ہونے پر ان کے ساتھیوں رشتہ داروں اور خود امام عالی مقام کو شہید کیا۔ پھر اپنے کیے پر مگرمچھ کے آنسو بہانے لگے تو سیدہ زینب نے فرمایا تھا۔ اَتَبْكُوْنَ عَلَيْنَا فَمَنْ قَتَلَنَا غَيْرُكُمْ تم بختو! روتے ہو۔ بتلاؤ تمہارے بغیر ہمارا قاتل کون ہے؟ پھر مقتل ابی مخنف وغیرہ کی اس روایت پر بھی غور کرو۔ "یزید نے ابن زیاد پر لعن طعن کیا۔ اور کہا کہ ابن مرجانہ (ابن زیاد) کا اگر کوئی امام حسین سے رشتہ ہوتا تو وہ ان کے ساتھ یہ سلوک نہ کرتا"۔ نیز بحارالانوار میں مذکور ہے۔ کہ یزید امام زین العابدین کو اپنے ساتھ بٹھائے بغیر کھانا نہیں کھاتا تھا۔ ایک طرف "یزید کے متعلق شیعوں کے عقیدہ" سے نجفی یہ تاثر دینے کی فکر میں ہے۔ کہ یزید اور اس کے ساتھیوں نے امام عالی مقام سے نہیں بلکہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کی۔ اور انہیں شہید کیا۔ اور دوسری طرف اہل بیت سے

اس کے پیار و محبت کی داستانیں سنائی جا رہی ہیں۔ آخر ایسا کیوں؟

مختصر یہ کہ ہم اہل سنت اُن تمام افراد کو جو بالواسطہ یا بلاواسطہ اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا رسانی میں شریک تھے یا ہیں یا ہوں گے۔ ان کے لیے نرم گوشہ نہیں رکھتے بلکہ صاف صاف کہتے ہیں۔ کہ ایسا کرنے والوں نے انہیں ہی نہیں بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو رنجیدہ کیا ہے۔

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُوْلِی الْاَبْصَارِ

دغا بازی نمبر (۷۳)

”امام حسین رضی اللہ عنہ کو یزید نے قتل کروایا“

ماتم اور صحابہ: اہل سنت کی معتبر کتاب کامل ابن اثیر جلد ۴ صفحہ ۶۳

کامل ابن اثیر:

فَلَسْتُ بِنَاسٍ اِطْرَادَكَ حُسَيْنًا مِنْ حَرَمِ رَسُوْلِ اللّٰهِ اِلٰى حَرَمِ اللّٰهِ وَتَسْيِيْرَكَ الْخُيُوْلَ اِلَيْهِ فَمَا زِلْتَ بِذَالِكَ حَتّٰى اَشْخَصْتَهٗ اِلَى الْعِرَاقِ فَاَعْنَتْتَهُمْ قِلَّةَ اَنْصَارٍ دَوَاِسْتِيْصَالَ اَهْلِ بَيْتِهٖ وَتَعَاوَنْتُمْ عَلَيْهِ كَاَنَّكُمْ قَتَلْتُمْ مِنَ الشِّرْكِ وَالْكُفْرِ۔

ترجمہ:

(جناب عبداللہ بن عباس یزید کے خط کا جواب دیتے ہیں کہ اے یزید تیرا) حسین علیہ السلام کو مدینہ اور مکہ سے نکالنا ہم نے فراموش نہیں کیا۔ تیرے

سوار امام حسین کے تعاقب میں رہے۔ حتیٰ کہ تو نے اپنی فوج کی مدد سے امام حسین کو عراق میں پہنچایا۔ تو نے حسین کے مددگاروں کا کم ہونا اور اس کی اہل بیت کو قتل کرنا اپنے لیے غنیمت جانا۔ اور تو نے نواسۂ رسول کو آل و اولاد نبی کو اس طرح قتل کیا گویا تو نے غیر مسلم قتل کیے ہیں .... امام حسین نواسۂ رسول اور امام برحق بھی ہیں۔ اور اللہ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ مَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاءُهٗ جَهَنَّمُ جو کسی ایک مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے۔ اس کی جزا جہنم ہے۔ تو پھر جس نے ایسے مومن کو قتل کیا جس کی شان میں نبی کریم فرمائیں۔ دیکھو بخاری شریف ادب المفرد للبخاری حُسَيْنٌ مِنِّيْ وَاَنَا مِنَ الْحُسَيْنِ جس کے خون میں نبی پاک کا خون ہو جو اسے قتل کرے اور اس کے ساتھ نبی کریم کا تمام خاندان قتل کرے وہ یقیناً بلاشک وشبہ مرتد ہے۔ کافر ہے۔ لعنتی ہے۔ جہنمی ہے۔ (ماتم اور صحابہ ص ۲۲۹، ۲۳۰)

جواب:

"کامل ابن اثیر" کے حوالہ سے یہ ثابت ہوا۔ کہ امام عالی مقام کے قتل کروانے میں یزید کا ہاتھ تھا۔ لیکن اس سے نجفی کو کیا حاصل؟ کیا ہم اہل سنت یزید کو اس سے بری قرار دیتے ہیں۔؟ سنیئے ہمارا عقیدہ ہے۔ کہ امام عالی مقام کے قتل اور ان کے ساتھیوں کے قتل میں بالواسطہ اور بلاواسطہ حصہ لینے والے تمام لوگ ملعون ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ اگر یہ بات بھی ہو جاتی۔ کہ یزید نے یہ فعل چونکہ خود نہیں کیا۔ بلکہ دوسروں سے کروایا۔ لہٰذا وہ دوسرے قتل کرنے والے کون تھے؟ تو بات اور واضح ہو جاتی۔ اور نجفی اس بات کی اگر وضاحت بھی کر دیتا۔ کہ ان شیعوں کا اس وقت کیا کردار تھا۔ تو جیسا کہ ہم تحریر کر چکے ہیں۔ کہ کتب شیعہ اس بات کی صراحت کرتی ہیں۔ کہ کثیر

تعداد میں خطوط ارسال کر کے منگوانے والے کوفیوں نے اسی ہزار کی تعداد میں امام موصوف کی بیعت کر لی تھی۔ جب ابن زیاد نے ڈرایا دھمکایا۔ تو امام کی بیعت چھوڑ کر یزید کی بیعت قبول کر لی۔ پھر ان کے ساتھ امام موصوف کا میدان کربلا میں مقابلہ ہوا۔ اور بالآخر انہوں نے امام عالی مقام کو شہید کر دیا۔ اس حقیقت کو کتب شیعہ میں بالاختصار ملاحظہ کیجئے۔

کوفیوں کا بکثرت خطوط لکھنا

مقتل ابی مخنف:

فَقَالَ الْحُسَيْنُ لِعُقْبَةَ بْنِ سَمْعَانَ اَخْرِجِ الْخَرْجَيْنِ الْمَمْلُوْئَيْنِ كُتُبًا فَاَخْرَجَهُمَا وَقَرَأَ هُمَا عَلَيْهِمْ۔

(مقتل ابی مخنف ص ۴۴ مطبوعہ نجف طبع قدیم)

ترجمہ:

امام حسین رضی اللہ عنہ نے عقبہ بن سمعان سے فرمایا۔ خطوط کی بھری ہوئی وہ دو بوریاں تو کھولو۔ اور ان کو ان کے خطوط دکھلاؤ۔ تعمیل ارشاد کرتے ہوئے عقبہ نے انہیں کھولا۔ اور ان کے خطوط انہیں پڑھ کر سنائے۔

اسی ہزار نے امام کی بیعت کر لی

مقتل ابی مخنف:

قَالَ اَبُوْ مُخْنَفٍ وَجَعَلَ اَهْلُ الْكُوْفَةِ يَخْتَلِفُوْنَ عَلَيْهِ عَشَرَةٌ بَعْدَ عَشَرَةٍ وَعِشْرِيْنَ بَعْدَ عِشْرِيْنَ وَاَقَلَّ وَاَكْثَرَ حَتّٰى بَايَعَهُ فِيْ ذَالِكَ الْيَوْمِ ثَمَانُوْنَ اَلْفَ رِجَالٍ۔

(مقتل ابی مخنف ص ۲۱)

ترجمہ:

ابو مخنف کا کہنا ہے کہ کوفی لوگ امام عالی مقام کے پاس آنے شروع ہوئے۔ دس دس اور بیس بیس کی ٹولیوں نے آپ کے دستِ اقدس پر بیعت کی۔ اس کی کمی بیشی کے ساتھ اسی ایک دن اسی ہزار آدمی حلقہ بیعت میں داخل ہو گئے۔

ابن زیاد کی دھمکیوں نے پانسہ پلٹ دیا

مقتل ابی مخنف:

ثُمَّ نَزَلَ عَنِ الْمِنْبَرِ وَاَمَرَ مُنَادِيَهُ يُنَادِيْ فِيْ قَبَائِلِ الْعَرَبِ اَنْ اَثْبِتُوْا عَلٰى بَيْعَةِ يَزِيْدَ مِنْ

قَبْلِ اَنْ یَبْعَثَ اِلَیْکُمْ مِنَ الشَّامِ رِجَالًا یَقْتُلُوْنَ رِجَالَکُمْ وَیَسْبُوْنَ حَرِیْمَکُمْ قَالَ اَبُوْ مِخْنَفٍ فَلَمَّا سَمِعَ اَهْلُ الْکُوْفَةِ جَعَلَ یَنْظُرُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا وَیَقُوْلُوْنَ مَالَنَا وَالدُّخُوْلُ بَیْنَ السَّلَاطِیْنِ وَنَقَضُوْا بَیْعَةَ الْحُسَیْنِ وَبَایَعُوْا یَزِیْدَ۔

(مقتل ابی مخنف ص ۲۵، ۲۶)

ترجمہ:

پھر ابن زیاد منبر سے نیچے اترا۔ اور قبائل عرب میں ایک منادی کو بھیجا اور یہ اعلان کروایا۔ لوگو! یزید کی بیعت پر قائم ہو جاؤ۔ ایسا نہ ہو۔ کہ شام سے ایسے آدمی بلائے۔ جو تمہارے مردوں کو قتل کر دیں۔ اور عورتوں کو قیدی بنالیں۔ ابو مخنف کا کہنا ہے۔ کہ جب کوفیوں نے یہ اعلان سُنا۔ تو ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ اور کہنے لگے کہ دو بادشاہوں کے درمیان پسنے کی ہمیں کیا ضرورت ہے۔ یہ کہہ کر انہوں نے امام عالی مقام کی بیعت توڑ دی۔ اور یزید کی بیعت کر لی۔

شیعوں نے ہمیں ذلیل و رسوا کیا (حضرت امام حسین)

مقتل ابی مخنف

حَتّٰی اِنْتَهٰی اِلٰی زُبَالَةَ فَنَزَلَ بِهَا ثُمَّ قَامَ خَطِيبًا فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ وَذَكَرَ النَّبِيَّ فَصَلّٰى عَلَيْهِ ثُمَّ نَادٰى بِاَعْلٰى صَوْتِهِ اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا جَمَعْتُكُمْ عَلٰى اَنَّ الْعِرَاقَ فِي قَبْضَتِي وَقَدْ جَاءَ فِي خَبَرٌ صَحِيحٌ اَنَّ مُسْلِمَ بْنَ عَقِيلٍ وَهَانِي بْنَ عُرْوَةَ قُتِلَا وَقَدْ خَذَلَتْنَا شِيعَتُنَا۔

(مقتل ابی مخنف ص ۴۴۔ ارشاد شیخ مفید ص ۲۲۳ طبع قدیم)

ترجمہ:

عراق کی طرف چلتے چلتے امام حسین رضی اللہ عنہ مقام زبالہ پر پہنچے۔ سواری سے نیچے اترے۔ اور خطبہ دیا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام کے بعد بلند آواز سے فرمایا۔ لوگو! میں نے تمہیں اکٹھا کیا۔ کیونکہ عراق میرے قبضہ میں ہے۔ لیکن ابھی ابھی ایک سچی خبر پہنچی ہے۔ وہ یہ کہ مسلم بن عقیل اور ہانی بن عروہ قتل کر دیئے گئے ہیں۔ بے شک ہمارے شیعوں نے ہمیں ذلیل و رسوا کر چھوڑا ہے۔

☆

میدان کربلا میں اسی ہزار کوفی تھے کوئی غیر نہ تھا

مقتل ابی مخنف:

فَتَكَامَلُوْا ثَمَانُوْنَ اَلْفَ فَارِسٍ مِنْ اَهْلِ الْكُوْفَةِ لَيْسَ فِيْهِمْ شَامِيٌّ وَلَاحِجَازِيٌّ۔

(مقتل ابی مخنف ص ۵۲)

ترجمہ:

میدان کربلا میں کوفی چار چار ہزار کی تعداد میں آکر اترتے رہے۔ حتیٰ کہ ان کی تعداد اسی ہزار ہوگئی۔ ان میں ایک بھی شامی یا حجازی آدمی نہ تھا۔

قارئین! یزید نے امام عالی مقام کو واقعی شہید کروایا۔ اور وہ لعنتی ہوگیا لیکن ان خطوط لکھ کر بلوانے والوں، اور بیعت کر کے توڑنے والوں اور امام کے مقابلہ میں لڑ کر امام کو شہید کرنے والوں کے بارے میں کیا فتویٰ ہے؟ آپ پڑھ چکے ہیں۔ کہ امام عالی مقام نے انہیں ان کے لکھے ہوئے خطوط دکھلائے۔ تو معلوم ہے۔ اس پر ان کوفیوں نے کیا کہا تھا۔ سنیئے۔

مقتل ابی مخنف:

قَالُوْا لَنْ نَبْرَحَ حَتّٰى نَقْتُلَ صَاحِبَكُمْ وَمَنْ يُتَابِعُهٗ اَوْ يُبَايِعَ لِيَزِيْدَ۔

(مقتل ابی مخنف ص ۵۶)

ترجمہ:

ہم تمہیں ہرگز نہیں چھوڑیں گے۔ (یہ باتیں امام عالی مقام کے ایک ساتھی زہیر سے ہو رہی ہیں) یہاں تک کہ تمہارا ساتھی (امام حسین) ہمارے ہاتھوں مارا نہ جائے۔ اور وہ بھی جو اس کی بیعت کر چکے ہیں۔ ایک صورت ہے کہ تم یزید کی بیعت کر لو۔ (تو ہماری تمہاری لڑائی ختم)

یہ کون تھے۔ جنہوں نے امام حسین کے ساتھی زہیر کو دو ٹوک دھمکی دی۔ اور پھر دھمکی کو پورا بھی کر دکھایا۔ میدانِ کربلا خانوادۂ اہل بیت اور ان کے ساتھیوں کے خون سے سُرخ ہے۔ بچوں تک کو معاف نہ کیا۔ یزید تو ملعون ہو ہی گیا۔ یہ سب کچھ کرنے والے کب جنتی رہے۔ ان کے بارے میں بھی نجفی وغیرہ کو دو ٹوک انداز میں کہنا چاہیئے۔ کہ چونکہ قاتلانِ حسین وہی لوگ ہیں۔ جنہوں نے آپ کو خطوط لکھے۔ آپ کی بیعت کی۔ لہٰذا یہ لوگ بھی یزید بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ملعون اور جہنمی ہیں۔

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ

دغابازی نمبر (۷۴)

اہل سنت یزید پر لعنت نہیں کرتے

ماتم اور صحابہ: البدایہ والنہایہ:

وَمَنَعَ مِنْ ذَالِكَ اٰخَرُوْنَ وَصَنَّفُوْا فِيْهِ اَيْضًا لِئَلَّا يُجْعَلَ لَعْنُهٗ وَسِيْلَةً اِلٰى اَبِيْهِ اَوْ اَحَدٍ مِنْ صَحَابِهٖ۔

(اہل سنت کی معتبر کتاب البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۲۲۳)

(اور منع کیا اس (لعنت کرنے) سے دوسروں نے اور اس بارے میں کئی کتابیں بھی لکھیں تاکہ یہ لعنت یزید کے باپ اور اس کے ساتھیوں کی طرف لعنت کا وسیلہ نہ بن جائے)

قارئین! اس عبارت کا مطلب یہ ہے۔ کہ یزید پر لعنت اس لیے نہ کی جائے کہ لعنت متعدی مرض کی طرح آگے سرایت کرے گی۔ کیونکہ یزید کو حکومت دینے میں اس کے باپ کا ہاتھ ہے۔ لہٰذا اگر یزید پر لعنت کرو گے۔ تو لعنت کی آگ کے شعلے اوپر جائیں گے۔ اور اس کی گرمی دور دور تک پہنچے گی۔

(ماتم اور صحابہ ص ۲۳۲)

جواب:

شیعوں کے نزدیک یزید غمگسار حسین ہے

یزید پر لعنت کے مسئلہ میں اہل سنت کے نزدیک دو نظریے ہیں بعض تو صراحۃً اس پر لعنت کے قائل ہیں۔ اور بعض دوسرے کچھ تاریخی وجوہات کی بنا پر اس سے گریز کرتے ہیں۔ اس بحث کی تفصیل ہم نے امامت و خلافت کی بحث میں کی ہے انہی وجوہات کی بنا پر یزید کے جرم کی مختلف توجیہات اور اس بارے میں مختلف روایات ہیں۔ ان اختلافی روایات کے ضمن میں یہ کہا گیا ہے۔ کہ اگر یزید پر لعن طعن کیا۔ تو لوگ اس سے ان کے والد گرامی کو بھی لعن طعن کا مستحق سمجھ لیں گے۔ حالانکہ نسبی رشتہ ہونے کے باوجود حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا اس کے ظلم و ستم میں کوئی ہاتھ نہ تھا۔ اس امر کی تفصیل ہم مطاعن امیر معاویہ میں بیان کر چکے ہیں۔ وہاں ملاحظہ کریں اس حقیقت کے ہوتے ہوئے اب نجفی اور اس کے بڑوں کی یزید کے بارے میں سنیئے۔ کہ اس کا اہل بیت سے کس قدر پیار و محبت ثابت کر رہے ہیں۔

امام حسین کا سر انور اپنی گود میں رکھ کر یزید پیٹا

مقتل ابی مخنف:

وَنَهَضَ وَدَخَلَ دَارَهُ وَوَضَعَ الرَّأْسَ فِيْ طَشْتٍ وَغَطَّاهُ بِمِنْدِيْلٍ دِيْبَقِيٍّ وَوَضَعَهُ فِيْ حَجْرِهِ وَجَعَلَ

يَلْطِمُ عَلٰى خَدِّهٖ وَيَقُوْلُ مَالِيْ وَقَتْلُ الْحُسَيْنِ۔

(مقتل ابی مخنف ص ۱۳۹)

ترجمہ:

یزید اٹھا اور اپنے گھر آیا۔ اور امام عالی مقام کا سر انور ایک تھال میں رکھ کر ریشمی رومال سے ڈھانپ کر اپنی گود میں رکھا۔ اور اپنے گالوں کو پیٹنے لگا۔ اور کہنے لگا قتل حسین سے مجھے کیا سروکار تھا۔

امام زین العابدین کے بغیر یزید کھانا نہ کھاتا تھا۔

بحار الانوار:

ثُمَّ اَنَّ يَزِيْدَ لَعَنَهُ اللّٰهُ اَنْزَلَهُمْ فِيْ دَارِهِ الْخَاصَّةِ فَمَا كَانَ يَتَغَدّٰى وَلَا يَتَعَشّٰى حَتّٰى يَحْضُرَ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ

(بحار الانوار جلد ۱۰ ص ۲۵۴ تاریخ حسین بن علی مطبوعہ ایران طبع قدیم)

ترجمہ:

پھر یزید علیہ اللعنۃ نے اِن اہل بیت کو اپنے مخصوص گھر میں ٹھہرایا۔ اس کے بعد صبح و شام کا کھانا یا اس وقت تک نہ کھاتا تھا جب تک امام علی بن حسین یعنی امام زین العابدین رضی اللہ عنہ تشریف نہ لاتے۔

÷

مدینہ منورہ واپسی پر یزید نے اہل بیت کو بہت سا مال دیا

مقتل ابی مخنف:

فَاَعْطَاهُمْ مَالًا كَثِيْرًا وَاَخْلَفَ عَلٰى كُلِّ وَاحِدٍ مَا اُخِذَ مِنْهُ وَزَادَ عَلَيْهِ مِنَ الْحُلِيِّ وَالْحُلَلِ ثُمَّ دُعِيَ بِالْجِمَالِ فَاَبْرَكُوْهَا وَوَطَّؤُهَا بِهِمْ بِاَحْسَنِ وِطَاءٍ وَاَجْمَلِهِ وَدُعِيَ بِقَائِدٍ مِنْ قُوَّادِهِ وَضَمَّ اِلَيْهِ خَمْسَمِائَةِ فَارِسٍ وَاَمَرَهُ بِالْمَسِيْرِ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَسَارَ بِهِمْ مِنْ دِمَشْقٍ وَكَانَ يَتَقَدَّمُهُمْ تَارَةً وَيَتَاَخَّرُ عَنْهُمْ تَارَةً وَاَحْسَنَ لَهُمُ الصُّحْبَةَ وَالنَّصِيْحَةَ وَالْخِدْمَةَ اللَّائِقَةَ۔

(مقتل ابی مخنف ص ۱۴۰)

ترجمہ:

یزید نے اہل بیت کو مالِ کثیر دیا۔ اور اُن میں سے جس سے جتنا کچھ چھینا گیا۔ وہ ہی پورا نہ کیا بلکہ اس کے ساتھ بہت سے زیورات اور قیمتی لباس بھی عطا کیے پھر اونٹ لائے گئے۔ انہیں بٹھا کر خوبصورت پالان الن پر ڈالے گئے۔ پھر ساربان کو بلایا۔ اور اس کے ہمراہ پانچ سو گھڑ سوار بھی کر دیئے۔ پھر حکم دیا۔ کہ ان اہل بیت کے افراد کو مدینہ منورہ چھوڑ آؤ۔ وہ ساربان انہیں لے کر شام سے روانہ ہوا۔ کبھی ان کے آگے اور کبھی اُن کے

پیچھے چلتا۔ اور اس ساربان کی سنگت، بھلائی اور بہترین خدمت لائق تحسین تھی۔

لمحہ فکریہ:

یزید کے بارے میں ہمارے بعض علماء نے از روئے احتیاط لعن طعن کو روا نہ رکھا لیکن اس کے باوجود وہ اسے اہل بیت کا دوست اور غمگسار نہیں سمجھتے۔ وہ احتیاط جس وجہ سے تھی۔ آپ نے ملاحظہ کر لی۔ اب اہل تشیع کے نظریات یزید کے متعلق آپ نے ملاحظہ کیے۔ ان کے بقول وہ شہادتِ حسین پر "ماتم" کرنے والا ہے۔ اور یہ بھی "ماتم" کرنے والے ہیں۔ اب یہی بتلا سکتے ہیں۔ کہ ان کے ماتم اور اس کے ماتم میں کیا فرق تھا۔ نجفی کے وہ تمام حوالہ جات جو "مروجہ ماتم" کے ثواب و اجر میں آپ پڑھ چکے۔ ان کو یزید پر چسپاں کریں۔ تو یزید اہل تشیع کے نزدیک پکا محبِ اہل بیت تھا۔ اور اس کی محبت بروزِ حشر ذریعہ نجات ہے۔ کاش ان حوالہ جات میں جو "مروجہ ماتم" کو ثابت کرنے کے لیے نجفی نے ماتم اور صحابہ نامی کتاب میں درج کیے۔ ایک حوالہ یہ بھی درج کر دیتا۔ اور اہل بیت کو دکھاتا۔ کہ دیکھو قاضی اور قادری صاحب تم خواہ مخواہ ہمیں کوستے ہو۔ ہم ماتم حسین کے ذریعہ سنتِ یزیدی ادا کر رہے ہیں۔ اگر تمہیں یہ اچھی نہیں لگتی۔ تو نہ سہی۔ ہمارا یہ مذہبی شعار ہے۔ اور اہل بیت سے محبت اور ان کی تعظیم کی علامت ہے۔

قارئین! آپ نے ملاحظہ کیا کہ کتب اہل تشیع یزید کی کس قدر صفائی اور محبتِ اہل بیت کی صراحت کر رہی ہیں۔ اہل بیت کا محسن ثابت کیا جا رہا ہے۔ اگر واقعی ایسا ہے۔ تو پھر اس پر لعن طعن کیوں؟ کیا عوام کو یہ دھوکہ نہیں دیا جا رہا ہے بر تو وہی مثال ہوئی۔ کہ چور بھی عام لوگوں کے ساتھ مل کر شور مچا رہا ہے۔ کہ لوگو! چور کو

پکڑ لو۔ وُہ گیا۔ یہ گیا۔ حالانکہ چور وہ خود ہے۔ کیا سمجھے نجفی صاحب۔؟

دَغابازی نمبر ۵

یزید نے مدینۃ الرسول کو تباہ کیا اور صحابی چُپ رہے

ماتم اور صحابہ: نجفی نے ایک اور مقام پر البدایہ والنہایہ کے حوالے سے یزید کی بدکرداری بیان کی۔ پھر اس پر تبصرہ لکھا۔ سرِدست تبصرہ کے الفاظ رقم ہیں۔

قارئین کرام! کتب اہل سنت میں جو حالات صحابہ کے لکھے ہیں۔ اگر انہیں ہم بیعہ لوگ بر سرِ عام بیان کریں۔ تو شیعوں کو زندیق اور کافر کہا جاتا ہے۔ نبی کا کلمہ پڑھنے والو! غیر جانب دار ہو کر غور کرو۔ کہ مدینۃ الرسول کی مسلم آبادی صحابہ پر مشتمل تھی۔ اور یزید نے اس مدینہ کی ایک ہزار کنواری عورت سے زنا کروایا۔ تو کیا ایسا شخص زندیق اور کافر نہیں ہوگا؟ اگر یزید لعنتی نہیں ہے۔ تو دنیا میں کوئی شخص بھی لعنتی نہیں حتیٰ کہ ابلیس بھی نہیں۔ اگر یزید جنت میں جا سکتا ہے۔ تو تمام سکھ بھی جنت میں جا سکتے ہیں۔

٭

جواب:

یہ جھوٹ ہے صحابہ نے ہی اس کا مقابلہ کیا

نجفی کو اپنی فطرتِ بد کے ہاتھوں مجبور ہو کر چھوٹے بڑے کسی کی عزّت و آبرو کا خیال نہیں۔ اور اپنے مقصد کے اندھے پن میں اسے کوئی حقیقت نظر نہیں آتی۔ درج بالا واقعہ کے دو پہلو اس کے پیش نظر ہیں۔ ایک پہلو جس کو دبے لفظوں میں بیان کیا گیا۔ وہ یہ کہ یزید کی اس بدکرداری پر باوجود کثیر صحابہ کرام کے کسی نے اُسے بُرا نہیں کہا۔ اور کنواری لڑکیوں سے زنا ہوتے دیکھ کر کسی کو غیرت نہ آئی یہاں میں سے کوئی کسی صحابی کی بیٹی ہو گی۔ کوئی کسی کی بہن۔ کوئی کسی کی بھانجی بھتیجی۔ گویا اس وقت مدینہ میں موجود صحابہ کرام کی تنقیص کا پہلو نکالا۔ اور اپنے دل کی بھڑاس نکالی ہے۔ سو اس سلسلہ میں گزارش ہے۔ کہ اس وقت یزیدی فوج کا مقابلہ کرنے والے صحابہ کرام کی تعداد بارہ ہزار چار سو ستانوے تھی۔ ان میں مہاجرین، انصار اور عالم اور حافظ بھی تھے۔ یہ لوگ خاموش بیٹھے نہیں رہے اور سب کچھ چپ سادھ کر برداشت نہیں کیا۔

جذب القلوب مترجم:

مسلم بن عقبی کو ایک عظیم الشان فوج دے کر اہل مدینہ کے ساتھ جنگ کرنے کو بھیجا ان بدبختوں نے ان حضرات کو اسی مقام "حرہ" میں نہایت ذلت و خواری کے ساتھ شہید کر ڈالا۔ اور تین دن تک مسجد نبوی کی ہتک حرمت کی۔ اس لیے اس واقعہ کو "حرہ" کہتے ہیں۔ یہ مقام مسجد سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک میل کی دوری پر واقع ہے۔ اسی

فتنہ میں ایک ہزار سات سو مہاجرین وانصار و علماء تابعین اخیار کو قتل کیا گیا۔ سوائے معصوم بچوں اور عورتوں کے دس ہزار عوام الناس کو قتل کیا گیا۔ سات سو حافظ قرآن شریف ستانوے قوم قریش کے آدمی درجۂ شہادت کو پہنچے۔ یعنی شہداء کی تعداد تفصیل ذیل تھی۔

مہاجرین وانصار وتابعین	عوام الناس	حفاظ	قریش
۱۷۰۰	۱۰۰۰۰	۷۰۰	۹۷

میزان ۱۲۴۹۷ یعنی سوائے میدانِ کربلا کے شہداء، بچوں اور عورتوں کے علاوہ مدینہ طیبہ میں بارہ ہزار چار سو ستانوے حضرات کو یزید کی فوج نے بحکم یزید ظلم و ستم سے شہید کیا۔ لعنۃ اللہ علیہ وعلی اعوانہ وانصارہ الی یوم الدین

(جذب القلوب تالیف شیخ دہلوی ص۵۶)

جذب القلوب کی عبارت سے صاف واضح کہ جب یزید نے امام عالی مقام اور ان کے ساتھیوں کو شہید کروا دیا۔ تو ان کی شہادت کی خبر اہل مدینہ کو ملی۔ اس کے بعد یزید کی بداعمالیوں کی وقتاً فوقتاً انہیں اطلاعات ملتی رہیں۔ تو اہل مدینہ میں اس کے خلاف نفرت کے جذبات ابھرے۔ حتیٰ کہ انہوں نے بغاوت کر دی۔ اس بغاوت کو کچلنے کے لیے یزید نے فوج کشی کی جس کی وجہ سے مدینہ منورہ کے بارہ ہزار چار سو ستانوے افراد شہید کر دیئے گئے۔ اگر بقول نجفی یہ خاموشی سے اپنی مستورات کی عصمت دری کراتے رہے۔ تو شہید کیوں اور کیسے ہوئے؟ لہٰذا معلوم ہوا کہ حضرات صحابہ کرام نے یزید کی بداعمالیوں پر چپ نہ سادھی بلکہ ڈٹ کر اس کا مقابلہ کیا۔ حتیٰ کہ جامِ شہادت نوش فرمایا اب ذرا نجفی کے گھر کی خبر لیں میدان کربلا میں اسی ہزار "شیعیان علی" تھے۔ ان کے سامنے خاندان اہل بیت پر مظالم ڈھائے جا رہے ہیں۔ یہ "محبان علی" کہلانے والے کتنے تھے۔ جنہوں نے امام عالی مقام کی طرفداری کی۔ اور شہادت کا مرتبہ پایا۔ دس بیس کے نام ہی بتلا دو۔ اگر ان میں سے ایک بھی نہ تھا۔ تو پھر نجفی صاحب آپ کو یہ

کہنے کی جرأت کیسے ہو گئی۔ کہ مدینہ میں صحابہ کی اکثریت تھی۔ اور ان کی موجودگی میں عصمتیں لٹتی رہیں۔ انہوں نے کچھ نہ کیا۔ اگر یہی درست ہے۔ تو وہ شہید ہونے والے کون ہیں؟

اس روایت کا دوسرا پہلو یہ ہے۔ کہ یزید ملعون کیوں نہیں۔ اور اگر یہ بخشا گیا۔ تو کوئی بھی جہنم میں نہیں جائے گا۔ یعنی یزید کو ملعون کہنا چاہیئے۔ تو یہ کس کو سنایا جا رہا ہے کیا جذب القلوب کی مذکورہ عبارت کے آخری الفاظ تمہیں نظر نہ آئے۔ شیخ محقق نے کہا لعنۃ اللہ علیہ وعلی اعوانہ الخ۔ اللہ کی لعنت ہو یزید پر، اس کے مددگاروں پر، اس کی اعانت کرنے والوں پر تا قیامت شیخ محقق نے یزید کے بارے میں صاف صاف لعنتی ہونا لکھ دیا۔ لیکن تمہارے پچھلے اس ملعون کے لیے نرم گوشہ رکھتے ہیں۔ اور خیر خواہِ اہل بیت ثابت کرتے ہیں۔ شہادتِ حسین پر ماتم کرنے والا کہتے ہیں۔ اور ہم سے پوچھا جاتا ہے۔ کہ اگر یہ دوزخی نہیں تو پھر کون دوزخی ہے؟ یہ سوال تم خود اپنے آپ سے پوچھو۔ یوں مکروفریب سے تو جان نہ چھڑا سکو گے۔

فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِي الْاَبْصَارِ

دغا بازی نمبر ۶

ماتم اور صحابہ:

نجفی نے اپنی کتاب کے ص ۲۲۴ سے ص ۲۲۶ تک پانچ عدد روایات نقل کیں کتاب کا نام "الامامۃ والسیاسۃ"، ہے۔ جو عبداللہ بن مسلم ابن قتیبہ کی تصنیف ہے ان روایات سے ثابت یہ کیا گیا ہے۔ کہ حضرت عثمان کے قتل پر لوگوں کو حضرت عائشہ نے اکسایا تھا۔ عثمان کے قتل ہو جانے کے بعد پھر حضرت عائشہ نے ان کے قتل کا بدلہ لینے کا نعرہ مارا۔ اور طلحہ، زبیر وغیرہ کو ساتھ ملا کر حضرت علی المرتضٰے سے جنگ کی۔ اس واقعہ کی روایات لکھ کر نجفی رقمطراز ہے۔

ارباب انصاف! اہل سنت شیعوں پر اعتراض کرتے ہیں کہ مارا بھی خود ہے اور روتے بھی خود ہیں۔ حالانکہ یہ بات ان کے بزرگوں کی سنت ہے۔

اعتراض: ابن قتیبہ شیعہ تھا۔ لہٰذا اس کی تصنیف امامت والسیاست اہل سنت کی تصنیف نہیں۔

جواب: عبداللہ بن مسلم بن ابن قتیبہ اہل سنت سے ہے۔ اور اس کی تصنیف ہے الامامت والسیاست۔ ثبوت ملاحظہ ہو۔

تحفہ اثنا عشریہ ص ۴۰ و عبداللہ بن مسلم قتیبہ کہ در اہل سنت معدود می شود کتاب المعارف در اصل تصانیف ہمی است۔

جواب: نجفی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں روایات پیش

کرکے دراصل کنایہ چاہا۔ کہ ہم اہل تشیع قاتلان حسین نہیں۔ اس امر کے اظہار کے لیے جملہ ملاحظہ ہو۔ "وہ مارا بھی خود ہے اور روتے بھی خود ہیں" لیکن نجفی کی کون مانے گا۔ ہم نے ان کی معتبر کتب سے یہ ثابت کر دکھایا ہے۔ کہ امام عالی مقام کو شہید بھی انہوں نے کیا اور پھر رونا پیٹنا بھی ان کی قسمت میں آیا۔ یہ ایک حقیقت ہے۔ اسے حیلے بہانے سے ٹرخایا نہیں جا سکتا۔ نجفی کو کھلی دعوت ہے۔ کہ اپنی اُن کتب کے حوالہ جات کا جواب دے۔ جن سے "شیعیان علی" کو قاتلانِ حسین ثابت کیا گیا ہے۔ اِدھر اُدھر کی ہانکنے سے حقیقت چھپ نہیں سکتی۔

شیخ عبدالعزیز محدث دہلوی کا ابن قتیبہ کو اہل سنت سے شمار کرنا درست ہے لیکن وہ ہمارا معتمد اور معتبر آدمی نہیں کہ اس کی بات ہم پر حجت کے طور پر پیش کی جائے اہل سنت کی کتب رجال سے پوچھئے ابن قتیبہ کیسا آدمی تھا۔

لسان المیزان:

عبد اللہ بن مسلم بن قتیبۃ۔ اِنَّ الدَّارَقُطْنِیْ قَالَ کَانَ ابْنُ قُتَیْبَہ یَمِیْلُ اِلَی التَّشْبِیْہِ مُنْحَرِفٌ عَنِ الْعِتْرَۃِ وَکَلَامُہٗ یَدُلُّ عَلَیْہِ وَ قَالَ الْبَیْہَقِی کَانَ یَرٰی رَأْیَ الْکَرَامِیَۃِ..... وَ ذَکَرَ الْمَسْعُوْدِیُ فِی الْمُرُوْجِ اِنَّ ابْنَ قُتَیْبَۃَ اِسْتَمَدَّ فِیْ کُتُبِہٖ مِنْ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ الدِّیْنُوْرِی (لسان المیزان جلد سوم ص ۳۵۷ حرف العین)

وَ سَمِعْتُ شَیْخِیَ الْعِرَاقِیْ یَقُوْلُ کَانَ ابْنُ قُتَیْبَہ کَثِیْرَ الْغَلَطِ۔

ترجمہ:

دار قطنی نے ابن قتیبہ کو مائل الی التشبیہ کہا۔ عترتِ رسول سے منحرف کہا اور اس کا کلام اس پر دلالت کرتا ہے۔ بیہقی کا کہنا ہے۔ کہ ابن قتیبہ کرامیہ کی رائے رکھتا تھا۔ مسعودی نے مروج میں ذکر کیا۔ کہ ابن قتیبہ نے اپنی کتابوں میں ابن حنیفہ دینوری (امامی شیعی) سے استفادہ کیا۔ میں نے اپنے شیخ عراقی سے سنا۔ وہ کہا کرتے تھے۔ کہ ابن قتیبہ کثیر الغلط ہے۔

صاحب لسان المیزان نے ابن قتیبہ کے بارے میں یہ کہا۔ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے جسم ہونے کا قائل، عترت رسول سے انحراف کرنے والا کرامیہ کا ہم عقیدہ اور امامی شیعہ سے استفادہ کرنے کے ساتھ ساتھ کثیر الغلط تھا۔ تو ان اوصاف سے متصف اہل سنت کا معتمد اور معتبر کیونکر ہو سکتا ہے۔؟

علاوہ ازیں اس ابن قتیبہ کی روایات میں سے کسی ایک کی بھی سند مذکور نہیں۔ نجفی کے اپنے قواعد و ضوابط کے اعتبار سے بے سند روایت قابل حجت نہیں ہو سکتی۔ تو یہ بے سند روایات قابلِ حجت کیسے بن گئیں۔ پھر ایک ضابطہ اور تحریر کرتا ہے۔ کہ سند والی روایت بھی تب قابل قبول ہے۔ کہ اس کے مخالف کوئی دوسری روایت نہ ہو۔ ابن قتیبہ کی ان روایات کے خلاف روایات موجود ہیں۔ اپنے قانون کو بھی نجفی نے مدنظر نہ رکھ کر عوام سے کس قدر فریب کیا۔ اور دھوکہ دینے کی کوشش کی۔ ان روایات سے دراصل ثابت یہ کرنا چاہتا ہے۔ کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا قتل عثمان کی محرک ہیں۔ اس طرح انہیں بدنام کرنے کی سعی کی جا رہی ہے۔ اور "مارا بھی خود اور روتے بھی خود ہیں"، کو ہم اہل سنت کے بڑوں (یعنی سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا) کی عادت کہہ رہا ہے۔ اس قسم کی دھوکہ بازی اور مکاری سے نہ تو سیدہ عائشہ کا کچھ بگڑ سکتا ہے۔ اور نہ نجفی اپنے کیے پر

پردہ ڈالنے میں کامیاب ہو سکتا ہے۔

شاہ عبدالعزیز دہلوی نے ابن قتیبہ کے متعلق جو کچھ لکھا۔ اوّل تو وہ اس نام کے دو آدمیوں کی پہچان کرا رہے ہیں۔ ان میں سے ایک ابراہیم بن قتیبہ ہے۔ جو کٹر شیعہ ہے۔ اور دوسرا عبداللہ بن مسلم قتیبہ ہے جس کے بارے میں آپ نے سنی لکھا۔ اس مقام پر غور طلب امر یہ ہے۔ کہ شاہ صاحب کا ایک ابن قتیبہ کو سنی کہہ دینا اس کے باعتبار روایت ثقہ ہونے کو لازم نہیں یعنی سنی ہو کر روایت میں غیر ثقہ ہو سکتا ہے۔ اس کی عدم ثقاہت کو لسان المیزان نے صراحت سے بیان کیا۔ شیخ عراقی کے بقول یہ "کثیر الغلط" تھا۔ لہٰذا ایسے شخص کی روایات باوجود سنی ہونے کے قابل حجت نہ ہو سکتیں۔ نجفی نے اس مقام پر یہ دھوکہ دینے کی کوشش کی۔ کہ ابن قتیبہ کو چونکہ شاہ صاحب نے سنی کہا ہے۔ لہٰذا اس کی ذکر کردہ روایت سنیوں کا عقیدہ ہے۔ حالانکہ اس کا سنی ہونا الگ اور ثقہ ہونا دوسری بات ہے۔ محض سنی ہونے سے ثقاہت نہیں آ جاتی۔

ایک اور پہلو اس بحث کا یہ بھی ہے۔ کہ شاہ صاحب نے ابن قتیبہ کو سنی لکھا لیکن معلوم ہوتا ہے۔ کہ لسان المیزان کی عبارت آپ کے ذہن میں نہ ہو گی۔ ورنہ وہ کبھی اسے سنی بھی نہ کہتے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا جسم ماننے والا، کرامیہ فرقہ کا ہمنوا بلکہ شیعوں کے ایک ٹولے کیسانیہ کے نظریات رکھنے والا کب اہل سنت ہو سکتا ہے۔ ابن قتیبہ کے بارے میں کیسانیہ ہونے کا قول بھی موجود ہے۔ اور کیسانیہ کون تھے؟ حوالہ ملاحظہ ہو۔

فرق الشیعہ: (فرق الشیعہ ص ۲۳ مطبوعہ نجف اشرف طبع جدید)

وَ فِرْقَةٌ قَالَتْ بِاِمَامَةِ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَنَفِيَّةِ لِاَنَّهُ كَانَ صَاحِبَ رَايَةِ اَبِيْهِ يَوْمَ الْبَصْرَةِ دُوْنَ اَخَوَيْهِ فَسُمُّوا الْكَيْسَانِيَّةَ

ترجمہ:

شیعوں کا ایک فرقہ محمد بن حنفیہ کی امامت کا قائل ہے۔ کیونکہ جنگ جمل کے وقت حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کا جھنڈا ان کے ہاتھوں میں تھا۔ اوران کے دوسرے دونوں بھائی جھنڈے سے خالی تھے اس فرقے کو اس وجہ سے کیسانیہ کہا گیا۔

بہرحال ایک کثیر الغلط راوی اللہ تعالیٰ کے بارے میں جسمانیات کے عقائد رکھنے والا، کرامیہ کا ہم نوا اور کیسانی شیعہ ”سنی،، نہیں ہوسکتا۔ شاہ صاحب نے اس کے تفصیلی حالات معلوم نہ ہونے کی وجہ سے اسے اہل سنت میں شامل کردیا۔ اس لیے اس کی تصنیف ”الامامت والسیاست،، ہرگز کسی سنی کی تصنیف نہیں ہوسکتی۔ اسی بناپر اس کا کوئی حوالہ اہل سنت کے لیے نقصان دہ نہیں۔

دغابازی نمبر ۱۰

عثمان غنی کی قمیص کو دیکھ کر لوگ سال بھر روتے رہے

"ماتم اور صحابہ" کے ص ۲۳۸ پر نجفی نے ایک عنوان باندھا

"جناب عثمان غنی کی قمیص اور داڑھی کی عزاداری سال بھر"

اس عنوان کے تحت "تطہیر الجنان" کی ایک عبارت مذکور ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ محمد بن ابی بکر نے حضرت عثمان کی داڑھی نوچی۔ اس کے بعد الامامت والسیاست کی ایک عبارت درج کی۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ امیر معاویہ کے ایک سفیر نے بتایا۔ کہ دمشق میں پچاس ہزار ایسے بڑھے میں نے دیکھے۔ جنہوں نے عثمان کی قمیض کو دیکھ کر آنسوؤں سے اپنی داڑھیوں کو تر کر لیا تھا۔ پھر البدایہ والنہایہ سے ایک عبارت اس مضمون کی درج کی۔ کہ حضرت عثمان کی قمیص کبھی منبر پر، کبھی بلند اور کبھی نیچی جگہ پر رکھی جاتی، لوگ ایک سال تک اس کے ارد گرد روتے رہے۔ ان واقعات کے بعد نجفی جو کچھ کہنا چاہتا ہے۔ وہ یہ ہے "افسوس صد افسوس مسلمانوں پر، بنو امیہ کے ستر سالہ بوڑھے کی خاطر آج تک افسوس کرتے ہیں اور

اولادِ رسول بھوکی پیاسی ذبح ہوئی۔ ان کی عزاداری کے لیے بدعت کے فتوے دیتے ہیں۔" (ماتم اور صحابہ ص ۲۳۸ تا ۲۴۰)

جواب:

نجفی شیعی نے ان روایات و واقعات سے "مروجہ ماتم اور عزاداری" ثابت کرنا چاہی۔ جس کی ان روایات میں بُو تک بھی نہیں۔ آپ ہی تبلائیے کہ کیا کہیں ان روایات میں سینہ کوبی اور زنجیر زنی کے اثبات کے لیے کوئی لفظ ہے۔؟ محض دھوکہ اور فریب سے کام لے کر ان واقعات سے "مروجہ ماتم" ثابت کیا گیا۔

رہا محمد بن ابی بکر کا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی داڑھی کو نوچنا۔ تو جس طرح کی یہ روایت ہے۔ اسی طرح کی ایک روایت یہ بھی ہے۔ کہ اہل مصر نے محمد بن ابی بکر کو گدھے کی کھال میں بند کر کے جلا دیا تھا۔ گویا حضرت عثمان غنی کی توہین کرنے کی سزا دنیا میں ہی مل گئی۔ نجفی کو اس سے کیا ملا۔ اس واقعہ سے وہ خوش اس لیے ہو رہا ہے۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی بے عزتی ہوئی۔ اور نجفی کے دل کی اُوری ہوئی۔ لیکن مصریوں نے محمد بن ابی بکر کے ساتھ جو سلوک کیا۔ نجفی کو یقیناً اس سے صدمہ ہوا ہوگا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ کدورت اور عداوت ان الفاظ سے ٹپک رہی ہے "بنو امیہ کا ستر سالہ بوڑھا" ذرا اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھو۔ چاند اور سورج پر تھوکنے والے کا تھوک اس کے اپنے منہ پر آن پڑتا ہے۔ تمہارے اگلے پچھلے کالے پیلے سبھی زور لگا لیں۔ جناب عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی عزت و عظمت کا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتے۔ انہیں اللہ اور اس کے رسول نے عزت و عظمت عطا کی ہے محمد بن ابی بکر کا داڑھی نوچنا اور مصریوں کا ان کے ساتھ مذکورہ سلوک کرنا یہ دونوں روایات ہمارے ہاں غیر معتبر ہیں۔ ان کے قابلِ اعتبار ہونے کی کوئی دلیل نہیں۔ لہٰذا ایسی غیر معتبر روایات سے استدلال بیکار ہے۔ اسی طرح الامامت والسیاست

کی روایت کا حال ہے۔ اس کتاب اور اس کے مصنف کے بارے میں گزشتہ سطور میں ہم ذکر کر چکے ہیں۔

"البدایہ والنہایہ" سے منقول روایت کہ اہل دمشق قمیص عثمان کو دیکھ کر روتے رہے۔ رونا اور مروجہ ماتم کیا دونوں ایک جیسے فعل ہیں؟ عزاداری اور تعزیت کسے کہتے ہیں۔ یہی نا کہ کسی کے ساتھ اُس کے مرے ہوئے کے بارے میں دکھ بٹانا۔ اہل میت کی دل جوئی کرنا۔ اس سے مروجہ ماتم کیسے ثابت ہو گیا۔ جو سینہ کوبی زنجیر زنی پر مشتمل ہوتا ہے۔ نجفی نے دغابازی سے عزاداری سے "مروجہ ماتم" ثابت کرنے کی کوشش کی۔

اس کے علاوہ ہر ایک ذکر کردہ روایت بلا سند ہے۔ خود تمہارا ہی کہنا ہے کہ ایسی روایات قابل قبول نہیں ہوتیں۔ تو بے سند ہونے کی وجہ سے ان سے استدلال کرنے میں تمہیں اپنا ضابطہ اور قانون بھی یاد نہ رہا۔ مختصر یہ کہ محمد بن ابی بکر کا واقعہ اول تو ہے ہی غیر معتبر اور پھر اس کی سند بھی موجود نہیں۔ اس طرح الامامت والسیاست کا مصنف سنی نہ ہونے بلکہ شیعہ کیسانیہ ہونے کی وجہ سے ناقابل اعتبار اور البدایہ والنہایہ کی عبارت۔ بے سند ہے۔ ان سے مروجہ ماتم ثابت کرنا زی جہالت اور اعلیٰ درجہ کا فریب ہے۔ جو نجفی کی سرشت میں داخل ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

دغابازی نمبر ۶

نجفی شیعی نے کوفہ شہر کے بانی کا ذکر کرتے ہوئے لکھا کہ اس کے بانی عمر فاروق تھے۔ یہ شہر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دور تک فاروقی و عثمانی لوگوں کا مرکز رہا۔ جناب علی المرتضیٰ نے پانچ چھ برس کوفہ میں سکونت رکھی۔ اس دوران آپ نے کسی کو بھی وہاں سے نکالا نہیں۔ البتہ اس شہر میں باہر سے آکر کچھ شیعہ آباد ہو گئے تھے۔ لیکن حضرت علی المرتضیٰ کے شہید ہو جانے کے بعد معاویہ بن ہند کے گورنر زیاد بن سمیہ نے چن چن کر قتل کر دیا۔ لہٰذا کوفہ پھر سے انہی افراد پر مشتمل ہو گیا۔ جو اس کے قدیم باشندے تھے۔ یہ کوئی شیعہ نہ تھے۔ اگر کسی تاریخ کی کتاب میں انہیں "شیعہ" کہا گیا ہے۔ تو اس سے مراد "مخلصین اہل سنت" مراد ہیں۔ تحفہ اثنا عشریہ میں شاہ عبدالعزیز صاحب نے یہ کہا ہے۔ (ماتم اور صحابہ ص ۲۴۰ تا ۲۴۱)

جواب:

مندرجہ بالا عبارت سے نجفی کا مقصد یہ ہے۔ کہ کوفی لوگ جس طرح حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے قبل کے دور میں شیعہ نہ تھے۔ اسی طرح آپ کے دور میں جو چند شیعہ آئے تھے۔ انہیں بعد میں قتل کر دیا۔ اور یزید کے دور میں اہل کوفہ پہلے کی طرح تمام کے تمام اہل سنت تھے۔ واقعہ کربلا چونکہ اسی شہر کے گرد و نواح میں ہوا۔ اور کوفیوں نے امام عالی مقام کو خطوط لکھے۔ پھر انہیں شہید کیا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ قاتلانِ حسین شیعہ نہیں بلکہ سنی تھے۔

آیئے ذرا اس گتھی کو سلجھائیں۔ کہ اہل کوفہ کون تھے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے خلفائے ثلاثہ کے دارالخلافہ کو چھوڑ کر کوفہ کو دارالخلافہ بنایا۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے خود نجفی بھی پانچ چھ سال تک خلافتِ علی المرتضیٰ کے پورے دور کا اس شہر کو دارالخلافہ مانتا ہے۔ سوچنے کی بات ہے۔ کہ جب اس شہر میں حضرت علی المرتضیٰ کا ایک بھی شیعہ (محب علی) نہ تھا۔ تو پھر خواہ مخواہ ایسے شہر کو دارالخلافہ بنا کر آپ نے معاذ اللہ اپنے پاؤں پر خود کلہاڑی مار لی۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا کوفہ کو منتخب فرمانا۔ اسی بنا پر تھا۔ کہ آپ اس شہر کے باسیوں کو اچھا خیر خواہ سمجھتے تھے۔ لہٰذا از روئے عقل بھی نجفی کی بات غلط ہے۔

نجفی نے دوسرا فریب یہ کہہ کر دیا۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ کے بعد ابن زیاد نے کوفہ میں آئے ہوئے چند شیعوں کو چن چن کر قتل کر دیا۔ اب کوفہ کی آبادی مکمل طور پر اہل سنت کی تھی۔ اس فریب کی قلعی یوں کھلتی ہے۔ کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو انہی کوفیوں نے ہزاروں کی تعداد میں خطوط لکھے۔ جن کی بنا پر آپ نے امام مسلم کو کوفہ بھیجا۔ امام مسلم کے وہاں پہنچتے پر اسی ہزار کوفی آپ کی بیعت میں داخل ہو گئے۔ اگر بقول نجفی کوئی شیعہ کوفہ میں نہ بچا تھا۔ تو یہ اسی ہزار بیعت کرنے والے کون تھے؟ کہاں سے آئے تھے۔؟ ان اسی ہزار کا شیعہ ہونا ہم کتب شیعہ سے چند اوراق پیچھے بیان کر چکے ہیں۔ علاوہ ازیں نجفی صاحب کے مسلک کے ایک بڑے مجتہد کی سنیئے کہ کوفہ والے کون تھے۔

"کوفی بلا دلیل شیعہ ہیں"

مجالس المومنین:

وبالجملہ تشیع اہل کوفہ حاجت باقامۂ دلیل ندارد۔ وسنی بودن کوفی الاصل خلاف اصل محتاج بدلیل است اگرچہ ابوحنیفہ کوفی باشد۔

(مجالس المومنین جلداوّل ص ۵۶ ذکر کوفہ مطبوعہ تہران ۱۳۷۵ھ)

ترجمہ:

خلاصہ کلام یہ کہ کوفہ والوں کو اپنے شیعہ ہونے کے لیے کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔ (کیونکہ اصلی کوفی شیعہ ہی ہیں) اور اگر کوئی کوفی اپنے آپ کو جدی پشتی سنی کہتا ہے۔ تو اُسے دلیل دینا پڑے گی۔ کیونکہ یہ خلاف اصل ہے۔ چاہے کہنے والا ابوحنیفہ کوفی ہی کیوں نہ ہو۔

قارئین کرام! نوراللہ شوشتری نے بالکل بات واضح کردی۔ کہ کوفی جدی پشتی شیعہ ہیں۔ اس لیے کوئی کوفی شیعہ کہے۔ تو اس کا کہنا ہی کافی ہے۔ ہاں کسی کوفی سنی کو اپنے سنی ہونے کی دلیل دینا پڑے گی۔ اس صراحت کے سامنے نجفی کا استدلال کیا حیثیت رکھتا ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا وہ قول بھی نجفی کو یاد نہ رہا۔ فرمایا:۔ مَاهِيَ اِلَّا الْكُوْفَةُ اَقْبِضُهَا وَ اَبْسُطُهَا۔ (نہج البلاغہ خطبہ ۲۵ ص ۶۶)

لیعنی میری سلطنت کوفہ میں ہے۔ چاہے اُسے سمیٹ لوں اور چاہے تو کشادہ کروں

یہ اعلان آپ نے اُن لوگوں کی آبادی کے متعلق کیا جو آپ کے محب (شیعہ) تھے۔ کیا دشمنوں کی زمین اور مخالفوں کے درمیان رہتے ہوئے کوئی سربراہ ایسا اعلان کر سکتا ہے؟ ان تصریحات سے معلوم ہوا۔ کہ نجفی نے کوفیوں کو سنی ثابت کرنے میں دھوکہ اور فریب دینے کی کوشش کی۔ جو ہم نے کامیاب نہ ہونے دی۔

فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِي الْاَبْصَارِ

دغابازی نمبر۹۰

ماتم اور صحابہ: اعتراض: بحار الانوار:

وَ اَمَّا الَّتِيْ كَانَتْ عَلٰى صُوْرَةِ الْكَلْبِ وَالنَّارُ تَدْخُلُ فِيْ دُبُرِهَا وَتَخْرُجُ مِنْ فِيْهَا فَاِنَّهَا كَانَتْ مُغَنِّيَةً نَوَّاحَةً حَاسِدَةً۔

(بحار الانوار)

ترجمہ:

نبی کریم نے فرمایا۔ میں نے معراج کی رات ایک عورت کو دیکھا۔ جو کتے کی شکل میں تھی۔ آگ اس کے پیچھے سے داخل ہوتی تھی۔ اور منہ سے نکلتی تھی۔ اور وہ، وہ عورت تھی جو گانے والی، نوحہ کرنے والی اور حسد کرنے والی تھی۔

جواب: یہ روایت سنداً درست نہیں۔ اس کا راوی سہل ولدیت مذکور نہ ہونے

کی وجہ سے مجہول ہے۔ نیز یہ درایتاً درست نہیں۔ کیونکہ اس کے الفاظ میں رکاکت ہے۔ کیونکہ یہ بات نبی کریم نے جیسا کہ آغاز روایت میں ہے۔ اپنی بیٹی فاطمہ سے کہی۔ اور کوئی غیور باپ ایسا لچر کلام اپنی بیٹی سے نہیں کرتا۔ حضور نے اگر یہ بات بتانی تھی۔ تو اپنی بیوی عائشہ یا حفصہ کو بتاتے۔ (ماتم اور صحابہ ص ۲۴۱، ۲۴۲)

جواب: نفسِ جواب سے قبل چند سطور بطور وضاحت سپردِ قلم ہیں۔

نجفی شیعی کی چالاکی اور مکاری کے کئی ایک طریقے ہیں۔ جہاں جو طریقہ چلتا نظر آیا چلا دیا۔ "بحار الانوار" سے ذکر کردہ روایت کے حوالہ کے طور پر صرف اس کتاب کا نام ذکر کر دیا۔ کوئی صفحہ نہیں۔ کوئی جلد نہیں۔ حالانکہ اس کتاب کا جدید ایڈیشن ایک سو پچاس مجلدات پر مشتمل ہے۔ اوّل تو یہ حربہ استعمال کیا۔ تاکہ عوام پر اپنا سکہ بٹھا سکے۔ اُدھر اپنے خلاف حوالہ جات میں صفحہ، باب اور جلد تک طلب کیا جاتا ہے۔ بہرحال ہم نے اس امر کی طرف قارئین کی توجہ مبذول کرنا ضروری سمجھی۔ تاکہ تصنیف و تالیف کے میدان میں نجفی کی یہ چالاکی بھی واضح ہو جائے۔

اب اصل جواب کی طرف ہم متوجہ ہوتے ہیں۔ بحار الانوار سے ذکر کردہ روایت کو درایتہً اور روایتہً غیر درست قرار دے کر ایک اعتراض سے چھٹکارا حاصل کرنے کی نجفی نے بالکل بے پرچ کی حرکت کی۔ روایت کے راوی سہل کی ولدیت مذکور نہ ہونے کی وجہ سے یہ روایت "مجہول" قرار دے دی۔ میرے خیال کے مطابق اس کی دو صورتیں ہی ہو سکتی ہیں۔ اوّل یہ کہ "نجفی" ایسے حجۃ الاسلام کو اپنے ہم عقیدہ لوگوں کی کتب رجال دیکھنے کا موقعہ نہ ملا۔ دوسری یہ کہ اگر موقعہ ملا۔ تو ان میں "سہل" کے حالات بیان کرنے والی عربی عبارت کو سمجھ نہ سکا۔ یہ اس لیے کہ ان کے ہاں کی کتب فن رجال میں سہل کی ولدیت اور جدیت تک مذکور ہے۔

حوالہ ملاحظہ ہو۔

تنقیح المقال:

سهل بن سعد من اصحاب الرضا قد وقع فی طریق الصدوق فی الفقیه فی باب صوم الشک روی عن عبد العظیم بن عبد الله الحسنی عنه قال سمعت الرضا الخ و لم اقف فی کتب اصحابنا الرجالیة علی ذکر نعم من اصحابه سهل بن الیسع بن عبد الله بن سعد الاشعری الآتی و یحتمل ان یکون المراد بسهل بن سعد هذا بحذف الوسائط نسبة الی الجد لشهرته او لغیر ذالک و هو شائع ذائع۔۔ سهل بن الیسع بن عبد الله بن سعد الاشعری عدہ الشیخ فی رجاله من اصحاب الرضا قائلا سهل بن الیسع بن عبد الله بن سعد الاشعری القمی جمیعا من اصحاب ابی الحسن موسی انتهی و قال النجاشی سهل بن الیسع بن عبد الله بن سعد الاشعری قمی ثقة۔

(تنقیح المقال جلد دوم ص ۷۷ حرف سین)

ترجمہ:

سہل بن سعد امام رضا رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے ہے۔ جو شیخ صدوق کی کتاب "من لایحضرہ الفقیہ" کے باب صوم یوم الشک میں

شیخ مذکور کی سند سے آتا ہے۔ سہل مذکور عبد العظیم بن عبد اللہ الحسنی سے روایت کرتا ہے
اور یوں بھی اس کی روایت ہے۔ کہ میں نے امام رضا رضی اللہ عنہ سے سُنا۔ الخ۔ میں نے
(صاحب تنقیح المقال علامہ مامقانی) اپنے بزرگوں کی فن رجال کے موضوع پر لکھی گئی
کتابوں میں اس کا تذکرہ نہیں پایا۔ ہاں یہ ضرور موجود ہے۔ کہ امام رضا رضی اللہ عنہ کے
اصحاب میں سہل بن الیسع بن عبد اللہ بن سعد الاشعری جس کے حالات آگے آرہے ہیں
موجود ہے۔ لیکن احتمال یہ ہے کہ یہ سہل بن الیسع وہی سہل بن سعد ہی ہو۔ وہ اس طرح
کہ اس کے نام کے بعد دو واسطے چھوڑ کر (یعنی باپ اور دادا کا نام نہ لیا گیا۔ تیسرا فرد ذکر
کیا گیا ہو۔ (جو کہ پردادا سعد ہے) کیونکہ پردادا کی شہرت یا کوئی اور اس کی قرینہ ہو سکتی
ہے۔ اور راویوں کے بارے میں اس قسم کی باتیں کثیر الوقوع اور کثیر الاستعمال ہیں......
سہل بن الیسع بن عبد اللہ بن سعد اشعری کو شیخ نے اپنی کتاب "رجال" میں امام رضا کے
اصحاب میں سے شمار کیا ہے۔ وہ اس طرح کہ سہل بن الیسع بن عبد اللہ بن سعد اشعری
لکھ کر یہ کہا۔ کہ یہ امام موسیٰ کے اصحاب میں سے ہے۔ اور نجاشی کا کہنا ہے۔ کہ مذکور
سہل بن الیسع اشعری قمی "ثقہ" راوی ہے۔

قارئین کرام! سہل راوی کی ولدیت مذکور نہ ہونے کا بہانہ بنا کر اسے مجہول الراوی
قرار دینا کس قدر فریب دینا ہے۔ اس کے باپ کا نام الیسع ہے۔ دادا کا نام عبد اللہ
اور پردادا کا نام سعد ہے۔ اشعری اور قمی ہوتے ہوئے امام موسیٰ رضا اور امام موسیٰ کاظم
رضی اللہ عنہما سے روایت کرتا ہے۔ ان کے اصحاب میں سے ہے۔ اور نجاشی نے
اس کے (ثقہ) ہونے کی تصریح بھی کر دی۔ ان حالات میں نجفی کا سہل کو مجہول قرار دینا ان
دو وجوہات پر مبنی ہو سکتا ہے۔ جو ہم ذکر کر آئے ہیں۔ اس سے نتیجہ یہ نکلا کہ لفظ مذکورہ
کو "سنداً درست نہیں" کہنا خود درست نہیں۔ کیونکہ درست نہ ہونے کی وجہ ہی
درست نہ نکلی۔ ثقہ راوی کی روایت معتبر اور اس کا مضمون قابل عمل ہوا۔ آئیے! اس روایت

کے معتبر ہونے پر "بحار الانوار" کے مصنف سے پوچھیے۔

حیات القلوب جلد ۲ ص ۵۴۲ باب بستم وچہارم درمعراج

بسند معتبر از حضرت صادق علیہ السلام وابن عباس روایت کردہ است الخ

ملا باقر مجلسی کا اس روایت کو "بسند معتبر" کہنا اور نجفی کا اسے "سنداً درست نہیں" کہنا کتنا تضاد ہے۔ اس کی وجہ یہ نہیں۔ کہ باقر مجلسی کی تحقیق کو نجفی غلط ثابت کر رہا ہے۔ (اگرچہ یہ لازم ہے) بلکہ اس سے اُس کی (نجفی کی) دغا بازی ٹپک رہی ہے۔ "وکیل آلِ محمد" نے اپنے بڑوں کی کیا اچھی وکالت کی؟ "حجۃ الاسلام" نے امام جعفر صادق اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کی تعلیمات کو درایۃً وروایۃً غلط کہہ کر اس منصب کا حق ادا کر دیا؟ چنڈال کی خاطر بک جانے والا اور تعلیماتِ آلِ محمد سے اعتراض کرنے والا شیطان کا وکیل ہی ہو سکتا ہے۔ اور اسی سے شیطانی نظریہ کے پجاری تسکین پاتے ہوں گے۔

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ۔

دغابازی نمبر (۸)

ماتم اور صحابہ: تفسیر قمی: اعتراض:

فَقَالَتْ اُمِّ حَكِيْمٍ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَا هٰذَا الْمَعْرُوْفُ الَّذِيْ اَمَرَنَا اللّٰهُ اَنْ لَّا يَعْصِيْنَكَ فِيْهِ فَقَالَ اَنْ لَّا تَخْمِشْنَ وَجْهًا وَتَلْطِمْنَ خَدًّا وَلَا تَنْقَضْنَ شَعْرًا وَلَا تَمْزِقْنَ جَيْبًا وَلَا تَسَوِّدْنَ ثَوْبًا وَلَا تَدْعُوْنَ بِالْوَيْلِ وَلَا يَقُمْنَ عِنْدَ قَبْرٍ۔

(تفسیر قمی)

جوابِ اول:

اس روایت میں قبر پر جانے سے منع کیا گیا ہے۔ حالانکہ اہل اسلام کا اس پر عمل نہیں۔

جوابِ دوم:

علم اصول کا مسلم قانون ہے۔ مَا مِنْ عَامٍ اِلَّا وَقَدْ خُصَّ لہٰذا یہ روایت مختص ہے۔ اس ماتم کے ساتھ جو زمانۂ جاہلیت میں کافر عورتیں کپڑے اتار کر اپنے مردوں پر منہ پیٹتی تھیں۔ اور بال نوچتی تھیں۔ نیز امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ امام حسین پر منہ بھی پیٹے جائیں۔ اور گریبان بھی چاک کیے جائیں۔ یہ فرمانِ امام روایت مذکورہ کا مخصص ہے۔ (ماتم اور صحابہ ص ۲۴۲)

جواب:

قرآن کریم کی مذکورہ آیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو بیعت میں داخل ہونے کی جو شرائط پیش فرمائیں۔ اہل تشیع کی معتبر کتاب تفسیر "قمی" کے مطابق وہ آٹھ تھیں۔
۱۔ آپ کے حکم کی نافرمانی نہیں کریں گی۔ ۲۔ اپنے چہرے کو نہیں چھیلیں گی۔
۳۔ منہ نہ پیٹیں گی، ۴۔ بال نہیں نوچیں گی۔ ۵۔ گریبان نہیں پھاڑیں گی۔ ۶۔ کپڑوں کو سیاہ نہیں کریں گی۔ ۷۔ واویلا نہیں کریں گی ۸۔ اور قبروں پر نہ جائیں گی۔ ان شرائط میں آخری شرط قبروں پر نہ جانے کی ہے۔ لیکن نجفی کمال عیاری سے یا تو بقیہ سات شرائط کا سرے سے انکار کر رہا ہے۔ یا انہیں ملا کر بزعم خود تمام کے مجموعہ کو ایک شرط کہہ رہا ہے اور پھر اس شرط کے متعلق لکھا کہ اہل اسلام کا اس پر عمل نہیں۔ یعنی لوگ قبروں پر جاتے ہیں یہ عیاری و مکاری اپنی جگہ پر لیکن روایت مذکورہ کو نجفی نے بہر حال صحیح تسلیم کر لیا ہے۔ اس میں کوئی نقص یا جرح نہ کی۔ اسی لیے اس کے دو عدد جوابات میں اِدھر اُدھر کی ہانکی گئی۔ ورنہ صاف لکھ دیا ہوتا۔ کہ روایتِ تفسیر قمی قابل اعتبار نہیں۔

علاوہ ازیں اگر اس روایت میں صرف قبر پر جانے سے منع کیا گیا ہوتا۔ تو پھر اس کی تخصیص، امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے اس قول سے کیونکر درست ہوتی۔ کہ "امام حسین پر منہ بھی پیٹے جائیں اور گریبان بھی چاک کیے جائیں"، مطلب یہ کہ یہ حکم اس روایت کے عموم سے نکال لیا گیا۔ بقول نجفی عام حکم یہ تھا کہ قبر پرست جاؤ۔ لیکن سمجھ میں نہیں آتا کہ قبر پر نہ جانے سے "منہ پیٹنا اور گریبان چاک کرنا"، کس طرح مخصوص کیا گیا۔ حالانکہ یہ اس عام کے دائرہ میں داخل ہی نہیں۔ تو معلوم ہوا۔ کہ نجفی یہ تخصیص پیش کر کے یہ تسلیم کرتا ہے۔ کہ اس روایت میں منہ پیٹنے اور گریبان پھاڑنے وغیرہ کی ممانعت ہے لیکن امام حسین رضی اللہ عنہ کے لیے یہ بوجہ مخصوص ہونے کے درست ہے۔

اب اس مرحلہ پر ہم نجفی اور اس کے ہم نواؤں سے دریافت کرتے ہیں۔ کہ کیا تم

آیت اور حدیث مذکور کو منسوخ سمجھتے ہو؟ یعنی اس کا عموم ختم ہو گیا؟ اگر یہ تسلیم ہے۔ تو پھر اس کا مخصص بھی قطعی الدلالت ہونا چاہیئے۔ وہ مخصص جو تم نے پیش کیا ہے۔ وہ اس کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ کیونکہ اس پر جس قدر بھی اطمینان کیا جائے آخر وہ امام جعفر رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ لیکن اس مرحلہ پر ہم اعلان کرتے ہیں۔ کہ انہی امام صاحب سے کوئی ایک صحیح السند اور مرفوع حدیث اس تخصیص پر پیش کر دو۔ تو منہ مانگا انعام پاؤ۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے منقول مذکورہ روایت کے متعلق ہم تحریر کر چکے ہیں۔ البدایہ والنہایہ میں اس روایت کا ذکر ملتا ہے۔ کہ دمشق سے واپسی پر اہل بیت کی عورتوں نے میدانِ کربلا میں پہنچ کر ماتم کیا۔ لیکن اس روایت کی سند صرف تاریخ طبری میں ہے۔ اور اس سند پر جرح ہونے کی وجہ سے یہ سخت مجروح واقع ہوئی۔

علاوہ ازیں یہ کہنا کہ دمشق سے واپسی پر اہل بیت کی عورتوں کا رونا امام جعفر کا قول ہے درست نہیں۔ بلکہ نجفی وغیرہ کا قول معلوم ہوتا ہے۔ مختصر یہ کہ روایت مذکورہ اول تو امام موصوف کا قول ہے ہی نہیں۔ اور اگر تسلیم کر لیا جائے۔ تو پھر اس کی سند امام صاحب تک صحیح اور غیر مجروح ہونا قطعاً معلوم نہیں۔ بلکہ اس کا ثبوت نہیں۔ اور اگر بسند صحیح امام جعفر تک روایت مذکورہ پہنچی ہو۔ تو پھر اس سے "مروجہ ماتم" ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا۔ ان حالات میں اس کو مخصص کہہ کر آیت کریمہ کے عموم کا انکار کرنا ایک خوبصورت فریب دینے سے سوا کچھ نہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

دُغا بازی نمبر ۸۱

ماتم اور صحابہ: اعتراض: من لایحضر الفقیہ:

قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِفَاطِمَةَ حِيْنَ قُتِلَ جَعْفَرٌ لَا تَدْعِيْنَ بِالْوَيْلِ۔ (من لا یحضرہ الفقیہ)

ترجمہ: نبی کریم نے اپنی بیٹی فاطمہ کو جب جعفر بن ابی طالب شہید ہوئے واویلا کرنے سے منع کیا۔

جواب: اس روایت میں صیغہ نہی ہے۔ اور نہی کا ایک معنی تسلیہ اور دلاسہ بھی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی کو محض دلاسہ دیا ہے۔ اس کا تعلق مروجہ عزاداری سے کسی قسم کا نہیں ہے۔ عزاداری امام مظلوم تو بنی امیہ کے ظلم کے خلاف احتجاج ہے۔

جواب: حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ائمہ اہل بیت رضوان اللہ علیہم نے مروجہ ماتم اور تعزیہ داری کے منع ہونے پر جو ارشاد فرمائے ہیں۔ نجفی کا اولیں مقصد یہ ہے کہ ان کو توڑ موڑ کر سیاق و سباق سے الگ کر کے اپنی مرضی کے معانی پہنائے۔ اور ان سے مروجہ ماتم کے ناجائز ہونے کا جو مفہوم نکلتا ہے۔ اس کو غلط تاویل سے مروجہ ماتم سے لاتعلق ثابت کرنا اس کی فطرت ہے۔ من لا یحضرہ الفقیہ کی درج بالا روایت مروجہ ماتم میں ایک ادنیٰ درجہ کے فعل یعنی واویلا کرنے سے منع کرتی ہے۔ نجفی نے اپنی تاویل سے اس کا ایسا حلیہ بگاڑ دیا۔ کہ حدیث کا مقصد ہی سرے سے فوت ہو گیا۔ علاوہ ازیں روایت کو مکمل طور پر ذکر نہ کر کے مکاری سے کام لیا گیا۔

من لا یحضر الفقیہ کی مکمل روایت

وَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ لِفَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ

حِيْنَ قُتِلَ جَعْفَرُ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ لَا تَدْعِيْ بِذُلٍّ وَلَا ثُكْلٍ وَلَا حُزْنٍ وَلَا حَرْبٍ وَمَا قُلْتُ فِيْهِ فَقَدْ صَدَقْتُ

(من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۱۱۲

فی التعزیہ والجزع عند المصیبۃ

مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی شہادت پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دیکھو۔ واویلا مت کرو۔ نہ کسی کی موت پر، نہ پریشانی کے وقت اور نہ ہی جنگ کے وقت۔ میں نے جو کچھ کہا وہ سچ کہا ہے۔

قارئین کرام! روایت بالا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کس قدر صراحت و وضاحت کے ساتھ سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کو اُن باتوں سے منع فرمایا۔ جو "مروجہ ماتم" میں مرجود ہیں۔ اور انہی باتوں سے احترازکی شرط پر آپ نے عورتوں سے بیعت لی تھی۔ جس کا تذکرہ گزشتہ اوراق میں گزر چکا ہے۔ نجفی نے اس کی تاویل یہ کی۔ کہ آپ کی نہی بطور دلاسہ کی ہے۔ یعنی منہ پیٹنا، بال نوچنا اور واویلا کرنا جائز ہے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

نوٹ: ماتم اور صحابہ کے ص ۲۴۴ سے ص ۲۵۴ تک نجفی نے مروجہ ماتم کے ثبوت پر جو دلائل پیش کیے ہیں۔ اور اعتراض وجواب کی شکل میں جو سطور سیاہ کی ہیں۔ ہم ان باتوں کا تفصیلی جواب ذکر کر چکے ہیں۔ اس لیے اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں مختصر یہ کہ مروجہ ماتم کے نا جائز ہونے پر کتب شیعہ سے جو روایات ملتی ہیں۔ نجفی نے اُن کی سند میں مذکور بعض راویوں کو غیر ثقہ قرار دے کر جان چھڑائی۔ لیکن ان غیر ثقہ بنائے جانے والے راویوں کا ہم نے ان کی کتب اسماء رجال سے ثقہ ہونا ثابت کر کے نجفی کی مکاری وعیاری ظاہر کر دی۔

اس کے ساتھ ساتھ ہم یہ بھی تحریر کر چکے ہیں۔ کہ سیاہ لباس کو جہنمیوں اور فرعونیوں کا لباس کہنے والے حضرات ائمہ اہل بیت ہیں۔ جن کے اقوال پر مذہب شیعہ قائم ہے۔ اس لیے ایسا لباس پہننے کے جواز میں اہل سنت کی کتب سے حوالہ جات پیش کرنا نجفی کے لیے قطعاً سودمند نہیں۔ اگر ہمت ہوتی تو امام حسین کے غم میں سیاہ لباس پہننے کے جواز پر کوئی ایک آدھ ایسی روایت پیش کی جاتی۔ جو کسی امام سے مروی ہوتی۔ ہم پھر اعلان کرتے ہیں۔ کہ ایک روایت ہی صحیح السند اور مرفوع کسی امام کی پیش کرو۔ اور منہ مانگا انعام پاؤ۔

دغا بازی نمبر ۸۲

گریبان چاک کرنا شرعاً جائز نہیں

ماتم اور صحابہ: اعتراض: الامامۃ والسیاسہ:

جواب: اہل سنت کی معتبر کتاب الامامۃ والسیاسہ۔

ثُمَّ جَاءَ اُمُّ خَالِدٍ فَرَقَدَ عِنْدَهَا فَامَرَتْ جَوَارِيْهَا فَطَرَحْنَ عَلَيْهِ الْوِسَادَةَ ثُمَّ غَطَّتْهُ حَتّٰى قَتَلَتْهُ ثُمَّ خَرَجْنَ فَصِحْنَ وَشَقَقْنَ ثِيَابَهُنَّ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ثُمَّ قَامَ عَبْدُ الْمَلِكِ بِالْاَمْرِ بَعْدَهٗ۔

ترجمہ: مروان نے یزید کی زوجہ سے شادی کی تھی۔ پھر کسی بات پر یزید کے بیٹے خالد سے ان بن ہو گئی۔ خالد نے ماں سے شکایت کی۔ اس نے کہا میں اس کا بندوبست کرتی ہوں) پھر جب مروان رات کو گھر آ کر خالد کی ماں کے پاس سویا۔ تو ام خالد نے کنیزوں سے حکم دیا۔ اور کنیزوں نے اس پر لحاف۔

ڈال کر اس کو مار ڈالا۔ اور پھر ان عورتوں نے گریبان چاک کیے اور چلاتی ہوئی نکلیں۔ اور کہتی تھیں۔ یا امیر المومنین۔ یا امیر المومنین۔ (ماتم اور صحابہ ص ۲۴۰)

جواب: مروان کی موت پر اس کی بیوی کی کنیزوں نے ماتم کیا۔ یہ وہی مروان ہے جسے نجفی وغیرہ مسلمان نہیں سمجھتے۔ کیا "مروجہ ماتم" ایسے اشخاص کی سنت سمجھ کر کیا جاتا ہے؟ اگر یہ درست ہے۔ تو پھر مبارک ہو۔ اور پھر یہ کہنا چھوڑ دیا جائے۔ کہ ہم اہل تشیع ائمہ اہل بیت کے اقوال وارشادات کے مطیع ہیں۔ اور اگر جواب یہ ہے۔ کہ ہم مروجہ ماتم "ائمہ کی سنت سمجھ کر ادا کرتے ہیں۔ تو پھر ان کے اقوال و روایات چھوڑ کر کسی دوسرے کا فعل ذکر کرنا کیا معنی رکھتا ہے؟

اور اگر یوں کہا جائے۔ کہ چونکہ مروان پر اس کی بیوی کی کنیزوں نے گریبان چاک کیے۔ اور چلائیں۔ لہٰذا پیٹنا وغیرہ اگر ناجائز ہے۔ تو ان عورتوں نے ایسا کیوں کیا؟ تو پھر ہماری طرف سے یہ جواب ہے۔ کہ "الامامت والسیاست" کتاب سے یہ روایت ذکر کی گئی ہے۔ اور اسے نجفی نے "اہل سنت کی معتبر کتاب" کہہ کر ذکر کیا۔ یہ کتنا ایک فریب اور مکر سے کم نہیں ہے۔ کیونکہ کسی کتاب کا اہل سنت کی تصنیف ہونا یہی معنی رکھتا ہے۔ کہ اس کا مصنف اہل سنت ہے۔ کتاب مذکورہ کا مصنف "عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ" ہے۔ اسمائے رجال میں اسے کذاب اور بے دین تک کہا گیا۔ اور شیعوں کے ایک فرقہ کیسانیہ سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ فرقہ محمد بن حنفیہ کی امامت کا قائل ہے۔ حوالہ کے لیے فرق الشیعہ کتاب دیکھ لیں۔ حوالہ پہلے گزر چکا ہے۔ اعادہ کی ضرورت نہیں۔

بالفرض اگر اس مصنف کو سنی تسلیم کر لیا جائے۔ تو پھر بھی مذکورہ روایت قابل استدلال و حجت نہیں۔ کیونکہ اول تو اس کی سند ہی مفقود ہے۔ اور دوسرا یہ کہ اس کا راوی کذاب ہے۔ تیسرا یہ کہ مروان پر کنیزوں کے ماتم کرنے سے ماتم کرنا سنت ثابت نہیں ہوتا

اور نہ ہی مروجہ ماتم کے جواز پران عامیانہ عورتوں کا فعل حجت بن سکتا ہے۔ مختصر یہ کہ مروجہ ماتم (جو کہ سینہ کوبی، زنجیرزنی اور دیگر خرافات پر مشتمل ہے) اہل تشیع جائز کرنا چاہتے ہیں تو اس کے لیے ائمہ اہل بیت میں سے کسی امام کا سند صحیح کے ساتھ مرفوع قول پیش کرنا چاہیئے۔ جن کی اقوال و روایات پران کے مذہب کی بنیاد ہے۔ اِدھر اُدھر کے حوالہ جات پیش کرنے سے کام نہیں چل سکتا۔ لیکن نجفی نے "ماتم اور صحابہ" میں تقریباً تمام حوالہ جات غیروں کی کتابوں سے پیش کیے ہیں۔ اور اس طرح عوام کو فریب دینے کی کوشش کی ہے اور اپنا اُلّو سیدھا کرنا چاہا۔ تحقیقی ثبوت نہ ان کے پاس ہے۔ اور نہ مل سکے گا۔ اس لیے اب بھی موقعہ ہے۔ کہ حق قبول کر لیا جائے۔

فَاعْتَبِرُوْا یٰاُولِی الْاَبْصَارِ

دَغابازی نمبر ۸۳

ماتم اور صحابہ: "حضرت علی نے فرمایا۔ وفات نبی پر صبر اچھا نہیں"

نہج البلاغہ:

اِنَّ الصَّبْرَ لَجَمِیْلٌ اِلَّا عَلَیْكَ وَاِنَّ الْجَزْعَ لَقَبِیْحٌ اِلَّا عَلَیْكَ۔

(نہج البلاغہ طبع مصر ص ۲۰۷)

ترجمہ:

حضرت علی وفات نبی پر فرماتے ہیں۔ کہ یارسول اللہ صبر اچھی چیز ہے مگر آپ کی موت پر (صبر اچھی چیز نہیں) اور جزع بری چیز ہے۔ مگر آپ کی موت پر (بری چیز نہیں)

قارئین: نبی کا فرمان ہے۔ الحسین منی وانا من الحسین

اور شاہ عبدالعزیز سرالشہادتین میں فرماتے ہیں کہ

امام حسن اور امام حسین علیہما السلام شہید ہونے میں اپنے نانا کے قائم مقام ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ حسنین علیہما السلام کی شہادت درحقیقت نبی کریم کی شہادت ہے۔ اور حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ کہ نبی کی وفات پر صبر اچھی چیز نہیں۔ لہٰذا امام حسین علیہ السلام کے مصائب کو یاد کرنا اور ان پر گریہ و ماتم کرنا جو کہ مصیبت کے لوازمات میں سے ہے۔ اس بے صبری میں داخل نہیں جو ممنوع ہے۔ (ماتم اور صحابہ ص ۲۷، ۲۸)

جواب:

نجفی شیعی نے "مروجہ ماتم" کو ثابت کرنے کے لیے صغریٰ کبریٰ بنا کر جس دلیل و حجت کا سہارا لیا۔ وہ اس کے اپنے اصول کے ہی مخالف ہے۔ رسالہ مذکورہ میں بارہا نجفی نے یہ کہا۔ کہ ہم صرف اور صرف امام حسین رضی اللہ عنہ کے "ماتم" کو جائز قرار دیتے ہیں۔ میرے برخوردار محمد طیب نے جب ایک مرتبہ نجفی سے دورانِ گفتگو پوچھا کہ تم لوگ حضرت علی المرتضیٰ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ماتم کیوں نہیں کرتے۔ تو جواب دیا گیا کہ چونکہ وہ شہید ظلماً نہ ہوئے تھے۔ اس لیے ان کی وفات اور امام عالی مقام کی وفات میں فرق ہے۔ امام موصوف چونکہ ظلماً شہید کر دیئے گئے تھے۔ اس لیے ہم ان کی مظلومیت کے پیش نظر صرف ان کا ماتم کرتے ہیں۔

یہ بات ہم نے اس لیے ذکر کی۔ تاکہ "مروجہ ماتم" کو ثابت کرنے کے لیے جس انداز سے صغریٰ کبریٰ گھڑ کر دلیل بنائی گئی۔ وہ عیاں ہو سکے۔ "وہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت دراصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت ہے۔ اور نبی کریم کی وفات پر چونکہ صبر نہ کرنا جائز ہے۔ لہٰذا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت پر ماتم کرنا جائز ہوا" اس دلیل سے ثابت ہوا کہ ماتم اور گریہ برحسین کی اصل ماتمِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ گویا یہ ماتم بظاہر امام حسین رضی اللہ عنہ کے نام پر ہے۔ لیکن درحقیقت وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ہے دلیل یہ کہہ رہی ہے۔

اور نجفی وغیرہ کا عقیدہ یہ ہے۔ کہ ہم امام عالی مقام کے علاوہ کسی اور کا ماتم نہیں کرتے کیا یہ تناقض نہیں؟ اور صاحبِ تناقض کذاب و مفتری نہیں ہوتا؟ ایسے آدمی کا کون اعتبار کرتا ہے۔

نہج البلاغہ سے منقول عبارت حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کا ترجمہ اور اس سے استدلال نجفی کی اپنی اختراع ہے۔ عبارت مذکورہ کا اس کے شارحین نے جو ترجمہ کیا۔ وہ اور ہے اور نجفی کا ترجمہ اور ہے۔ نہج البلاغہ کی سب سے قابلِ اعتبار شرح "ابن میثم" میں مذکورہ روایت کی تشریح ملاحظہ ہو۔

ابن میثم:

وَاِنَّمَا كَانَ الصَّبْرُ غَيْرَ جَمِيْلٍ فِي الْمُصِيْبَةِ بِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَالْجَزْعُ عَلَيْهِ غَيْرُ قَبِيْحٍ لِاَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ اَصْلُ الدِّيْنِ وَالْقُدْوَةُ فِيْهِ فَالْجَزْعُ فِي الْمُصِيْبَةِ بِهٖ يَسْتَلْزِمُ بِدَوَامِ ذِكْرِ اَخْلَاقِهٖ وَسُنَنِهٖ وَسِيْرَتِهٖ فَكَانَ غَيْرَ قَبِيْحٍ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ....... وَاَمَّا الصَّبْرُ فَاِنَّهٗ يَؤُوْلُ اِلَى السُّكُوْنِ وَالْغَفْلَةِ عَنْهُ فَكَانَ غَيْرَ جَمِيْلٍ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَقَدْ تَعَرَّضَ لِفَضِيْلَةِ الْقُبْحِ مِنْ بَعْضِ الْاِعْتِبَارَاتِ وَلِرَذِيْلَةِ الْحُسْنِ مِنْ وَجْهٍ۔

(ابن میثم شرح نہج البلاغہ جلد ۵ ص ۲۹۳ باب المختار من حکمہ علیہ السلام و مواعظہ مطبوعہ تہران)

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال پر صبر اچھا نہیں۔ اور جزع برا نہیں بصبر نہ کرنا اس لیے اچھا ہے۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دین کی اصل اور اس کے قائد ہیں۔ لہذا آپ کے وصال کی مصیبت پر جزع کرنے سے یہ لازم آتا ہے۔ کہ آپ کا ذکر دائمی ہوتا رہے۔ اور آپ کی دائمی یاد آپ کے اخلاق، سنتوں اور سیرت کے دوام کو مستلزم ہے۔۔۔۔۔ اور صبر کر لینا اس کی نشاندہی کرتا ہے۔ کہ صابر آدمی آپ کی یاد سے غافل ہو گیا اس لیے اچھا نہیں۔ اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ بعض بری باتیں چند اعتبار کی وجہ سے اچھی اور بعض اچھی باتیں چند اعتبارات سے بری ہو جاتی ہیں۔

نہج البلاغہ کے شارح علامہ بحرانی شیعی نے حضرت علی المرتضے رضی اللہ عنہ کے قول کا جو مطلب بیان کیا۔ وہ یہ کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اصلِ دین اور مقتدائے اسلام تھے۔ اس لیے آپ کے وصال کی مصیبت کو یاد کر کے آپ کے اخلاق وکردار کا تصور آئے گا۔ اور یہ تصور بہت اچھا ہے۔ کیونکہ اس طرح عوام آپ کی سیرت اور سنت کو سن سنا کر اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں گے۔ علامہ بحرانی نے جزع کا معنی "مروجہ ماتم" نہیں کیا۔ بلکہ "ذکر" کے معنی میں لیا ہے اور صبر سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر سے غفلت مراد لیا ہے۔ لہذا جزع اور بے صبری (ذکر) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال پر اچھی چیز ہے۔ اور صبر (غفلت) اچھی نہیں۔

یہ تھا علامہ بحرانی کا کہنا اور اس طرح سے امام حسین رضی اللہ عنہ کا جزع کرنا کون اس سے روکتا ہے۔؟ ہم بھی ذکرِ امام عالی مقام کرتے ہیں۔ اور ان کے اخلاق وکردار اور ان کی سیرت

بیان کرتے ہیں۔ اگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے قول سے ہی ثابت ہے۔ تو ہمیں اس پر کیوں اعتراض ہو؟ اعتراض اس پر ہے کہ اس عبارت سے "مروجہ ماتم" ثابت کر کے فریب دینے کی کوشش کی گئی۔ اس طرح اپنے مسلک کے بہت بڑے مجتہد علامہ بحرانی کی شرح کو ٹھکرانے کے علاوہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے قول کا ان کی منشا اور مرضی کے خلاف مطلب بیان کیا۔ آخر "حجۃ الاسلام" جو ٹھہرے۔

مروجہ ماتم کے رد میں امام خمینی اور ایرانی صدر خامنائی کا فتوے

مروجہ ماتم یعنی سینہ کوبی اور طمانچہ زنی شیعہ وسنی، سب کے ہاں بالاتفاق ناجائز و حرام ہے۔ کتب اہل سنت میں تو اس کے حوالہ جات کی کمی نہیں لیکن مدعیٔ ماتم کے نزدیک چونکہ کتب اہل سنت، قابل حجت نہیں۔ اس لیے فقیر نے مناسب خیال کیا ہے کہ شیعہ کے موجودہ دور کے متفقہ امام بلکہ بقول اہل تشیع "آیت اللہ العظمیٰ" (اللہ کی بہت بڑی نشانی) جناب خمینی صاحب اور ایران کی شیعہ حکومت کے شیعہ صدر جناب خامنائی کا ایک فتویٰ جو روزنامہ جنگ ۲۰ محرم الحرام ۱۴۰۵ھ ۱۶ اکتوبر ۱۹۸۴ء بروز منگل جلد پنجم کالم نمبر ۲ میں شائع ہوا۔ قارئین کو گوش گزار کر دیا جائے فتویٰ کا مضمون درج ذیل ہے۔

یوم عاشور منانے کے مروجہ طریقے غیر اسلامی ہیں (خامنائی)

تہران خصوصی رپورٹر:

ایران کے صدر نے کہا کہ یوم عاشور پر امام حسین کی یاد تازہ کرنے کے مروجہ طریقے یکسر غلط اور غیر اسلامی ہیں۔ اسلام آباد کے ایک انگریزی روزنامہ کے مطابق ایران میں نماز جمعہ کے ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ یہ طریقہ نمود و نمائش اور غیر اسلامی اصولوں پر مبنی ہے فضول خرچی اور اسراف ہمیں امام حسین کے راستے سے دور کر دیتا ہے۔ انہوں نے علم اور تعزیہ کی مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ خواہ محراب و گنبد کی شکل ہی کیوں نہ ہو یاد تازہ کرنے کی اسلامی شکل نہیں۔ ان نمائشی چیزوں پر رقم خرچ کرنا

حرام اور عاشور کی روح کے منافی ہے۔ کیونکہ یہ دن تفریح کا دن نہیں ہے۔ امام خمینی کے فتویٰ کا حوالہ دیتے ہوئے صدر خامنائی نے کہا مذہبی تقریبات کے دوران لاؤڈ سپیکر کا استعمال مدہم ہونا چاہیئے اور عزاداری کے مفادات پر بھی پڑوسیوں کو کوئی تکلیف نہیں پہنچنی چاہیئے۔ لوگوں کو ماتم کرنے پر اکسانا نہیں چاہیئے۔ اور نہ ہی یہ رسم لوگوں کے لیے تکلیف دہ ہونی چاہیئے

توضیح: قارئین کرام! آپ نے دیکھ لیا کہ مروجہ ماتم جو علم و تعزیہ کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ اس کو شیعہ کے دو اماموں نے نمود و نمائش اور غیر اسلامی قرار دیا ہے۔ روح اسلام کے خلاف گردانا ہے اور اس پر رقم خرچ کرنے کو حرام قرار دیا ہے۔ یہ فتویٰ ان لوگوں کا ہے۔ جن کو تو کسی تقیہ کی ضرورت ہے۔ اور نہ ہی ان پر مفہوم تقیہ صادق آتا ہے معلوم ہوا کہ اہل تشیع کا مروجہ ماتم کو اپنا شعار اور طریقہ بنا لینا سراسر غلط اور بے اصل و بے بنیاد ہے۔ نیز محافل محرم کے بھی خلاف ہے

نوٹ: روزنامہ جنگ میں شائع ہونے والے مذکورہ بیان کی تردید کرتے ہوئے خانہ فرہنگ لاہور نے تحریر کیا کہ یہ صدر خامنائی کا بیان نہیں ہے۔

قارئین کرام! خانہ فرہنگ کی یہ تردید بے معنی اور باطل محض ہے۔ کیونکہ صدر خامنائی نے امام خمینی کے حوالہ سے یہ لکھا ہے۔ کہ مروجہ ماتم پر لوگوں کو اکسانا منع ہے۔ نیز امام خمینی کی کتب بھی اسی کی تائید و توثیق کرتی ہیں۔ امام خمینی نے اپنی مشہور کتاب "کشف الاسرار" میں یوں لکھا ہے

کشف الاسرار: یک نظری بعزاداری اینجا باید گفتنی ہم درخصوص عزاداری و مجالسی کہ بنام حسین بن علی برپا میشود بگوئم۔ ما و ہیچ یک از دینداران نمیگوئم کہ بایں اسم ہرکس ہر کارے میکند خوب است۔ چہ بسا علماء بزرگ و دانشمندان بسیاری از ایں کارہا را نا روا دانستہ و بوجود خود از آں جلوہ گیری کردند۔ چنانچہ ہم میدانم کہ دولیست و چند سال پیش ازیں عالم عالی بزرگوار مرحوم حاج شیخ عبد الکریم کہ از بزرگ ترین روحانیین شیعہ بود در قم شبیہ خوانی را منع کرد و یکے از مجالس بسیار بزرگ را مبدل برونہ خود کرد و روحانیین و دانشمندان دیگر ہم چیزہائے را برخلاف

دستور دین بودہ منع کردہ ومیکند (کشف الاسرار ص ۱۷۳، مطبوعہ تہران در ذکر جواب دیگر از اعتراض)

ترجمہ: اس مقام پر ایک آدھ بات خاص کر عزاداری اور ان مجالس کے بارہ میں ہونی چاہیئے جو امام حسین بن علی کے نام پر منعقد ہوتی ہیں۔ ہم اور تمام دیندار لوگ یہ نہیں کہیں گے کہ اس نام کے ساتھ جو بھی کوئی کام کرتا ہے اچھا کرتا ہے۔ اس لیے کہ بہت سے بزرگ علماء اور دانشمندوں نے ان کاموں کو ناروا کہا اور سمجھا ہے۔ حتیٰ کہ ان سے علیحدگی اختیار کر لی ہے۔ جیسا کہ تمام لوگ جانتے ہیں کہ آج سے بیس سال سے زائد عرصہ ہوا کہ ایک بہت بڑے عالم عامل جناب شیخ عبدالکریم حاجی مرحوم جو شیعہ برادری میں ایک اعلیٰ مقام رکھتے ہیں نے قم میں شبیہ خوانی کو منع کیا اور ایک بہت بڑی مجلس کو روضہ خوانی کی مجلس میں تبدیل کر دیا۔ اسی طرح کا روحانی مقام رکھنے والے دیگر دانشمندوں نے بھی ان کاموں سے منع کیا ہے۔ جو دین کے خلاف تھے۔ اور وہ اب بھی ایسا کرتے ہیں

قارئین! امام خمینی کی مذکورہ عبارت نے ثابت کر دیا کہ صدر رضا منائی کا جو بیان روزنامہ جنگ میں شائع ہوا ہے وہ بالکل صحیح اور درست ہے۔ بلکہ روزنامہ جنگ میں امام خمینی کی کتاب "کشف الاسرار" کی اس عبارت کی ہی وضاحت کی گئی ہے کہ "بہت بزرگ علماء اور دانشمندوں نے ان کاموں کو ناروا کہا اور سمجھا ہے۔ یہاں تک کہ ان سے علیحدگی اختیار کر لی ہے" اور شیعہ برادری میں شیخ عبدالکریم کا بہت بڑا مقام و مرتبہ ہے۔ وہ بھی اس کو منع کرتے تھے۔ امام خمینی کے اس بیان کے بعد مروّجہ ماتم کے حرام و ناجائز ہونے میں بھی کوئی شک و شبہ باقی نہیں رہ جاتا اور اس سے بھی زیادہ توضیح مروجہ ماتم کے حرام ہونے پر ان کی کتاب "تحریر الوسیلہ" میں اور توضیح المسائل میں یوں مذکور ہے۔

تحریر الوسیلہ: وَلَا یَجُوْزُ اللَّطْمُ وَالْخَدْشُ وَجَزُّ الشَّعْرِ وَنَتْفُہٗ وَالصُّرَاخُ الْخَارِجُ عَنْ حَدِّ الْاِعْتِدَالِ عَلَی الْاَحْوَطِ

وَلَا يَجُوْزُ شَقُّ الثَّوْبِ عَلٰى غَيْرِ الْاَبِ وَالْاَخِ بَلْ فِيْ بَعْضِ الْاُمُوْرِ الْمَذْكُوْرَةِ تَجِبُ الْكَفَّارَةُ فَفِيْ جَزِّ الْمَرْاَةِ شَعْرَهَا فِي الْمُصِيْبَةِ كَفَّارَةُ شَهْرِ رَمَضَانَ وَفِيْ نَتْفِهٖ كَفَّارَةُ الْيَمِيْنِ وَكَذَا تَجِبُ كَفَّارَةُ الْيَمِيْنِ فِيْ خَرْشِ الْمَرْاَةِ وَجْهَهَا اِذَا اَدْمَتْ بَلْ مُطْلَقًا عَلَى الْاَحْوَطِ وَفِيْ شَقِّ الرَّجُلِ ثَوْبَهٗ فِيْ مَوْتِ زَوْجَتِهٖ اَوْ وَلَدِهٖ وَهِيَ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسَاكِيْنَ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ وَاِنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ۔ (تحریر الوسیلہ جلد اول ص ۹۰ باب فی نقل المیت مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ: اور جائز نہیں ہے طمانچے مارنا اور کھرچنا بالوں کو کھینچنا اور نوچنا اور حدِ اعتدال سے زیادہ آواز نکالنا۔ اور جائز نہیں کپڑوں کو پھاڑنا سوائے باپ اور بھائی کے۔ بلکہ بعض امورِ مذکورہ میں کفارہ واجب ہوتا ہے تو اگر عورت مصیبت میں بالوں کو کھینچے تو اس پر ایک ماہ کے روزے بطورِ کفارہ واجب ہیں۔ اور اگر نوچے تو کفارہ یمین واجب ہے۔ اور اسی طرح جب عورت اپنے چہرے کو چھیلے تو بھی اس پر کفارہ یمین واجب ہے۔ جبکہ خون نکل آئے۔ بلکہ زیادہ احتیاط اسی میں ہے کہ اس کو مطلق قرار دیا جائے۔ (یعنی خون نکلے یا نہ نکلے) اور کوئی مرد اپنی بیوی یا بیٹے کی موت پر کپڑے پھاڑے تو اس پر دس مسکینوں کو کھانا کھلانا یا دس مسکینوں کو کپڑے دینا واجب ہیں۔ اور اگر یہ نہ پائے تو تین روزے رکھے

توضیح المسائل:

مستحب ہے کہ انسان اپنے عزیزوں کی موت پر خصوصاً بیٹے کی موت پر صبر کرے۔ یعنی جس وقت یاد آئے۔ تو اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ اور

میت کے لیے قرآن پڑھے۔ اور ماں باپ کی قبر پر خداوند تعالیٰ سے اپنی حاجت طلب کرنے۔ اور قبر پختہ بنائے تاکہ جلدی خراب نہ ہو۔ جائز نہیں کہ انسان کسی کی موت پر اپنے چہرے کو خراشے یا اپنے آپ کو طمانچے مارے۔ باپ اور بھائی کے علاوہ کسی کی موت پر گریبان چاک کرنا جائز نہیں۔ اگر شوہر بیوی یا بیٹے کی موت پر گریبان چاک کرے اور کپڑے پھاڑے۔ یا اگر عورت کسی کی میّت پر اپنے چہرے کو اس طرح خراشے کہ خون آ جائے یا بال نوچے تو اسے ایک غلام آزاد کرنا یا دس مسکینوں کو کھانا کھلانا یا انہیں لباس دینا پڑے گا۔ اگر یہ نہ ہو سکے تو تین دن روزے رکھے۔ بلکہ اگر خون نہ بھی نکلے تو احتیاطاً واجب ہے کہ اس دستور پر عمل کرے۔ احتیاطِ واجب یہ ہے کہ کسی میت پر آواز کو زیادہ بلند نہ کرے۔ (توضیح المسائل مترجم ص ۱۰۱ تذکرہ مستحباتِ دفن مصنفہ امام خمینی
ناشر سازمان تبلیغات اسلامی بشعبہ روابط بین الملل)

وضاحت:

امام خمینی نے مروجہ ماتم یعنی کپڑے پھاڑنے اور طمانچے مارنے کا کفارہ ایک غلام آزاد کرنا۔ یا دس مسکینوں کو کھانا کھلانا یا انہیں کپڑے دینا۔ اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو تین روزے رکھنا بیان کیا ہے۔ خمینی صاحب کے اس فتویٰ سے معلوم ہو رہا ہے کہ افعالِ مذکورہ یعنی مروجہ ماتم ان کے نزدیک ایک شرعی جرم ہے۔ جس کا شرعاً کفارہ واجب ہے لیکن یاد رہے کہ امام خمینی نے جو گریبان چاک کرنا منع قرار دیا ہے۔ اور اس میں سے بھائی اور باپ مستثنیٰ کیا ہے۔ تو یہ ان کی تخصیص بلا دلیل ہے۔ بصورت تسلیم بھی یہ تخصیص اہل تشیع کے لیے مفید ثابت نہیں ہو سکتی کیونکہ شیعہ تو امام حسین اور ان کے رفقاء کا ماتم کرتے ہیں۔ جو ان کے باپ ہیں نہ بھائی۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ مروجہ ماتم شیعہ سنی دونوں کے نزدیک متفق علیہ حرام ہے۔

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ

ماخذ و مراجع از کتب شیعہ

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف اور تاریخ وفات	مطبع
۱	قرآن مجید	ترجمہ مقبول احمد شیعہ	اسلام پورہ لاہور
۲	امالی طوسی	ابو جعفر بن حسن سنہ ۴۶۰ھ	قم طبع جدید
۳	منتہی الآمال	شیخ عباس قمی سنہ ۱۳۵۹ھ	انتشارات ایران
۴	من لا یحضرہ الفقیہ	ابو جعفر صدوق محمد بن علی بن الحسین سنہ ۳۸۱ھ	تہران طبع جدید لکھنؤ قدیم
۵	فروع کافی	محمد بن یعقوب کلینی سنہ ۳۲۹ھ	طہران طبع جدید
۶	فروع کافی مترجم	سید ظفر حسن دور حاضرہ	کراچی
۷	جلاء العیون	ملا باقر مجلسی سنہ ۱۱۱۱ھ	طہران طبع جدید
۸	براہین ماتم	اسماعیل شیعی مصنف دور حاضرہ	لائل پور
۹	تفسیر قمی	علی بن ابراہیم قمی سنہ ۳۰۲ھ	ایران طبع قدیم
۱۰	تفسیر منہج الصادقین	ملا فتح اللہ کاشانی سنہ ۱۳۲۳ھ	طہران جدید
۱۱	تفسیر صافی	محمد محسن کاشانی سنہ ۱۰۹ھ	″
۱۲	تفسیر مجمع البیان	ابو علی الفضل طبرسی سنہ ۵۴۸ھ	″
۱۳	احتجاج طبرسی	شیخ ابو منصور احمد بن علی طبرسی سنہ ۵۴۸ھ	مطبوعہ قدیم و جدید
۱۴	مقتل ابی مخنف	لوط بن یحیی سنہ ۱۶۹ھ	نجف اشرف طبع مصر
۱۵	ارشاد شیخ مفید	محمد ابن محمد بن نعمان سنہ ۴۱۳ھ	قم خیابان ارم ایران
۱۶	اصول کافی	محمد بن یعقوب کلینی سنہ ۳۲۹ھ	تہران طبع جدید
۱۷	جامع الاخبار	ابو جعفر شیخ صدوق محمد بن علی بن الحسین سنہ ۳۸۱ھ	نجف اشرف

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف اور تاریخ وفات	مطبع
۱۸	عیون اخبار الرضا	ابوجعفر شیخ صدوق محمد بن علی الحسین سنہ ۳۸۱ھ	حیدریہ نجف اشرف
۱۹	اعلام الوری	فضل ابن حسن طبرسی سنہ ۵۴۸ھ	بیروت ۔ جدید
۲۰	نہج البلاغہ	سید شریف رضی سنہ ۴۰۴ھ	بیروت طبع جدید چھوٹا سائز
۲۱	ذبح عظیم	خان بہادر دورِ حاضرہ	کتب خانہ اثنا عشری لاہور (متصل حویلی)
۲۲	ترجمہ نیرنگ فصاحت	سید ذاکر حسین اختر	یوسفی دہلی طبع قدیم
۲۳	مترجم جلاء العیون اردو	سید عبد الحسن دورہ حاضرہ	شیعہ جنرل بک ایجنسی اتفاق پریس لاہور طبع جدید
۲۴	توضیح المسائل	روح اللہ موسوی خمینی	طہران طبع جدید
۲۵	مجمع المعارف حاشیہ	ملا باقر مجلسی سنہ ۱۱۱۱ھ	" " "
۲۶	بر حلیۃ المتقین		
۲۷	حیات القلوب	ملا باقر مجلسی سنہ ۱۱۱۱ھ	نولکشور طبع قدیم
۲۸	انوار نعمانیہ	نعمت اللہ الجزائری سنہ ۱۱۱۲ھ	طبع جدید تبریز
۲۹	مجمع المسائل	حسین القمی	تہران طبع جدید
۳۰	ماتم اور صحابہ	مولوی غلام حسین نجفی شیعی	دورہ حاضرہ لاہور
۳۱	تنقیح المقال	عبد اللہ مامقانی سنہ ۱۲۰۰ھ	طہران طبع جدید
۳۲	شیعی ماہنامہ المعرفت	مدیر حشمت علی بابت محرم سنہ ۱۳۸۹ھ	حیدرآباد
۳۳	کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ	علی بن عیسیٰ عربلی سنہ ۶۸۷ھ	تبریز طبع جدید
۳۴	مناقب ابن شہر آشوب	محمد بن علی بن شہر آشوب سنہ ۵۸۸ھ	قم ۔ طبع جدید
۳۵	الاخبار الطوال	احمد بن داؤد سنہ ۲۸۲ھ	بیروت طبع جدید
۳۶	تاریخ روضۃ الصفاء	محمد بن حامد شاہ سنہ ۹۰۳ھ	لکھنؤ ۔ طبع قدیم

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف و تاریخ وفات	مطبع جات
۳۷	تفسیر لوامع التنزیل	سید علی حیری لاہوری۔ اسی نصف جزو حصول ...	طبع قدیم لاہور
۳۸	معالی السبطین	محمد مہدی سنہ ۱۳۶۰ھ	نجف اشرف
۳۹	تہذیب الاحکام	ابو جعفر محمد بن حسن طوسی سنہ ۴۶۰ھ	تہران۔ طبع جدید
۴۰	ناسخ التواریخ	مرزا محمد تقی لسان الملک سنہ ۱۲۹۷ھ	״ ״ ״
۴۱	بحار الانوار	ملا باقر مجلسی سنہ ۱۱۱۱ھ	״ ״ ״
۴۲	مروج الذہب	علی بن حسین مسعودی سنہ ۳۴۶ھ	طبع جدید مطبوعہ بیروت
۴۳	الکنی والالقاب	شیخ عباس قمی سنہ ۱۳۵۹ھ	طبع جدید تہران
۴۴	منتخب التواریخ	محمد ہاشم ابن محمد علی خراسانی سنہ ۱۳۵۲ھ	تہران طبع جدید
۴۵	شرح نہج البلاغہ ابن میثم	کمال الدین میثم بحرانی سنہ ۶۷۹ھ	تہران
۴۶	فیض الاسلام شرح نہج البلاغہ	سید علی تقی سنہ ۱۳۵۵ھ	تہران طبع جدید
۴۷	تذکرۃ الخواص الامہ	علامہ سبط ابن جوزی سنہ ۶۵۴ھ	״ ״ ״
۴۸	تاریخ یعقوبی	احمد بن ابی یعقوب سنہ ۲۵۶ھ	بیروت طبع جدید
۴۹	الذریعہ	آقا بزرگ الطہرانی سنہ ۱۳۱۲ھ	״ ״ ״
۵۰	تحفۃ العوام	سید ابوالحسن موسوی دورِ حاضرہ	منشی نولکشور لکھنو طبع قدیم
۵۱	حلیۃ المتقین	ملا باقر مجلسی سنہ ۱۱۱۱ھ	تہران۔ طبع جدید
۵۲	فرق الشیعہ	محمد حسن بن موسیٰ نوبختی سنہ ۳۱۰ھ	مطبع حیدریہ نجف اشرف
۵۳	تحریر الوسیلہ	روح اللہ موسوی الخمینی دورِ حاضرہ	تہران طبع جدید
۵۴	کشف الاسرار	״ ״ ״ ״	״ ״ ״
۵۵	مجالس المومنین	قاضی نور اللہ شوستری سنہ ۱۰۱۹ھ	مطبع تہران طبع جدید